رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۰

# معارف



مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

## سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہو

جلد ہشتم | ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ مطابق جولائی ۱۹۲۱ء | عدد اول

## مضامین

# شذرات

رائٹ آنریبل مولوی سید امیر علی کی انگریزی اسپرٹ آف اسلام ایک مشہور کتاب ہے جسکے مطالعہ نے صدہا انگریزوں اور انگریزی خوانوں کے دلوں میں اسلام کی محبت و وقعت پیدا کیا ہے، اب یہ کتاب کئی سال سے نایاب تھی، حال میں اسکے پبلشرز (مسرز کرسٹوفرس، برنرس اسٹریٹ لندن) نے اطلاع دی ہے کہ اسکا جدید ایڈیشن چھپنے کو تیار ہے، مصنف نے اس جدید ایڈیشن کے لئے کتاب پر شروع سے آخر تک نظر ثانی کی ہے، ایک جدید مقدمہ کا اضافہ کیا ہے، جسمین اسلام پر ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت سے نظر کی ہے، اور دو بالکل جدید ابواب خلافت راشدہ و تصوف اسلامی کے عنوان سے اضافہ کئے ہیں، امید ہے انگریزی تعلیم یافتہ احباب اسکی کافی قدر کرینگے۔

---

اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ سنسکرت لٹریری کانفرنس کا سالانہ جلسہ بخیر و خوبی انجام کو پہنچا، اس سے قبل چھہ سالانہ جلسے ہوچکے ہیں، اسکے صدر نشین ہندو کالج دہلی کے سنسکرت پروفیسر پنڈت ہرنرائن شاستری، ودیا ساگر تھے، ہندوستان کے ہر گوشہ سے علمائے سنسکرت جمع ہوئے تھے، متعدد عالمانہ خطبات پڑھے گئے، مختلف لسانی و علمی مباحث

مذاکرہ و مباحثہ رہا، اور آیندہ کے لئے نظام عمل یہ تجویز پایا کہ ایک سنسکرت رسالہ جاری کیا جائے، ایک سنسکرت یونیورسٹی قائم کیجائے، اور دہلی مین ایک عظیم الشان سنسکرت کتبخانہ کھولا جائے، کانفرنس کے آیندہ اجلاس کے لئے دعوت نامہ متعدد مقامات سے آئے لیکن منظوری پنڈت مالوی جی کے دعوت نامہ متعلق بنارس کو دیگئی۔

---

سنسکرت کے متعلق ہمیشہ یہ سنتے آئے تھے کہ وہ ایک مردہ زبان ہے، ہمارے مغربی اساتذہ بھی اس قول کی تائید کرتے رہے تھے، لیکن آج یہی "مردہ" اپنی زندگی کا یون ثبوت دے رہا ہے، اسکے مقابلہ مین ایک "ہماری" مقدس زبان ہے، جسمین ہمارا صحیفۂ آسمانی نازل ہوا ہے، جو ہماری تاریخ وقومی روایات کی حامل ہے، جسے دنیا مین لاکھون افراد بولتے اور شاید کرورون سمجھتے ہین، جسمین تصنیف و تالیف کا سلسلہ بکثرت جاری ہے، جسمین متعدد اخبارات و رسائل شایع ہوتے رہتے ہین، اور جسکے پرستارون مین عرب، مصر، شام، عراق، طرابلس، و ہندوستان کے علاوہ بھی چند ممالک کی بڑی آبادیان شامل ہین، سوال یہ ہے کہ اس "زندہ" زبان کے زندہ رکھنے مین ہماری کوششون کو بھی کچھ دخل ہے؟ انسان پر ذمہ داری صرف اُسکی کوششون سے متعلق عاید ہوتی ہے، اس سے سوال صرف اسکی جدوجہد، سعی وکاوش کی بابت کیا جائیگا، کسی شئے کا خارجی اسباب واتفاقی حالات کی بناپر زندہ ومحفوظ رہجانا ہرگز اسے اسکے فرائض سے سبکدوش نہین کرسکتا، شام کے عیسائی اسلئے عربی بولتے ہین کہ یہ اُنکی مادری زبان ہے، مصر کے قبطی اسلئے عربی مین تالیف واشاعت کا کام کرتے ہین کہ اسپر مجبور رہین، ان حالات سے ہمارے فرائض ہم سے کیونکر ساقط ہوسکتے ہین؟

ہندوستان مین، چشم بد دور، متعدد اسلامی درسگاہین قدیم وجدید دونون نمونون کی مدت سے قائم ہین، لیکن دنیا کو علم نہین کہ ابتک ان اسلامی درسگاہون نے اس اسلامی زبان کی کسقدر خدمات انجام دی ہین، ندوہ، دیوبند، فرنگی محل، نظامیہ (دکن) سے زیادہ اسلامی علوم والسنہ کی خدمتگذاری کا دعوی کسکو ہوسکتا ہے، لیکن کیا انکے ارباب حل وعقد اپنی دیانت وضمیر کا احترام ملحوظ رکھکر کہہ سکتے ہین کہ انھون نے ام الالسنہ کی کسی معقول حد تک خدمات انجام دی ہین ؟ علی گڈھ کالج بے شبہہ سالہا سال سے ادبیات ولسانیات عرب کی تحصیل وتحقیق کا اشتہار دے رہا ہے، لیکن کاش اس پوست کے اندر مغز بھی ہوتا! لے دیکے ایک دکن کے دائرۃ المعارف کا نام لیا جاسکتا ہے، جس نے ایک زمانہ مین متعدد مفید ونادر کتب عربیہ کی طبع واشاعت کا کام کیا تھا، لیکن اب ایک مدت سے یہ زندہ کر بنوالا صینہ خود مردہ ہوگیا ہے۔ ع

دیکھا کہ وہ ملتا نہین اپنے ہی کو کھو آے

---

یورپ مین انتقاد اور ریویو نگاری ایک مستقل فن کی حیثیت رکھتا ہے، معزز اخبارات ورسائل اپنے مخصوص ریویو نگار رکھتے ہین، جو اس کام کا گرانقدر معاوضہ پاتے رہتے ہین، صدہا اہل قلم ایسے ہین جو بجاے تصنیف، تالیف، ومضامین نگاری کے اپنا وقت تمامتر اسی شغل انتقاد مین صرف کرتے ہین، کتابون کی مقبولیت وعدم مقبولیت علی العموم انہین تنقیدون کے اچھے یا بُرے ہونے کے تناسب رہتی ہے، اور اکثر مصنفین کا مستقبل انہین تنقید نگارون کے اظہار راے پر موقوف ہوتا ہے، اس بنا پر یورپ کے علمی حلقون مین انتقاد کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ ابتک بارہا مصنف کو ریویو نگار کی ناراضگی کا شکار ہوجانا پڑتا تھا اور

بریت کی کوئی صورت نہ بن پڑتی تھی، لیکن حال مین بعض فرنچ مصنفین نے قانون کی مدد سے اپنے بچاؤ کی ایک انوکھی تدبیر نکال لی ہے، فرنچ قانون مین ایک دفعہ ہے جسکا منشا یہ ہے کہ جس شخص پر پریس مین کوئی حملہ یا اعتراض شایع ہو، وہ اُسی پرچہ مین مساوی جگہ لیکر اُسکا جواب چھپوا سکتا ہے، اور اشتہار کی شرح پر اُجرت دیکر اُسکی دگنی جگہ اپنے جواب کے لئے لے سکتا ہے، چند ماہ ہوئے دو فرنچ انشاپردازون نے ایک لاطینی ڈراما کا فرنچ ترجمہ شایع کیا، اسپر پیرس کے ایک نہایت ممتاز علمی رسالہ مین سخت مخالفانہ ریویو نکلا، مترجمین نے ریویو کا جواب لکھکر بھیجا مگر ایڈیٹر نے اسکے اندراج سے انکار کردیا، اسپر مترجمین نے قانون کی مذکورۂ بالا دفعہ سے فائدہ اُٹھا کر ایڈیٹر پر دعوی دائر کردیا، وکیل سرکار نے مدعا علیہ کی حمایت کی اور کہا کہ واضعان قانون کا یہ منشا ہرگز نہ تھا کہ اسکا اطلاق ادبی وعلمی تنقیدون پر بھی ہوگا، بلکہ اسکا دائرہ صرف ذاتی حملون اور شخصی اعتراضات تک محدود تھا، لیکن عدالت نے مدعی کے خیال سے اتفاق کیا، اور مدعا علیہ کے خلاف مصارف مقدمہ کی ڈگری دیکر یہ فیصلہ صادر کیا کہ جبتک رسالہ جواب نہ شایع کریگا، اسکی ہر اشاعت پر ایکسو فرانک جرمانہ ہوتا رہیگا، فرنچ وانگریزی اخبارات ورسائل عموماً اس فیصلہ سے سخت ناخوش ہین۔

---

متمدن، شایستہ ومہذب مغرب مین عورت کی عفت وعصمت کا جو معیار قائم ہے، اُسکے تفصیلی تذکرہ کی غلاظت کے متحمل تو معارف کے صفحات یقیناً نہین ہوسکتے، البتہ اجمالاً ہمارے مغرب پرست احباب کو یہ سُن لینا چاہیئے کہ اب خود اہل مغرب بھی مقدمات طلاق کی کثرت سے تنگ آگئے ہین، اسوقت ولایتی اخبارات ورسائل مین مشکل ہی سے ایسے چند پرچے نکلین گے جو اس شرمناک داستان سے خالی ہون، علی العموم صورت یہ ہوتی ہے کہ

پہلے عزیزین سے انتہائی اظہار محبت وعشق کے بعد شادی ہوتی ہے مگر اسکے چند ہی ماہ یا سال کے بعد شوہر کو بیوی کی وفاداری پر اعتماد نہین رہتا، وہ اُسکی بدچلنی کے واقعات دیکھتا ہے اور عدالت مین اُن کا ثبوت پیش کر کے طلاق چاہتا ہے، بیویان اکثر مقدمات مین خندہ پیشانی سے اقبال جرم کرتی ہین، اور عدالت افتراق کا حکم سنا دیتی ہے، تازہ اعداد کے بموجب لندن کی عدالتون مین فروری کی تاریخ تک سال گذشتہ مین طلاق کے ۱۵۴۴ مقدمات دائر تھے، اس تاریخ تک سال روان مین ۲۴۹۵ مقدمات دائر ہو چکے ہین، جنمین سے ۲۱۰۳ مقدمات مین مدعا علیہا کو اپنی بدچلنی کا اقبال ہے! ایک پادری صاحب نے اپنی تقریر مین بیان فرمایا ہے کہ ۱۹۱۲ء مین انگلستان مین طلاقون کی جو تعداد تھی ۱۹۲۱ء مین اسکی پوری چھ گنی ہو گئی ہے، انہین پادری صاحب کی روایت کے بموجب امریکہ اس باب مین انگلستان سے بھی بہت آگے ہے، وہان ہر سال طلاقون کی تعداد ایک لاکھ سے زاید ہوتی ہے! اس صورت حال سے پریشان ہو کر اخبارات مضامین لکھ رہے ہین، اور اہل سیاست مسودات قانون پیش کر رہے ہین۔

---

یہ نمونہ شادی شدہ خواتین کی عصمت شعاری کا تھا، ان بیاہیون کی حالت اس سے بھی زیادہ ناگفتہ بہ ہے۔ ان مقدس کنواریون کے پاس اخفاے جرم کا بہترین ذریعہ اسقاط تھا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ قانون نے اسے جرم قرار دے رکھا ہے، اس دور حریت مین دور استبداد و اوہام کی یہ یادگار کیونکر قائم رہ سکتی ہے؟ چنانچہ چند سال ہوئے سوئٹزرلینڈ کی مجالس وضع قوانین کے سامنے یہ تحریک پیش ہوئی تھی کہ اسقاط کو قانوناً جائز کر دیا جائے لیکن ناکام رہی، اب زیکوسلوویکا کی جدید سلطنت (جو آسٹریا و روس کی سرحد پر قائم ہوئی ہے)

کی پارلیمنٹ مین یہ تحریک زور و شور سے پیش ہوئی ہے، اور محرکین نے دلیل یہ پیش کی ہے کہ چونکہ اسقاط کا رواج قانون کے روکے نہین رک سکتا، اور اسکا دستور قانون کے علی الرغم برابر قائم ہے، اسلئے اُسکو جائز کر دینا چاہیئے تاکہ مستند و مشہور ڈاکٹر اس کام کو اپنے ہاتھ مین لے سکین"۔ انگلستان کے بعض اخبارات اس خبر کو بہ صد رشک و حسرت اپنے کالمون مین جگہ دے رہے ہین کہ ترقی، شائستگی، و روشن خیالی کے اس جدید ترین مظاہرہ کا شرف تقدم اُنکے ملک کو کیون نہ حاصل ہوا!

---

یہ ہے اُن قومون کی اخلاقی زندگی جو ترکی حرم پر ہمیشہ مضحکہ کرتی رہتی ہین، جو تعدد ازدواج پر طعنہ زن رہتی ہین، جنکے اہل قلم حقوق نسوان کی پرزور وکالت کرتے رہتے ہین، اور جنکے نزدیک مشرقیین کے نیم متمدن و نیم شائستہ ہونے کی ایک مستحکم دلیل یہ ہے کہ یہ عورت کے مرتبہ کے لائق اُسکی عزت و تکریم نہین کرتے! خیر اہل مغرب اپنے افعال کے خود ذمہ دار ہین، ہم صرف اُن پر تاسف کر سکتے ہین، باقی اُن کے اعمال کی پاداش خود اُنہین کو بھگتنا پڑیگی من اهتدى فانما يهتدى لنفسه ومن ضل فانما يضل عليها ولا تزر وازرة وزر اخرى لیکن عبرت کا مقام ہے کہ مغرب کی دنیوی حکومت و مادّی تفوق سے متاثر و مرعوب ہوکر مشرقی دہان کے ہر عیب کو ہنر سمجھنے لگتا ہے، اور اُنکے قبائح و فضائح کو فضائل و کمالات قرار دینے لگتا ہے، حالانکہ اس دنیوی حکومت اور مادّی تفوق کی ظاہری چمک دمک کا بھی جو انجام ہونے والا ہے وہ کسی صاحب بصیرت سے پوشیدہ نہین وجعلناهم ائمة يدعون الى النار ويوم القيمة لا ينصرون واتبعناهم فى هذه الدنيا لعنة ويوم القيمة هم من المقبوحين، (اس قوم کو ہم نے سردار بنایا تھا مگر ایسی سردار کہ جبتک دنیا مین رہی، خلقت کو دوزخ کی

اُف بلائی رہی، اور قیامت کے روز سرداری کیا معنی کہین سے اُستے مد ونک تو پہنچی نہین، اور ہم نے اسی دنیا مین اُنکے پیچھے پھٹکار لگا دی ہے، اور قیامت کے دن تو اُن کا برا حال ہونا ہی ہے) -

---

یہ اسی دماغی غلامی و مرعوبیت کا نتیجہ ہے کہ ہم ہر مغربی آواز کے مطابق اپنے جامۂ ہستی مین قطع و برید کرنے پر آمادہ رہتے ہین، ہم نے پڑھا کہ اُنکی ترقی کا راز انکی ریلون، تار برقیون گھڑیون، کلون مین ہے، اور جھٹ یہ ثابت کرنا شروع کر دیا کہ ہماری قوم بھی کسی زمانہ مین اختراع آلات مین کسی سے پیچھے نہ تھی، ہم نے دیکھا کہ "صاحب" اور میم صاحب دونون ساتھ ساتھ باہر پھرتے رہتے ہین، اور معاً ہم نے اپنے ہان کی کتابون سے دکھا دینا چاہا کہ پردہ کی رسم ہماری شریعت کے بالکل خلاف ہے ہم نے سُنا کہ یورپ مین ایک وقت مین ایک ہی بیوی رکھنے کا رواج ہے، اور ہم فوراً اس امر کے ثبوت کے درپے ہو گئے کہ اسلام مین تعدد ازدواج تقریباً حرام ہے؛ ہماری ان کوششون کا نتیجہ یہ ہے کہ عقبیٰ تو جیسی برباد ہوئی ہوئی، ستم تو یہ ہے کہ دنیا بھی ہاتھ نہ آئی، ہم نے اس الوکھے معشوق کے قدمون پر اپنی قومیت، اپنی عقل، اپنی غیرت، اپنی خود داری، اپنا مذہب، اپنا طریق معاشرت سب کچھ نثار کر دیا، اسپر بھی وہ سیم تن کسی طرح راضی نہین ہوتا بلکہ کشیدگی اور بڑھجاتی ہے، اور بیگانگی و مغایرت تو تھی ہی، اب اسپر بے غیرتی و بے ننگ و ناموس ہونے کے طعنے اور سُننے پڑتے ہین! بیچارہ مشرقی حسرت کے ساتھ پکار اُٹھتا ہے -

تو وہ بھی کہتے ہین کہ تو بے ننگ و نام ہے

یہ جانتا اگر، تو لُٹاتا نہ گھر کو مین

الحمد للہ کہ عثمانیہ یونیورسٹی (حیدرآباد، دکن) نے بار آوری شروع کر دی، میٹریکولیشن کے امتحانات تو کئی سال سے ہو رہے تھے، اس سال انٹرمیڈیٹ کا بھی پہلا امتحان لیا گیا جسکے نتائج اسی مہینہ مین انگریزی و اُردو اخبارات مین شایع ہو چکے ہین -

ان نتائج مین جہانتک ظاہری پہلو کا تعلق ہے، ہندوستان کی عام یونیورسٹیون کو دیکھتے ہوئے دو باتون مین نمایان ترقی ہے، ایک تو یہ کہ نتیجہ جلد ظاہر ہو گیا، اوائل مئی مین امتحانات ختم ہوئے تھے، اور غالباً اوائل جون ہی مین طلبہ کو اپنے مستقبل کے بارہ مین یکسوئی حاصل ہو گئی ہوگی، دوسرے یہ کہ انٹرمیڈیٹ مین کامیاب طلبہ کا تناسب نہایت ہی حوصلہ افزا ہے، یعنی ۱۱۶ مین صرف ۲۸ ناکام رہے، ان ۲۸ مین بھی ۱۴ وہ ہین جو خانگی (پرائیوٹ) طور پر شریک ہوئے تھے، اور کالج کی تعلیم سے استفادہ نہین کیا تھا، البتہ میٹریکولیشن مین خانگی طور سے شریک ہونے والے اُمیدوارون کو نکال کر بھی کامیابون کا تناسب (۳۳ء۵) فیصدی ہے - جسکے اسباب کی تحقیق و اصلاح یقیناً یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد کی توجہ کی طالب ہے، ۷۰۵ طلبہ مین (گو ان مین خانگی شرکا بھی شامل ہین) ۴۵۹ کا فیل ہو جانا قطعی ایک قتل عام ہے -

---

امتحان، نصاب تعلیم اور طرز تعلیم وغیرہ مین اگرچہ عثمانیہ یونیورسٹی سردست (شاید بعض عارضی مصالح کی بنا پر) دیگر ہندوستانی یونیورسٹیون ہی کے ناقص نظام کی پیروی کر رہی ہے لیکن ذریعہ تعلیم اجنبی زبان کے بجاے ملکی زبان کو قرار دینا جسپر اس یونیورسٹی کی بنیاد ہے، ہمارے یونیورسٹیون کی تاریخ مین ایک ایسا اہم اصلاحی قدم ہے جسکی بنا پر تمام ملک کی نگاہین اسکی جانب لگی ہوئی ہین، اسلئے اگر نتائج امتحان کے ساتھ اُن نتائج کی بھی جو مادری زبان مین تعلیم دینے سے تجربہ مین آئے ہونگے ایک مختصر رپورٹ شامل ہوتی تو مناسب تھا -

طرف باقی رہی، اور قیامت کے روز سرداری کیا معنی کہین سے آتے مذ تک کو نیکی نہین، اور ہم نے اسی دنیا مین اُنکے پیچھے پھٹکار لگادی ہے، اور قیامت کے دن تو اُن کا برا حال ہونا ہی ہے) ۔

---

یہ اسی دماغی غلامی و مرعوبیت کا نتیجہ ہے کہ ہم ہر مغربی آواز کے مطابق اپنے جامۂ ہستی مین قطع و برید کرنے پر آمادہ رہتے ہین، ہم نے پڑھا کہ اُنکی ترقی کا راز انکی ریلون، تاربرقیون، گھڑیون، کلون مین ہے، اور جھٹ یہ ثابت کرنا شروع کردیا کہ ہماری قوم بھی کسی زمانہ مین اختراع آلات مین کسی سے پیچھے نہ تھی، ہم نے دیکھا کہ "صاحب" اور میم صاحب دونون ساتھ ساتھ باہر پھرتے رہتے ہین، اور معًا ہم نے اپنے ہان کی کتابون سے دکھا دینا چاہا کہ پردہ کی رسم ہماری شریعت کے بالکل خلاف ہے ہم نے سُنا کہ یورپ مین ایک وقت مین ایک ہی بیوی رکھنے کا رواج ہے، اور ہم فوراً اس امر کے ثبوت کے درپے ہوگئے کہ اسلام مین تعدد ازدواج تقریبًا حرام ہے ؛ ہماری ان کوششون کا نتیجہ یہ ہے کہ عقبیٰ تو جیسی برباد ہوئی، ہوئی، ستم تو یہ ہے کہ دنیا بھی ہاتھہ نہ آئی، ہم نے اس انوکھے معشوق کے قدمون پر اپنی قومیت، اپنی عقل، اپنی غیرت، اپنی خودداری، اپنا مذہب، اپنا طریق معاشرت سب کچھ نثار کردیا، اسپر بھی وہ سیم تن کسی طرح راضی نہین ہوتا بلکہ کشیدگی اور بڑھجاتی ہے، اور بیگانگی و مغایرت تو تھی ہی، اب اسپر بے غیرت و بے ننگ و ناموس ہونے کے طعنہ اور سننے پڑتے ہین! بیچارہ مشرقی حسرت کے ساتھہ پکار اُٹھتا ہے ۔

لو وہ بھی کہتے ہین کہ یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر، تو لُٹاتا نہ گھر کو مین

الحمد للہ کہ عثمانیہ یونیورسٹی (حیدر آباد، دکن) نے بار آوری شروع کردی میٹرکولیشن کے امتحانات تو کئی سال سے ہو رہے تھے، اس سال انٹرمیڈیٹ کا بھی پہلا امتحان لیا گیا جسکے نتائج اسی مہینہ مین انگریزی و اُردو اخبارات مین شایع ہو چکے ہین۔

ان نتائج مین جہانتک ظاہری پہلو کا تعلق ہے، ہندوستان کی عام یونیورسٹیون کو دیکھتے ہوئے دو باتون مین نمایان ترقی ہے، ایک تو یہ کہ نتیجہ جلد ظاہر ہوگیا، اوائل مئی مین امتحانات ختم ہوئے تھے، اور غالباً اوائل جون ہی مین طلبہ کو اپنے مستقبل کے بارہ مین یکسوئی حاصل ہوگئی ہوگی، دوسرے یہ کہ انٹرمیڈیٹ مین کامیاب طلبہ کا تناسب نہایت ہی حوصلہ افزا ہے، یعنی ۱۱۶ مین صرف ۲۸ ناکام رہے، ان ۲۸ مین بھی ۱۳ وہ ہین جو خانگی (پرائیوٹ) طور شریک ہوئے تھے، اور کالج کی تعلیم سے استفادہ نہین کیا تھا، البتہ میٹرکولیشن مین خانگی طور سے شریک ہونے والے اُمیدوارون کو نکال کر بھی کامیابون کا تناسب (۵ء ۳۳) فیصدی ہے۔ جسکے اسباب کی تحقیق و اصلاح یقیناً یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد کی توجہ کی طالب ہے، ۷۷۵ طلبہ مین (گو ان مین خانگی شرکا بھی شامل ہین) ۵۹۴ کا فیل ہو جانا قطعی ایک قتل عام ہے۔

---

امتحان، نصاب تعلیم اور طرز تعلیم وغیرہ مین اگرچہ عثمانیہ یونیورسٹی سردست (شاید بعض عارضی مصالح کی بنا پر) دیگر ہندوستانی یونیورسٹیون ہی کے ناقص نظام کی پیروی کر رہی ہے لیکن ذریعہ تعلیم اجنبی زبان کے بجاے ملکی زبان کو قرار دینا جسپر اس یونیورسٹی کی بنیاد ہے، ہمارے یونیورسٹیون کی تاریخ مین ایک ایسا اہم صلاحی قدم ہے جسکی بنا پر تمام ملک کی نگاہین اسکی جانب لگی ہوئی ہین، اسلئے اگر نتائج امتحان کے ساتھ اُن نتائج کی بھی جو مادری زبان مین تعلیم دینے سے تجربہ مین آئے ہونگے ایک مختصر رپورٹ شامل ہوتی تو مناسب تھا۔

ایک اور بڑی کمی علی العموم ہندوستانی یونیورسٹیون مین یہ ہے کہ خود ہندوستانی و شرقی علوم والسنہ کے ساتھ نہایت بے التفاتی برتی جاتی ہے عثمانیہ یونیورسٹی کے نتائج امتحان کے ساتھ اختیاری مضامین کی جو فہرست ہمکو موصول ہوئی ہے، وہ خود بھی اگرچہ اس نقطۂ نظر سے نہایت ہی مایوس کن ہے، تاہم تاریخ اسلام اور دکنی زبانون (تلنگی، مرہٹی، کنٹری) کے نام اسمین نظر آتے ہین، جو دوسری یونیورسٹیون (الا ماشاء اللہ) کی فہرست مضامین مین نہ ملینگے تاریخ اسلام لینے والے طلبہ کی تعداد بھی خاصی ہے، یعنی ۲۱ - البتہ عربی اور سنسکرت لینے والون کا اوسط وہی ہے جو کم وبیش دوسرے کالجون مین رہتا ہے یعنی علی الترتیب ۸ اور ۴-

---

یادش بخیر، غالباً اسی کمی کو پورا کرنے کے لئے عثمانیہ یونیورسٹی نے ایک مستقل "شعبہ مشرقی" کے قیام کا اعلان کیا تھا جسکے معلمین کے نام بھی شاید سرکاری گزٹ مین شائع ہوگئے تھے لیکن پھر کچھ حال نہ معلوم ہوا کہ یہ شعبہ کہانتک اپنے وجود کو حق بجانب ثابت کر رہا ہے -

---

# مقالات

## خواتینِ اسلام

(۲)

(از مولوی عبدالرحمٰن ندوی نگرامی)

**فضائل مخصوصہ** عام مفسرین جب اس باہمی تفاضل کا ذکر کرتے ہین تو نبوت، خلافت قضاء وغیرہ مردون کے بہت سے فضائل شمار کراتے ہین خلافت اور قضا وغیرہ کا مسئلہ تو ایسا ہے کہ علما خود اسمین مختلف ہین، مسئلہ نبوت کی تحقیق ہم ایک خاص عنوان کے تحت مین لکھین گے، خواتین اسلام کے تفنن طبع کے لئے ہم اُنکے دو ایک مخصوص فضائل بیان درج کرتے ہین کہ اُنہین معلوم ہو کہ جسطرح مردون کو بہت سی خصوصیات کا شرف حاصل ہے اُسی طرح ان کا دامن بھی چند ایسے فضائل و اختصاصات سے بھرا ہوا ہے جنکا تعلق خود روحی فداہ صلعم کی ذات اقدس و اکرم سے ہے ہم اپنے معلومات کی بنا پر کہہ سکتے ہین کہ مردون مین سے کوئی شخص ان فضائل کا مدعی نہین بن سکتا ہے، حضور رسالت پناہ تمام عالم کے لئے رحمت تھے، جسطرح آپ نے ہم تک ایسا مقدس و برتر کلام پہنچایا جو ہمارے روحانی امراض کا طبیب اور قلبی کمزوریون کا دافع ہے۔ اسی طرح خداے ذوالجلال نے امراض جسمانی کے دفعیہ کی تدبیرین اور اُنکے ادعیہ بھی حضور کی وساطت سے ہمکو بتاے اور آنحضرت صلعم جسطرح روحانی حکیم تھے اُسی طرح جسمانی طبیب بھی تھے، احادیث مین بہت سی شکایات کے لئے لوگون کو حضور نے آیات و ادعیہ تعلیم فرمائے ہین، پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ بہت سے اہل غرض دربار مین آتے اور آپ اُنکے لئے دعاء شفا فرماتے یا کلام مجید کی

ایک اور بڑی کمی علی العموم ہندوستانی یونیورسٹیوں میں یہ ہے کہ خود ہندوستانی و مشرقی علوم و السنہ کے ساتھ نہایت بے التفاتی برتی جاتی ہے، عثمانیہ یونیورسٹی کے نتائج امتحان کے ساتھ اختیاری مضامین کی جو فہرست ہمکو موصول ہوئی ہے، وہ خود بھی اگرچہ اس نقطۂ نظر سے نہایت ہی مایوس کن ہے، تاہم تاریخ اسلام اور دکنی زبانوں (تلنگی، مرہٹی، کنڑی) کے نام اسمین نظر آتے ہین، جو دوسری یونیورسٹیون (الا ماشاء اللہ) کی فہرست مضامین مین نہین ملینگے تاریخ اسلام لینے والے طلبہ کی تعداد بھی خاصی ہے، یعنی ۲۱۔ البتہ عربی اور سنسکرت لینے والون کا اوسط وہی ہے جو کم و بیش دوسرے کالجون مین رہتا ہے یعنی علی الترتیب ۸ اور ۴۔

---

یادش بخیر، غالباً اسی کمی کو پورا کرنے کے لئے عثمانیہ یونیورسٹی نے ایک مستقل شعبہ مشرقی کے قیام کا اعلان کیا تھا جسکے معلمین کے نام بھی شاید سرکاری گزٹ مین شایع ہو گئے تھے لیکن پھر کچھ حال نہ معلوم ہوا کہ یہ شعبہ کہانتک اپنے وجود کو حق بجانب ثابت کر رہا ہے۔

---

# مقالات

## خواتینِ اسلام

(۲)

(از مولوی عبد الرحمن صاحب نگرامی)

فضائل مخصوصہ عام مفسرین جب اس باہمی تفاضل کا ذکر کرتے ہین تو نبوت، خلافت قضاء وغیرہ مردون کے بہت سے فضائل شمار کراتے ہین خلافت اور قضاء وغیرہ کا مسئلہ تو ایسا ہے کہ علما خود اسمین مختلف ہین، مسئلہ نبوت کی تحقیق ہم ایک خاص عنوان کے تحت مین لکہین گے، خواتین اسلام کے تفنن طبع کے لئے ہم اُنکے دو ایک مخصوص فضائل بیان درج کرتے ہین کہ اُنہین معلوم ہو کہ جسطرح مردون کو بہت سی خصوصیات کا شرف حاصل ہے اُسی طرح ان کا دامن بھی چند ایسے فضائل و اختصاصات سے بھرا ہوا ہے جنکا تعلق خود روحی فداہ صلعم کی ذات اقدس و اکرم سے ہے ہم اپنے معلومات کی بنا پر کہہ سکتے ہین کہ مردون مین سے کوئی شخص ان فضائل کا مدعی نہین بن سکتا ہے، حضور رسالت پناہ تمام عالم کے لئے رحمت تھے، جسطرح آپ نے ہم تک ایسا مقدس و برتر کلام پہنچایا جو ہمارے روحانی امراض کا طبیب اور قلبی کدورتون کا دافع ہے۔ اسی طرح خدائے ذوالجلال نے امراض جسمانی کے دفعیہ کی تدبیرین اور اُنکے ادعیہ بھی حضور کی وساطت سے ہمکو بتائے اور آنحضرت صلعم جسطرح روحانی حکیم تھے اُسی طرح جسمانی طبیب بھی تھے، احادیث مین بہت سی شکایات کے لئے لوگون کو حضور نے آیات و ادعیہ تعلیم فرمائے ہین، پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ بہت سے اہل غرض دربار مین آتے اور آپ اُنکے لئے دعاء شفا فرماتے یا کلام مجید کی

کچھ آیتین تبلا دیتے، یہ سب کچھ تھا لیکن کیا کبھی یہ بھی ہوا کہ خود حضور پر کسی نے کچھ پڑھکر دم کیا ہو، روایات اس سے بالکل ساکت ہین لیکن اس فضیلت کی ادعا کا حق جنس لطیف کو ہی کہ اسکے ایک فرد نے حضور کی تعلیم کے مطابق کلام مجید کی آیات پڑھکر آپ پر دم کی ہین حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت کے زمانہ مین معوذتین (قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس ہ) پڑھکر دم کرتے تھے، لیکن جب مرض کا اشتداد ہوا تو یہ کام مین بجالاتی تھی، حدیث مین اُنکے الفاظ یہ ہین کُنت انفث علیه بھن (مین معوذتین) پڑھکر آپ پر دم کرتی (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۵۴)

سرور کائنات کی وفات ایک عورت کی گود مین ہوئی حضرت عائشہ فرماتی ہین فبعث اللہ نفسہ بین سحری ونحری ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۲۲)

حضرت عائشہ جب ازواج مطہرات کے مقابلہ مین اپنے فضائل بیان فرماتی ہتین تو اسکو بھی شمار کرتی ہتین، لیکن آج اس فخر سے جنس لطیف کو فخر ہے، کیا کوئی مرد بھی اس کا مدعی ہو سکتا ہے، سرور کائنات نے معاملات (بیع وشرا، وغیرہ) مین خصوصیت سے کیسکی وکالت نہین فرمائی، لیکن جنس لطیف کو یہ شرف حاصل ہے کیونکہ حضور نے سب سے پہلے حضرت خدیجہ کے وکیل کی حیثیت سے ملک شام مین تجارت فرمائی، ہم نے ابتدا مین لکھدیا ہے کہ اس قسم کے شخصی فضائل فی الحقیقت تفوق اور تفاضل کا سبب نہین بن سکتے لیکن کیا کیا جائے کہ طبائع کا عام میلان اسی طرف ہے، اور اسی قسم کے خصائص کا تذکرہ کیا جاتا ہے، ہم نے چند سطرین محض خواتین کی دلچسپی کے لئے لکھدی ہین۔

**نقصان عقل وحکومت نساء** اسمین کوئی شک نہین کہ حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کو "ناقصات عقل" مین شمار کیا ہے، آپ صادق ومصدوق تھے، آپکے فرمان

وا رشاد سے انحراف کرنا انتہا درجہ کی بدبختی اور کم نصیبی ہے، لاریب وہ خدا کے سچے پیغمبر تھے وہ دنیا کو خزائن ربانی کی کنجی آخری مرتبہ سونپنے کے لئے آئے تھے، وہ صرف اسی لئے مبعوث ہوئے تھے کہ توحید کی دعوت اور رب العالمین کا آخری پیغام دنیا کو سنائین وہ جس شریعت کو لیکر آئے تھے وہ تہذیب و تمدن کا آخری قانون ہے وہ عدالت و انصاف کی ایک میزان ہے جسمین ہر ایک کے اعمال بغیر رعایت تولے جاتے ہین، پھر یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے عورتون کو اسدرجہ ذلیل اور خوار بتایا ہوگا اور آپ نے اُنکے نقصان عقل کی یہ تعبیر کی ہوگی کہ آج لوگ باواز بلند کہتے ہین کہ عورتون کو اعلیٰ تعلیم نہ دو کہ وہ ناقص العقل ہین، کہین مذہب نہ تبدیل کردین، اُنکو خود اپنے علوم سے نہ بہرہ ور کرو کہین وہ گھر کا کاروبار نہ چھوڑ بیٹھین حاشا وکلا آپ کے فرمان کا یہ مقصود نہین، جن اہل نظر کے سامنے نقصان عقل کی پوری حدیث موجود ہے اور حضور کے قضایا و فتاوی سے کافی واقفیت رکھتے ہین اسکے متعلق کبھی یہ شہادت نہین دیسکتے، دیکھو اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ کے پاس یہودی عورتین آتی ہین، بیٹھتی ہین، بولتی چالتی ہین، اُنہین حضور منع نہین فرماتے، اور اگر آج علوم و فنون سیکھنے کے لئے غیر قوم کی عورتون کے ساتھ نشست و برخواست ہو تو وہ ممنوعات مین شمار کیجائے، ہان یہ خود تمہاری غلطی ہے کہ اپنی اولاد کو اس قسم کی پختہ مذہبی تعلیم نہ دو کہ وہ ذرا سی تحریک مین اپنا دین و ایمان کھو بیٹھین۔

بہرحال ہمارے زیر بحث تو اسوقت عورتون کے ناقص العقل ہونیکی بحث ہے، پہلے ہم بخاری سے وہ پوری حدیث نقل کرتے ہین جس حضور اقدس نے عورتون کو ناقص العقل بتایا ہے پھر اسکی تفصیل کرین گے اصل حدیث یہ ہے ما رائت من ناقصات عقل و دین اذھب للب الرجل الحازم من احدٰکن قلن و ما نقصان عقلنا

ودينناً يا رسول الله قال اليس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل قلن بلى قال فذالك من نقصان عقلها اليس اذا حاضت لم تصل ولم تصم فذالك من نقصان دينها۔

یعنی مین نے تم سے زیادہ باوجود ناقص العقل والدین ہونے کے مردون کو مدہوش کردینے والا کسی کو نہین دیکھا، عورتون نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری عقل اور دین کا نقصان کیا ہی آپنے فرمایا کیا عورت کی شہادت مرد کی نصف شہادت کے برابر نہین ہے، انھون نے عرض کیا ہان، آپ نے فرمایا یہ نقصان عقل ہے، پھر ارشاد ہوا کیا ایام مخصوصہ مین عورتونکو نماز اور روزہ کی ممانعت نہین ہے، یہ نقصان دین ہے، اس حدیث کے الفاظ صاف اور ظاہر ہین، حضور نے نقصان عقل کے متعلق کوئی ایسا عام لفظ نہین استعمال فرمایا جس سے ہر معاملہ مین ناقص العقل ہونے پر استناد لایا جاسکے، اگر عورتون کے متعلق تمام معاملات مین یہی حکم ہوتا تو حضور کو ان مسائل کی تخصیص کی کوئی حاجت نہ تھی، شہادت کے مخصوص معاملہ مین عورتون کا ناقص العقل ہونا بالکل فطرت کے مطابق ہے، انکی نظر عموماً گھر کے جزئی معاملات مین مصروف رہتی ہے، وہ رقیق القلب ہوتی ہین، اسلئے لڑائی جھگڑون پر کامل غور وفکر نہین کرتی ہین، بلکہ ان کا زیادہ وقت اکثر ان واقعات سے اثر لینے مین صرف ہوجاتا ہے اسلئے اگر انکی شہادت کا اعتبار کیا جاے تو معاملہ کا تصفیہ بخوبی نہو، شاہ ولی اللہ صاحب نے موطا کی شرح مین تحریر فرمایا ہے کہ شریعت مین دو عورتون کی شہادت کو اسلئے ایک مرد کے برابر قرار دیا گیا ہے کہ عورتون کا حافظہ عموماً کمزور ہوتا ہے، دو عورتون کی شہادت کو ملا دیا گیا تاکہ ایک دوسرے کو واقعات کے بتلانے مین مدد دے اور شہادت مکمل ہوجاے خود آنحضرت صلعم کا عمل مبارک بھی اسکو بتلاتا ہے، اکثر ان معاملات مین جنکا تعلق خاص عورتون سے ہے اس تعداد کی شرط نہین قرار دی ہے، بلکہ ایک ہی عورت کی شہادت پر

فیصلہ فرمادیا ہے، چنانچہ عقبہ بن حارث کا واقعہ بخاری مین منقول ہے کہ انھون نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا، ایک دوسری عورت نے آکر بیان کیا کہ مین نے تم دونون کو دودھ پلایا ہے چونکہ تعداد کامل نہ تھی اسلئے اسے معتبر نہ سمجھکر تحقیق مسئلہ کی غرض سے مدینہ منورہ مین حاضر ہوے آپ نے فرمایا کیف وقد قیل کیسے جائز ہوگا جبکہ اس مسئلہ مین قیل وقال ہو چکی ظاہر ہے کہ اگر ہر معاملہ مین عورتین ناقص العقل ہوتین تو حضور اس مقام پر یہ فیصلہ کیون فرماتے، اس ارشاد مین آپ نے عورتون کی نفسیات کا ایک خاص طور پر ذکر کیا ہے اور ایک عجیب قوت کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ ابتدا، فرمان کا اندازِ بیان خود اسکا شاہد ہے آپ نے فرمایا ہے کہ باوجود ناقص العقل ہونے کے مردون کو مدہوش کرنے والا عورتون سے زیادہ کوئی نہین، یہ اسی کمال کی طرف اشارہ ہے جسمین انسان اپنے مدارج انسانیت کے مکمل کرنے مین عورت کا محتاج ہے اور یہ اشارہ ہمارے اس بیان کی تصدیق ہے کہ عورت انسانیت کی مکمل کرنیوالی مخلوق ہے، انحضرت نے ان خاص معاملات مین عورتون کے نقصان عقل کی توضیح فرمائی تھی، موجودہ لوگون نے ان معانی کو یہانتک وسعت دی، لیکن اصل یہ ہے کہ یہ عرب کے تمام انداز کلام کے بالکل خلاف ہے دیکھو خداوندکریم نے جہان انسانون کی تغیر اور متبدل اور غیر مستقل حالات کی تصویر کھینچی ہے وہان ارشاد ہوا ہے کہ انسان یئوس کفور یعنی وہ ناامید ہونے والا اور ناشکرا ہے کیا اگر اس ارشاد کو دیکھکر کوئی شخص یہ کہے کہ انسان کو شکر اور امید سے کوئی تعلق نہ رکھنا چاہئے کیونکہ خدا نے اسے "یئوس وکفور" کہا ہے تو ان کا یہ قول قابل تسلیم ہوگا، ہرگز نہین، کیونکہ یہ سیاق کلام کا تقاضا ہے کہ جب اُسکی ناشکری کی تصویر کھینچی گئی تو اسکو یئوس وکفور کہا جانا ضروری ہے، اسی طرح انحضرت نے جہان بعض معاملات مین عورتون کو ناقص العقل

والدین بتایا ہے، وہان ان الفاظ کا استعمال ضروری تہا، اسکا یہ مقصد ہرگز نہین ہوسکتا کہ وہ ہر معاملہ مین ناقص العقل ہے، اگر ایسا ہوتا تو حضور اسے دنیا کی بہترین پونجی نہ فرماتے ۔

بعض لوگ ایک اور استدلال پیش کرتے ہین کہ عورتین چونکہ ناقص العقل ہین اسی لئے شارع نے انکو حکومت سے محروم رکہا، اس دعوی پر یہ حدیث استدلالاً پیش کیجاتی ہے، لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ (وہ قوم کبھی فلاح یاب نہین ہوسکتی جس نے اپنا والی ایک عورت کو بنایا) یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے پوری حدیث دیکہنے سے واقعیت معلوم ہوتی ہے نسائی مین یہ روایت ان الفاظ مین مذکور ہے عن ابی بکرۃ لما ھلک کسری قال من استخلفوا قالوا ابنته قال لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ (نسائی جلد ۲ صفحہ ۳۰۵)

یہ حقیقت مین اس عظیم الشان فتح کی پیشین گوئی تہی جو مسلمانون کو ملک ایران مین حاصل ہونیوالی تہی، ورنہ اگر محض عورتون کو حکومت سے محروم کرنا تہا تو نوشیروان کے جانشین کے متعلق آپ کیون سوال فرماتے ۔

عورتون کی نبوت | یہ ایک عجیب وغریب مسئلہ ہے اور اسلئے زیادہ دلچسپ ہے کہ عام طور پر اسکا انکار کیا جاتا ہے، لیکن ہم اسکا اثبات کرنا چاہتے ہین، عورتون کے نقصان عقل پر ایک بہت بڑی دلیل یہ بھی قائم کیجاتی ہے کہ انکو منصب نبوت سے محروم رکہا گیا ہے، یہ خیال اب اسقدر عام ہوگیا ہے کہ شاید بمشکل فیصدی ایک شخص بھی ایسا ملے جو ایک لمحہ کے لئے بھی عورتون کی نبوت کا تصور کرسکے، واقعہ یہ ہے کہ یہ کسیقدر جرأت کی بات ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کسقدر حیرت انگیز امر ہے کہ عورتون کو اس زبردست منصب سے محروم رکہا جائے متقدمین مین علامہ ابن حزم ہمارے اس خیال کے موید ہین، جو نہ صرف علوم دینیہ (فقہ وحدیث) کے ایک زبردست ماہر تہے بلکہ فلسفہ ومعقولات کے بھی متبحر فاضل تہے ۔

خدا کی طرف سے جو لوگ مخلوق کی ہدایت کے لئے متعین ہوتے ہین اُنکی دو قسمین ہین ایک وہ جو صاحب شریعت ہوتے ہین اور اُن پر کتابین نازل ہوتی ہین انہین اصطلاح مین رسول کہا جاتا ہے، اور دوسرے وہ جو صاحب کتاب تو نہین ہوتے لیکن خداوند تعالیٰ کے مقدس رسول (فرشتے) اُنکے پاس آتے تھے اور مختلف مواقع پر ہدایات اور تعلیمات دیجاتے تھے، یہ لوگ نبی کہلاتے ہین، اور اپنے ماسبق رسول کے پابند ہوتے ہین، قرآن مجید مین بعض عورتون کے متعلق اس قسم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہین جن سے انکی نبوت کا پتہ چلتا ہے، اور چونکہ انکی عدم نبوت پر کوئی نص صریح موجود نہین ہے، اور قرائن نیز بعض نصوص سے اسکی طرف اشارہ ہوتا ہے، اِسلئے یہ دعوی صحیح ہے کہ عورتین منصب نبوت سے بھی شرف یاب ہوئی ہین، مثلاً قرآن مجید مین حضرت مریم کا قصہ مختلف مقامون پر مذکور ہے اور تقریباً ہر مقام پر ایسے الفاظ موجود ہین جن سے آپکی نبوت کا ثبوت ملتا ہے ایک مقام پر ارشاد ہے اذ قالت الملٰئکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک وطھرک واصطفاک علیٰ نساء العالمین فرشتون نے کہا اے مریم خدا نے تمہین برگزیدہ بنایا، پاک کیا اور تمام عالم کی عورتون پر ترجیح دی، اصطفا (برگزیدہ کرنا) کا لفظ اکثر انبیا کے لئے مستعمل ہوا ہے، ایک دوسرے موقع پر جب حضرت مریم اپنے مکان کے گوشہ مین غسل کے لئے گئین اور انہین ایک صورت نظر آئی، جب اُنھون نے اعتراض کیا تو اس نے (فرشتہ نے) جواب مین کہا انا رسول ربک مین تیرے رب کا فرستادہ ہون، کیا اس نوعیت سے ملائکہ عامہ مخلوق کے پاس بھی آتے ہین، ایک اور موقع پر کہا فارسلنا الیھا روحنا ہم نے انکے پاس اپنی رُوح (جبرئیل) کو بھیجا کیا یہ تصریحات اثبات نبوت کے لئے کافی نہین ہین، ایسے ہی حضرت موسیٰ کی والدہ کے لئے وحی کا لفظ بولا گیا ہے، حضرت مریم کے متعلق ایک اور شہادت بھی موجود ہے کہ

سورۂ مریم کے شروع مین اکثر انبیار کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور اُنکے متعلق ارشاد ہے واذکر فی الکتاب (کتاب مین دیکھو) اس ذیل مین حضرت زکریا، حضرت ابراہیم حضرت ادریس تمام انبیار کا ذکر آیا ہے، پھر اگر مریم نبیہ نہ تھین تو اُنہین خاص ان الفاظ کے ساتھ تذکرۂ انبیا کے ذیل مین ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔

علامۂ ابن حزم کی راے حسب ذیل ہے۔

فاما ام موسٰی وام عیسٰی وام اسحٰق فالقرآن قد جاء بمخاطبۃ الملئکۃ لبعضھن بالوحی والی البعض منھن عن اللہ عز وجل بالانباء بما یکون قبل ان یکون وھذہ النبوۃ نفسھا التی لا نبوۃ غیرھا فصحت نبوتھن بنص القرآن (دیکھو ملل ونحل جلد)

یعنی ام موسیٰ، اُم عیسیٰ، ام اسحٰق، قرآن مجید مین ان مین سے بعض کے ساتھ ملائکہ کا خطاب بتایا گیا ہے جو یک گونہ وحی ہے اور بعض کو خداے عز وجل نے آیندہ واقعات سے قبل وقوع خبردار کر دیا اور نبوت مین بھی ہوتا ہے اِسلئے یہ کہنا درست ہے کہ انکی نبوت قرآن سے ثابت ہے، (اور جب یہ ثابت ہے تو یہ محض غلط ہے کہ عورتین منصب نبوت سے محروم رکھی گئی ہین،

عورتون کا ثبات اسلام پر | یہانتک ہم نے جو کچھ بھی لکھا وہ اُن مذہبی مباحث کی چند اشارے تھے، جو جنس لطیف کے متعلق عام طور سے مشہور کئے جاتے ہین، اب ہم اس تصویر کا تاریخی رُخ بھی پیش کرنا چاہتے ہین تاکہ اندازہ ہو کہ یہ نازک مخلوق بھی تاریخ کے ہر معرکہ مصائب و آلام کی ہر آزمائش مین مردون کے دوش بدوش رہی ہے، ابتداے اسلام مین اگر مردون نے اپنے عزیز وطن کو ترک کیا تو عورتون نے بھی اُن کا ساتھ دیا، اگر وہ منکرین کے مقابلہ مین تیغ بکف ہوے تو اُنھون نے بھی مردانگی اور شجاعت کی داد دی۔ اگر خدا کے

پیغام عالمِ قدس دنیا کو سنایا ، اگر مردون نے اسکے سچے مذہب کی خاطر اپنی عزیز جانون سے دریغ نہین کیا تو صنف نازک نے بھی اسکے لئے بڑی سے بڑی قربانی کی ، اگر انہون نے سخت سے سخت مصیبتین اٹھائین اور اللہ احد کے نعرے بلند کئے تو انھون نے بھی زیر خنجر یہی پیغام سنایا -

اصل یہ ہے کہ وہ مقدس نفوس جنکے مردہ تنون مین صور اسلام کے پہلے نفخہ سے روح پہونکی گئی وہ خداوندی آزمائش مین سب سے پہلے اترنے والون مین ہین اُنہین جن تکالیف اور شدائد کا مقابلہ کرنا پڑا کسی نبی اور داعی کے حوارئین کو ان مشکلات کا سامنا نہین ہوا اور اسی کا ثمرہ تہا کہ خداے قدوس نے انہین اپنی ساری زمین کا واحد خلیفہ بنادیا لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس شرف کے تنہا مستحق مرد ہین بلکہ عورتون نے بھی خدا کی راہ مین وہی نمونۂ ثبات اور وہی جوش و استقلال دکہلایا جو مردون کی طرف سے ظاہر ہوا اور ایک حیثیت سے دیکہا جاے تو صنف لطیف کو بہت سی سابقات و اولیات کا فخر بھی حاصل ہے جنکا تذکرہ "اولیات نساء" مین بہ تفصیل آئیگا -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا عجیب و غریب واقعہ انکے سیر مین بطویل کے ساتھ نقل کیا گیا ہے ، غور کرو حضرت عمر جیسا جری شخص رسالت پناہ کے قتل کے ارادہ سے باہر نکلا ہے تلوار گلے مین حمائل ہے ، راستہ مین ایک شخص ملا ، پوچہا کہان جاتے ہو ، حضرت عمر نے کہا مدعی نبوت کے قتل کا ارادہ ہے ، اس نے کہا پہلے گہر کی خبر لو پھر دوسرے کی خبر لینا ، یہ انکی بہن کے اسلام کی طرف اشارہ تہا ، آپ بہن کے گھر گئے تھوڑی سی گفتگو کے بعد بہنوئی کو مارنا شروع کیا ، انکے چھڑانے کے لئے بہن دوڑین ، لیکن جوش غضب نے انکا کچھ بھی لحاظ نہ کیا وہ بھی چوٹ کہاگئین ، چہرہ خون سے سرخ ہوگیا ، کپڑے آلودہ ہوگئے لیکن آخری جملہ جو اس شجاع اور بہادر عورت کی زبان سے نکلا یہی تہا کہ عمر ! جو کچھ چاہو کر دیہ دو نشہ

انہین بیٹے قریشی اتار دیے، جب یہ گردن خدا کے احکام وقوانین کے طوق مین آچکی تو وہ علٰحدہ نہین کیجا سکتی (مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۲۹)

لبینہ حضرت عمر کی ایک لونڈی تہین انکے اسلام لانے سے قبل مسلمان ہوگئی تہین، حضرت عمر کا یہ حال تہا کہ اُنہین مارنا شروع کرتے، مارتے مارتے تہک جاتے تو بیٹھ جاتے اور اُن سے کہتے ذرا سستا لون تو اور مارونگا، لیکن اس قوی القلب عورت کا جوش لایق حیرت ہے، یہ جواب دیتین کہ اے آقا اگر تم اسلام نہ لاے تو معبود حقیقی بھی تمہارے ساتھ یہی برتاؤ کریگا۔ اس جوش کے ساتھ یہ توکل بھی دیکھو کہ وہ اس دنیاوی اذیت کو برداشت کرتی تہین اور اُنہین یقین تہا کہ منعم حقیقی اُن سے اگر وہ اسلام نہ لاے تو انتقام لیگا۔

بنومخزوم کی ایک لونڈی جنکا نام زنیرہ تہا بدر اسلام مین ایمان لائین، قریشیون نے انکو ممکن سے ممکن تکلیف پہنچائی، ان تکالیف کا یہ نتیجہ ہوا کہ انکی آنکھون کی روشنی جاتی رہی، ابوجہل اُن سے کہا کرتا تہا زنیرہ! دیکھو لات وعزیٰ (بتون کے نام) کے غضب سے ایسا ہوگیا۔ تم نے اپنے آبائی دین کو چھوڑا اور اُنھون نے تم کو اندہا بنا دیا۔ انھون نے جواب دیا یہ بے حس وحرکت مٹی کے تودے اور ہاتہہ کی گڑہی ہوئی مورتین کیا جان سکتی ہین کہ انکی کون باطل پرستی پر اتبک قائم ہے اور کون حق کا مطیع ہوگیا، پھر جنکو یہ علم نہین وہ عذاب وثواب کیا دیسکتے ہین، آنکھون سے معذور ہوجانا ایک امر خداوندی ہے اگر اسکی مشیت ہو تو وہ پھر میری آنکھون کی روشنی کو واپس کرسکتا ہے، چنانچہ روایت مین آیا ہے کہ پھر اُسکی آنکھین روشن ہوگئین۔ (کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۷)

انہین خواتین مین جو آغاز اسلام مین اسلام سے مشرف ہوئین، حمنہ نامی بھی ایک خاتون تہین، یہ ایک قریشی کی خادمہ تہین وہ اُنہین شکنجہ مین کس دیتا اور کہانا پینا بند کردیتا

ان مصائب کے باوجود بھی اُنہون نے اپنے سچے دین سے اعراض نہین کیا حضرت ابوبکر نے زرفدیہ دیکر آزاد کرا دیا۔

---

ام حبیبہ بنت ابی سفیان جب اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئین تو اُن کے شوہر (عبداللہ) نصرانی ہوگئے لیکن اُنہون نے اسلام کو ترک نہین کیا۔

خواتین اسلام! یہ چند نظیرین جو آپکے سامنے پیش کیگئی ہین انہین غور سے پڑہیئے اور اندازہ کیجئے کہ یہ اُسوقت کے واقعات ہین جب اسلام کا کوئی حامی نہ تہا، فقر و فاقہ کا زور تہا مال و دولت کی کمی تھی، ہان انکے پہلو مین ایک مضبوط دل تہا جس نے انہین ان سب مصائب کے برداشت کرنے پر آمادہ کیا اور اُنہین تاریخ مین ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا پس اب آپکا فرض ہے کہ اسلامی احکام مین اُسی طرح پختگی، استقلال، عزم اور ثبات پیدا کیجئے کہ تاریخ آپکی یادگارون سے پُر ہو، اور مسلمانون کی اس نکبت اور پستی کا خاتمہ ہو۔

احکام اسلام کی پابندی

یہ وہ واقعات ہین جنہین خواتین کو قبول اسلام پر سخت سے سخت مصائب اُٹھانا پڑے مگر اُنکے پائے ثبوت کو لغزش نہین ہوئی، اب چند واقعات اس قسم کے نقل کئے جاتے ہین جنہین دکہایا جائیگا کہ خواتین اسلام نے اپنے مقدس مذہب کے احکام کی پابندی مین کیسے زبردست استقلال کا ثبوت دیا ہے، اور اُنکے مقابلہ مین اپنے فطرتی جذبات آرام و آسائش کو کس طرح نظرانداز کیا ہے۔

شریعت مین حکم ہے کہ کسی کی موت پر نوحہ نہو، گریبان نہ چاک کیا جائے، بدن نہ نوچا جائے، جزع و فزع کی بجائے صبر سے کام لینا چاہیئے، عرب مین ان کا کثرت سے رواج تہا، یہانتک کہ سردار اور شیوخ قبائل اپنی موت پر گریہ وزاری کرنے کے لئے خاص طور پر وصیتین کرتے تھے، ہمارے ہندوستان مین اس حکم کی نافرمانی بڑی شد و مد سے

جاری ہے حالانکہ اسلام اسکی شدید مخالفت کرتا ہے۔

ام سلیم ایک بہت بڑی صحابیہ گذری ہین اُنکے شوہر کا نام ابوطلحہ تھا، ایکبار ان کا چھوٹا بیٹا ابو عمیر سخت بیمار ہوا، اتفاق سے ابوطلحہ ایک روز کسی کام کے لئے گھر سے باہر گئے اسی اثنا مین ابو عمیر کا انتقال ہوگیا، انکی ماں احکام کی بڑی پابند اور قوانین مذہب کی ترویج مین بہت سخت تھین، فوراً انکی لاش کو ایک مقام پر چھپا دیا، جب ابوطلحہ گھر واپس آئے تو پوچھا ابو عمیر کیسا ہے، ام سلیم نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ بالکل سکون ہے تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر کہا کہ پڑوس مین ایک شخص نے مجھے ایک چیز عاریتاً لی تھی اب مین اُس سے طلب کرتی ہون تو وہ ناخوش ہوتا ہے؟ انھون نے کہا پڑوسی کی یہ حرکت عدل و انصاف کے بالکل خلاف ہے، اب ام سلیم نے اس راز کو فاش کیا اور ابو عمیر کے انتقال کی خبر دی، پھر اس طرح تسکین دی کہ دیکھو یہ ایک خدا کی امانت تھی جو ہمارے سپرد تھی جب اسکی طرف سے پیک اجل آیا تو ہمین بلا چون وچرا یہ امانت سپرد کر دینی چاہیئے، اب اگر تم جزع فزع اور گریہ وزاری کروگے تو اُسی پڑوسی کی طرح یہ حرکت جادۂ انصاف سے ہٹ جائیگی، مین نے تم سے کہا تھا کہ بالکل سکون ہوگیا، اس سے مجھپر جھوٹ کا الزام نہ لگنا کہ انسان کے لئے موت سے زیادہ اور کونسی ساعت اطمینان کی ہوگی، ابوطلحہ نے یہ قصہ دربار رسالت مین عرض کیا، حضور نے بہت مسرت ظاہر فرمائی، اس قصہ سے خاص طور پر خواتین کو نتیجہ اخذ کرنا چاہیئے کہ اُن کے لئے اسمین عبرت و بصیرت کا ایک ذخیرہ ہے، اور پھر انھین ہندوستان کی رسم جزع وفزع کا استیصال نہایت سرگرمی سے کرنا چاہیئے، ام سلیم کے اور بہت سے سبق آموز واقعات ہین جنکا تذکرہ انشاءاللہ مختلف عنوانون کے تحت مین آئیگا۔

ایکبار حضور نے ارشاد فرمایا لَا یَحِلُّ لِاِمْرَاَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ

عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلَى الزَّوْجِ فَاِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ کسی مسلمان عورت کے لئے یہ جائز نہین ہے کہ وہ کسی مردہ پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، شوہر اس سے مستثنیٰ ہین کہ اسکا سوگ چار مہینہ تک کیا جائیگا، اس زمانہ مین اس قسم کے جزئیات کا کون لحاظ کرتا ہے، لوگ عذر کرتے ہین کہ اعزہ واقربا کی موت پر کیسے ہوسکتا ہے کہ برسون نہین تو کم سے کم مہینون تک بھی ان کا سوگ نہ کیا جائے، رنگے کپڑے نہ استعمال کئے جائین، بہرحال اسلامی قانون اسکی اجازت نہین دیتا، اُم المومنین ام حبیبہؓ کے والد ابوسفیان کا جب انتقال ہوا تو اُنہون نے تیسرے ہی دن رنگ منگاکر استعمال کیا، اور فرمایا کہ اگر مین نے حضورؐ کی زبان فیض ترجمان سے یہ حکم نہ سُنا ہوتا تو مجھے ایسا کرنیکی کوئی حاجت نہ تھی، دیکھو ام المومنین کے والد کا انتقال ہوگیا، ہندوستان کی رسمون کے مطابق کم سے کم سال بھر تک اس قسم کی مسرت کا اظہار نہ کرنا چاہیئے تھا، لیکن محض اس خیال سے کہ رسالت پناہ کا فرمان ہے اُنہون نے تیسرے ہی دن اپنے والد کی صفِ ماتم اُلٹ دی -

معاذ عدویہ، ایک بار بیمار ہوئین لوگون نے نبیذ الجر علاج مین تجویز کیا، دوا لائی گئی، اُنہون نے اُسکا پیالہ اپنے سامنے رکھکر کہا کہ خداوندا! اگر عائشہ صدیقہؓ نے مجھسے اس کی ممانعت کی حدیث نہ روایت کی ہوتی تو مین اسکا استعمال کرتی، یہ کہکر دوا کا پیالہ ڈھلکا دیا، اور خدا کے فضل وکرم سے اچھی ہوگیئن -

دوا کے لئے ممنوعات کا استعمال اگرچہ شریعت نے جائز رکہا ہے، لیکن یہ اس صورت مین ہے جبکہ اسکے سوا کوئی دوسری دوا موجود نہو،

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب کا گذر ایک مجذوم عورت پر ہوا، آپ نے اُسے شارع عام پر بیٹھنے سے منع فرمایا تاکہ عام راگیرون کو تکلیف نہو، امیرالمومنین کی وفات کے

بعد ایک شخص اسکے پاس گیا اور کہا کہ تمہارا منع کرنیوالا وفات پاگیا اس نے جواب دیا کہ ننت لا طیعہ حیا و اعصیہ میتا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مین نے زندگی مین تو اُن کی اطاعت کی اور اب وفات کے بعد انکے حکم کی خلاف ورزی کرون" (مصفی شرح موطا صفحہ ۱۸۰)

دیکھو اس دانشمند عورت نے کس طرح نفاق کو دور کیا کہ اطاعت شعاری کا اصل مفہوم یہی ہے کہ ظاہر و باطن، کھلے، چھپے، ہر حالت مین متابعت پیش نظر رہے، ان چند مثالون سے واضح ہو گیا کہ مذہبی احکام کی پابندی مین عورتون نے کس درجہ مستعدی ظاہر کی اور ان احکام کے مقابلہ مین ملک کی رسم ورواج وغیرہ کو پائمال کیا۔

**مسلمان عورتون کا ایثار** جسطرح ان تمام خصائص مین جو قرون اولی کے مقدس نفوس مین موجود تھے عورتین مردون کے ہم پلہ تہین، اسی طرح اس وصف مین بھی اُنکا قدم کہین پیچھے نہین ہٹا۔ یہ وصف اس عہد کے خصوصیات مین سے ہے، قرآن مجید مین اسی طرف اشارہ ہے، ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بکم خصاصہ وہ لوگ ایثار کرتے ہین اگرچہ اُنہین کسی قسم کی اذیت ہی کیون نہ ہو، اس راہ مین صنف نازک نے بعض وہ دشوار منزلین طے کی ہین کہ جسکی نظیر مردون مین بمشکل مل سکتی ہے، اولاد کے محبت کے لئے عورتین مشہور ہین لیکن داعی اسلام اور اپنے سچے مذہب کی خاطر اُنھون نے اپنی اولاد کو نہایت فراخدلی کے ساتھ نذر کیا ہے، امّ سلیم جنکا قصہ تم اُوپر پڑھ آئی ہو نہایت تنگدست تہین، جب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے ہین تو ہر شخص نے بقدر وسعت خدمت اقدس مین تحائف پیش کئے کہ یہ دن اُنکے لئے سب سے بڑی مسرت اور شادمانی کا تھا، کیونکہ دنیا کی سب سے برتر اور بہتر نعمت آج اُنکی سرزمین مین ظاہر ہوئی تھی اور رسالت کا آفتاب مدینہ کی گھاٹیون مین طلوع ہوا تھا، یہی وہ مبارک دن ہے جبکہ فرط مسرت سے

تمام مدینہ حضور کے استقبال کو امنڈ آیا تھا، لڑکیاں جھوم جھوم کر پڑھتی تھیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع    وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

(ثنیہ وداع سے آج بدر طلوع ہوا جسکا شکر ہم سب پر واجب ہے)

بہرحال ام سلیم بھی کوئی تحفہ پیش کرنا چاہتی تھیں لیکن تنگدستی سے مجبور تھیں بالآخر اپنے صغیر السن بچے انس کو لاکر حضور کے سپرد کردیا کہ اسکو نذر کرتی ہوں، خدمت میں رکھیئے اور اسکے لئے درازی عمر و کثرت مال کی دعا فرمایئے، حضور نے آپکا یہ تحفہ بطیب خاطر قبول فرمایا اور حضرت انس کے لئے دعا فرمائی، یہ حضرت انس وہی ہیں جنھوں نے دس برس تک حضور کی خدمت کی، اکیسو تین برس تک زندہ رہے، اور حضرت عمر کے عہد خلافت میں بصرہ کی حکومت پر فائز ہوے۔ کیا مذہب کے لئے اس سے بھی زیادہ کسی ایثار کی حاجت ہے کہ ایک غریب عورت نے اپنے جگر گوشہ اور لخت دل کو داعی اسلام کے نذر کردیا۔

مغازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یوم احد کو ایک خاص شہرت حاصل ہے، یہ جنگ مختلف حیثیتوں سے مسلمانوں کے لئے ایک بڑی آزمائش تھی، مسلمانوں کے مشہور سردار اور عرب کے نامی پہلوان حضرت حمزہ نے اسی جنگ میں جام شہادت نوش فرمایا، ہند بنت عتبہ کے غلام وحشی نے انھیں نیزہ مار کر شہید کیا، اور اسی نے جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کو تہ تیغ کیا، اسکا یہ فقرہ بہت مشہور ہے کہ احد میں ایک ایسے شخص کو مارا جو سب سے بہتر تھا اور یمامہ کی لڑائی میں اسکو قتل کیا جو بدترین خلائق تھا۔

ہند بنت عتبہ نے سید الشہداء (حضرت حمزہ) کا مثلہ کیا یعنی کلیجہ نکال کر چبایا، اور مختلف اعضا کو بدن سے جدا کردیا، ایسا غم انگیز اور حسرت افزا عالم تھا کہ انسان اسمیں

بے اختیاری سے بے اختیار ہوجاتا، اسی لئے آپ نے منع فرمادیا تھا کہ حضرت صفیہ (آپکی پھوپھی) لاش کو نہ دیکھنے پائیں ورنہ ان سے ضبط مشکل سے ہوگا، جب حضرت صفیہ کو خبر ہوئی اور وہ اپنے بھائی کی لاش دیکھنے آئیں تو ان کے بیٹے زبیر (حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ) نے ارشاد نبوی سنایا، لیکن حضرت صفیہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی حمزہ کا مثلہ کیا گیا ہے مجھے کیون روکتے ہو، حالانکہ کسی شخص کا خدا کی راہ مین اس طرح سے قربان ہونا ایک معمولی بات ہے، اس زمانہ کی عورتین ہوتین تو شور وشیون نالہ و فریاد سے آسمان چھلنی کردیتین لیکن اس شیردل عورت کے جبین پر بل تک نہ آیا، اسلام کی شان ہی یہی ہے کہ راہ خدا مین جو مصیبت اور راحت پہنچا ہے اُسے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا جائے، ع انچہ از دوست می رسد نیکوست۔

ایک انصاریہ کے تمام اعزا واقربا ایک جنگ مین شہید کرڈالے گئے، لوگون نے انہین خبر پہنچائی لیکن اُن کا پہلا سوال یہ ہوا کہ حضور بخیریت ہین، لوگون نے جب آپکی بعافیت ہونے کا مژدہ سنایا تو خوشی سے پھولی نہ سمائین اور کہا کہ جب نبی اکرم صلعم بخیریت ہین تو ایسی ہزار جانین اُن پر قربان کیجا سکتی ہین، اسی طرح جب آنحضرت صلعم جنگ احد سے صحیح و سلامت مدینہ منورہ تشریف لائے کیونکہ دوران جنگ مین حضور کو متعدد زخم لگے تھے، تو سعد بن معاذ سردار انصار کی والدہ کبشہ بنت رافع دوڑتی ہوئی آئین اور قدمون پر گر پڑین پھر حضور سے عرض کیا کہ آپکی صحت اور سلامتی کے آگے سب چیزین ہیچ ہین، اُم سلیم نے اپنے شوہر کا مہر محض اسلئے معاف کردیا تھا کہ اُنھون نے اسلام قبول کرلیا تھا، ان واقعات مین حضرت اسماء بنت ابی بکر کا واقعہ بہت دلچسپ ہے، جب رسالت پناہ نے مکہ سے ہجرت کا قصد کیا تو حضرت ابوبکر کے یہان آپکے لئے ناشتہ تیار کیا گیا، عجلت مین ناشتہ

باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملتی تھی، حضرت اسماء نے فوراً اپنے کمربند کے دو ٹکڑے کر دیئے
ایک سے ناشتہ باندھا اور ایک خود باندھا، اس تاریخ سے اُن کا لقب ذوالنطاقین ہو گیا
یہ خاتون بڑی بہادر اور جوان مرد تھین، عبد اللہ بن زبیر انہین کے بطن سے تھے، ان
سب سے بڑھکر وہ عظیم الشان ایثار ہے جو امہات المومنین اور ازواج مطہرات نے
ظاہر فرمایا، بعض ازواج نے حضور سے کچھ فرمائشین کی تھین، اسی بارہ مین یہ آیت نازل ہوئی،
یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیاۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحًا
جمیلا و ان کنتن تردن اللہ و رسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرًا عظیمًا
اے نبی تم اپنی ازواج سے کہدو کہ اگر وہ حیات دنیا ہی اور متاع فانیہ کی خواہشمند ہین
تو آؤ مین تمہین دون اور پھر چھوڑ دون، لیکن اگر تم خدا اور رسول اور دار آخرت کی خواہش
رکھتے ہو تو یاد رکھو کہ خدا کے دربار مین اسکے لئے ثواب جزیل ہے، یہ امتحان کا بہت ہی
سخت موقع تہا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو پہلے آپ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لیگئے
اور فرمایا کہ مین تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہون اسکے جواب مین عجلت کی کوئی حاجت
نہین ہے، والدین سے مشورہ کرنے کے بعد جواب دو، اسکے بعد آپ نے واقعہ کی تشریح
فرمائی، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ان معاملات مین والدین سے مشورہ کرنے کی کوئی حاجت
نہین ہے، مین نے خدا اور رسول کو اختیار کیا، اسی طرح حضور اور ازواج مطہرات کے
پاس تشریف لیگئے اور ان سے حضرت عائشہ کے واقعہ کو بیان فرمایا، سب نے انکی تائید کی،
اس مایۂ نازش مسلمان کے اس صحیح ارشاد کے بعد کیا ہم یہ دعوی نہین کرسکتے کہ جنس
لطیف کے افراد نے بھی اسلام کی تاریخ مین اپنے ایثار کی بے نظیر اور عدیم المثال نمونہ یادگار
چھوڑے ہین، یہ تو ازواج مطہرات کی کیفیت تھی، عام عورتین بھی اسکا ہر موقع پر لحاظ

تھی تھین، چنانچہ سعیرہ اسدیہ نے ایک بار حضور کی خدمت مین کسی مرض کی شکایت کی اور دعاے صحت کے لئے درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ اگر کہو تو مین تمہارے لئے دعا کرون اور تم اچھی ہو جاؤ لیکن اگر تم صبر و سکون سے کام لو تو خدا تمہین اجر عظیم دیگا، اُنہون نے فوراً عرض کیا کہ مین "اجر اللہ" کو اختیار کرتی ہون۔

آنحضرت کی ایک پھوپھی کا نام اروی تھا، اُنکے ایک بیٹے کا نام طلیب تھا، وہ اسلام لائے تو ابو جہل اور دیگر سرداران قریش نے انکو ستونون مین باندھکر مارا، لوگون نے انکی مان سے آکر کہا کہ اگر یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت نہ کرتے تو ایسا نہوتا، لیکن انہون نے کبھی ان شکایتون پر کان نہین دھرا بلکہ فخریہ کہا کرتی تھین، خیر ایامہ یوم نذب عن ابن خالہ اسکا سب سے بہترون وہی ہے جبکہ وہ اپنے مامون زاد بھن کی حمایت کرتا ہے۔

ان تمام روایات پر نظر ڈالو اور غور کرو کہ کیا یہ دعوی صحیح نہین کہ عورتین اس وصف مین نہ صرف مردون کے دوش بدوش ہین بلکہ کہین کہین انکے قدم آگے بڑھے ہین، زمانہ حال کی خواتین کو ان واقعات پر نظر اثر سے غور کرنا چاہیئے، کہ جسطرح انکے اسلاف نے دین کی خدمت اور مذہبی حمیت مین اس طرح ایثار سے کام لیا، اُسی طرح اُنہین اپنی قوم کی ترقی اور ڈوبتی ہوئی کشتی کو اُچھالنے مین اپنی دماغی جسمانی قوت اپسے جوش و خروش سے صرف کرنا چاہیئے اور قومی خدمات مین اپنے مال و دولت کا ایک کثیر حصہ صرف کرکے یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ اب بھی ہم مین وہی دینی حرارت اور حمایتِ قوم کا وہی جوش موج زن ہے

نعم المولیٰ ونعم النصیرۃ

مذہب اور روائی مذہب کی محبت اور عظمت | اوپر کے صفحات مین تم پڑھ آے ہو کہ عورتون نے کس فراخدلی

کے ساتھ اپنے جان و مال کو اسلام پر قربان کردیا، عنوان بالا مین بھی ہمین وہی تصویر نظر آتی ہے لیکن رنگ و ڈھنگ، تراش و خراش، لباس انداز نیا اور جداگانہ ہو گا تم دیکھو گے کہ جس مقام پر مذہب اور کسی فانی چیز کا مقابلہ آگیا ہے تو انھون نے نہایت لاپروائی کے ساتھ اس چیز کو ٹھکرا دیا، اور مذہب کے حکم کو اپنے سینون سے لگایا جب انکے خاص اعزا و اقربا نے پیغمبر اسلام کا مقابلہ کرنا چاہا اور اسکے لئے اپنے نسبی رشتون اور قرابتون کو شفیع لائے تو انہون نے نہایت بے باکی سے اُسے مسترد کردیا اور روحی فداہ صلعم کی عزت و عظمت کے برقرار رکھنے مین ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔

ابوسفیان ابوجہل کے بعد قوم قریش کے سردار مقرر ہوئے تھے، اُنکی بیٹی رملہ یعنی حضرت ام حبیبہ ازواج مطہرات مین داخل تھین، حدیبیہ مین جو معاہدۂ صلح قریش اور مسلمانون مین مرتب ہوا تھا، اہل مکہ نے اُسے برقرار نہین رکھا، خدا کا یہ نور روز بروز بڑھتا جاتا تھا، اور مسلمانون کی شان و شوکت مین روز بروز ترقی ہوتی تھی، ابوسفیان کو خوف ہوا کہ شاید مسلمان موقع پاکر حملہ کردین، اِسلئے وہ دوبارہ عہد مصالحت تازہ کرنے کیلئے وہ خود مدینہ منورہ آیا، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، غرض ایک ایک کرکے تمام صحابہ سے ملا، لیکن اسکی حمایت کے لئے کون آمادہ ہوتا، سب نے بالاتفاق انکار کردیا وہ چاہتا تھا کہ اُسکا کوئی حامی ہو تو دربار رسالت مین حاضر ہوکر شاید ایک مسلمان مسلمان کی سفارش کاربرآری کے لئے نافع اور سودمند ہو، ہوتے ہوتے خیال آیا کہ خود میری بیٹی حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین داخل ہے، اگر مین اسکے پاس جاؤن تو شاید پدرانہ محبت جوش مین آئے اور یہ کام پورا ہوجائے، اس ارادہ سے وہ حضرت ام حبیبہ کے گھر چلا، اب تم خود فیصلہ کرو کہ برسون کا چھٹا ہوا باپ بیٹی سے ملنے کے لئے جارہا ہے، باپ کو جان کا خوف ہے

اور اسی لئے وہ بیٹی کے گھر جاتا ہے کہ اسکی سعی سے دوبارہ مصالحت ہو جائے، ایسی صورت مین بیٹی کا کیا فرض ہوگا، ملکی اور ظاہری محبت کا تقاضا تو یہی ہے کہ وہ دوڑ کر باپ سے لپٹ جائے، فرط محبت سے روتے روتے ہچکیان بندھ جائین، اسکی خاطر و تواضع مین تن، من، دھن، سب تج دے، یہ بھی محفوظ رکھو کہ ابو سفیان اس لشکر کے سردار ہین جو رسالت پناہ کی جان کا خواہان اور خون کا پیاسا تھا، وہ ان لوگون مین تھا جنکی اذیت دہی سے پیغمبر عرب صلعم نے اپنے وطن کو خیرباد کہا، بہر حال ابو سفیان ام حبیبہ کے گھر پہنچے، سامنے ایک بستر لگا ہوا تھا، ام حبیبہ نے باپ کی تعظیم و توقیر کے بجاے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس بستر کو الٹ دیا، ابو سفیان کو یہ حرکت بہت ناگوار ہوئی، سبب پوچھا تو انھون نے کہا کہ تم میرے باپ ضرور ہو، لیکن افسوس کہ کفر کی آلائش سے ملوث ہو اور یہ بستر رسالت پناہ کا ہے جو شخص شرک کی نجاست سے آلودہ ہو وہ پیغمبر برحق کے بچھونے پر بیٹھنے کا حق نہین رکھتا،

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت عمر کو بھی پیش آیا تھا جب وہ اپنے بہن کے اسلام لانے کی خبر سن کر انکے گھر گئے، اور کلام مجید کا وہ ٹکڑا ان سے طلب کیا جو حضرت خباب ان کو تعلیم کر رہے تھے، تو انکی بہن نے جواب دیا کہ اگر تم اس صحیفے کو اپنے ہاتھ مین لینا چاہتے ہو تو جاؤ غسل کر آؤ کہ یہ کلام خداوندی ہے اسکی تعظیم و تکریم لازمی ہے، جب حضور کی وفات ہوئی تو ام ایمن زار زار روتی تھین، حضرت انس نے کہا کہ کیون روتی ہو (موت تو ہر ایک کے لئے ہے) ام ایمن نے کہا مین اسلئے نہین روتی کہ رسالت پناہ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ بلکہ مین اسلئے مضطرب ہون کہ آج دنیا سے سلسلۂ وحی ختم ہوگیا، اعزا و اقربا کی موت کا صدمہ کس درجہ شدید ہوتا ہے لیکن دیکھو مسلمان خواتین نے مذہب کا

ان مومنین پر بھی کیتا حملہ کیا، شہدائے بدر کی خبر جب مدینہ مین آئی تو بہت سے گھر
ماتکدہ بنے ہوئے تھے، لیکن حارث بن سراقہ کی ماں نے کہا کہ جب تک حضورؐ تشریف
لا وین مین اپنے بیٹے کی موت کا غم نہین کر سکتی۔ مین آپ سے پوچھونگی کہ وہ اپنے اعمال
کی بدولت جنت کا مستحق ہے یا عذاب خداوندی کا حقدار، اگر اس نے خدا کی خوشنودی
حاصل کی تو اسکے لئے رونا نہ چاہیئے، کہ یہی اسکے حیات صالحہ اور اعمال حسنہ کا ثمرہ ہے،
اور اگر وہ عذاب الٰہی مین گرفتار ہوا تو بیشک رونا چاہیئے کہ اپنی دائمی زندگی کو برباد
کردیا۔ مذہب کی محبت اور دین کی عظمت کا اس سے بڑھکر اور کیا نمونہ پیش کیا جاسکتا ہی
شوہر اور بیوی کے تعلقات کتنے گہرے ہوتے ہین، خواتین اسلام کی مذہبی محبت
ان پر بھی غالب آئی اور اس مضبوط رشتہ کو بھی توڑ دیا، اسود عنسی نے جب دعوی نبوت
کیا اور اسلامی فوجون نے اُسکا محاصرہ کیا تو مناسب طریقہ سے حملہ کرنے کی صورت اُسکی
بیوی نے بتائی اور اسی کی امداد سے وہ قتل ہوا۔ آج ہمارے ملک مین کسقدر عورتین
اپنے مذہب کی حقیقت سے واقف ہوتی ہین، اور وہ اس مستحکم اور مضبوط تعلق کو کہانتک
واقعی طور پر سمجھتی ہین، جو انکے اور شریعت کے درمیان مین قائم ہے، کسی حکم شرعی کے
متعلق اُن سے پوچھو تو یہی جواب دینگی کہ حکم خدا ہے (شواذ کا کچھ اعتبار نہین) لیکن اس
زمانہ کی عورتین جانتی تھین کہ ہمارے مذہب کی کیا نوعیت ہے، وہ اس سے خوب
واقف تھین کہ شریعت ہمارے لئے سہولت اور آسانی بہم پہنچاتی ہے کہ دشواریون اور
مشکلات کا ایک ذخیرہ ہے، انہین اسکا علم تھا کہ خدا نے ہمارے لئے جو قانون مرتب کیا ہے
وہ ہماری مصلحت کے موافق اور وسعت سے باہر ہوگا، چنانچہ امیمہ بنت رقیقہ نے جب
حضورؐ سے بیعت کا شرف حاصل کیا ہے تو احکام اور ان امور کی تعلیم کے بعد جنپر بیعت

دی جاتی تھی، آپ نے فرمایا فما استطعتن واطقتن "ان تمام احکام مین وسعت اور طاقت شرط ہے،" امیمہ نے فوراً عرض کیا اللہ ورسولہ ارحم بنا منا (خدا اور اسکا رسول ہمپر خود ہم سے زیادہ مہربان ہے،) یہ جملہ شریعت غرا کا لب لباب اور پیغمبر خدا کی تلقین الدین یسر (دین مجموعہ سہولت ہے) کی تشریح ہے، اور قرآن مجید کی اس آیت کی صدا سے بازگشت ہے، یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے وقت کا خواہان نہین) امیمہ کے جواب کی تفصیل یون سمجھو کہ روحی فداہ صلعم نے گو یہ کلمہ اپنے متبعین کی تسلی وتشفی کے لئے فرمایا ہے، لیکن ہمین اسکی کوئی حاجت نہ تھی اسلئے کہ ... سے لئے جو احکام مقرر فرمائے ہین اور اسکے

... اور پھر الرسرف بیعت حاصل کیا (سونے کا استعمال کرنا عورتون کیلئے جائز ہے لیکن آنحضرت صلعم کی کبیدگی کا باعث یہ ہوا کہ شروط بیعت مین یہ بھی تھا کہ عورتین تمام مال اپنی تمام دولت راہ خدا مین بیدریغ صرف کرینگی) مکہ مین جب قریش کا سلسلہ اذیت زیادہ بڑھگیا تو آپ کچھ دنون کے لئے طائف تشریف لیگئے کہ وہان دعوت اسلام اور تبلیغ مذہب کا کام انجام دین، لیکن طائف والون کی بدسلوکی اہل مکہ سے بھی بڑھگئی، حضور کے پیچھے کتے چھوڑے جاتے تھے، بچون کو سکھا دیا گیا تھا کہ یہ مجنون ہے (نعوذ باللہ منہ) اسے پتھرون اور ڈھیلون سے زخمی کرو، اس حالت مین رقیقہ نامی ایک عورت نے

آپکی ہمنا مذارسی کی اور خدا کے مقدس زمرہ (اسلام) مین داخل ہوئی، چند سطور پہلے حارث بن سراقہ کی ماں کا تذکرہ کیا جا چکا ہے، اسی نوعیت کا ایک اور حیرت افزا واقعہ دیکھو اور غور کرو کہ جنس لطیف کو مذہب کے جام محبت نے کیسا سرشار بنا دیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (سوتیلی لڑکی) حضرت زینب کے دو بیٹے یوم حرہ مین مارے گئے، حرہ کی لڑائی خود آپس کے مسلمانون مین ہوئی تھی، جسمین کثرت سے صحابہ شہید ہوئے تھے، ان دونون کی لاشین جب اُنکے سامنے لائی گئین تو اسلامی تعلیم کے مطابق انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھکر کہا کہ ان مین سے ایک تو گوشہ نشین تھا اُسے جنگ سے کوئی تعلق نہ تھا دوسرے نے مسلمانون کے مقابلہ مین تلوار اُٹھائی اور مارا گیا، اسلئے مجھے پہلے کی بہ نسبت دوسرے کی موت کا زیادہ غم ہے، کیونکہ خوف ہے کہ اسکا انجام بخیر نہین ہوا، ام کلثوم بنت [illegible] معیط تنہا مکہ سے اپنے والدین کو چھوڑکر مدینہ ہجرت کرکے چلی آئین، وہ کونسی [illegible] تھی جو انہین کھینچ لائی، اسکا جواب بجز اسکے اور کیا دیا جا سکتا ہے کہ مذہب اور داعی مذہب کی محبت۔

اسی الفت مذہبی اور عظمت ملی کا نتیجہ تھا کہ عورتین نہایت آزادی کے ساتھ فرائض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ادا کرنے مین کام لیتین، ایکبار حضرت عمر مسجد سے نکلے ایک عورت نے راستہ مین آکر سلام کیا اور کہا کہ اے عمر مین اسوقت سے جانتی ہون جب تم کو سوق عکاظ مین لوگ عمیر عمیر کہکر پکارتے تھے، آج تم امیر المومنین اور مسلمانون کے حاکم ہو، دیکھو رعایا اور محکومین کے معاملات مین خدا سے ڈرتے رہو اور اسکے قہر و غضب سے خوف کہاتے رہو۔

سمراء بنت نہیک ہاتھہ مین کوڑا لیکر نکلتین اور جسکو خلاف شریعت کام کرتے

لی جاتی تھی، آپ نے فرمایا فما استطعتن و اطقتن، ان تمام احکام مین وسعت اور طاقت
شرط ہے، امیمہ نے فوراً عرض کیا اللہ و رسولہ ارحم بنا منا (خدا اور اسکا رسول ہمپر خود
ہم سے زیادہ مہربان ہے،) یہ جملہ شریعت غرا کا لب لباب اور پیغمبر خدا کی تلقین الدین
یسر (دین مجموعۂ سہولت ہے) کی تشریح ہے، اور قرآن مجید کی اس آیت کی صدا سے
بازگشت ہے، یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر (خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے
دقت کا خواہان نہین) امیمہ کے جواب کی تفصیل یون سمجھو کہ روحی فداہ صلعم نے گو یہ کلمہ
اپنے متبعین کی تسلی و تشفی کے لئے فرمایا ہے، لیکن ہمین اسکی کوئی حاجت نہ تھی اسلئے کہ
ہمارا عقیدہ ہے کہ خداے برتر و توانا نے ہمارے لئے جو احکام مقرر فرمائے ہین اور اسکے
مقدس رسول کے پاک ارشادات کا خمیر رحمت و رافت سے ہے، اعمال و وظائف کی
تعیین مین انھون نے ہماری وسعت اور طاقت کا بہتر سے بہتر اندازہ کرلیا ہے، اسی طرح
ایک اور موقع پر چند عورتین بیعت کے لئے حاضر ہوئین، ایک عورت کے ہاتھ مین سونے کے
کنگن تھے، حضور اس سے کچھ کبیدہ خاطر ہوئے، اس نے فوراً مجمع سے باہر آکر ہاتھون سے
کنگن نکال کر پھینکدیئے، اور پھر آکر شرف بیعت حاصل کیا (سونے کا استعمال کرنا عورتون کیلئے
جائز ہے لیکن آنحضرت صلعم کی کبیدگی کا باعث یہ ہوا کہ شروط بیعت مین یہ بھی تھا کہ عورتین
تمام مال اپنی تمام دولت راہِ خدا مین بیدریغ صرف کردینگی) مکہ مین جب قریش کا سلسلہ
اذیت زیادہ بڑھگیا تو آپ کچھ دنون کے لئے طائف تشریف لیگئے کہ وہان دعوت اسلام
اور تبلیغ مذہب کا کام انجام دین، لیکن طائف والون کی بدسلوکی اہل مکہ سے بھی بڑھگئی،
حضور کے پیچھے کتے چھوڑے جاتے تھے، بچون کو سکھادیا گیا تھا کہ یہ مجنون ہے (نعوذ باللہ منہ)
اسے پتھرون اور ڈھیلون سے زخمی کرو، اس حالت مین رقیقہ نامی ایک عورت نے

کی مہمانداری کی، اور خدا کے مقدس زمرہ (اسلام) مین داخل ہوئی، چند سطور پہلے حارثہ بن سراقہ کی مان کا تذکرہ کیا جاچکا ہے، اسی نوعیت کا ایک اور حیرت افزا واقعہ دیکھو اور غور کرو کہ جنس لطیف کو مذہب کے جام محبت نے کیسا سرشار بنا دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (سوتیلی لڑکی) حضرت زینب کے دو بیٹے یوم حرہ مین مارے گئے، حرہ کی لڑائی خود آپس کے مسلمانون مین ہوئی تھی، جسمین کثرت سے صحابہ شہید ہوئے تھے، ان دونون کی لاشین جب اُنکے سامنے لائی گئین تو اسلامی تعلیم کے مطابق انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھکر کہا کہ ان مین سے ایک تو گوشہ نشین تھا اُسے جنگ سے کوئی تعلق نہ تھا دوسرے نے مسلمانون کے مقابلہ مین تلوار اُٹھائی اور مارا گیا، اسلئے مجھے پہلے کی بہ نسبت دوسرے کی موت کا زیادہ غم ہے، کیونکہ خوف ہے کہ اسکا انجام بخیر نہین ہوا، ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط تنہا مکہ سے اپنے والدین کو چھوڑکر مدینہ ہجرت کرکے چلی آئین، وہ کونسی کشش تھی جو انہین کھینچ لائی، اسکا جواب بجز اسکے اور کیا دیا جا سکتا ہے کہ مذہب اور داعی مذہب کی محبت۔

اسی الفت مذہبی اور عظمت ملی کا نتیجہ تھا کہ عورتین نہایت آزادی کے ساتھ فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ادا کرنے مین کام لیتین، ایکبار حضرت عمر مسجد سے نکلے ایک عورت نے راستہ مین آکر سلام کیا اور کہا کہ اے عمر مین اسوقت سے جانتی ہون جب تم کو سوق عکاظ مین لوگ عمیر عمیر کہکر پکارتے تھے، آج تم امیر المومنین اور مسلمانون کے حاکم ہو، دیکھو رعایا اور محکومین کے معاملات مین خدا سے ڈرتے رہو اور اسکے قہر و غضب سے خوف کھاتے رہو۔

سمراء بنت نہیک ہاتھ مین کوڑا لیکر نکلتین اور جسکو خلاف شریعت کام کرتے

دیکھتین تو اُسے تازیانہ سے تنبیہ کرتین-

یہی وہ چیز ہے جسکی ہم مسلمانون مین اب کمی ہے، کیا مبارک تہا وہ زمانہ جب بہادر اور شیردل عورتین معاملات حق مین برسرِ راہ امیر المومنین کو ٹوک دیتین اور وہ سر تسلیم خم کردیتے، اور کیسے مقدس تھے وہ ایام جبکہ ہماری مائین اور بہنین امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتین، تعساً تعساً لغنون الدھر وریب الزمان

عورتون کی جنگی خدمات | جنس لطیف نے فن حرب مین جو کمال پیدا کیا، میدان جنگ مین جو نمایان کام کئے، اعدا اسلام کے مقابلہ مین جس جوش وخروش سے نبرد آزمائی کی تاریخ کے صفحات اس سے رنگین ہین، بہت سی مثالین ایسی ملین گی جسمین فی الحقیقت فتح کا سہرا عورتون کی مردانگی اور شجاعت کو دیا جاسکتا ہے، ان کے نیزے ہمیشہ بلند رہے ہین، اور انکی تلوارین ہر معرکہ مین اپنی کاٹ دکھلاتی تہین، عورتون نے خدا کی راہ مین نہ صرف گردینن کٹوائین بلکہ وہ جنگ کے تمام لوازمات مین مدد اور اعانت کرتی رہین، زخمیون کی ساخت پرداخت، مریضون کی نگہداشت، سپاہیون کا کہانا پکانا، پانی پلانا یہ تمام کام بڑی بڑی صحابیات اور اکثر اوقات خود ازواج مطہرات انجام دیتی تہین

یوم احد مین میدان حرب کو جاتے وقت حضور نے تمام عورتون کو حضرت حسان بن ثابت کے گڑہی نما مکان مین بھجوا دیا تہا، اور خود حضرت حسان انکی حفاظت پر متعین تھے، مدینہ منورہ مین یہودی آباد تھے، اتفاقاً ایک یہودی تفتیش حالات کی غرض سے وہان آگیا، حضرت صفیہ نے حسان بن ثابت سے اسکے دور کرنے کے لئے کہا مگر انھون نے جرات نہین کی اسلئے وہ خود ایک لکڑی لیکر آگے بڑہین اور اسی سے مار مار کر اس یہودی کا کام تمام کردیا، جنگ احد مین پہلے مسلمانون کے شکست کے آثار نمودار ہوئے،

کچھ لوگ بھاگ بھی گئے، جوش کے عالم مین عورتین مدینہ سے میدان جنگ کو چل کھڑی ہوئین انہی مین صفیہ بھی تھین، ایک نیزہ لیکر مجاہدین کی صف مین گھس گیئن، لوگون کو تنبیہ کرتین اور جہاد کی ترغیب دیتی تھین۔

اسی لڑائی مین ابن قمیہ نامی ایک شخص للکارتا ہوا نکلا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہان ہین، اگر آج مین نے اُن کا خاتمہ نہ کر دیا تو مجھے موت نصیب ہو (نعوذ باللہ منہ) مصعب بن عمیر اور بہت سے صحابہ حضور کے سینہ سپر ہو گئے، اس جماعت مین ام عمارہ نامی ایک عورت بھی شامل تھین، یہ خاتون انتہا درجہ کی بہادر اور دلیر تھین، عین حالت جنگ مین اپنی پیٹھ پر مشک لادے لادے پھرتی تھین، اور پیاسون کو سیراب کرتی تھین، اس لڑائی مین اُنکے بارہ زخم لگے تھے، اسکے بعد عہد خلافت صدیق مین جب مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ ہوئی اسمین بھی اُم عمارہ نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے حتیٰ کہ اُن کا ایک ہاتھ اسی جنگ مین کٹ گیا، علاوہ اُسکے گیارہ زخم بدن کے اور حصون مین لگے تھے (ابن سعد جزو ۸ صفحہ ۳۰۴) کعبیہ زخمیون کی پرداخت کرتی تھین اُنکے لئے مسجد مین شفاخانہ قائم کیا گیا تھا، اُم سلیم بھی جنگ احد مین زخمیون کی مرہم پٹی کرتی تھین، سپاہیون کو پانی پلانے کی خدمت بھی اُنکے سپرد تھی۔

حضرت عمر کے زمانۂ خلافت مین رومیون کے ساتھ مقام یرموک پر نہایت سخت ہیبت ناک جنگ ہوئی، مسلمانون کی تعداد سے رومی چوگنا زیادہ تھے، حملہ مین مسلمانون نے پیچھے ہٹنا شروع کیا، اور ہٹتے ہٹتے عورتون کے خیمہ تک پہنچگئے، عورتون نے اپنے ہاتھون مین خیمہ کی بانس بلیان لے لین، اور ایک طرف رومیون پر حملہ کیا اور دوسری طرف ہٹتے ہوے مسلمانون کو روکا، باواز بلند پکار پکار کر کہتی تھین کہ اگر تم نے پامردی سے کام نہ لیا

تو ہمارا منہ نہ دیکھنا، انکی اس جوانمردی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمان اپنی جگہ پر جم گئے، اور اسطرح جمے کہ رومیون کا خاتمہ کرکے اُٹھے، دوران جنگ مین اسماء انصاریہ نے ایک معمولی لکڑی سے نو کافرون کو قتل کیا، اسماء بنت ابی بکر کا یہ حال تھا کہ اپنے شوہر حضرت زبیر کے گھوڑے کی باگ سے باگ ملائے ہوئے دشمنون کی فوج مین گھس گئین اور صفین کی صفین پلٹ دین، حضرت زبیر جب وار کرتے تو اُسکے بالمقابل یہ بھی وار کرتین، اور ہر وار مین ایک سر تن سے جدا نظر آتا، اموئین کے عہد خلافت مین جب حجاج نے عبد اللہ بن زبیر کو محاصرہ کر لیا تو یہ اپنی والدہ (اسماء) سے مشورہ کرنے کے لئے گئے کہ اسوقت مجھے کیا کرنا چاہیئے، اسماء نے ایک بہت پرجوش تقریر کی اور بتایا کہ اے میرے عزیز فرزند اپنے مصالح کو تم خوب سمجھتے ہو لیکن اگر تمہین یقین کامل ہے کہ مین نے جو راہ اختیار کی ہے وہ احکام ربانی اور حدود اللہ سے باہر نہین ہے تو تمکو ثابت قدم رہنا چاہیئے کہ اگر مارے جاؤ تو درجۂ شہادت پاؤ، اور اگر اس جنگ سے تمہارا مقصد دنیا طلبی، جاہ پرستی، اور حب سلطنت ہے تو یاد رکھو کہ تم سے برا کوئی نہوگا، خود اپنے کو ہلاکت مین ڈالتے ہو۔ اور مخلوق خدا کو تباہ کر دیتے ہو، بیشک تمہارا یہ عذر صحیح ہے کہ تم تنہا ہو اور تنہائی کی حالت مین اطاعت کے سوا اور کوئی چارہ نہین، مگر یہ روش شریفون کی نہین ہے، مجھے بتلاؤ کہ تم دنیا مین کبتک زندہ رہوگے، جب یہ یقینی ہے کہ موت کی ایک ساعت معین ہے، جو گھٹ بڑھ نہین سکتی تو بہتر یہی ہے کہ دنیا مین نیکنام مرو۔

اس پرزور تقریر کو دیکھو کہ ہر ہر لفظ جذب واثر مین ڈوبا ہوا ہے، ہر فقرہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلح اور ہتیار بند فوج کا ایک دستہ ہے کہ اُسکے نیزون کی نوکین جگر کے پار ہوتی ہین۔

یہ نہین کہا جا سکتا کہ عورتین صرف مذہبی جوش کے سبب سے عین ضرورت کے

وقت شریک جنگ ہوجاتی ہین بلکہ وہ فنون حرب کی باقاعدہ مشق کرتی ہین وہ جنگون مین ایک باکمال شمشیرزن اور قادر انداز کی حیثیت سے شریک ہوتی ہین انکے نشانے بالکل درست اور صحیح ہوتے تھے، چنانچہ ام ابان ایک خاتون کا شوہر جنگ دمشق مین جنرل توما کے ہاتھ سے مارا گیا، اُنھون نے قصد کیا کہ مین اپنے شوہر کا انتقام خود اسی جنرل سے لونگی، بہت سے مسلمان سپاہیون نے ان سے وعدہ کیا کہ ہم اپنے عزیز بھائی کا انتقام رومیون سے لین گے، لیکن اس جوانمرد عورت نے کہا کہ مین خود انتقام لونگی، اور اپنے حربہ سے توما کا خاتمہ کرونگی، دوسری بار جب لڑائی شروع ہوئی توجنرل توما قلب فوج مین نظر آیا، چارون طرف سے فوجون کے ٹڈی دل گھیرے ہوئے تھے، وہان تک رسائی مشکل تھی، اسلئے ام ابان نے تیر کا نشانہ باندھا اور اس خوبی سے مارا کہ آنکھون مین پیوست ہوگیا اور جنرل کا خاتمہ ہوگیا -

ام حکیم نے جنگ اجنادین مین صرف ایک خیمہ کے بانس سے سات کافرون کو مارا، خولہ بنت ازور ضرار مشہور سردار کی بہن تھین، جنگ انطاکیہ مین عورتون کے خاص رسالہ کی سردار تھین، جنگ یرموک مین اُنھون نے بڑی بہادری دکھلائی، ربیع بنت معوذ خود جہاد کرتین، سپاہیون کو پانی پلاتین، اور شہدار کو میدان جنگ سے اٹھا کر مدینہ منورہ پہنچاتی تھین، بیعت عقبہ مین عورتون نے کافی حصہ لیا، عورتین خود اپنی بہنون کو ترغیب دیتی تھین، چنانچہ غزوۂ بدر مین امینہ غفاریہ کی تحریک سے بہت سی عورتین شریک جنگ ہوئین، خنسار بنت عمرو عرب کی مشہور شاعرہ گذری ہے، حضور ان کے اشعار خود انکی زبانی سنتے تھے اور بہت محظوظ ہوتے تھے، قادسیہ کی جنگ مین شریک ہوئین انکے چار بیٹے بھی موجود تھے انکو بلا کر خنسار نے ایک پرجوش تقریر کی اور سب نے

درجۂ شہادت حاصل کیا۔

بہرحال عورتون کی جنگی خدمات کا اگر مفصل تذکرہ کیا جائے تو ایک دفتر کا دفتر تیار ہوجائے لیکن مشتے نمونہ از خروارے، ان واقعات سے اندازہ کیا جا سکتا ہو کہ وہ ملک وقوم کی کسی خدمت مین پیچھے نہ ہٹتی تہین۔ ع اے تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم۔

**عورتون کی برکات** شریعت اسلامیہ مین بہت سے احکام ایسے ہین جنکی بنا عورتون کی استدعا اور خواہش پر رکہی گئی ہے، اور ایسے متعدد مفید اور سودمند قانون وقواعد ہین جنکا سنگ بنیاد جنس لطیف نے رکہا ہے، ہندوستان مین اسوقت غیر قومون کے لوگون سے کتنی ضرورتین پڑتی ہین، آپس مین تحفہ تحائف بہیجے جاتے ہین، اور ایک کی طرف سے دوسرے کو ہدایا آتے ہین، غیر مسلمین کے ہدایا قبول کرنے کی رسم ایک عورت نے قائم کی، قتیلہ بنت عبد العزی پہلے حضرت ابوبکر کے نکاح مین تہین، چونکہ وہ اسلام نہین لائی تہین اسلئے صدیق اکبر نے اُنہین طلاق دیدی تھی، وہ ایکبار کچھ چیزین ہدیۃً لائین، لیکن غیر مسلم ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر نے انکار فرما دیا، قتیلہ نے ملول ہوکر حضرت عائشہ کے پاس آدمی بھیجا کہ اسکے لئے کیا سبیل ہو، آپ نے رسالت پناہ سے دریافت فرمایا اُسی وقت یہ آیت نازل ہوئی، لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم (اس آیت کریمہ مین غیر مسلمین کے قبول ہدایا کا حکم دیا گیا ہے)

آج ہملوگ سفر وحضر مین نعمت تیمم سے کسقدر فائدے حاصل کرتے ہین، لیکن کیا کبھی یہ بھی سوچا گیا کہ اس عظیم الشان برکت کا نزول کس سبب سے ہوا، غزوہ بنی مصطلق کے سفر مین حضرت عائشہ کا ہار گم ہوگیا، لوگ جستجو مین مشغول ہوئے، اس طلب وتلاش مین کافی وقت صرف ہوگیا، نماز کا وقت قریب آگیا، پانی مطلق نہ تہا، لوگ سخت پریشان

ہوئے، بعض لوگون نے حضرت ابوبکرؓ سے آکر شکایت کی کہ اس مصیبت کا باعث حضرت عائشہؓ
ہین، اسی موقع پر آیت تیمم نازل ہوئی، اسید بن حضیرؓ نے کہا ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر
(اے آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی برکت نہین ہے) نزول آیت کے بعد ایک اونٹ کو اٹھایا
گیا تو حضرت عائشہ کا کھویا ہوا ہار ملگیا، عصر نبوت مین حدیبیہ کی صلح کو کسقدر اہمیت
دیجاتی ہے، اس صلح کی تکمیل ایک عورت کی راے سے ہوئی، عام صحابہ شرائط صلح سے
کچھ افسردہ خاطر تھے، حضور نے اسی مقام (حدیبیہ) پر قربانی کرنے کا حکم دیا لیکن لوگون نے
تعمیل مین کچھ تاخیر کی، آپ ملول ہوکر خیمہ مبارک مین تشریف لے آئے، حضرت ام سلمہ
نے عرض کیا کہ آپ پہلے خود قربانی فرمایئے، تو خواہ مخواہ اور لوگ بھی تعمیل حکم کرین گے،
آپ نے ایسا ہی عمل فرمایا، خیمہ سے باہر تشریف لائے، جانورون کو منگا کر ذبح کیا پھر
تمام صحابہ نے قربانیان کین، وہ لوگ جو عورتون کو سیاسیات اور ملک کے نظم ونسق مین
دخل دینے کی اجازت نہین دیتے، غور کرین کہ روحی فداہ صلعم نے کس طرح ایک عورت کے
مشورہ پر عمل فرمایا، اور اس مشورہ نے اتنے بڑے اہم معاملہ کو باحسن وجوہ انجام تک
پہنچا دیا، فرائض کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ جب مرد اور عورت دونون کسی شخص کے ورثاء مین
جمع ہو جائین تو مردون کو عورتون کا دگنا حصہ دینا چاہیئے، اس قاعدہ کی بنیاد بھی ایک
عورت کی درخواست پر قائم کیگئی۔

اوس بن ثابت کا انتقال ہوا، وفات کے بعد ان کے ابناء عم نے تمام جائداد پر
قبضہ کرلیا، دو بیٹیان تھین لیکن انھین بھی ترکہ سے محروم رکھا، بیوی بھی بقید حیات تھین
جنکا نام ام کحۃ تھا، انھون نے دربار رسالت مین آکر شکایت کی اسوقت یہ فرمان نازل
ہوا کہ للذکر مثل حظ الانثیین (مردون کو عورتون کا دگنا حصہ ملنا چاہیئے) ام ضمیرہ

ایک لونڈی بیٹھی تھین، حضور کا ان پر گذر ہوا تو وہ زار و قطار رو رہی تھین، آپ نے دریافت فرمایا کہ کیون روتی ہو، اُنھون نے کہا کہ میرے مالک نے بیچتے وقت میرے لڑکے کو مجھسے جدا کر دیا، یعنی مجھے دوسرے کے ہاتھ بیچ کیا، اور لڑکا کسی دوسری جگہ گیا، آپ نے اسی وقت سے یہ حکم نافذ فرمایا لا یفرق بین الوالدۃ وولدھا (ماں اور بچے کے درمیان بیچتے وقت تفریق نہ کرنا چاہیئے۔

اکثر ایسا ہوا ہے کہ عورتون کی کوشش سے قبیلہ کے قبیلہ مسلمان ہو گئے ہین چنانچہ قبیلہ طے تمام کا تمام صرف ایک عورت کی کوشش اور دعوت سے اسلام لایا، صفیہ بنت حاتم قید ہو کر دربار رسالت مین آئین اور حضور سے عرض کیا کہ میرا باپ قیدیون کو زرِ فدیہ دیکر چھڑاتا تھا، اب مجھے شرم آتی ہے کہ مین اپنے آپکو روپیہ دیکر رہائی دلاؤن، حضور کا رحم میرا شفیع ہے، آپ نے اُسے رہا فرما دیا، اور حاتم کے لئے دعا کی، صفیہ جب اپنے قبیلہ مین واپس آئین تو اُنھون نے نہایت بلند آوازی سے کہا کہ یہ کسقدر افسوس کی بات ہے کہ تم ایسے شخص سے اعراض کرتے ہو جو رحمت و رافت کا مجسمہ اور مہربانی کا دیوتا ہے، قبیلہ نے اسکی اس دعوت کو لبیک کہا اور خدا کے مقدس رسول پر ایمان لایا، اسی قسم کا ایک اور واقعہ بخاری کی کتاب التیمم مین مذکور ہے، عمران بن حصین بیان کرتے ہین کہ ایکبار ہملوگ سفر سے واپس آ رہے تھے، راستہ مین پانی کی سخت تکلیف ہوئی اطراف مین دور تک کہین پانی کا نشان نہ تھا، ایک روز حسب ارشاد ہملوگ تلاش کے لئے نکلے، راستہ مین ایک عورت ملی جو پانی کی ایک مشک بھرے ہوے لئے جا رہی تھی، دریافت سے معلوم ہوا کہ یہان سے کامل ایک دن کی راہ پر پانی ملتا ہے اس عورت کو ہملوگ دربار مین لائے، آپ نے اس پانی کے لئے دعا برکت فرمائی

سب نے سیراب ہوکر پیا، اور پھر کچھ غلہ وغیرہ دیکر اُسے واپس کردیا، یہ عورت جس قبیلہ سے تھی وہ اب تک اسلام نہ لایا تھا، لیکن قبیلہ مین جاکر یہ کہا کرتی تھی کہ مدعی نبوت یا تو ساحر ہے یا واقعتاً خدا کا پیغمبر ہے، مسلمانون کا یہ معمول ہوگیا کہ انھون نے اطراف کے تمام قبیلون سے نبرد آزمائی کی، لیکن اس قبیلہ سے کوئی تعرض نہین کیا، وہ عورت ان تمام معاملات پر غور کرتی تھی، بالآخر ایک دن اس نے اپنی دعوت کا اظہار کیا اور اہل قبیلہ کو مخاطب بنا کر کہا کہ تم نہین دیکھتے کہ یہ رحیم و مہربان قوم ہمارے ساتھ کیسا سلوک کرتی ہے، کیا تم یہ نہین پسند کرتے کہ اسی مقدس زمرہ مین داخل ہوجاؤ، قبیلہ نے اس دعوت کو قبول کیا، اور تمام کا تمام اسلام سے مشرف ہوگیا -

ان کے علاوہ شخصی دعوتین اور انکے نتائج کی تو بکثرت مثالین ملتی ہین، مثال کے لئے دو ایک نقل کئے جاتے ہین - سعدیٰ قریش کی ایک فصیح و بلیغ خاتون تھین، حضرت عثمان اُنکے بھانجے تھے، جب سرورِ کائنات نے مکہ معظمہ مین دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا تو حضرت عثمان ان سے مشورہ لینے کے لئے گئے، اور انہین کے موثر مشورہ کا نتیجہ تھا کہ عثمان ابن عفان مسلمان ہوے - عکرمہ بن ابی جہل جنھون نے عہد فاروق مین رومیون اور ایرانیون کے مقابلہ مین بڑی جوانمردی دکھائی، انکی بیوی اُن سے پہلے مسلمان ہوچکی تھین، عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گئے تھے، بیوی نے "رحمۃ اللعالمین" سے شوہر کے لئے امان طلب کی، پھر یمن گئین اور عکرمہ سے مل کر کہا کہ تم ایک ایسے شخص کے دامن سے بھاگتے ہو جو صلاح و تہذیب کا ایک نسخہ کیمیا اپنے ساتھ لایا ہے، پھر عام فتح مین لاکر انکو خدمت اقدس مین پیش کیا، حضرت انس کے باپ مالک کا جب انتقال ہوگیا تو انکی والدہ اُمّ سلیم نے دوبارہ نکاح کرنا چاہا، ابوطلحہ سے درخواست کی لیکن

انھون نے اس بنا پر انکار کر دیا کہ وہ مشرک تھے، جواب مین کہا کہ تم ایسی مورتون کو پوجتے ہو جنکے قبضۂ قدرت مین نفع و نقصان کا کوئی حصہ نہین، اور مین ایک ایسی ذات کی عبادت کرتی ہون جسکی طاقت تمام طاقتون سے بالاتر ہے، میری تمہاری کیا نسبت، یہ جواب کچھ ایسے پرزور الفاظ مین دیا گیا کہ ابو طلحہ متاثر ہوے اور مسلمان ہو گئے۔

**اولیات نساء** اس عنوان کے تحت مین ہم ان چیزون کا تذکرہ کرنا چاہتے ہین جنہین صنف نازک کو مسابقت اور اولیت کا شرف حاصل ہے، ان اولیات مین سے بعض اس قسم کے ہین کہ اگر جنس لطیف کے نامۂ عمل مین اسکے سوا کچھ نہوتا تو یہ فضائل تاریخ اسلام مین عورتون کی میزان شہرت کو جھکانے کے لئے کافی ہین۔

(۱) پیغمبر خدا صلعم کی دعوت اسلام پر سب سے پہلے صدائے لبیک صنف نازک کی طرف سے بلند ہوئی، کیونکہ یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئین۔

(۲) مسلمانون مین درجۂ شہادت سب سے پہلے ایک عورت نے حاصل کیا انکا نام سمیۃ تھا، مشہور صحابی عمار ابن یاسر کی مان تھین، ابو جہل نے انھین شہید کیا تھا، اسد الغابہ مین ہے فھی اول شھیدۃ فی الاسلام (اسد الغابہ جزء ۵ صفحہ ۴۸۱)

(۳) کفار قریش نے جب حضور کے قتل کا ارادہ کیا ہے تو سب سے پہلے ایک عورت نے خبردار کیا (ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۳۵)

(۴) مسلمانون مین تابوت کا رواج سب سے پہلے ایک عورت اسماء بنت عمیس نے کیا، مہاجرین حبشہ مین سے تھین اور وہان عیسائیون مین یہ طریقہ مروج تھا، انھون نے اسلام مین داخل کیا، اس سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اگر کسی غیر قوم مین کوئی مستحسن عمل رائج ہو

تو اپنے ہان اسکی ترویج جائز ہے -

(۵) ہجرت کے بعد سب سے پہلے آپکی مہانداری اُم سعید نامی ایک عورت نے کی -

(۶) بحری جہاد کا شوق سب سے پہلے ایک عورت نے ظاہر کیا - رسالتمآب ام حرام کے گھر مین آرام فرما رہے تھے، خواب سے بیدار ہوئے تو تبسم فرماتے تھے ام حرام نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ مین نے اپنی امت کے چند آدمیون کو دریا مین جہاد کرتے ہوئے دیکھا ہے اُنھون نے عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ مین ان ہی مین سے ہون، آپ نے فرمایا تم ان مین سے ہو چنانچہ حضرت عثمان کے عہد مین جو مہم جزیرہ قبرس کو روانہ ہوئی، اسمین یہ بھی شریک تھین اور گھوڑے سے گر کر اُنھون نے جام شہادت نوش کیا -

(۷) اسلام مین سب سے پہلا شفاخانہ عہد نبوت مین رفیدہ اسلمیہ نامی ایک عورت کے زیر نگرانی قائم ہوا جو خاص مسجد مین تھا -

(۸) معجزات کی تصدیق سب سے پہلے ایک عورت (حضرت خدیجہ) نے کی -

(۹) سونے کی عملی توہین کی ابتدا ایک عورت نے کی، کامل ابن اثیر مین ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے مدینہ مین ایک بیوہ عورت کے یہان اترے، اُنھون نے دیکھا کہ روزانہ ایک شخص آتا ہے اور کچھ دیجاتا ہے، ایک روز دریافت کیا تو اس نے کہا سہل بن حنیف اپنی قوم کے بت توڑ کر مجھے دیجاتے ہین اور مین انکو ایندھن بناتی ہون -

# شذرات

## علوم مشرقیہ اور مدارس یورپ

(۲)

### مدارس

رومہ کا ماروینہ کالج صرف علوم شرقیہ کی نشر و توزیع کے لحاظ ہی سے اہم مرکز نہین گذرا ہے بلکہ تاریخی حیثیت سے بھی سب سے زیادہ قدیم مرکز ہے، اسکی بنا پوپ غریغورس نے ۱۵۸۴ء مین رکھی تھی، اسکے بعد دو مدرسہ اور ظہور مین آئے، جنکی بنا غریغورس پانزدہم نے ۱۶۲۲ء اور بانوس ہشتم نے ۱۶۲۷ء مین مبلغین کو طیار کرنے اور مشرقی دینی کتب طبع کرنے کے لئے جیسا کہ ہم نے قبل ازین ذکر کیا رکھی تھی، اور اسی سترہوین صدی مین ایک عربی مدرسہ لیڈن یونیورسٹی مین کھولا گیا، اور اسکے بعد ہی آکسفورڈ یونیورسٹی (انگلستان) مین بھی کھولا گیا جہان عربی زبان کے استاذ آجکل مشہور عالم مارگولیتھ ہین جنکے علم وفضل کا حال ناظرین مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے زبانی اخبارات مین پڑھ چکے ہین، پھر لیڈن مین بریل نامی ایک مطبع تمام دنیا کے طلبا کی عموماً اور یورپ کے طلبار کی اہم خدمات کے لئے خصوصاً قائم ہوا، اور اسمین یورپ و امریکہ کی کتب متداولہ کا زیادہ حصہ طبع ہوا، اور لیڈن کے گذشتہ استادون مین دی گوینہ ہین جو ایک مستشرق تھے، اُنکے جانشین آجکل عربی زبان کی کرسی پر سنوک ہرگرینہ ہین جو یورپ مین آجکل عربی کے قابل ترین عالم شمار کئے جاتے ہین، استاذ موصوف سے امریکہ مین تشریف آوری کے وقت ہمسے ملاقات

ہوئی تھی، عربی عمدہ بولتے ہین، بخلاف امریکہ کے استادون کے کہ وہ سمجھ تو لیتے ہین، لیکن اچھی طرح بول نہین سکتے، ہرگرنیہ نے یہ ملکہ مکہ و مدینہ کے قیام سے حاصل کیا ہے۔

اٹھارہوین اور انیسوین صدی مین یورپ کی اکثر یونیورسٹیون نے لیدن اور اکسفورڈ کی اقتدا کی اور عربی تعلیم اور اسکے علاوہ مشرقی زبانون کے لئے اساتذہ مقرر کئے گئے، حتی کہ آجکل بہت کم یونیورسٹیان ایسی ملین گی کہ جو فصیح عربی لکھنے پڑھنے والی جماعتون سے خالی ہون

دراصل ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم آگے چل کر بعض اہم تفصیلات ان مدارس کے بیان کرین جو خصوصاً مشرق کی زندہ زبانون کی تعلیم کے لئے صرف قراءت وکتابت کے لحاظ سے ہی نہین بلکہ عام و مروجہ لہجون کے استعمال و تکلم کے لحاظ سے قائم کئے گئے تھے، اور ہمنے جو کچھ کہ نقل کیا ہے اسمین زیادہ تر جرمنون کی سالانہ تہذیبی گائڈ منرو (Minerva) پر اعتماد کیا ہے۔

(۱) شاید سب سے پہلا مستقل مدرسہ جو یورپ مین زندہ مشرقی زبانون کی درس کے لئے قائم کیا گیا وہ ناپولی کا سرکاری مشرقی مدرسہ ہے جسکا نام (Regio Instituto Orientale) ہے جسکی بنیاد ۱۷۲۷ء مین رکھی گئی اور ۱۸۸۸ء مین اسکی تجدید کیگئی، اس مدرسہ کے مہتمم آجکل گائڈو وتیلی ہین اور اسکی تدریس کا دستور العمل چند جماعتون کے علاوہ لہجات عامیہ کی صرف، نحو، اور فصیح زبان کی تعلیم پر مشتمل ہے، اس مدرسہ مین علاوہ عربی زبان کے ان زبانون کی تعلیم بھی دیجاتی ہے: ترکی، فارسی، یونانی، البانی، امہاری، چینی، جاپانی، اور مسکوبی، اور اسمین اسکے خاص موضوع اٹلی و مشرق کے تعلق پر بھی لکچر دیئے جاتے ہین۔

(۲) اس قسم کا دوسرا مدرسہ وہ ہے جسکی بنا وائینا (Vienna) مین ۱۷۵۴ء مین مدرسہ قنصلان شاہی وشہنشاہی کے نام سے رکھی گئی، البتہ اس عالمگیر جنگ عظیم کے بعد شاہ اور

اور شہنشاہ کے نامون کی محبت دلون سے زائل ہوگئی اور پادشاہ اپنے خطابون سے محروم کردیئے گئے تو اس مدرسہ کا نام بھی تبدیل ہوکر صرف "مدرسہ قنصلیہ" رہ گیا، اس مدرسہ کا مقصد جیساکہ اسکے نام سے ظاہر ہے قنصلون اور سیاسی معتمدون کو بلاد مشرق و مغرب مین خدمات سیاسیہ کے لئے طیار کرنا ہے، اور اسمین عربی، ترکی، فارسی، چینی، اور مسکوبی زبانون کی مع فرانسیسی، اٹالوی، جرمنی، اور انگریزی زبانون کے تعلیم دیجاتی ہے، اسکے کتبخانہ مین ۸۰۰۰ کتابین ہین، اور اس مدرسہ کے اُن آثار مین سے جو عربی کے عام لہجون کی تعلیم کے اہتمام پر دلالت کرتے ہین ایک جرمنی عربی کتاب ہے کہ جسکو اس مدرسہ کے ایک اساتذہ حسن المصری نے سنہ ۱۸۶۹ مین تالیف کیا اور اسکا نام "احسن النخب فی معرفة لسان العرب" رکھا اور یہ ۲۶۶ صفحون پر مشتمل ہے، اسکے ٹائیٹل پر داہنی جانب لکھا ہے "تالیف حسن المصری مکلاس العربی فی مدرسة الالسن الشرقیة بملانیة الوین المحمیة"، اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے مصر کی مروجہ زبان کی تعلیم مین اپنا زیادہ تر وقت صرف کیا تھا، اس مدرسہ مین طلبا کی تعداد سنہ ۱۹۱۳ و سنہ ۱۹۱۴ کہ جو قبل از جنگ کا آخری سال ہے، ۳۵ تک پہنچ چکی تھی۔

(۳) تیسرا مدرسہ بحیثیت قدامت کے پیرس کا وہ مشہور مدرسہ ہے جو بالخصوص مشرق کی زندہ زبانون کے مدرسہ کے نام سے معروف ہے، یہ مدرسہ حکومت فرانس کے خاص حکم سے ۳۰ مارچ سنہ ۱۷۹۵ء مین قائم کیا گیا، اسکا مقصد بھی قنصلون، مترجمون، عہدہ دارون اور مشرق مین تجارت کرنے والے اصحاب کو طیار کرنا تھا، یہ اپنے ابتدائی زمانہ مین عربی، فارسی اور ترکی زبانون کے اصولون کی تعلیم دیتا رہا، یہانتک کہ سنہ ۱۸۳۲ مین اسکے لائحۂ درس مین عام عربی لہجون کی تعلیم کا مع یونانی، ارمنی، سودانی، ہندوستانی، ٹامل،

چینی، جاپانی، سامی، اناقی، جاوی، ردمانی، اور سکوبی زبانون کی تعلیم کے اضافہ کیا گیا، اسمین تعلیم مفت ہے اور اسکے دروازے عوام کے لئے کہلے ہوئے ہین، اس مدرسہ کا پرنسپل وزیر معارف پانچ سال کے لئے اسکے ارکانی اساتذہ مین سے مقرر کرتا ہے۔ اسکے کتبخانہ مین ۰۰۰۰۰ ۷ کتابین مطبوعہ اور ۰۰ ۷ قلمی ہین، اور ۱۹۱۴ء مین اسکے تلامذہ کی تعداد ۲۷۵ اتھی جمین سے ۵۰ قانون کے طلبا تھے۔

اس پیرس کے مدرسہ مین عربی کا پہلا استاذ مستشرق اعظم سالوسٹری ڈی ساسی تہا جس نے ۱۸۱۰ء مین اپنی کتاب "نحو اللغۃ العربیہ" شایع کی اور ۱۸۳۱ء مین اسکا دوسرا ایڈیشن طبع کیا اور اسی وقت سے یہ کتاب ابنائے یورپ کے لئے زبان عربی کی تعلیم کی سنگ بنیاد قرار پائی، باوجودیکہ وہ کتاب جسکو ڈی ساواری نے ۱۷۸۴ء مین تالیف کرکے حکومت فرانس کو پیش کیا اور اسکا نام "اصول اللغۃ العربیۃ العامیۃ والفصیحۃ" ہے (جسکا ذکر ہم پہلے کر چکے ہین) یہ بھی ڈی ساسی کی تالیف کے لئے اصلی دلیل راہ تھی۔ لیکن ساواری کی یہ کتاب ۱۸۱۳ء تک بعد وفات ساواری کے بھی شایع ہو سکی اور یہ زیر ادارت لانگلیز جو پیرس کے زندہ زبانون کے مدرسہ کے اساتذہ مین سے شایع ہوئی۔

اور ان لوگون سے کہ جن سے لانگلیز نے اس اہم کتاب کی تنقیح مین مدد لی میکائیل صباغ ہین جو اسی مدرسۂ لغات حیۃ مین سے ہین، اور ہم میکائیل صباغ کو انکی اس کتاب سے جانتے ہین جو انہون نے لہجۂ مصریہ وشامیہ پر لکھی ہے، اور جسکو ثوربک نے جرمنی مین ترجمہ کیا اور جو ۱۸۸۶ء مین اسٹراسبرگ مین طبع ہوئی، اسکا نام "الرسالۃ التامہ فی کلام العامۃ والمناہج فی احوال الدارج تالیف میخائیل بن نقولا بن ابراہیم صباغ" اور یہ ۹۰ صفحہ کی کتاب ہے

کتاب ہے، مترجم نے اپنے جرمنی زبان کے مقدمہ مین بیان کیا ہے کہ میکائیل عکا مین سنہ ۱۷۴۲ مین پیدا ہوا، وہ فرانس کا اُسکے حملۂ مصر مین رفیق تھا، پھر یہان سے اُس نے پیرس ہجرت کی اور سنہ ۱۸۱۶ مین مرا اور امریکہ کے استاذ ڈواریل نے اُسی قبطی شمار کیا ہے۔

(۴) پیرس کے مدرسہ کے بعد مدرسہ لازارف اکلیریہ ہے جو لغات شرقیہ کا مدرسہ شہر ماسکو مین ہے، یہ مدرسہ سنہ ۱۸۱۴ مین قائم ہوا اور اسمین روس کے قرب وجوار کے شعوب وقبائل اسلامیہ کی زبانین سکھلائی جاتی ہین یعنی ترکی، تاتاری، فارسی، اور عربی، اِس مدرسہ کے کتبخانہ مین ۴۰۰۰ کتابین ہین اور اسکا سال یکم ستمبر سے شروع ہوتا ہے، اور یکم جون کو ختم ہوتا ہے۔

گذشتہ صدی کے وسط مین اس مدرسہ مین عربی مدرس شیخ محمد عیاد الطنطاوی تھے، اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدرسہ سینٹ پیٹرسبرگ کی شاہی یونیورسٹی کا ایک جز تھا جیسا کہ ہمکو اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے جو عربی کی تعلیم کے لئے طنطاوی نے لیپزگ مین سنہ ۱۸۴۸ مین بعنوان "احسن النخب فی معرفۃ لسان العرب" شایع کیا، اُسکے ٹائیٹل پر یہ الفاظ درج ہین "الشیخ محمد عیاد الطنطاوی معلم العربی فی مدرسۃ الالسن الشرقیۃ والمدرسۃ الکبیرۃ الامپراطوریۃ فی بطرسبورج المحمیۃ"

اس کتاب کو مولف نے روس کے وزیر خارجہ کے نام معنون کیا تھا اور اُسکی تعداد صفحات ۲۶۰ ہے۔

(۵) اسکے بعد ویانا کا مدرسہ عمومیہ ہے جسمین لغات ولہجات شرقیہ کی تعلیم دیجاتی ہے، اس مدرسہ کی بنیاد سنہ ۱۸۵۱ مین رکھی گئی اور سنہ ۱۸۸۷ مین دوبارہ اُسکی تنظیم کیگئی، اس کا مقصود خصوصاً عربی، فارسی، ترکی، سربی، مسکوبی، یونانی اور البانی زبانون کی تعلیم ہے سنہ ۱۹۱۴ مین اُسکے طلبا کی تعداد ۱۲۲ تھی جنمین سے بعض عورتین تھین۔

(۶) ۱۸۸۷ء مین برلن مین وہ مشہور مکتب جو ( Seminar für ) Orientalische Sprachen کے نام سے معروف ہے قائم ہوا، یہی وہ مکتب ہے جہان سے امریکہ کے اساتذہ کی ایک بڑی تعداد نکلی اور اُسکا لائحۂ درس جو تمام یورپ کے مدارس مین درجۂ اول رکھتا ہے اور اسکے آثار مین سے درسی کتب کا وہ سلسلہ ہے کہ جس سے ممالک متحدہ امریکہ مین دوائر شرقیہ کی جماعتین مدد لیتی ہین،

اس مدرسہ کے صدر مشہور شامی سیاح ڈاکٹر سخاؤ ہین، اور زبان عربی و اسلام کے استاذ ڈاکٹر مارٹن ہارٹمن ہین جو دائرۃ المعارف الاسلامیہ Encyclopaedia of Islam کے مصنفین مین داخل ہین، اور جو پہلے بیروت مین جرمن قونصل تھے، اسکے معلمین مین ہین، احمد ولی کا نام لینا ہے جو مصر کی عام زبان کے مدرس ہین اور امین معرکبس کا جو شامی زبان کے مدرس ہین -

۱۹۱۲ء مین اس مدرسہ مین مختلف جماعتین فصیح عربی، لہجات شامیہ، مصریہ و مغربیہ اور فارسی، ترکی، ہندی، چینی، جاپانی، حبشی وغیرہ وغیرہ زبانون کا درس حاصل کرتی تھین، اسکے کتبخانہ مین ۵۰۰۰ ۳ کتابین ہین اور اسکے طلبا کی تعداد ۱۹۱۹ء مین تقریباً ۴۰۰ تھی -

(۷) ۱۸۹۱ء مین بوڈاپسٹ مین ایک شاہی اسٹڈی کالج کی بنیاد مشرق کے علوم اقتصادیہ کی تعلیم کے لئے رکھی گئی، لیکن زمانۂ جنگ مین اُسکو شاہی کے لقب سے مجرد کر دیا گیا اور اور اسکے بجائے حکومت (یعنی گورنمنٹ) کا لفظ بڑہا دیا گیا، اس مدرسہ کے ملحقات مین ایک مشرقی عجائب خانہ اور آواز و لغات اجنبیہ کے صحیح تلفظ کے درس کے لئے ایک رصدخانہ ہے اسکے تلامذہ کی تعداد ۴۰ ہے اور اسکے درس کے تکمیل کی مدت دو سال ہے -

(۸) وقت تعلیم اور ضبط تدریس کے لحاظ سے یورپ کے مدارس شرقیہ مین سب سے

زیادہ اہم ہیمبرگ کا مدرسہ استعماریہ (Hamburgisches Kolonialinstitut) ہے جسکی بنیاد آزاد شہر ہیمبرگ نے ۱۹۰۸ء میں جرمن نوآبادیون کی حمایت مین رکھی اور فی الحال وہ ایک ایسا نمونہ ہے کہ جسکی تقلید تمام دیگر مکاتب کرتے ہین، ۱۹۱۸ء مین اُسکا نام تبدیل کرکے (Hamburgisches Welt-Wirtschaftsarchiv) رکھدیا گیا، مدرسہ کی غایت عہدہ دار، مشیر، تاجر، سیاح اور تمام ان لوگون کو جو براہ راست یا بالواسطہ جرمن سلطنت کی نوآبادیون کی توسیع سے تعلق رکھتے ہین، طیار کرنا ہے اور اسکے تین دائرے ہین :-

(۱) دائرۂ اسلامیہ

(۲) دائرۂ مشرقی ایشیا

(۳) دائرۂ افریقیہ

اور ان مین سے ہر دائرہ کیلئے استاذ، مساعد، مدرس اور محب وطن ہین، اور یہ دائرے زیادہ تر مختبر صوتی[1] پر اعتماد کرتے ہین، اور یہ لغات افریقیہ کے مشہور عالم کارل مینہوف کے زیر ادارت ہے، اسمین الفاظ کی کیفیات اصلیہ اور لغات اجنبیہ مین گفتگو کرنے کی تعلیم دیجاتی ہے، اس مختبر مین پورا پورا سامان مہیا ہے، مدرسہ مین اساتذہ ہین جو غنا، اور خطابت کی تعلیم دیتے ہین اور اطبا ہین جو حلق کے امراض، دانتون کے امراض، فونوگراف

---

[1] عربی جدید مین دراصل "مختبر" اسکو کہتے ہین جسکو انگریزی مین (Laboratory) کہتے ہین جو مختلف آلات وادوات کا وہ مجموعہ کہ جو مخصوص علوم و فنون مختلفہ کے جزئیات وکلیات کے تجربات ومشاہدات (Experiments) کے لئے آجکل بڑے بڑے متمدن شہرون مین یونیورسٹیون کے ساتھ ملحق ہوتا ہے یہان پر مختبر صوتی سے مقصود وہ لیبوریٹری ہے کہ جسمین تمام آلات متعلق بہ صوت ہون -

اور شعاع رنتجن سے تعلق خصوصی رکھتے ہین، پھر شہر ہمبرگ کے تجارتی موقع نے اس مختبر کے مدیر پر یہ امر آسان کردیا ہے کہ وہ ان نو وارد افریقیون اور ایشیائیون پر تجربہ کرے کہ جنکو جہازات وہان برابر اتارتے رہتے ہین اور یہ کہ وہ بول چال اور تلفظ سے استفادہ کرلے اور انکی آوازون کو ریکارڈ مین بھرلے تاکہ عندالحاجۃ اصلی الفاظ کی تکرار اور الفاظ مضبوطہ کی معرفت کے لئے استعمال کئے جائین۔

اسمین شک نہین کہ ہمبرگ نے جرمنی کی سیاست خارجہ اور تجارت بلاد اجنبیہ کی جو خدمات انجام دی ہین ان کا اندازہ نہین کیا جاسکتا، اور اگر ہم یہ کہین تو مبالغہ نہوگا کہ تمام دنیا مین کوئی مدرسہ بھی علوم مشرقیہ کا عموماً اور افریقیہ کا خصوصاً ایسا موجود نہین ہے مدرسہ ہمبرگ اپنے نظام تعلیم، وسائل تدریس اور اپنی کامیابی کے لحاظ سے اپنا نظیر آپ ہے ۱۹۱۳ء مین ہارفورڈ مین بھی کونکٹیکٹ نے جو منجملہ عمال ولایات متحدہ کے ہین اُسی کے نمونہ پر ایک مدرسہ قائم کیا جسکا نام کینڈی اسکول آف مشن ہے۔

(۹) نوان مدرسہ جسکی تاسیس زندہ مشرقی زبانون کی تدریس کے لئے کیگئی وہ پیٹروگراڈ کا مدرسہ مشرقیہ ہے، یہ مدرسہ ۱۹۰۹ء مین قائم کیا گیا، اور اسمین وہ تمام عیتین بھی ضم کیگئین جنکا انتظام ۱۹۰۶ء مین جمعیۃ الدروس الشرقیہ امبراطوریہ نے کیا تہا اور اسکے ۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۴ء کے اساتذہ کی فہرست مین ایک شامی استاذ کا نام ہمکو ملتا ہے جو عربی کا درس دیتے تھے، ان کا نام ب۔ انطاکی ہے، اور مدرسہ مین جیسا کہ ۱۹۱۹ء کے لائحہ دروس سے معلوم ہوتا ہے ایک دائرہ قنصلون کے طیار کرنے کا ہے اور دوسرا حربیہ ہے اور تیسرا تجاریہ اور اسمین ایسی جماعتین ہین جو اسلام اور شرائع مشرقیہ کی تعلیم سے تعلق رکھتی ہین، مدت تدریس ایک سال ہے جو دو حصون مین تقسیم ہے اور ۱۹۱۳ء مین اسکے طلبا کی تعداد ۱۰۲ تھی۔

یہان یہ اشارہ کردینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پٹروگراڈ کی یونیورسٹی مین ایک دائرۂ شرقیہ اور بھی ہے جسمین ایک روسی استاد عربی زبان کے اصول کا درس دیتا ہے۔

(۱۰) سب سے آخری مدرسہ جو مشرق کی موجودہ زبانون کی تعلیم کے لئے قائم کیا گیا وہ لندن یونیورسٹی کا مدرسہ دروس الشرقیہ (The School of Oriental Studies) ہے، اس مدرسہ کی بنا ۳-فروری ۱۹۱۷ء مین اس مقصد سے رکھی گئی کہ ان لوگون کو جو مشرق اور افریقہ کے سفر کا ارادہ تجارت کی غرض سے یا کسی تحقیقاتی مقصد سے یا ملازمت کی غرض سے رکھتے ہین، مشرقی و افریقی قبائل کی زبانون اور انکے عادات واطوار اور تاریخ وادیان کی تعلیم دیجائے، یہ ہی ایک نص صریح منجملہ اسکے ہے کہ جو کچھ اسکے متعلق کتابت مین آیا ہے۔

گذشتہ زمانہ مین انگریزون نے اس پیمانہ پر ایک مدرسہ قائم کرنیکی بارہا کوشش کی مگر ناکامیاب رہے، ۱۸۱۸ء مین ایک (Oriental Institute) ایسٹ انڈیا کمپنی کی مراعات کے تحت مین کھولا گیا، جو ہندوستانی زبانون سے مخصوص تھا لیکن آٹھ سال کے بعد وہ بند ہوگیا، پھر ۱۸۲۵ء مین ڈاکٹر رابرٹ مارلین نے ایک مکتب لنگویج انسٹیٹیوٹ کے نام سے قائم کیا لیکن یہ بھی تین سال سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا۔

اور یہ تو معلوم ہے کہ کلیہ جامعہ (یونیورسٹی کالج) اور کلیۃ الملک (کنگس کالج) نے عربی کا درس دینا انیسوین صدی کے اوائل مین شروع کیا، اور کلیہ جامعہ مین ایک دائرہ ہے کہ جسکو مدرسہ لغات شرقیہ عدیثہ کے لقب سے پکارا جاتا ہے، اسمین عربی، فارسی، سنسکرت ہندوستانی، بنگالی، مرہٹی اور تامل زبانون کی تعلیم دیجاتی ہے۔

اسکے گذشتہ اساتذہ مین حبیب لطون سلمونی مولف "قاموس عربی وانگلیزی" رہ

چکے ہین، اس قاموس کے ٹائیٹل پر آپکو مولف کے نام کے بعد یہ لکھا ہوا ملے گا،
"استاذ اللغۃ العربیۃ فی المدرسۃ الکلیہ فی لندن و فی مدرسۃ العلوم الشرقیۃ"

لیکن انگریزی مین ایسی کتابین جو عربی زبان کی تعلیم کو انگریزون پر آسان کردینکی غرض سے لکھی گئین بہت قلیل التعداد ہین، اور ان مین سے بھی قلیل ترین وہ ہین جو عربی کے عام لہجون سے تعلق رکھتی ہین، ان مین سے ایک "اصول اللغۃ العربیۃ المحکیہ" ہے جسکو انگریزی مین احمد فارس الشدیاق نے ۱۸۵۶ء مین لندن مین لکھا تھا -

# تلخیص و تنقید

## عربون کے کارنامے

رایٹ آنرایبل سید امیر علی کی انگریزی کتاب "ہسٹری آف دی سارسینس" کے طبع جدید کا ذکر گذشتہ نمبر کے اخبار علمیہ مین آچکا ہی ذیل مین ہم اس پر ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ کا ریویو درج کرتے ہین، جس سے اندازہ ہوگا، کہ یورپ کے اعلیٰ علمی حلقون مین اسلام سے متعلق کیا کیا خیالات ہین، اور ان غلط فہمیون کے رفع کرنے مین ہمارے ایک نامور ہموطن کی کوششین کس حد تک بارآور ہوسکی ہین،

ٹائمز کا ریویو نگار تمہید مین کہتا ہو کہ مدت درازسے یورپ کے نزدیک اسلام کا مفہوم صرف اس قدر ہو کہ وہ مٹے ہوئے تمدنون اور سسکتی ہوئی حکومتون کا رفیق ہی، اور محض انھین ضعیف و ناتوان قومون اور حکومتون کا ملکی مذہب ہے، جنھین کامل بردباری سے یورپ کا دست محافظت محفوظ رکھے ہوئے ہے، وہ زمانہ جبکہ استنبول کے ترکون، وسط ایشیا کے تاتاریون، قرطبہ کے کوردون، اور بغداد کے عربون کا نام یورپ کی وحشت کے لئے کافی ہوتا تھا اب خواب وخیال ہوگیا ہی، اور آج جبکہ ہم زمانۂ حال کے مسلمانون کو قاہرہ، دمشق، بخارا، وغیرہ مین چلتے پھرتے دیکھتے ہین تو دل ہی دل مین خوش ہوتے ہین کہ فرزندان روما نے یہ بڑا احسان کیا کہ تمدن و آئین کو ناگفتنی ترکون اور جاہل تاتاریون اور مکار عراقیون کے پنجہ سے بچالیا،

اس کے بعد ریویو نگار لکھتا ہی، کہ ہمارے اس ناواجب قومی فخر و غرور کی اصلاح کے لئے
ایک مفید نسخہ مسٹر امیر علی کی تاریخ عرب کا جدید ایڈیشن ہی، اونھون نے ثابت کر دکھایا ہے،
جن کارنامون کی بنا پر ہم اپنے تئین فخر و ناز کا مستحق سمجھ رہے ہین اس کے حقدار مسلمان
عرب تھے، درحقیقت،

"وہ عرب ہی تھے، جو روایات تمدن کے حامل رہے، جنھون نے مسیحی یورپ کے
غیر مہذب قبائل کو امن و امان مین رکھا، جن کے نزدیک اہل مغرب وحشی و
جاہل تھے، اور معقول وجوہ کی بنا پر" فرنگیون کی مردانگی کو مے نوشی، بدعہدی
جہالت، و حماقت کا نتیجہ قرار دیتے تھے"

غرض اُس وقت، یعنی قرون وسطیٰ مین صورت حال موجودہ زمانہ سے بالکل برعکس تھی، نہ صرف
سیاسی و تمدنی حیثیت سے بلکہ علمی و ذہنی حیثیت سے بھی،

"سائنس، علم، علمی اُصول پر زراعت، تعمیرات، جہاز رانی، طب، ان سب کا
وطن ارض ہلال تھا، درآنحالیکہ مسیحی یورپ ان سے بیگانہ تھا، اور یا برائے
نام مانوس تھا"

یہ واقعات ایسے نہین، جو صرف کتابون کے اوراق مین مندرج پائے جاتے ہین،
بلکہ ریویو نگار مُصنّف کے حوالہ سے اپنے ناظرین کو بتاتا ہی، کہ متعدد علوم کی اصطلاحات آج تک
عربی ہین، اور یورپ کی بڑی سے بڑی یونیورسٹیون مین علماء کے لئے جو لباس مقرر ہے، وہ
صاف عربی لباس (عبا و جبہ) کی نقل ہی!

مصنّف نے خلافت عظمیٰ کی قوت و اقتدار کی تفصیلی تاریخ بیان کی ہی، اور اس ضمن مین
ریویو نگار خاص طور پر اس واقعہ کو نوٹ کرتا ہی، کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سے سولھوین

صدی مین عثمانی سلطان سلیم کے عہد تک، جتنے فرمان رواؤن نے امیرالمومنین ہونے کا دعویٰ کیا، وہ سب کے سب

"پیمبر کے اعزہ، بلکہ اکثر ان کے آل مین سے تھے، خواہ وہ مدینہ مین ان کے سسرالی اعزہ ہون، یا کوفہ کے علویہ ہون، یا دمشق و قرطبہ کے امویہ ہون، یا بغداد کے عباسیہ ہون، یا قیروان و قاہرہ کے فاطمیہ ہون، یا اندلس کے ادریسیہ ہون،

ریویو نگار، مصنف کے حوالہ سے اس حقیقت کو بھی درج کرتا ہی، کہ اسلامی سلطنت کے زوال مین تاتاریون اور مسیحیون دونون کی مسلسل یورشون کو دخل تھا، چنانچہ اگر ہلاکو تاتاری نے بغداد مین ۲۰ لاکھ مسلمانون کو قتل کرکے تمدن عراق کی بنیادین ہلادین، تو تیرھوین صدی عیسوی مین اسپین کے کیتھولک سلاطین نے بھی ۳۰ لاکھ مسلمانون کو قتل یا بے خانمان کرکے مغرب کو ان کے وجود سے صاف کردیا،

آخر مین ریویو نگار لکھتا ہی کہ

"قرون وسطیٰ کے مسلمانون مین اپنے ہمعصر نیز بعد کے زمانہ کے کیتھولک عیسائیون سے زیادہ رواداری تھی، خلفاء مصر کے وزراء عیسائی ہوتے تھے، لیکن مسلمان کی صورت تک سولھوین صدی کے مسیحی اسپین کو گوارا نہ تھی۔"

# یو-پی ہسٹاریکل جرنل

کم لوگون کو معلوم ہوگا کہ اس صوبہ مین پانچ چھ سال کے عرصہ سے ایک انجمن یو، پی ہسٹاریکل سوسائٹی کے نام سے قایم ہے، جسکا مقصد صوبجات متحدہ (اور ضمناً ہندوستان) کے متعلق اثری، ادبی، جغرافی، لسانی، معاشری، غرض ہر قسم کی تاریخی تحقیقات کرنا، اور اس مذاق تاریخی کی عام اشاعت کرنا ہے، انجمن کے صدر صوبہ کے ایک ممتاز مستشرقانہ مذاق رکھنے والے سویلین مسٹر برن ہین، اور فہرست ارکان مین انگریز اساتذۂ تاریخ کے علاوہ متعدد علم دوست وصاحب ذوق ہندؤن اور مسلمانون کے نام بھی نظر آتے ہین، مثلاً مولانا حبیب الرحمن خان شروانی، مولوی نظام الدین حسن، مولوی عزت اللہ فرنگی محلی، جسٹس رفیق، مولوی حافظ احمد علیخان (مہتمم کتب خانۂ رامپور)، آنر ایبل مسٹر چنیتامنی، پنڈت موتی لال نہرو، پنڈت جواہر لال نہرو، پروفیسر امرناتھ جھا وغیرہ اور ارکان اعزازی (آنریری ممبرز) مین سب سے نمایان نام ایشیا کے مشہور عالم مشرقیات سر رام کرشن بھنڈارکر کا ہے۔

اس انجمن کی جانب سے ایک سہ ماہی رسالہ (جرنل) نکلنا بھی تجویز ہوا تھا جیسا کہ مشہور تاریخی انجمنون کا عام قاعدہ ہے، لیکن افسوس ہے کہ قلت سرمایہ و جمود قومی کے باعث رسالہ بجاے سہ ماہی نکلنے کے ہر ششماہی بھی نہین نکل پاتا ہے، بلکہ کبھی کبھی پورا ایک سال ناغہ ہو جاتا ہے، تاہم وہ جب کبھی شایع ہوتا ہے

اکثر بلند پایہ و قابل قدر مضامین لیکر نکلتا ہے، ناظرین معارف کو یاد ہوگا کہ ۱۹۱۹ء میں حکیم ہدی، و محمد تغلق پر جو سلسلہ مضامین شائع ہوا تہا، اسکے آخر مین اسی تاریخی رسالہ (جرنل) کا حوالہ درج ہوتا تھا۔

حال مین اس رسالہ کا تازہ نمبر شائع ہوا ہے جس پر مئی ۱۹۲۱ء کی تاریخ درج ہے، اس نمبر مین علاوہ روئداد انجمن اور استفسارات و جوابات وغیرہ کے مقالات ذیل شائع ہوئے ہین:-

(۱) صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ مین مقامات کے نام" از مسٹر پال وہیلی، یہ نہایت مفصل مضمون ہے، جو رسالہ کے تقریباً ۹۰ صفحون پر آیا ہے، اس صوبہ مین مقامات کے جسقدر مرکب نام ہین، اور جو کسی نہ کسی لاحقہ (suffix) سے ملکر بنے ہین۔ مضمون نگار نے ان سب کی فہرست دی ہے، اور الگ الگ ہر ایک کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے، پھر ان مقامات کو انکی اصلیت کے لحاظ سے ہندو مقامات، اسلامی مقامات، انگریزی مقامات مین تقسیم کیا ہے، لواحق اسماء کی جو فہرست مضمون نگار نے دی ہے وہ نہایت مفصل ہے مثلاً پور (اکبر پور، علی پور، شاہ پور، گورکہپور، للت پور، رامپور وغیرہ) پورہ (راجپورہ، لال پورہ وغیرہ) پوری (مین پوری، کیل پوری وغیرہ) نگر (منصور نگر، اسلام نگر، رام نگر، جسونت نگر وغیرہ) گنج (علی گنج، قائم گنج، نواب گنج، بہارت گنج، مہاراج گنج، کپتان گنج، کرنل گنج وغیرہ) آباد (فیض آباد، الہ آباد، محمد آباد، ظفر آباد وغیرہ) گڈھ (اعظم گڈھ، علی گڈھ، مادہو گڈھ وغیرہ) گڑھا (جیسے ضلع غازیپور مین مقام گڑھا) شہر (بلند شہر، انوپ شہر، مچھلی شہر وغیرہ) سرائے (مغل سرائے، کہیتا سرائے، وغیرہ) سرائے بہ حیثیت سابقہ (Prefix) کے (سرائے عاقل، سرائے محی الدین وغیرہ) یہ لاحقہ و سابقہ شہری

آبادیون سے متعلق ہے، آگے چلکر مضمون نگار نے اسی تفصیل کے ساتھ دیہاتی آبادیون کے بھی وجہ تسمیہ بیان کئے ہین، اور لاحقون اور سابقون کی فہرست دی ہے، مثلاً گانون (دیوگانون، بڑاگانون، بانس گانون وغیرہ) کھیڑا (کنکر کھیڑا ضلع میرٹھ مین) ڈیہہ (کوتھا ڈیہہ، ہٹوڈیہہ وغیرہ) بہت (تال بہت، بالابہت وغیرہ) بہیت (دیلی بہیت) چل (بندھیاچل) کوٹ (چھپاکوٹ، شیرکوٹ، چترکوٹ وغیرہ) لار (ضلع ہمیرپور مین سیولار) گھاٹ (راج گھاٹ، لوہاگھاٹ وغیرہ) ہاٹ (ریان ہاٹ، انباہاٹ وغیرہ) سوت (ام سوت، ضلع بجنور مین) کنڈ یا کنڈی (مرکنڈی ضلع باندہ مین) پوکھر (رانی پوکھری، راج پوکھری) جھیل (نوح جھیل، لاکھن جھیل) تال (نینی تال، بھیم تال وغیرہ) کنوان (لال کنوان، مرکنوان) تہار (اسوتہار ضلع فتحپور مین) تہانہ (بہرتہانہ ضلع اٹاوہ مین) کہیت (رانی کہیت، ضلع کمایون مین) باغ (رانی باغ وغیرہ) باڑی (آم باڑی ضلع ڈیرہ دون مین) سال یا سار (کھنڈسال یا کھنڈسار) ابن (دھابن، دیوبن، برندابن وغیرہ) پراگ (کرن پراگ، رودرپراگ وغیرہ) دوار (ہردوار، ٹھاکر دوارہ وغیرہ) پت (باغ پت ضلع میرٹھ مین) الیسر (ٹمبیسر، جلیسر گڑھ، مکیسر) ناتھ (بدری ناتھ، کوارناتھ، سارناتھ) وغیرہ،

مضمون نگار کی کاوش وتفحص مین کلام نہین، پھر بھی اس نے مقامات کی جو فہرست دی ہے، وہ جامع ومکمل کسی معنی مین بھی نہین کہی جاسکتی،

(۲) "بلند دروازہ فتحپور سیکری کے عربی کتبہ کی تحقیق" از ڈاکٹر دی، اے، اسمتھہ، ایم اے، ال ال ڈی۔

فتحپور سیکری مین اکبر کا تعمیر کرایا ہوا جو بلند دروازہ ہے، اس پر یہ کتبہ درج ہے، قال عیسیٰ علیہ السلام الدنیا قنطرۃ فاعبروھا ولا تعمروھا مشہور مورخ ہند ڈاکٹر

استنبہ نے اس مضمون مین ایک طویل بحث کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ کتبہ برہانپور کے اس کتبہ سے ماخوذ ہے، النظروا الی اھل القبور فاعتبروا یا اولی الابصار باقین غفلۃ عم الکرام حسرۃ الاموات، قال عیسیٰ عم الدنیا قنطرۃ فاعبروھا ولا تعمروھا ۔

حضرت مسیحؑ کا یہ مقولہ انجیل مین موجود نہین" مضمون نگار کا خیال ہے کہ حضرت مسیحؑ کے بیسیون ایسے اقوال دور اول کے صوفیۂ اسلام مین مشہور تھے، جو انجیل مین درج نہین، چنانچہ یہ کلام مسیحؑ بھی غالباً حضرت حسن بصری رح کی وساطت سے عام مسلمانون مین شائع ہوا ہے، مضمون نگار کے نتائج وقیاسات صحیح ہون یا نہ ہون، لیکن مضمون بہر نوع کافی دلچسپ ہے۔

(۳) "جین مذہب کی دو برہمی عورتین" از مسٹر دیارام ساہنی، ایم، اے۔

(۴) "بنارس کی مورتون پر نوٹ" از مسٹر بی، سی بٹھاچارجی۔

(۵) "کمپنی کے عہد حکومت مین صوبہ متحدہ مین وصول محصول کے قواعد" از مسٹر ڈیور۔

ان مین سے ہر مضمون اپنی اپنی جگہ پر پُر معلومات وقابل مطالعہ ہے۔

# اخبارِ علمیہ

شہر جنیوا (اٹلی) کے مرکزی طبی کالج مین ایک مجروح القلب شخص لایا گیا، جس نے خودکشی کرنا چاہی تھی، اور اپنے قلب مین خنجر بھونک لیا تھا، لیکن یہ مر نہین سکا تھا بلکہ صرف بیہوش ہوگیا تھا، اور اسی غشی کے عالم مین شفاخانہ لایا گیا، یہان کے ڈاکٹر نے بکمال بیجگری اسکا قلب سینہ سے نکال لیا، اور وہ شخص فی الفور مر گیا، طبی کالج کے طلبہ نے اُسپر سخت شور برپا کیا کہ ایسا قسی القلب ڈاکٹر اس قابل نہین کہ اُسے اُسکے عہدہ پر برقرار رہنے دیا جائے اس ہنگامہ سے متاثر ہوکر ڈاکٹر کو اپنے عہدہ سے استعفا دیدینا پڑا۔

---

آغاز جنگ کے وقت (۱۴-۱۹۱۳ء مین) برطانوی یونیورسٹیون مین طلبہ کی مجموعی تعداد ۲۲۲۳۴ تھی، اختتام جنگ پر (۲۰-۱۹۱۹ء مین) اُنکی تعداد ۳۶۴۲۴ نکلی، گویا ۱۴۱۹۰ کا اضافہ رہا، مگر اس سے عام طلبہ کی تعداد مین اضافہ کا نتیجہ نہ نکالنا چاہیئے، اسلئے کہ پورے ۱۷۰۰۰ کی تعداد ان لوگون کی ہے جو فوج سے واپس ہوکر کالجون مین داخل ہوئے ہین،

برطانوی حکومت کے ہر ملک کے طلبہ کی تعداد مین حسب ذیل اضافے ہوئے ہین۔

| | ۱۴-۱۹۱۳ء | ۲۰-۱۹۱۹ء |
|---|---|---|
| انگلستان | ۱۰۸۰۸ | ۱۹۸۲۹ |
| ویلز | ۱۲۳۰ | ۲۴۷۳ |
| اسکاٹ لینڈ | ۸۴۱۹ | ۱۰۹۹۲ |
| آئیرلینڈ | ۱۷۷۷ | ۳۱۳۰ |
| | ۲۲۳۳۴ | ۳۶۴۲۴ |

ہمارے ہموطن اس خبر کو یقیناً مسرت سے سُنین گے کہ پیرس کی مشہور انجمن شرقیہ نے جو نامور مستشرق مسیو سینارٹ کی صدارت مین قائم ہے، ٹیگور کے مدرسہ شانتی نیکتن (بولپور) کو ساڑھے تین سو فرنچ کتابون کا تحفہ پیش کیا ہے، یہ سب کتابین بلند پایہ لٹریچر سے متعلق ہین۔

---

گذشتہ اپریل مین کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) کے طلبہ واساتذہ نے ایک مخصوص شب "ہندوستان کی قومی شب" کے نام سے نامزد کی، اور اس شب کو ہندوستان ہی کے متعلق ہر قسم کے مذاکرے رہے، پروفیسر شیپارڈ (تاریخ) پروفیسر سیلیگمین (اقتصادیات) اور پروفیسر جیکسن (ایرانیات) وغیرہ نے مختلف عنوانات پر تقریرین کین،

---

ولایتی اخبارات ورسایل سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت متعدد فرزندان ہند مغربی ممالک مین مختلف حیثیات سے مادر وطن کی علمی خدمات انجام دے رہے ہین، مسٹر امبالال مہتہ نے پیرس مین ایک انجمن ہند قائم کی ہے، جسکا مقصد یہ ہے کہ ہندوستانی طلبہ کو فرانس کی تعلیمی، طبی، صنعتی، ادبی ہر قسم کی درسگاہون سے متعلق معلومات فراہم کئے جائین، اور انکے داخلہ مین سہولتین بہم پہنچائی جائین، پروفیسر ہتوا سے کمار سرکار جو عرصہ دراز سے فرانس مین مقیم ہین، اکثر اہم علمی خدمات انجام دیتے رہتے ہین، انکی انگریزی کتاب "فنون لطیفۂ ہند" کے اقتباسات فرنچ زبان مین بکثرت شایع ہوچکے ہین، گذشتہ فروری مین اُنھون نے انجمن شرقیہ کے سامنے "ہندو شاعری مین فنون لطیفہ" کے عنوان سے ایک لکچر دیا، جسے بعض فرنچ اخبارات نے پسندیدگی کے ساتھ اپنے کالمون مین

جگہ دی، اسکے بعد اپریل مین انھون نے وہان کی ایشیاٹک سوسائٹی کے سامنے ہندوستان اور سوشل سائنس" (علم المعاشرت) کے عنوان پر لکچر دیا، نامور مستشرق مسیو سینارٹ صدر جلسہ تھے، اور حاضرین مین اسلامیات، ہندیات و شرقیات کے متعدد ماہرین موجود تھے۔

---

فرانس کے بعد ہمارے برادران وطن کی علمی سرگرمیون کا مرکز امریکہ ہے، بمبئی کے ایک نوجوان مسٹر سکھتنکر نے جو برلن یونیورسٹی کے ڈاکٹر آف فلاسفی ہین، نیویارک کے ایک علمی مجمع کے سامنے جرمن زبان مین "ہندوستانی شاعری، اور اسکا اثر جرمن شاعری پر" کے عنوان پر لکچر دیا، اسی طرح ایک دوسرے علمی مجمع کے سامنے ایک بنگالی فاضل پروفیسر تارک ناتھ داس نے انگریزی زبان مین "تاریخ ہند کے دور جدید کا طلوع" کے عنوان پر تقریر فرمائی، سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ امریکہ شمالی کے دارالسلطنت میکسیکو مین انگریزی زبان کا ایک اسکول قائم ہوا ہے جسکے صدر مدرس ایک بنگالی دہرندر ناتھ سین ہین، ان سے امریکی طلبہ انگریزی زبان کی تحصیل کرتے ہین۔

---

ہندوستان کی تازہ ترین سرکاری یونیورسٹی ڈھاکہ یونیورسٹی ہے، جو یکم جولائی سے قانوناً وجود مین آئی ہے، اُسکے وائس چانسلر ڈاکٹر ہارٹگ کا سالانہ مشاہرہ ۴۸۰۰۰ قرار پایا ہے! اس گرانقدر مشاہرہ کے مقابلہ مین دوسرے ممالک کی بعض یونیورسٹیون کے افسران اعلیٰ کے مشاہرون کے اعداد پر نظر رکہنا خالی از نفع نہوگا:-

پریسڈنٹ امپریل یونیورسٹی، جاپان، ۱۰۵۰۰ روپیہ سالانہ

| | |
|---|---|
| وائس چانسلر، اڈنبرا یونیورسٹی، | ۱۵۰۰ اور ۲ روپیہ سالانہ |
| وائس چانسلر، ابرڈین یونیورسٹی، | ۲۲۵۰۰ " |
| وائس چانسلر گلاسگو یونیورسٹی | ۳۰۰۰۰ " |

---

پروفیسر ایڈورڈ براؤن، مصنف "تاریخ ادبیات ایران" جنکی شہرت کسی مزید تعارف و توصیف کی محتاج نہین، کم لوگون کو معلوم ہوگا کہ وہ نہ صرف عربی و فارسی زبانون کے محقق بلکہ فنِ طب کے بھی عالم ہین، اور ایم، ڈی کی ڈگری رکھتے ہین، نومبر ۱۹ء اور نومبر ۲۰ء مین انھون نے طبی کالج کے سامنے طب یونانی (عربی) پر لکچر دیئے تھے، اب ان لکچرون کا مجموعہ (Arabian Medicine) "طب عربی" کے نام سے کتابی صورت مین شایع ہو رہا ہے، اس کتاب مین یہ دکھلایا گیا ہے کہ طب یونانی پر مسلمان اطبا کے کسقدر گرانقدر احسانات ہین۔

---

قلب انسانی کی شرح حرکت اوسطاً فی منٹ ۷۵ بار ہے، اس حساب سے فی گھنٹہ اسکی ضربات کا شمار ۴۵۰۰، فی یوم ۱۰۸۰۰۰، اور فی سال ۳۹۰۰۰۰۰۰ ہوتا ہے اور ہر انسان کا اوسط عمر اگر ستر سال کا رکھا جائے تو ہر انسان کی ضربات قلب کا تخمینہ دو ارب ۷۰ کرور ہوتا ہے!

---

قلب انسانی جو ہر وقت خون بنانے اور اُسے اعضا جسم مین پہنچانے مین مصروف رہتا ہے، اُسکا بنایا ہوا خون فضا مین جسقدر جگہ گھیر سکتا ہے اسکا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا:-

ایک ضرب پر، خون کی مقدار ۱۰ مکعب انچ جگہ گھیر سکتی ہے،

| | | |
|---|---|---|
| فی منٹ (۷۵ ضربات پر) | ۷۵۰ | " " " |
| فی گھنٹہ | ۴۵۰۰۰ | " " " |
| فی یوم | ۱۰۰۰۰۰۰ | " " .. |
| فی سال | ۳۹۲۰۰۰۰۰ | " " " |

---

مذکورہ بالا اعداد کے حساب سے اگر ہم اس کل مقدار خون کو یکجا رکھنا چاہین جو قلب انسانی ایک سال مین خارج کرتا رہتا ہے تو اسکے لئے ایسی عمارت کی ضرورت ہوگی جو ۱۶ فٹ بلند، ۱۶ فٹ طویل، اور ۱۶ فٹ عریض ہو، اور اگر اسکے لئے مینار تیار کرنا چاہین تو اسکی بلندی ۱۱۵ فٹ سے زاید ہوگی، اور قطر ۵۰ فٹ کا رکھنا ہوگا! پھر اگر اس ساری مقدار خون کو یکجا کرنا چاہین، جو موجودہ انسانی آبادی ایک سال مین تیار کرتی ہے تو اُسکے لئے ایک ایسی ہیبت ناک و سر بفلک عمارت تیار کرنا ہوگی جسکے سامنے ہمالیہ کی بلند ترین چوٹیان بالکل حقیر معلوم ہونگی، یعنی اسکی بلندی ۲۷۸۰ فٹ رکھنا ہوگی، اور طول وعرض بھی اُسی قدر ہوگا۔

---

پونہ مین سنہ سے مرہٹون کی ایک تاریخی انجمن بھارت اتہاس سنشودھاک منڈل کے نام سے قائم ہے، جسکا مقصد مرہٹی تاریخی تحقیقات کرنا ہے، اسوقت تک انجمن ۲۵ کتابین شائع کرچکی ہے، اسکے کتبخانہ مین سیکڑون قلمی تصاویر ہین، پانچ ہزار کتبے ہین، اور پچاس ہزار سے زاید متفرق کاغذات ہین، نوجوان اہل علم کی ایک معقول تعداد اسمین ہروقت

کام کرتی رہتی ہے، اور اسکے ارکان کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ پہنچ چکی ہے، شاہانِ بیجاپور، سیواجی، مالوجی وغیرہ کے صدہا فرامین و اسناد انجمن نے بہم پہنچائے ہین، مشہور مرہٹی شاعر توکارام کے قلمی سودات کا بھی ایک ذخیرہ اُسے دستیاب ہوگیا ہے، پیشوا و نظام حیدرآباد کے درمیان فارسی مین جو مراسلت ہوتی رہتی تھی، نیز بالاجی وشوناتھ کے خطوط کی بھی کافی تعداد یہان محفوظ ہے، بعض فاضل مرہٹون کے نظام عدالت کی تاریخ مرتب کرنے مین مشغول ہین، انجمن کا دفتر اُسکی ذاتی عمارت مین ہے، اور پچاس ہزار روپیہ کے قریب اب تک اسکے مداخل و مصارف کا شمار پہنچ چکا ہے۔

---

پیرس کی اکاڈیمی آف میڈیسن مین ایک نوجوان عورت لائی گئی ہے، جسکے دانتون کی ایک سالم قطار منہ کے دانتون کے علاوہ، ایک انکھہ کے حلقہ مین بھی ہے! یہ دانت رفتہ رفتہ آنکھہ کو حلقہ سے باہر کئے دیتے ہین، اور ہر وقت اُن سے سخت زخم کا احتمال ہے، ڈاکٹرون کا بیان ہے کہ یہ مرض اپنی نوعیت مین بالکل انوکھا ہے، جسکی کوئی مثال اسوقت تک موجود نہ تھی۔

---

علمائے فلکیات نے اندازہ کیا ہے کہ ہر شب مین ایک کرور اور دو کرور کے درمیان شہاب ثاقب نمودار، اور فضائے ارض سے متصادم ہوکر اسی مین فنا ہوتے رہتے ہین، اوسط اگر ڈیڑھ کرور روزانہ کا رکھا جائے تو ہر سال ۵۴۷۵۰۰۰۰۰۰۰ کی تعداد مین فضائے ارض سے ٹکرا ٹکرا کر فنا ہوتے رہتے ہین۔

---

۲۶ جولائی کو انگلستان مین ایک موٹر دوڑ ہوئی، اس دوڑ مین سات صبا رفتار موٹرین دوڑنے والی تھین، اور توقع یہ تھی کہ انکی شرح رفتار فی گھنٹہ ڈیڑھ سو میل سے اوپر ہوگی، یہ وہ شرح ہے جسکے مقابلہ مین ہوائی جہاز اور طیارے بہت پیچھے رہ جائین گے۔

---

شکاگو (امریکہ) مین ثانوی تعلیم کا ایک غیر سرکاری مدرسہ ہے جسمین طلبہ کی تعداد دو سو ہے، اس اسکول مین ایک خاص بات یہ ہے کہ طلبہ کو اخبار نویسی کی بھی عملی تعلیم دیجاتی ہے، اسکول سے ایک پندرہ روزہ اخبار اسکول نیوز کے نام سے نکلتا ہے جسکی ادارت، طبع و اشاعت کا سارا کام لڑکے ہی کرتے ہین، اونچے درجہ کے لڑکے جنکی تعداد عموماً پچیس تیس ہوتی ہے ان مین سے ہیڈ ماسٹر ایک کو چیف ایڈیٹر، ایک کو چیف اسسٹنٹ، ایک کو منیجر ایک کو اسسٹنٹ منیجر اور چند کو رپورٹر مقرر کردیتا ہے، اور اپنی نگرانی مین سب کو کار متعلقہ سمجھا دیتا ہے اسکے بعد وہ سارا کام اُنہین پر چھوڑ دیتا ہے، اور لڑکے خود تمام فرائض بڑے شوق، دلچسپی و مستعدی سے انجام دیتے ہین، اخبار کا یوم اشاعت ہر ماہ کا پہلا اور تیسرا سہ شنبہ ہوتا ہے اور وقت اشاعت ½ ۱۲ بجے دوپہر کا ہوتا ہے جو مدرسہ کے برخواست ہونے کا وقت ہے، رپورٹر ہر ہر درجہ سے جاکر خبرین لاتے ہین اور ان خبرون کی زبان درست کرنے اور اُنہین مختصر کرنیکا چیف ایڈیٹر کو پورا اختیار ہوتا ہے، تصحیح پروف کا کام چیف اسسٹنٹ کے سپرد ہوتا ہے، بنک مین روپیہ جمع کرنا، چک لکھنا وغیرہ منیجر سے متعلق ہوتا ہے اور چندہ وصول کرنا اور اخبار کو فروخت کرنا اسسٹنٹ منیجر کے ذمہ ہوتا ہے، ابتک یہ تجربہ ہر پہلو سے نہایت کامیاب رہا ہے، اور اخبار برابر وقت پر نکلتا رہتا ہے۔

---

# آثار علمیہ و ادبیہ

ذیل کا خط آج سے ساڑھے آٹھ سو برس پیشتر کے فارسی طرز تحریر و انشا کا نمونہ ہے،
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سادگی، صفائی اور بے تکلفی قدیم انشا طرازی کے چہرہ کا آب و رنگ
تھی، ملک شاہ سلجوقی نہایت عظمت و شوکت اور جبروت و اقتدار کا بادشاہ گذرا ہے، اور
اسکے ہمسر ایشیا مین چند ہی بادشاہ ہوئے ہین، اُسکا وزیر نظام الملک اُسکو یہ خط لکھتا ہے،
القاب و خطاب کی سادگی اس بات کی دلیل ہے کہ فارسی زبان مین بادشاہون کے لئے
اب جس قسم کے آداب و القاب پائے جاتے ہین وہ بہت بعد کی پیداوار ہین،

نیز اس خط سے خود نظام الملک کی سوانحعمری کے متعلق چند مفید اور ضروری تصریحات ملتی ہین۔

(۱) وہ نہاوند کے حدود مین قتل کیا گیا اور اُسکا قاتل قہستان کا ایک ملحد ابوطاہر ارزانی نام تھا۔

(۲) قتل کا واقعہ روز دوشنبہ ۱۰ شوال ۴۸۵ھ مین پیش آیا۔

(۳) اسوقت اسکی عمر ۹۱ برس کی تھی، انگریزی کی ایک مشہور تاریخی کتاب ( HISTORIANS.
HISTORY OF THE WORLD) مین لکھا ہے کہ قتل کے وقت اسکی عمر ۷۳ برس کی تھی
لیکن خود نظام الملک کا خط اسکی تصدیق نہین کرتا۔

(۴) وہ چالیس سال تک ملک شاہ کے دامن دولت سے وابستہ رہا اور اپنے بعد منصب
وزارت کے لئے اُس نے اپنے بیٹے کی سفارش بادشاہ سے کی۔

## عرضداشت وزیر اعظم خواجہ نظام الملک علیہ الرحمہ بپادشاہ ملک شاہ سلجوقی[1]

عرضداشت بندہ کمینہ و خدمتگار دیرینہ نظام الملک بعرض نواب کامیاب بادشاہ

[1] منقول از فیاض القوانین نسخہ قلمی کتبخانہ نواب حسام الملک سید علی حسن خانصاحب، یہ کتاب (بقیہ برصفحہ آئندہ)

فلک اقتدار کہ شعاع دو دیپچہ دولتش با نوار عدل جہانتاب است می رساند بعد از وظائف زمین بوس و بندگی بموقف عرض اہلے[1] رای عالم آرا میگرداند کہ چون لباس حیات برقامت ہر بندہ دوختہ و چراغ عنایت ازلی در فانوس عمر او شبانروزی افروختہ اند عاقبت از جام تلخ اجل بمضمون کل نفس ذائقۃ الموت چاشنی شربت موتش چشانیدہ اند۔ ع

کس را ندادہ اند برات مسلمی

پس خرم آن بندہ کہ بدست قضا گریبانش گرفتہ اند و بجفای تیغ بید ریغ ستم و کارد اجل موافق تقدیر برآو کشندہ اند و او را بدرجۂ شہادت رسانیدہ۔ و این بندہ دیرینہ را در دو شنبہ غرۂ شوال سال ہمایون فال سنہ خمس و ثمانین و الف بمائۃ بر دست ابوطاہر رزاقی کہ یکے از ملاحدہ قہستان است در حدود نہاوند آن دولت شہادت میسر گشت، و چون وقت تنگ و جان را آہنگ رفتن بود و صحبت را بر تحریر تقریر این قطعہ کہ در وقت قطع اُمید و تعلقات بخاطر رسید ختم نمود، امید کہ بشرف قبول رسد۔

| | |
|---|---|
| چل سال بالطاف تو ای شاہ جوان بخت | زنگ ستم از چہرۂ آفاق سترو م |
| طغرای جہانداری و منشور عدالت | پیش ملک العرش بتوقیع تو بردم |
| چون شد ز قضا مدت عمرم نود و یک | در حد نہاوند بیک کارد بمردم |
| بگذاشتم آن خدمت دیرینہ بہ فرزند | او را بخدا و بخداوند سپردم |

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بارہوین صدی کے وسط کی تصنیف ہے، کتاب کے نام کا پہلا جزء خود مصنف کا نام ہے اسمین سلاطین، شاہزادگان، وزرا، امرا، اور حکام کے باہمی مراسلتین جمع کیگئی ہین

[1] نقل مطابق اصل لفظ صاف پڑھا نہین گیا۔

# ادبیات

## افاداتِ اکبر

دنیا کی طمع میں وہ پھسلا اور میں نے خدا کا نام لیا
لغزش سے وہ خاک آلودہ ہوا اور میں نے مجھکو تھام لیا
ظاہر کا ادب ملحوظ رہا، باطن بھی مگر محفوظ رہا
[illegible] ہر اک بات سنی ساقی سے اور [illegible] ہر اک جام لیا

---

اپنی مدد کو آپ اُٹھے ہے وہ ہاتھ خوب
چھوڑو غمِ رفیق خدا ہی کا ساتھ خوب

---

شیطان نے کیا حضرتِ آدم کو نہ سجدہ
اور عذر کیا پیش کہ میں آگ وہ مٹی
حضرت کو بھی تقلید نمازی میں ہے یہ عذر
مسجد کا وہ ملّا ہی میں صاحب کا ہوں منشی

---

### فارسی

رُوح را از تن مکانے دادہ اند
بے نشانے را نشانے دادہ اند
برہمن در دیر و من پیشِ حرم
ہر جبین را آستانے دادہ اند
ہر نگہ یک رفتے دارد بہ پیش
ہر نظر را آسمانے دادہ اند

# محسوساتِ جوش

جناب شبیر حسن صاحب جوش ملیح آبادی

رفتہ رفتہ شادیان وحشت کا سامان ہو گئین — بستیان جب بڑھ گئین حد سے بیابان ہو گئین

اے میری شکوو! تم نے بھی کیا دہوکا دیا — مین دلچسپی کا عالم تہا کہ آسان ہو گئین

سوچتا تو او تغافل کیش اگر فرصت ملے — کونسی باتین مرے مرنے کا سامان ہو گئین

آرزوئین خاک مین مل کر امیدین ٹوٹ کر — روح کی بالیدگی کا ساز و سامان ہو گئین،

شاہدِ بزم خود آرائی! تری نیرنگیان — مطلعِ عالم پہ یون چھائین کہ پنہان ہو گئین

جتنی باتین رات بھر دل سے کہی تہین جوش نے

مسلکِ روحانیت مین جزوِ ایمان ہو گئین

---

# باب التقریظ والانتقاد

## اسرارِ حق

مولفہ

پروفیسر محمد الیاس برنی صاحب ایم اے

ملک کے جدید ارباب قلم مین پروفیسر الیاس برنی کا نام اب کسی تعارف کا محتاج نہین رہا، انکی کتاب علم المعیشت اور بعض ادبی تالیفات کافی روشناسی حاصل کر چکی ہین اسرارِ حق اُنکے افادات قلم کا تازہ ترین ثمرہ ہے۔

کتاب، تمہید، چند ضمیمہ جات کے علاوہ ابواب ذیل مین منقسم ہے:- دینیات، عقلیات، علم باطن، توحید فی الالوہیت، توحید فی الآثار، توحید فی الافعال، توحید فی الصفات، توحید فی الوجود، احدیت وعبدیت، ہر باب کے تحت مین عنوان کے تناسب، آیات قرآنی، احادیث نبوی، اور اقوال اکابر صوفیہ کو جمع کر دیا گیا ہے، اور خود مولف صاحب کو نادر ہی کہین توضیح مطالب کے لئے چند سطرین لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے، اسلئے کتاب کو حقیقی معنی مین "تالیف" کہہ سکتے ہین،

اقوال صوفیہ کرام مین جنید بغدادی، بایزید بسطامی، مولانائے روم، امام غزالی، غوث اعظم، خواجہ حافظ، ملا جامی، شیخ سعدی، خواجہ اجمیری، خواجہ نقشبند، مجدد سرہندی، شاہ ولی اللہ وغیرہ تقریباً کل مشاہیر و مستند رہبران طریقت سے یکسان استفادہ کیا گیا ہے کسی خاص مسلک وسلسلہ کی پابندی نہین کیگئی ہے۔

جناب مولف کی محنت وسعی قابل داد ہے، اور ناظرین کو اس مجموعہ مین یقیناً اسلامی تصوف سے متعلق بہت سے مستند و کار آمد معلومات یکجا ملجا ئین گے، لیکن بہت ممکن ہے کہ کتاب کا فلسفۂ ترتیب اُنکی سمجھ مین نہ آئے، توحید کو مختلف اصناف (افعالی، صفاتی وجودی وغیرہ) مین تقسیم کرتے وقت اگر کوئی خاص بنا تقسیم پیش نظر تھی تو اس نکتہ کو ذرا کھول کر لکھنا چاہیئے تھا، اسلئے کہ بعینہ ایک ہی قسم کی آیات، احادیث، واقوالِ سلف ہر باب مین درج ہین اور ا نہین بلا تکلف ایک باب سے اٹھا کر دوسرے کے ماتحت رکھا جا سکتا ہے۔

کتاب کا پہلا باب سب سے طویل باب ہے، جو پورے ۶۵ صفحہ مین آیا ہی لیکن یہ باب تقریباً حرف بحرف مولوی عبدالباری صاحب ندوی کے رسالۂ مذہب و عقلیات سے منقول ہے، جسپر ڈیڑہ سال ہوے معارف مین ریویو نکل چکا ہے، تصنیفی دنیا مین اخذ و استفادہ کی رسم مطلق معیوب نہین، ایک چراغ برابر دوسرے چراغ سے جلتا رہتا ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ ایسے ہر موقع پر اعتراف نہایت کشادہ جبینی سے کیا جائے، مولف صاحب نے اس باب کے شروع مین اسکے "مضمون" کے "ماخوذ" ہونے کا اعتراف کیا ضرور ہے، لیکن ہمکو انکے قلم سے اس سے زیادہ تصریح کی توقع تھی، رسالہ مذہب و عقلیات کا محض "مضمون" ہی "ماخوذ" نہین بلکہ اسکا بڑا حصہ حرفاً حرفاً منقول ہے۔

کتاب کے آخر مین تین ضمیمے ہین، ضمیمہ اول مین فہرست ماخذ ہے، ضمیمہ دوم اُن کتب حقائق پر مشتمل ہے، جو صوفیہ اسلام مین مستند سمجھی جاتی ہین، یہ فہرست طالبین کے لئے یقیناً مفید ہوگی، انگریزی مصنفین اکثر اپنی کتابون کے آخر مین اس قسم کی فہرست (Bibliography) دیا کرتے ہین، برنی صاحب کا یہ طریقہ دوسرے اردو

مصنفین کے لئے بھی باعث تقلید ہونا چاہیئے، ضمیمہ سوم مین مغربی تصانیف و مصنفین کی فہرست دیگئی ہے، یہ فہرست البتہ غیر ضروری تھی، کہ اس سے کتاب کے نفس مضمون کو مطلق تعلق نہین، اور زیادہ افسوس یہ ہے کہ اس فہرست مین متعدد سامحات بھی موجود ہین، مثلاً گنگسلے کو فلسفیون مین شمار کیا ہے، حالانکہ اس نام کا قطعاً کوئی فلسفی نہین ہوا ہی ایک شاعر ادیب البتہ ہوا ہے، یا ہکسلے کی ایک کتاب "فزیکل بیسس آف لائف" کے نام سے درج کی ہے، حالانکہ اس نام کی اُسکی کوئی کتاب موجود نہین، یہ اسکے ایک ایڈریس کا عنوان تھا، وقس علی ہذا۔ مغربی مصطلحات کی فہرست بھی خواہ مخواہ کا اضافہ ہے، اُن کو اسرار حق سے ضمناً بھی کوئی واسطہ نہین۔

آیندہ ایڈیشن مین ترتیب پر نظر ثانی کے ساتھ کتابت وطباعت پر بھی مزید توجہ کی ضرورت ہے، اور "تمہید" کو تو یقیناً اسقدر مجمل نہ رہنا چاہیئے، تمہید اگر مطالب کتاب یا ضرورت تالیف کی وضاحت نہین کرتی تو اسکا عدم اُسکے وجود سے بہتر ہے۔

ان چند فروگذاشتون کے باوجود یہ واقعہ ہے کہ اسلامی تصوف کے متعلق اسقدر مستند معلومات یکجائی طور پر کسی اور اردو کتاب مین مشکل ہی سے مل سکین گے، اور اس لحاظ سے کتاب واجبی قدردانی کی مستحق ہے۔

ضخامت مع ضمیمہ جات ۳۰۷ صفحے، تقطیع ۱۸×۲۲ - غالباً مجلد ہی ملتی ہے جلد خوشنما، قیمت سے ر ملنے کا پتہ، مصنف، ترپ بازار حیدرآباد دکن، یا منیجر مسلم یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ پریس علی گڈھ۔

# عرب اور اُنکا مستقبل

مولوی سید مقبول احمد صاحب الہ آبادی نے اس کتاب مین حسب ذیل مضامین پر دلچسپ وقابل مطالعہ بحث کی ہے، عرب قدیم، فتوحات عرب، تمدن عرب، انحطاط عرب، ممالک عرب مستقبل عرب، گذشتہ جنگ مین عربون نے تمام عالم اسلامی کے جذبات کے خلاف جو روش اختیار کی تھی اُسکے نتائج بد کا خمیازہ تمام مسلمانان عالم اور بدقسمتی سے وہ خود بھی اُٹھا رہے ہین، اس کتاب کے مقدمہ مین اس روش کو حق بجانب ثابت کرنیکی کوشش کیگئی ہے، مولف نے ترکون پر جن الفاظ مین الزامات قائم کئے ہین وہ یہ ہین: -

اس ملک کو ترکون کی غفلت کے زمانہ مین کوئی اقتصادی یا ملی ترقی نہین ہوئی، یہانتک کہ عربون کے آثار قدیم مین سے وہ چند قبور اور زیارات باقی رہ گئے ہین جنکا محفوظ رکہنا ترکون کے نزدیک مذہبی فرض تہا، مگر عربی ملت، عربی علوم، عربی مدارس اور سب سے زیادہ زمین کی خداداد زرخیزی کو کچھ ایسا مٹی کے تلے دبا یا کہ جب تک اُنھون نے خاک پاک عرب کو اپنے بوٹون سے نہ جہاڑ لیا، بیروت کے صرف ایک عیسائی مشنری کالج کے سوا جو عربون کے تمدن اور علوم کو اپنی خفیف ضیا سے منور کرنے کی کوشش کر رہا تہا عربون کا کوئی ذریعہ دینی اور دنیوی نجات کا باقی نہ رہ گیا تہا -

اسی مقدمہ کے آخر مین مولف نے لکہا ہے کہ

رسول اللہ صلعم نے عربون کو حقارت سے دیکہنے یا بغض رکہنے والیکو وعید بن

فرمائی ہین، ہمارے بعض جوشیلے مسلمانون نے اکثر عربون کے متعلق ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ ان کو خائن، وحشی، بددین، جاہل سلطنت کے ناقابل غرض ہرقسم کے ناروا الفاظ سے یاد کرتے ہین۔

فرمان نبوی کے علاوہ یون بھی کسی کو برے لفظون سے یاد کرنا کوئی اچھی بات نہین، اور اسمین عرب وغیر عرب کی تفریق بھی ایک بے معنی سی چیز ہے، ممکن ہے گذشتہ جنگ مین عربون نے جو طرز عمل اختیار کیا اور اسکے جو نتائج ظاہر ہوئے اُنکی بنا پر کسی دردمند دل سے یہ الفاظ نکلے ہون، لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ جو ناقابل تلافی غلطی یا غداری عربون سے ظہور پذیر ہوئی، اس جرم کے مقابلہ مین ان الفاظ کا کیا وزن باقی رہجاتا ہے۔

ایک موقع پر اسی مقدمہ مین مولف نے لکھا ہے کہ

قطع نظر اس بات کے کہ جمال پاشا کے نادرشاہی حکم اور اُن کا قتل عام عربونکی بغاوت کا سبب ہوا۔

ان الفاظ کو پڑھکر مجھے مشہور مستشرق پروفیسر مارگولیتھ کے ایک خط کی یہ عبارت یاد آگئی جو اُنھون نے مولانا سید سلیمان صاحب ندوی رکن اول وفد خلافت کے ایک خط کے جواب مین لکھی تھی،

| | |
|---|---|
| واما ما تعرضون من الدفاع عن الدولة الترکیة فیمنعنا من الاجابة الیہ ما قد اشتھر وشاع وذاع من اطلاق الاتراک لقنابل علی بیت اللہ الحرام وسفکھم الدماء المسلمین فی سوریا وانتھا کھم کل المحارم | اور آپ نے دولت ترکی کی حمایت ومدافعت کی نسبت جو خیالات پیش کئے ہین ہمکو انکے قبول کرنے سے وہ خبرین روکتی ہین جو اسوقت عام طور پر ہر جگہ مشہور ہین یعنی ترکون کا بیت اللہ پر گولہ باری کرنا، شام مین مسلمانون کا قتل عام، قابل حرمت اُمور کی بیحرمتی کرنا اور اُن کا ہر اس فعل کو |

واقد امصر علی کل ما یقبح ذکرہ۔ عمل مین لانا جسکا ذکر بھی بُرا ہے،

اصل یہ ہے کہ موٴلف نے ان واقعات کو جس روشنی مین دیکھا ہے کہ اسکی شعاعین کہین اور سے آئی ہین، حالانکہ اُنکو چاہیئے تھا کہ واقعات کو بہت احتیاط کے ساتھ اپنے زاویۂ نگاہ سے دیکھتے، ترکون پر جو الزامات لگائے گئے ہین اُنکے متعلق اتنا مسلم ہے کہ بے شبہہ ترکی دورِ خلافت مین عرب کا کوئی شہر قسطنطنیہ نہ بن سکا، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کبھی ایسا ہوا بھی ہے اموی اور نیز عباسی دورِ خلافت جو موٴلف کے نزدیک خالص عربی خلافت کا زمانہ تھا کیا اسمین بھی عرب کا کوئی شہر دمشق و بغداد کا ہمسر بن سکا تھا؟

تمدن عرب کے تحت مین زیادہ تر علوم و فنون پر بحث ہے، یہ چندان قابلِ اعتراض نہین کہ مصنف نے جو کچھ لکھا سرسری لکھا ہے، لیکن یہ امر یقیناً قابلِ اعتراض ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بالکل غیر ذمہ دار قلم اور غیر محتاط طریقہ سے لکھا گیا ہے، یورپین مصنفین کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ اسلام کے ہزار سالہ تمدن مین جو کچھ بھی ہوا ہے، اسکو وہ عربون سے وابستہ کردیتے ہین اور پوری تاریخ کا نام تاریخ تمدن عرب رکھتے ہین، حالانکہ اسلامی تمدن کے زیادہ شعبے ایسے ہین جنکی ترقی غیر عرب اقوام کے قوائے دماغی و طبعی کی مرہون منت ہے، فرانس کے مشہور مصنف گستاولی بان نے اسلام کی تمدنی تاریخ ایک ضخیم مجلد مین لکھی جسمین اندلس، افریقہ، اور ہندوستان کی تمدنی ترقی کو نہایت وضاحت سے دکھلایا ہے، وہ ہر ملک کی تعمیرات و علوم و فنون اور مصنوعات کی خصوصیات کو دکھاتا ہے، ایک دوسرے مین امتیاز و فرق کی تصریح کرتا ہے لیکن اس پورے مرقع کا نام وہ تاریخ تمدن عرب رکھتا ہے۔

بہرحال یہ ایک غلطی ہے جسمین باہر والے مبتلا ہو سکتے ہین لیکن گھر والون کو تو واقف ہونا چاہیے موٴلف نے نہایت آزادی سے اکثر علوم و فنون کے مشاہیر علما کو عرب لکھدیا ہے، حالانکہ واقعہ ایسا

نہین ہے، نحو و صرف کے مشاہیر علما و ائمہ غیر عرب تھے، فقہ و حدیث کے اکثر ائمہ غیر عرب تھے، امام رازی، و امام عبد القاہر جرجانی عرب نہ تھے، بو علی سینا کو عرب کہنا صحیح نہین، ابن باجہ، ابن رشد، اور ابن خلدون کی قومیت و وطنیت عرب نہ تھی، یہان تفصیل سے اسکو لکھا نہین جا سکتا، لیکن یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام کی تاریخ جن مایۂ ناز افراد سے روشن ہے وہ زیادہ تر غیر عرب اور خال خال عرب ہین،

ممالک عرب کے تحت مین مولف نے جغرافیہ عرب لکھا ہی، اولاً ترتیب کے لحاظ سے اس باب کو مولف نے جو جگہ دی ہے وہ شاید درست نہین، دوسری بات یہ ہی کہ مولف نے عرب کے دامن مین جسقدر ممالک سمیٹ لئے ہین وہ بھی صحیح نہین، اس جدید جغرافیہ کے رو سے شام و عراق کے علاوہ مصر، طرابلس الغرب، تیونس، الجزائر، اور مراکش بھی عرب مین داخل ہین، خلیفہ ہارون رشید نے اپنی وفات کے وقت اپنی مملکت دو بیٹون امین و مامون پر جسطرح تقسیم کی تھی وہ یہ کہ ممالک مغربی و ممالک مشرقی ممالک مغربی مین عرب، شام و عراق، مصر، طرابلس الغرب، الجزائر، تیونس اور مراکش داخل تھے، جہان کی آبادی تمامتر عربی زبان بولتی تھی، اس تقسیم کے معنی یہ نہین ہین کہ یہ تمام ممالک عرب مین داخل ہین، ان مسامحات کے باوجود بھی مولف کی محنت مستحق داد ہے، گو سرسری ہی تاہم کچھ نہ کچھ مفید معلومات یکجا کر دیئے گئے ہین جن سے ناظرین کو امید ہے کہ فائدہ پہنچے، آخری حصہ مولف کے خیالات ہین جنکی طرف عام مسلمانون کو توجہ دلائی گئی ہے، کتاب صاف ستھری اور ہر طرح اچھی چھپی ہے، تقطیع کلان، کاغذ سفید، صفحے ۱۹۶، قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ، ملنے کا پتہ: آفس میسرس ایم، اے اینڈ کو انجینیرس و کنٹریکٹرس نمبر ۱۲۹، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ۔

---

## مطبوعات جدید

مشاہیر ہند، مولانا محمد علی، مہاتما گاندہی، پنڈت مالویہ، مسٹر گوکہلے اور دیگر خدام ملک وملت کے حالات مین شیخ نذر محمد صاحب انور بی، اے اسسٹنٹ ایڈیٹر پبلک لاہور نے یہ کتاب تالیف فرمائی ہے، جسکی ضخامت ۱۰۴ صفحہ ہے، لیکن سمجھ مین نہین آتا کہ انتخاب مین کونسا اصول پیش نظر رکہا گیا ہے، اگر مصلحین قوم کی سوانح لکھنا ہے تو غریب سرسید نے کیا قصور کیا تہا جو انکے حالات قلم انداز کر دیئے گئے؟ اور ہز ہائنس نواب میر محبوب علیخان مرحوم فرمانروا سلطنت آصفیہ کو اس صف مین کیسے کھڑا کر دیا گیا؟ دیگر مشاہیر ہند جو اس نشاۃ جدیدہ مین پیدا ہوئے ہین، اُنکے نظر انداز کرنے کی وجہ بھی ہماری سمجھ مین نہین آتی قیمت مجلد عہ؎، غیر مجلد عـ، صوفی دارالاشاعت پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات سے ملیگی۔

پارہ ہاے جگر، مولوی محمد مبین صاحب کیفی چریاکوٹی سابق مدیر العلم کی چہہ نظمون کا مجموعہ ہے، جو جناب حکیم برہم صاحب ایڈیٹر مشرق کے زیر اہتمام طبع ہوکر شائع ہوا ہے، قومی نظمون کا ایک خاص اسٹایل ہوتا ہے، لیکن مولوی کیفی نے جو طرز اختیار کیا ہے اسکو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ انکی نظمین اسلام کی دردناک حالت کا مرثیہ نہین بلکہ حسن وعشق کی دلچسپ داستانین ہین، البتہ زندہ جاوید کے نام سے جو نظم لکھی ہے وہ اس نکتہ چینی سے مستثنیٰ ہے، قیمت درج نہین، مشرق گورکہپور کے پتہ سے مصنف سے ملیگی۔

صدیق اکبر، خواجہ محمد عباداللہ صاحب اختر بی، اے نے جو مختلف کتابون کے مصنف ہین، حضرت ابوبکر صدیق کی ایک سوانح عمری لکھی ہے جسمین اگرچہ بعض ایسی

بحثیں آگئی ہیں جو غیر متعلق ہیں، تاہم اُن سے ناظرین کے معلومات ہیں اضافہ ہو سکتا ہے،
قیمت ع، شیخ الہی بخش و جلال الدین تاجران کتب بازار کشمیری لاہور سے ملیگی۔

دین و دنیا: یہ ماہوار رسالہ "نظامیہ دار الاشاعت" دہلی سے شایع ہوتا ہے جسکے ساتھ خواجہ حسن نظامی صاحب کا رسالہ پیر بھائی بھی شامل ہے، اسکی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ ہر خریدار کو اختیار ہے کہ جب اُسکا جی چاہے دیکھے ہوے پرچے احتیاط سے واپس کرکے اپنی ادا کردہ کل قیمت واپس لیلے، چونکہ اسمین اشتہارات کا حصہ بہت کافی ہوتا ہے اسلئے ممکن ہے کہ بعض طبایع کو اس رعایت سے بدگمانی پیدا ہو۔

لیکن اسمین شک نہین کہ "دین و دنیا" کے متعلق مفید و دلچسپ معلومات کا ایک وافر ذخیرہ اس کے اندر ہوتا ہے، اور خواجہ صاحب کے مقبول و دلکش طرز تحریر کا لطف مزید براں، قیمت سہ ماہی ۸ر، ششماہی عہ ر، سالانہ عا ر، فی پرچہ ۱ر ہے۔

مخزن، مخزن اُردو کے قدیم ترین رسالون مین ہے، اپنے ابتدائے زمانۂ اشاعت سے لیکر آج تک اُس نے مختلف قالب بدلے ہین اور ہر قالب مین اسکی خاص خصوصیت یعنی ادبی رُوح جھلکتی رہی ہے، موجودہ تغیر و تبدل مین اُسکی عنان ادارت مولوی ابوالبیان بیدل شاہجہانپوری کے ہاتھ مین آئی ہے، یہ وہی بیدل ہین جنکے متعلق مولانا شبلی مرحوم کا ایک مصرع ہے،
ع چہ توان کرد چہ فرمودۂ بیدل باشد۔ مخزن کی خوش قسمتی ہے کہ وہ آیندہ سے تمامتر "فرمودۂ بیدل" ہوگا، قیمت سالانہ قسم اول للعہ ر، پتہ: مخزن لاہور، تقطیع پہلے سے بڑی کر دیگئی ہے،

مدینہ: بجنور کا مشہور اخبار ہے جو حال مین نئے آب و رنگ کے ساتھ نکلنا شروع ہوا ہے اسکے مضامین عمدہ اور تراجم پر زور ہوتے ہین، تازہ خبرون کی فراہمی پر بھی اُسکو خاص توجہ رہتی ہے اُسکے سائز مین بھی اضافہ کیا گیا ہے، غرض ظاہری اور باطنی حسن و خوبی کے لحاظ سے یہ اخبار پڑھنے کے قابل ہے۔

## مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم ۔ اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انباط اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۔ عہ

سیرۃ عائشہؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی، قرون اولیٰ کی خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب، اور ام المومنین کے فضائل و مناقب و اونکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۵۰ صفحہ قیمت ۔ عہ

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری ۔ عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۔ ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم ۔ ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنت والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۔ ۲ر

بہادر خواتین اسلام ۔ ۲ر

## مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی و سیاسی کارناموں اور انکے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے ۴۱۰ قیمت ۔ عہ

## مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد عا، غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح اور سلیس ترجمہ مجلد عا، مذہب و عقلیات، اس مین ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین ۔ ۴ر

## مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفہ اجتماع جماعات انسانی کا علم النفس ۔ عہ

فلسفہ جذبات، طبع جدید مع ترمیم ۔ عا

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جلد اول قیمت ۔ ے

ایضاً، جلد دوم ۔ عہ

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ قسم اول ۔ عہ

ایضاً قسم دوم ۔ عہ

## پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک معتقدانہ تصنیف، فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۔ عہ

تاریخ صحف سماوی، توراۃ، انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب، قسم اول ۔ عہ دوم ۔ ے

## مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ صفحہ ۲۳۴ ۔ عا

## مولوی عبد الحق بی اے متعلم لکھنؤ

اساس التعلیم، فن تعلیم پر ایک فلسفیانہ تصنیف ۔ عا

## مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح ۔ عا

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کی جامع و مختصر سوانح عمری ۔ عہ

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس وعام فہم زبان مین قیمت ۸/

رموز فطرت، طبعیات، طبقات الارض، ہیئت، و جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین ۸/

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد ۱۲/

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی و مذہبی ۸/

نعت پیمبر، عربی، فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ ۸/

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی سے

کیگئی، سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین صفحہ ۱۰۲

الانسان، اس مین انسان کے تمام قوا نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳ قیمت ۱۲/

مولانا سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلما

نور الایمان، سوال و جواب کے پیرایہ مین بچونکو مذہبی و عقلی طور سے اسلام کی تعلیم ۲/

یاد ایام، گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے گئے ہین، وہان کے امرا، وزرا، علما، اور مشائخ کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی غایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے لکھی گئی ہے صفحہ ۴۴، قیمت ۱۰/

# قواعد رکنیت دار المصنفین ترمیم جدید

۱۔ ہر شخص جو دار المصنفین کو ۲۰۰ یکمشت ادا کریگا وہ "رکن دائمی" قرار دیا جائیگا، اور وقت رکنیت سے دار المصنفین کی تمام مطبوعات ماہانہ و سالانہ اُس کو ہدیۃً دیجایا کرینگی،

۲۔ جو دار المصنفین کو ۱۲ سالانہ ادا کریگا وہ "اول رکن اعانت" ہوگا اور اوس کو سال بھر تک مجلس کا ماہوار رسالہ (معارف) اور سال کی تمام مطبوعات بلاقیمت نذر کی جائینگی،

۳۔ ۶ سالانہ ادا کرنیوالا "دوم رکن اعانت" ہوگا، اسکو معارف بلاقیمت اور دیگر مطبوعات نصف قیمت پر دیجائینگی،

# معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت ۵ ہے، اور قیمت فی پرچہ ۸/ (۲) نمونہ کا پرچہ ۸/ مین وی پی ہوگا، (۳) رسالہ ہر ماہ کے آخر مین شائع ہوجاتا ہے، اس مین عموماً تاخیر نہین ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۳۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ تک وہ اطلاع دین ورنہ بعد کو انکو پرچہ بقیمت بھیجا جائیگا، ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی آخیر تاریخ تک مطلع کرین

(۴) خریداران معارف اپنی خط و کتابت مین اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر کرین ورنہ تعمیل مین وقت اور بسا اوقات مجبوری ہوتی ہے،

(۵) قومی انجمنون اور کتبخانون سے اکثر مفت کی یا تخفیف قیمت کی درخواستین آتی ہین، افسوس ہے کہ انکی تعمیل کی قدرت نہین۔

منیجر دار المصنفین مسعود علی ندوی

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۱

# معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

## سید سلیمان ندوی

---

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

---

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

# کتبخانہ دارالمصنفین اعظم گڈھ

## علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ دوم، رجہ اعلیٰ عـه
ایضاً حصہ دوم: رجہ دوم ، رجہ سوم
الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف و طرز حکومت عـا ر
الغزالی امام غزالی کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ عـا ر
شعر العجم حصہ اوّل ، شاعری کی حقیقت فارسی شاعری کا
آغاز و قدما کا دور صفحہ ۲۷۵ سے ،
ایضاً حصہ سوم ، شعرائے متاخرین صفحہ ۲۴۰ عـہ
(حصہ دوم اور چہارم و پنجم زیر طبع ہیں)
الکلام جدید علم کلام عـہ
الانتقاد علی التمدن الاسلامی ، جرجی زیدان کے تمدن
اسلامی پر عربی میں ریویو ، ر
سوانح مولنا روم مولنا کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ و تصوف
اور مثنوی پر تبصرہ ، قیمت عـہ
مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر پر اعتراضات
اور ان کے جوابات قسم اول عـہ دوم ۱۲ ار
مکاتیب شبلی مولنائے مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو
علمی ، قومی ، ادبی ، اخلاقی معلومات
کا خزانہ ہے جلد اول عـا ر
ایضاً جلد دوم عـا ر
رسائل شبلی ، مولنا کے متفرق علمی مضامین کا
مجموعہ ۔ قیمت عـہ
قصیدۂ امرتسر ، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلما میں

مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا
طبع رنگین والے ۲ر
مجموعۂ کلام شبلی ، اُردو ۱۲ ر
مثنوی صبح اُمید ، اُردو ۴ ر
نوحۂ اسحاق ، مولنا کا اپنے بھائی کی وفات پر پُر درد
مرثیہ ، ار

### مولنا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم ، جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ۴ر
تفسیر سورۂ قیامہ " ۴ر
تفسیر سورۂ والشمس " ۴ر
تفسیر سورۂ والکفرون " ۴ر
تفسیر سورۂ والعصر " ۴ر
الرای الصحیح فی من ھو الذبیح ، عربی میں حضرت اسمٰعیل
کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل
اور مختصر رسالہ ۱۰ر
اسباق النحو سہل طرز پر عربی گرامر ، اُردو ۵ر
دیوان حمید ، مولنا کا فارسی دیوان مع تصویر ۲ر
خرد نامہ منظوم خاص فارسی زبان میں امثال سلیمان کا
ترجمہ ۸ر
تحفۃ الاعراب ، عربی کی نحو جدید اُردو نظم میں ، ۲ر
دیوان الفیض ، ہندوستان کے ایہ ناز استاد ادب
مولنا فیض الحسن سہارنپوری کا عربی
کلام صفحے ۲۰۰ ۔ قیمت عـه

| جلد ہشتم | ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ مطابق اگست ۱۹۲۱ء | عدد دوم |
|---|---|---|

# مضامین

# شذرات

ہمارا ملکی شاعر ٹیگور، مغرب کی طویل سیاحت کے بعد ماہ گذشتہ مین وطن واپس آگیا، سرزمین یورپ یعنی فرانس، انگلستان، اٹلی، اسٹریا، جرمنی، ہالینڈ، سویڈن، جہان جہان اس نے قدم رکہا تعظیم واحترام نے اسکی پیشوائی کی، اور عقیدت مندی اسکے لئے فرش راہ رہی، شعراء وحکمار نے اس سے نیازمندانہ ملاقاتین کین، یونیورسٹیون نے اسکے مقالات وخطبات سُنے، اور اخبارات نے اسکے پیامات شایع کئے۔ برلن یونیورسٹی مین لکچر کے وقت معینہ پر انسانی آبادی کا ایک سیلاب آگیا، احاطہ کے اندر جو ہجوم تہا اسکا علم توخدا ہی کو ہوسکتا ہے، البتہ جو لوگ احاطہ کے باہر کھڑے رہ گئے تھے، ان کا تخمینہ پندرہ ہزار کا تہا، اسکی تصانیف کو جو حسن قبول حاصل ہے، اسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہی کہ "ہوم اینڈ دی ورلڈ" کے جرمن ترجمہ کے ڈیڑہ لاکہ نسخے چہ مہینے کے اندر فروخت ہوگئے، اور "سادہن" کا جرمن ایڈیشن تین ہفتہ کی مدت مین پچاس ہزار کی تعداد مین ہاتھون ہاتھ نکل گیا!

---

ٹیگور کی عزت ادب ہند کی عزت ہے، اسکا اعزاز کل ملک کے لئے موجب افتخار ہی اور اسکی مسرت تنہا ہم سب کی مسرت ہے، سچ یہ ہے کہ ہر ملک وقوم کی وقعت وعظمت کے حقیقی حامل ایڈیٹ وارباب سیاست نہین، بلکہ اہل قلم وارباب علم ہوتے ہین، جرمنی سے اگر گینٹ و

گینٹے کو حذف کردیا جائے تو باقی کیا رہجائیگا، انگلستان مین اگر شیکسپیر و بیکن نہ پیدا ہوئے ہوتے
کون اسکی بات پوچھتا؟ فرانس کی عظمت کے محافظ ڈیکارٹ و برگسان ہین، یونان کی زندگی
و مرد فلاطون کے دم سے وابستہ ہے، ایران کو سعدی و حافظ کی ہیجا نفسی موت سے بچائے
وئے ہے، ہندوستان کا بھرم کالیداس و والمیک قائم رکھے ہوئے ہین ٹہیک اُسی طرح
ج ٹیگور کی ہستی ایسی ہے جو غیرون کے سامنے ہندوستان کی لاج رکھے ہوئے ہے، ہندوستان
ین بیشک آج نہ کوئی نپولین ہے، اور نہ پرنس بسمارک، نہ کوئی پریسیڈنٹ ولسن ہے، اور نہ
لائیڈ جارج، لیکن جسوقت تک اس سرزمین پر ٹیگور، اکبر، و اقبال کا دم قائم ہے۔ کون اُسکے
فخر کی گردن کو جھکا سکتا ہے؟

---

ہندوستان کے ایک ممتاز سیاسی لیڈر آج سے ڈہائی سال قبل ایک سیاسی وفد پر یورپ گئے تھے، اُن کا بیان ہے کہ جسوقت وہ فرانس مین سفر کررہے تھے، اُن کے درجہ مین تین شخص اور آکر بیٹھے، جو ملک سویڈن کے باشندہ تھے، اُنکو جب یہ معلوم ہوا کہ اُن کا ہم سفر ایک ہندوستانی ہے تو معًا اسکی جانب کمال التفات و توجہ، خلق و تواضع کے ساتھ محض اس بنا پر پیش آنے لگے کہ وہ ٹیگور کا ہموطن ہے، آگے چل کر جب وہ ران گفتگو مین اُنہین معلوم ہوا کہ ہندوستان مین خواندہ آبادی کا تناسب چھہ فیصدی سے بھی کچھ کم ہے تو ان کے حیرت کی انتہا نرہی بے اختیار وہ باربار یہ فقرہ دُہراتے تھے کہ جو ملک ٹیگور پیدا کرسکے ناممکن ہے، وہان کے لوگ اسقدر جاہل و ناخواندہ ہون -

---

یہ سب کچھ سہی، لیکن معلوم نہین مغرب نے ٹیگور کے پیام کو کس دل سے سُنا، ہمارے

مشرقی شاعر کا اصلی پیام عالمگیر امن و آشتی، اتحاد و اخوت کا پیام ہے، وہ یورپ مین جہان جہان پھرے، اسی کی منادی کرتے رہے، انھون نے مختلف عنوانات پر صدہا لکچر دیئے اور مضامین شائع کئے، لیکن یہی ایک راگ تھا جو مختلف سازون سے ادا ہوتا رہا، مگر ان عددی حقائق کا کیا جواب ہے کہ اسوقت یورپ کی مسلح افواج کا شمار جو اپنے اخوان جنس کی جان لینے پر ہروقت کمربستہ ہین، ۳۰۰ لاکھہ سے کم نہین، جنکی سب سے بڑی تعداد، یعنی ۲۳ لاکھہ کی جماعت، برطانیہ فرانس، اور اُن کے حلیفون کے جھنڈون کے نیچے ہے؟ کیا خونخواری و خون آشامی کا یہ عفریت "ساحر بنگال" کے کسی افسون یا نقش سے زیر ہوسکتا ہے؟ بلبل کی خوش الحانی مسلم ہے لیکن توپون کی گھن گرج مین بھی بھلا آج تک کسی نے اسکی زمزمہ سنجیون پر توجہ کی ہے؟

---

آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر ایک ایسی ہستی نے جو ٹیگور سے بدرجہا زیادہ عالی مرتبہ و برگزیدہ تھی اور نصرت الٰہی جسکے جلو مین رہتی تھی، اپنے ہموطنون کو راہِ ہدایت دکھانا چاہی تھی، اُسکی آواز سب کے کانون مین پڑی، بہت سی گردنین اُسکے سامنے خم ہوگئین، پھر بھی ایک بڑی تعداد ایسے سنگدلون کی رہی جس نے سب کچھ سُن سُنا کر منہ موڑ لیا اور صاف صاف کہدیا کہ تم ہم پر کسی طرح کا اثر نہین ڈال سکتے، تم جو باتین کہتے ہو وہ ہمارے دل مین کچھ اُترتی نہین اور ہمارے کانون مین گویا اُنکی طرف سے ایک طرح کی گرانی ہے، اور ہمارے تمہارے درمیان گویا پردہ حائل ہے، پس تم اپنی طرح پر عمل کئے جاؤ اور ہم اپنی جگہ پر عمل کر رہے ہین، (فما عرض اکثرھم فھم لا یسمعون، و قالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ و فی آذاننا وقر و من بیننا و بینک حجاب فاعمل اننا عاملون)

ان سنگدلون کے مقابلہ مین غریب ٹیگور کی کیا بساط ہے جو اُسکی کوششون کے

بارآور ہونے کی کچھ بھی توقع کیجا سکے !

---

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان ایک مفلس و نادار ملک ہے، اور یہان کے باشندے تقریباً فاقہ کشی کی حالت مین بسر کرتے رہتے ہین، لیکن جانتے ہو یہ "مفلس" و "نادار" ملک دنیا کے سامنے اس دعوی کا کیا ثبوت پیش کر رہا ہے؟ سال گذشتہ کی ایک ششماہی مین یعنی اپریل سے ستمبر ۲۰ء تک ہندوستان مین ۷۴۹۸ موٹرون کی خرید ہوئی جنکی مجموعی قیمت ۳۰۸۰۰۰۰۰ (تین کرور آٹھہ لاکھہ) ہوئی، در آنحالیکہ ۱۹ء کی اسی ششماہی مین کل ۲۵۵۳ موٹر خرید کئے گئے تھے، جنکی قیمتون کی میزان ۷۴ لاکھہ تھی، یہ تعداد محض برٹش ہندوستان سے متعلق ہے، ریاستون مین جو خرید ہوئی اسکا ان اعداد سے کوئی تعلق نہین، ہر ہر صوبہ نے اس "کار خیر" مین جس حد تک شرکت فرمائی اسکی تفصیل حسب ذیل ہے :-

| | |
|---|---|
| صوبۂ بمبئی | ۲۷۷۵ |
| صوبۂ بنگال | ۲۶۹۴ |
| صوبۂ مدراس | ۹۰۸ |
| صوبۂ سندھ | ۵۹۰ |
| صوبۂ برہما | ۵۳۱ |

یہ مصنوعات ہندوستان مین آئین کن کن ممالک سے؟ اسکا جواب بھی اعداد کی زبان سے سُن لینا چاہیئے :-

| | |
|---|---|
| امریکہ سے | ۵۶۵۴ |

| | |
|---|---|
| برطانیہ سے | ۱۰۰۲ |
| کناڈا " | ۲۴۵ |
| فرانس " | ۹۴ |
| اٹلی " | ۳۴ |

یہ حساب پوری ششماہی کا تھا، مگر معلوم ہوتا ہے رفتار اسراف روز بروز تیز ہی ہوتی گئی، چنانچہ اسکے آخری مہینہ یعنی صرف ستمبر سنہ ۲۰ء مین ۱۱۴۰ موٹرین ہندوستان مین خرید کی گئین، جنمین ۳۴۲۷ امریکہ سے آئین، اور ۲۴۷ برطانیہ سے!

---

اگر یہی شاہ خرچیان کسی ملک کی عسرت، ناداری، وافلاس کی دلیل بن سکتی ہین تو خدا معلوم اسراف، تبذیر، نفس پرستی وتن پروری کا اطلاق کن واقعات پر ہوسکیگا، ایک مہاتمائی شخصیت کے اثر سے ایک کرور چندہ جمع ہوجانے کو جو حضرات ملک کی عالی ہمتی، ایثار وخلوص نیت کے ثبوت مین پیش کرتے ہین، اُن سے بہ ادب التماس ہے کہ ایک ششماہی مین "عیاشی" کی صرف ایک مد مین تین کرور آٹھہ لاکھہ کی رقم خطیر لٹا دینا کس امر کی دلیل ہوسکتی ہے؟ فطرت کا یہ ایک ازلی قانون ہے کہ جہان اُسکے دربار سے خفیف سے خفیف محاسن پر انعام ملتا ہے وہان اُسکی گرفت سے کوئی جزئی سے جزئی معصیت بھی بچ نہین سکتی، جو لوگ اپنے حسن عمل پر صلہ وثواب کے متوقع ہین، اُنھین اپنے سوء عمل کے بھی ایک ایک جزئیہ کے احتساب وپاداش کے لئے تیار رہنا چاہیئے، ان کان مِثقالَ حَبَّۃٍ مِن خردلٍ اَتَینا بِہا وکفیٰ بِنا حاسبین۔

---

ہمارے اخبارات اور ہماری انجمنین مصروف شور وشیون ہین کہ ہمارے ملک ہمارے

ہاتھ سے نکل کر اغیار کے قبضہ مین جا رہے ہین، لیکن اس سے زیادہ ماتم انگیز یہ واقعہ ہونا چاہیئے کہ ہمارا خلوص و ایثار، ہمارا صبر و استقلال، ہمارا تقویٰ و ضبطِ نفس ہم سے رخصت ہو رہا ہے، اور انکے بجائے حبِّ زر، حُبِ جاہ و حُبِ دنیا کا غلبہ ہم پر ہوتا جاتا ہے، درآنحالیکہ حیات دنیوی وہ شئے ہے جسکو قرآن مین ہر جگہ متاع "متاع الغرور" اور "لہو و لعب" سے تعبیر کیا گیا ہے، اور حدیث نبوی مین تصریح کے ساتھ حُبِ دنیا کو ہی تمام گناہون کی اصل قرار دیا گیا ہے (حب الدنیا راس کل خطیئۃٍ) بلکہ ایک حدیث مین تو حضور رسول خدا سے یہانتک مروی ہے کہ قسم خدا کی مین اس سے ذرا بھی اندیشہ نہین کرتا کہ تم لوگ فقر و فاقہ مین مبتلا ہو گے، البتہ مین اس سے اندیشہ کرتا ہون کہ جس طرح تم سے پیشتر والون پر دنیا فراخ کر دی گئی تھی، تم پر بھی فراخ کر دیجائے، اور انکی طرح تم بھی اُسکی جانب رغبت کرنے لگو، اور پھر انکی طرح دنیا تمہین بھی ہلاک کر ڈالے، (عن عمرو بن عوفٍ قال قال رسول اللہ صلعم فواللہ لا الفقر اخشیٰ علیکمُ ولکن اخشیٰ علیکم اَنْ تُبسَطَ علیکم الدنیا کما بُسِطتْ علیٰ من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا وتُھلکم کما اَھلکتھم)

---

ہزارہا روپیہ خرچ کر کے اُن قومون سے جو علانیہ ہماری قوم و مذہب سے دشمنی کا ثبوت دیچکی ہین، اپنی تن آسانی، جاہ پسندی، و خودنمائی کے لئے موٹرین خرید کرنا تو الگ رہا، بعض حقیقت سنجان اسلام نے تو استغنا و ہر قسم کی دنیوی املاک کو حاصل کرنا حکمت شیطانی مین حصہ لگانے کے مرادف قرار دیا ہے، خشت شکستہ سے زیادہ بے بساط شئے اور کیا ہو سکتی ہی لیکن حضرت شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ حضرت مسیحؑ ایک ٹوٹی ہوئی اینٹ کو تکیہ کی طرح سر کے نیچے رکھکر سو گئے، شیطان آیا اور اپنی اس کامیابی پر نہایت مسرور ہوا کہ ہمیں

اسکی پلک مین سا چہا گئے ہوئے ہے! ارشاد ہوتا ہے،

عیسیٰ مریم بخواب افتادہ بود — نیم خشتے زیر سر بنہادہ بود

چون کشاد از خواب خوش عیسیٰ نظر — دید ابلیس لعین را بر زبر

گفت اے ملعون چرا استادۂ — گفت خشتم زیر سر بنہادۂ

جملۂ دنیا چو اقطاعِ من ست — ہست این خشت آنِ من این روشن ست

تو تصرف می کنی در ملک من — خویشتن آوردۂ در سلک من

عیسیٰ آن از زیر سر برتاب کرد — روی را بر خاک عزم خواب کرد

چون فگند آن نیم خشت ابلیس گفت — من کنون رفتم ز پیشت خوش بخفت

---

ہمارے ایک نامور مسلمان بزرگ کے صاحبزادہ جو کم عمری مین ولایت بھیجدیئے گئے تھے جب وہان سے تعلیم پاکر لوٹے تو انکو اپنی مادری زبان اُردو بالکل ایک نو وارد انگریز کی طرح از سر نو سیکھنا پڑی اس قسم کی مثالین نادر نہین ہین، جو طلبہ اتنی کم عمری مین نہین جاتے، اُنکی حالت بھی کچھ زیادہ بہتر نہین ہوتی، کم از کم اس طویل مدت کے لئے جب تک وہ آکسفرڈ اور کیمبرج کی آب وہوا مین رہتے ہین اُردو کو مطلقاً طاق نسیان کے حوالہ کر دیتے ہین، ہندوستان کے اسکولون اور کالجون ہی مین اپنی زبان کی طرف ترغیب و اعتنا کا کیا سامان تھا؟ ولایت جاکر یہ کرُوا کریلا نیم چڑھا جاتا ہے، اور وہان سے برسون کے بعد جب واپسی کی نوبت آتی ہے تو مشکل ہی سے کسی کو معمولی نوشت وخواند سے زاید اپنی زبان پر قدرت ہوتی ہے، بہتیرے بیرسٹرون کو دیکھا گیا ہے کہ جس زبان کو انھون نے شیر مادر کے ساتھ پیا تھا، اسمین روزمرہ کے بول چال مین لکنت، اور معمولی خط وکتابت مین املا تک کی غلطیان کرتے ہین، اور کسی غیر معمولی مسئلہ پر انکی تقریر یا تحریر تو زعفران زار بنجاتی ہے۔

جس طبقہ کی حمیتِ قومی اس حد تک فنا ہو چکی ہے کہ اپنا مذہب، اپنی روایات، اپنا تمدن، اپنی تہذیب اور اپنی وضع و قطع ہر چیز کو کھو کر سراپا "غیر" بجانے ہی کو اپنا سرمایۂ فخر و مباہات جانتا ہے اسکا تو ذہن بھی اپنی زبان سے جہل و بے پروائی کے ان غیرت سوز واقعات کی طرف نہ جاتا ہوگا، نہ اس سے ہمارا روئے سخن ہے، البتہ جو لوگ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم جدید کے ساتھ بھی اپنے قومی عناصر ہستی کے بقا و تحفظ کو لازمی سمجھتے ہیں، اُن کے لئے یہ خبر یقیناً ایک مژدہ ہوگی کہ اُنکے بعض غیور فرزندوں نے سات ہزار میل کے فاصلہ پر انگریزی زبان کی سب سے بڑی درسگاہ (کیمبرج) کے احاطہ میں بیٹھکر بھی اپنی زبان کی یکسر فراموشی کو گوارا نہ کیا، اور نوائے کیمبرج کے نام سے ایک راگ چھیڑ کر اُسکی یاد تازہ رکھنے کا سامان کیا ہے۔

حیات السنہ کی سب سے بڑی ضامن و محافظ شاعری ہے، انگلستان کی دُور دراز سرزمین میں بھی اوّل اوّل شاعری ہی کے جذبہ نے اُردو بولنے والوں کو اردو کی یاد دلائی، اور کیمبرج و آکسفرڈ وغیرہ میں وقتاً فوقتاً مشاعروں کی محفلیں منعقد ہوتی رہیں، لیکن بالآخر کیمبرج کے چند ابنائے ہند کو احساس ہوا کہ مادری زبان کا حق صرف مشاعرے کی تفریحی صحبتوں سے ادا نہیں ہو سکتا، اس احساس نے ایک مستقل "انجمن اُردو کیمبرج" کی بنیاد ڈالی، نوائے کیمبرج اسی انجمن کا ارگن اور ہندو مسلمان طلبہ کی متحدہ مساعی کا ایک ثمرہ ہے۔

---

یونیورسٹی کا سال چونکہ تین ٹرم میں تقسیم ہے، اسلئے رسالہ کا بھی سال میں تین ہی بار نکلنا طے پایا ہے، پہلا نمبر پچھلے مہینہ شائع ہو چکا ہے، گو ضخامت و طباعت وغیرہ کی بعض کمیاں اور خامیاں اصلاح طلب ہیں جنکا ایڈیٹر کو خود خیال ہے لیکن مجموعی حیثیت سے ظاہر و باطن دونوں حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں، رسالہ نثر و نظم، سنجیدگی و ظرافت کا ایک لذیذ مائدہ ادب ہے خصوصاً

ان لوگون کے لئے جو کیمبرج یا آکسفرڈ وغیرہ مین طالبعلمی کے لیل و نہار بسر کر چکے ہین تو اے کیمبرج" کی خوش نوائیون کو ہر طرح ترقی دینے کا سب سے زیادہ فرض بھی انہی پر عاید ہوتا ہے، اس نمبر مین سب سے زیادہ دلچسپ مضمون نواب نصیر حسین صاحب خیال کا کیمبرج مین دو شب" ہے ایک مختصر و فہمیدہ مضمون بعنوان "قومیت و مذہب" بشیر حسین صاحب زیدی (کیمبرج) کا ہے، جو تعلیم جدید کے سرمست طالبان آزادی کے لئے انہی کے برادری کے ایک فرد کی جانب سے مناسب وقت تازیانہ تنبیہ ہے، ایک مضمین خود اسی رسالہ کے متعلق مولوی عبد الماجد صاحب کا ہے جس مین اس کی ضرورت پر گفتگو کے علاوہ اسکی رہنمائی کے لئے بہت سے مناسب مشورے بھی دیئے گئے ہین۔

امید ہے کہ جس اتحاد و یگانگی کی روح کے ساتھ ہمارے ہندو مسلمان طلبہ نے سات سمندر پار ایک اہم ترین خدمت کو اپنے ذمہ لیا ہے، اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ یگانگی کے ساتھ اس خدمت کا خیر مقدم ہمارے کیسہ و قلم پر واجب ہے[1]۔

---

[1] مضامین و اشتہارات وغیرہ کے لئے مراسلت کا پتہ "آنریری سکریٹری اردو ایسوسی ایشن" نمبر ۱۲ پوسٹ آفس ٹریس کیمبرج (انگلینڈ) ہے، ہندوستان کے خریدارون کو رسالہ کی قیمت (جو سے سالانہ اور عہ فی پرچہ ہے) نواب نصیر حسین صاحب خیال مسلم انسٹیٹیوٹ ولزلی اسکوائر کلکتہ کی معرفت بھیجنا چاہئے۔

# مقالات

## رعب حکومت یا خوف خدا

## تاریخ روسہ کا ایک ورق

از مولوی عبدالماجد بی، اے

امور دنیوی، معاملات ملکی، مسایل سیاسی مین آخری حق فیصلہ کسکو حاصل ہے، مذہب کو یا سلطنت کو؟ اخلاق کو یا قانون کو؟ دارالافتار کو یا عدالت کو؟ حق و دیانت کو یا مصلحت وقت وتدبیر مملکت کو؟

یہ سوال اگر آج کسی متمدن، شایستہ، و تعلیم یافتہ جماعت کے سامنے پیش کیا جاے تو اکثر لبون پر بے اختیار تبسم آجائیگا، اور جو لوگ متانت کے ساتھ کچھ جواب دینا چاہین گے اُنکی زبانون پر بھی اس قسم کے فقرے آئین گے کہ معاملات ملکی سے بھلا شریعت و اخلاق کو کیا واسطہ سیاسیات (پالیٹکس) خود ایک مستقل فن کی حیثیت رکھتا ہے، اُسکا ایک خاص نظام و آئین ہے مخصوص اصول و مقاصد ہین، اور مستقل قواعد و ضوابط ہین، اسے کسی بیرونی امداد کی کیا حاجت ہے معاملات سیاسی کا فیصلہ تمامتر مصالح ملکی ہی کی بنا پر ہونا چاہیئے، مواعظ اخلاقی و نصوص شرعی کی مداخلت سے خواہ مخواہ خلط بحث پیدا ہوگا۔

موجودہ تہذیب و شائستگی کا جو مفہوم پھیلا ہوا ہے، اُسکے لحاظ سے یہ جواب حرف بحرف صحیح ہے، تمدن حاضرہ کا جو نقطۂ نظر ہے اسکے اعتبار سے سوال بالا یقیناً بالکل بے محل بلکہ

مضحکہ انگیز ہے، لیکن دنیا کی تاریخ اپنے ہر صفحہ مین نفسیات انسانی کے انقلابات کے بکثرت نمونے رکھتی ہے، جو عقیدہ ایک زمانہ مین جزو ایمان ہوتا ہے وہ دوسرے زمانہ مین مضحک بنجاتا ہی جو مسائل کل ناقابل انعطاف سمجھے جاتے تھے وہ آج تحقیق وکاوش کے مرکز بنے ہوے ہین، یہی نہین بلکہ ایک ہی وقت مین روے زمین کے مختلف اقطاع نفس انسانی کی نیرنگیون کا تماشاگاہ بنے رہتے ہین، فرانس کے مسلمات پر افریقہ مین محالات کا حکم لگایا جاتا ہے، مصر کے اوہام چین مین حقائق کا مرتبہ رکھتے ہین، کہین کے بدیہات کہین نظریات کے صف مین بھی جگہ نہین پاتے۔

مسئلہ زیر نظر بھی اس کلیہ کی ایک دلچسپ مثال ہے، تہذیب جدید بے شبہ اس تصور سے بھی لرز اٹھتی ہے، کہ سیاسیات کو کسی کا محکوم وماتحت بناکر رکھا جاے، لیکن آج سے چند صدیان پیشتر متعدد قومین ایسی تہین جنکا پختہ ایمان یہ تہا کہ بادشاہ آفتاب نہین، سایۂ آفتاب ہے خدا نہین، نائب خدا ہے، حاکم نہین، راعی ہے، اور قادر وآمر نہین محض امین ومحافظ ہے، اسلئے اُسکے تمام احکام، احکم الحاکمین کے ماتحت، اُسکے تمام اختیارات رب الارباب کے تابع، اور اُسکے تمام قوانین، قانون الٰہی کے محکوم ہین، اور ہر حق اطاعت، ہر مصلحت ملکی، ہر تدبیر سیاسی سے اہم تر، بالاتر، وبلند تر حقوق عبودیت وعبادت، اور فرائض دیانت و راستی و راستبازی، عدل وصداقت ہین،

ہندوؤن نے اپنے دور عروج مین برابر اسی اصول کو پیش نظر رکہا، انکی اصطلاح مین برہمن کا اطلاق اُس شخص پر ہوتا تہا جو علم وفن فضل وکمال، زہد وتقوی، عبادت وریاضت، پاکیزگی وپرہیزگاری مین ممتاز ہو، اور عزت واحترام کا سب سے زیادہ مستحق وہی سمجہا جاتا تہا دولت دنیوی کی فراہمی اُسپر حرام تھی، اُسکی زندگی فقر وفاقہ مین بسر ہوتی تھی باایں ہمہ بڑے سے

بڑے راجہ مہاراجہ پر اسکی قدمبوسی فرض تھی، بارہا ایسا اتفاق ہوتا کہ ایک مقتدر چھتری فرمانروا خدم وحشم کے ساتھ، ہاتھی پر سوار سڑک سے گذر رہا ہے، سامنے سے ایک غریب فاقہ کش برہمن چلا آرہا ہے، جسکے پیر مین جوتی تک نہین، اُسے دیکھتے ہی بادشاہ فیل زرنگار کو روک کر اس سے اترتا ہے، اور برہنہ سر و برہنہ پا برہمن کی خاک پا کو بکمال فخر اپنے لئے سرمۂ چشم بناتا ہے! برہمن کا فرض ہوتا تھا کہ بادشاہ کے حضور مین حق کی حمایت کرے اور مظلومون کی دادرسی کرائے، اور بادشاہ پر فرض تھا کہ حتی الامکان اُسکے ارشادات کی تعمیل کرے، پالٹکس اس دور مین سرتاپا مذہب و اخلاق کے ماتحت تھی۔

مسلمانون نے اپنے قرون اولی مین اس اصول کو اس سے بھی زیادہ سختی سے برتا، قرآن نے اپنے نزول کے ساتھ ہی دنیا مین یہ منادی کر دی کہ عزت وتکریم صرف خدا، رسول اور باایمان بندون کے لئے ہے، خدا کی نظر مین عزت وتکریم کا معیار صرف تقوی و پرہیزگاری ہے حسب و نسب، جاہ و مال، امارت و ثروت، یہ تمام چیزین بے حقیقت ہین، انسان کو برگزیدہ و محترم بنانے کے لئے صرف ایمان و عمل صالح کی ضرورت ہے، اس قسم کے احکام قرآن مین اس تواتر اور اس تصریح کے ساتھ ملتے ہین کہ ان سے چشم پوشی ممکن ہی نہین، مسلمانون نے اپنی عملی زندگی مین اس تعلیم کو یہانتک ملحوظ رکھا کہ اپنے مقتدر بادشاہ کے لئے جو اصطلاح قرار دی اس سے بھی کسی فرمان روائے غیر مسئول و خود مختار کا مفہوم نہ پیدا ہونے دیا، بلکہ "خلیفہ" سے موسوم کیا، جسکے معنی نائب یا جانشین" کے ہین، آگے چل کر ظل سبحانی، قدر قدرت وغیرہ کی جو اصطلاحات قائم ہوئین، یا سلاطین کو نور الدین، محی الدین، جلال الدین، ضیاء الملۃ والدین سراج الملۃ والدین، وغیرہ کے جو القاب دیئے گئے وہ سب اسی طرز خیال کی ترجمانی کرتے ہین، خلفاے راشدین کا ذکر نہین، زمانۂ مابعد مین بھی اکابر علماء و مشائخ کے حالات مین

کثرت سے ایسے واقعات ملتے ہین کہ سر دربار آنھون نے بڑے بڑے گردن کش سلاطین کو انکی غلطیون پر ٹوک دیا ہے، انکی بداعمالیون پر احتساب کیا ہے، آنکی لغزشون پر نکتہ چینی کی ہے انکے غیظ وغضب کے عالم مین مظلومون کی حمایت کی ہے، دادخواہون کی وکالت کی ہے، منہ لگے عہدہ دارون کو سزا دلائی ہے، اور اکثر تخت نشین وتاج پوش گردنون کو ان خاکسارون کے قدمون پر جھک جانا پڑا ہے، یہ وہ زمانہ تھا، جب پالیٹکس کو اخلاق کے، قانون کو ایمان کے، اور مصالح سیاسی کو حدود ربانی کے ماتحت ومحکوم رہنے مین مطلق عار نہ تھا۔

ہندوؤن اور مسلمانون سے قطع نظر کیجئے کہ انکی تاریخ سے موجودہ "روشن خیال" "شایستہ" و تعلیم یافتہ جماعت کے مقابلہ مین استناد نہین کیا جاسکتا، مگر لطف یہ ہے کہ قدیم مسیحی قومین بھی اس تعلیم کے اثر سے خالی نہین نظر آتین، رومن قوم اپنی شہنشاہی کے ایک کثیر زمانہ مین مسیحی قوم تھی، اسکا تمدن مسیحی تمدن سمجھا جاتا ہے، اُسکی تہذیب موجودہ تہذیب کا نقش اول خیال کیجاتی ہے، اُسکی زبان ومعاشرت، اسکا علم وادب، اُسکے فنون وصنائع، ہر شے موجودہ یورپ کے نزدیک مستحق التفات وقابل استناد ہے، اسلئے اگر اسکی تاریخ کی مدد سے مسئلہ زیر بحث پر روشنی ڈالیجائے تو غالباً ناموزون نہو،

---

چوتھی صدی کے اختتام مین بارہ تیرہ سال کا زمانہ باقی ہے، رومہ کی عظیم الشان شاہنشاہی ابھی دو حصون (مشرقی ومغربی) مین تقسیم نہین ہوئی ہے، بلکہ ابھی تک کل صوبے ایک ہی مشترک حکومت کے زیر سایہ ہین، تخت شاہی پر شہنشاہ تھیوڈوسیس اعظم جلوس افروز ہے، سلطنت رومہ اسوقت "دنیاے متمدن" کے مرادف تھی، اس لحاظ سے شہنشاہ تھیوڈوسیس محض سلطنت رومہ ہی کا نہین بلکہ گویا کل عالم متمدن کا تاجدار تھا۔

تہیوڈوسیس ایک فوجی جنرل کا فرزند تہا، اور خود بھی شروع سے حربی تعلیم پائے ہوے تہا، جسوقت وہ تخت نشین ہوا ہے، رومی سلطنت نرغۂ اعدار مین محصور تھی، قوم گوتہہ کا فاتحانہ دل بادل امنڈتا ہوا چلا آتا تہا، اور رومیون کے ہاتہہ سے متعدد صوبے نکل چکے تھے، صرف ایک بیڈریانوپل کے میدان مین انکی چالیس ہزار سپاہ کام آچکی تھی، اور غنیم کے ایک سردار نے علانیہ کہنا شروع کردیا تہا کہ ہم تو رومیون کو قتل کرتے کرتے تہک گئے، اس نازک وقت مین عنان سلطنت تہیوڈوسیس کے ہاتہہ مین آئی، اُسکے اورنگ نشین ہوتے ہی واقعات کا پانسہ پلٹا، فاتحین کو شکستین ہونے لگین تاآنکہ چند روز مین اُسکی مردانگی وشجاعت، تدبیر و فرزانگی کے اثر سے مغرور قوم گوتہہ کو دب کر صلح کرنا پڑی۔

برطانیہ (جو اسوقت رومی سلطنت کا ایک صوبہ تہا) کا صوبہ دار میکزمیس ایک نہایت پُرقوت فوجی افسر تہا، ۳۸۳ء مین برطانیہ کے صوبہ نے بادشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اور یہ افسر اُن کا رہبر و رہنما بنا۔ یہ آندہی کی طرح اُٹہا اور چشم زدن مین صدہا مقامات سخر کرلئے، شہنشاہ گریشین[1] اسوقت پیرس مین مقیم تہا، میکزمیس نے خود اس پر حملہ بول دیا، بادشاہ کو بجز فرار کے مفر کی صورت نظر نہ آئی، لیکن قسمت نے یاوری نہ کی بہاگتے مین گرفتار ہوا، اور دیکھتے ہی دیکھتے اسکا سر باغی افسر کی شمشیر کی زد مین آگیا، شہنشاہ وقت کا قتل کوئی معمولی واقعہ نہ تہا، سارا ملک اس سرے سے اُس سرے تک تہرا اُٹہا اور

[1] واضح رہے کہ اس زمانہ مین دو رومی شہنشاہ ایک ساتھ فرمان روائی کرتے تھے، مملکت کے دو حصے کردئے گئے تھے، غربی و شرقی، مملکت غربی کا دارالسلطنت رومہ تہا، اور شرقی کا قسطنطنیہ، گریشین مملکت غربی کا فرمان روا تہا، اسکی وفات کے بعد "دو پادشاہ در اقلیمے نہ گنجند" کا مقولہ صادق آنے لگا، یعنی دو حکمت عملی کا دستور اٹھ گیا۔

سب کو یہ یقین ہو گیا کہ چند لمحون مین تاج شہنشاہی میکزیمس کے سر پر ہوگا، اُس کا سفیر تہیوڈوسیس کے دربار مین بھی آیا، تہیوڈوسیس کی مصلحت شناسی اس موقع پر کام آئی، اس نے ایسے شرائط میکزیمس کے سامنے پیش کئے کہ اُس نے ہوس شہنشاہی اپنے سر سے دور کر کے ہتھیار ڈالدیئے، اور بغیر لڑے بھڑے تہیوڈوسیس کے حق مین ہو گیا، چند سال کے بعد اس منچلے افسر نے پھر سر اُٹھایا اور اٹلی پر حملہ کیا، ایکی مرتبہ تہیوڈوسیس نے میدان جنگ مین نکل کر اسکا مقابلہ کیا، اور چند ہی روز مین سرکش سردار کا بیجان سر اُسکے قدمون پر لوٹ رہا تھا۔

اِس قسم کے واقعات نے تہیوڈوسیس کی عظمت و جبروت کا سکہ ایک عالم کے دلون پر بٹھا دیا۔ رعایا دل سے اسکی گرویدہ ہو گئی، دُور دُور کے سلاطین اُسکی جانب جُھکنے لگے، معاہدون اور صلحنامون کی درخواستین اکثر معاصر سلاطین کی جانب سے پیش ہونے لگین، جنھین تہیوڈوسیس اپنے مصالح اور اپنے خاطر خواہ شرائط کے موافق منظور کرتا رہا۔

اس جلیل القدر فرمان روا کے زیر نگین، ایشائی صوبہ انطیوخ بھی تھا، یہانکی سبھی رعایا عموماً ایرین فرقہ سے تعلق رکھتی تھی، بادشاہ کیتھولک طریقہ کا متبع تھا، اور اپنے عقاید مین بہت ہی سخت تھا، ایرین طبقہ کے ساتھ اُسکے عہد مین ہر قسم کا تعصب روا رکھا گیا، اِسلئے اس فرقہ مین قدرتاً اُسکے خلاف برہمی و ناگواری کے جذبات پیدا ہوئے جو اندر اندر نشو و نما پاتے رہے، اتفاق سے اسی زمانہ مین انطیوخ کی مذہبی سرداری کی جگہ خالی ہوئی، اور اسکے لئے تین پادری امیدوار ہوئے بادشاہ نے ان مین سے دو کو ناقابل قرار دیکر تیسرے کے حق مین فیصلہ کیا؛ ان دونون نے اپنی ناکامی کا باعث بادشاہی کی ذات کو قرار دیا، اور اپنے وطن مین آکر اسکے خلاف اور شتعال پھیلانا شروع کیا۔

قوم گوتھ کے خلاف سلسلۂ محاربات جو عرصہ تک جاری رہا تہا وہ اگرچہ تھیوڈوسیس کی مردانگی و خوش تدبیری سے کامیابی کے ساتھ ختم ہوچکا تہا، تاہم اس طویل جنگ سے خزانۂ شاہی پر غیر معمولی بار پڑ گیا تہا، جسکے پورا کرنے کی کوئی صورت بجز اسکے نہ تھی کہ رعایا کے ٹیکس مین اضافہ کیا جاے، مصارف جنگ کے پورا کرنے کا یہ طریقہ جسطرح آج متمدن ممالک مین عموماً رائج ہے، اُسوقت بھی عام تہا، چنانچہ دوسرے صوبون نے بخوشی اُسے گوارا کرلیا، لیکن چونکہ یہ جنگ مملکت کے مغربی حصون مین انطیوخ سے بہت فاصلہ پر واقع ہوئی تھی، جسکا کوئی اثر مشرقی علاقون والون پر نہ تہا، اِسلئے انطیوخ کو یہ بار سخت ناگوار گذرا، اور یہان والون نے شہر کے حاکم کے پاس جمع ہوکر عذر معذرت کرنا چاہی۔

حاکم شہر نے اپنی نافہمی سے بجاے ان لوگون کو تسلی و تشفی دینے کے ان کے ساتھ بلا ضرورت تشدد کی کاروائیان شروع کین، ناگواری و برہمی کے اسباب رعایا مین پیشتر سے موجود تھے، حاکم کا یہ برتاؤ اُنکے سمند غضب پر تازیانہ ہوگیا، ۲۶ فروری ۳۸۷ء کو بادشاہ کے دس سالہ عہد حکومت کا جشن تہا، اس روز ستم یہ ہوا کہ سپاہ کو تو ہر طرح کے انعام واکرام تقسیم ہوئے، اور عام رعایا منہ دیکھتی رہ گئی۔

اب غصہ کا ضبط کرنا ان لوگون کے بس کی بات نہ تھی، اسی جشن کی تاریخ کو بلوہ شروع ہوگیا، عوام جب بغاوت پر آمادہ ہوجاتے ہین تو جائز و ناجائز، صحیح و غلط، مناسب و نامناسب کے امتیازات اُنکی نظرون سے مٹ جاتے ہین، بلوہ شروع ہوا اور پوری قوت کے ساتھ شروع ہوا، سرکاری عمارتین، عدالتین وغیرہ نذر آتش کی گئین، بادشاہ کی ذات کی اسوقت مثل معبود کے پرستش ہوتی تھی، اور شاہی خاندان کے افراد دیوتا کا مرتبہ رکہتے تھے، ان لوگون کے سنگین مجسمے جو ہر بڑے شہر مین نصب رہتے تھے، مثل معبد کے

کا م دیتے تھے، لوگ اُن کے آگے آکر نذر نیاز چڑہاتے، دعائین مانگتے، سجدہ کرتے اور ان کا نام بے ادبی سے لینا گناہِ عظیم سمجھتے، شہنشاہ تھیوڈوسیس، اسکے والد، اسکی محبوب ملکہ اور اُسکے دونون فرزندون کے بت یہان بھی نصب تھے، رعایا نے اپنے جوشِ غضب مین اِن بتون کو اُکھاڑ پھینکا، اُنھین ریزہ ریزہ کیا، اُنھین کمال تحقیر سے سڑکون پر گھسیٹا، اور ہر ممکن طریقہ سے اُنکی توہین و تذلیل کی، یہ جرم بجائے خود اس درجہ کا تھا کہ اگر اس پر سارے شہر کے "توپ دم" کر دیئے جانے کا حکم جاری کر دیا جاتا تو اس زمانہ کے دستور و قانون کے لحاظ سے کسی کو تعجب نہ ہوتا۔

ادہر رعایا تو اس قانون شکنی مین مصروف تھی، اُدہر صوبہ دار نے فوج کے ایک دستہ کو بلا کر تیر اندازی شروع کرا دی، رعایا سراسیمہ ہو کر بھاگی اور دیکھتے دیکھتے بلوہ فرو تھا۔

بغاوت کے فرو ہوتے ہی صوبہ کے گورنر نے شہنشاہ کے حضور مین مفصل روداد روانہ کی، انطیوخ سے دار السلطنت کا فاصلہ ۸۰۰ سو میل کا تھا، ریل و تار کی عدم موجودگی مین اتنی دور خبر پہنچانا اور پھر وہان سے احکام حاصل کرنا ایک دن کا کام نہ تھا، تین ہفتہ ہو گئے اور ابھی کوئی فیصلہ صادر نہین ہوا، البتہ اس اثنار مین غضب سلطانی کے متعلق طرح طرح کی افواہین شہر مین گرم ہو رہی تھین، جن سے اہل شہر کے دل ہلے جاتے تھے، ایک خبر یہ تھی کہ شہنشاہ نے اپنی اور خصوصاً اپنی محبوب ملکہ کی توہین پر برافروختہ ہو کر یہ حکم دیدیا ہے کہ پورا شہر کھدوا کر گدہے کے ہل چلا دیئے جائین، دوسری افواہ یہ تھی کہ ہر شریک و معاون جرم بلکہ عدم مانعِ جرم کے لئے بلا لحاظ عمر و صنف قتل عام کا فرمان جاری ہو گیا ہے، وقس علی ہذا ہول و دہشت سے مضطر ہو کر لوگون نے از خود جلا وطنی اختیار کر لی اور اکثرون نے بیابان و کوہستان مین جا کر روپوشی اختیار کی۔

بالآخر ۴ ۲ - تاریخ ۱۸۶۰ کو فرمان شاہی صادر ہوا فرد تعزیر نامہ کا پہلا خلاصہ یہ تہا کہ الطیوخ صدر صوبہ کے درجہ سے گر کر محض ایک گاؤن کی حیثیت رکھیگا، اُسکے باشندے حقوق شہریت سے محروم ہونگے، باشندون کو جو غلہ تقسیم ہوتا تہا، اسکا سلسلہ مسدود کیا جائیگا، شہر کے حمام، سرکس، تہیٹر، اکہاڑے، وغیرہ سب توڑ دیئے جائین گے، شہر کی معافیان، باغ وغیرہ سب ضبط ہونگے، اور آیندہ سے محصول و مالگذاری کی تشخیص و وصولی لاوڈیسیا نامی ایک قصبہ سے متعلق رہیگی، جو وہان سے ۶۵ میل کے فاصلہ پر تہا، یہ سزائین تو سارے شہر سے تعلق تہین انکے علاوہ ایک کمیشن جو ایک فوجی جنرل ہیلیبکیس، اور ایک سول عہدہ دار قیصریس پر مشتمل تہا، ملزمون کی تحقیقات کریگا، اور نہ صرف ان لوگون پر جو براہِ راست مرتکب جرائم ہوئے تھے بلکہ ان افراد پر بھی جو شاہی مجسمون کی توہین کے وقت سکوت کے ساتھ تماشہ دیکھتے رہے، فردِ جرم عاید ہوگی۔

فرمان کے صادر ہوتے ہی شہر کے مرکزی حصہ مین کمیشن کے لئے سرکاری عدالت قائم کیگئی، جسکے چارون طرف مسلح سپاہیون کا حصار رہتا تہا، کمیشن نے اپنا اجلاس شروع کیا اور شہر کے بڑے بڑے امیر و رئیس پا بزنجیر اسکے سامنے لائے جانے لگے، اظہارات شروع ہوئے اور انکے ساتھ ہر قسم کی تہدید و تعذیب بھی، لوگون سے مار مار کر اقبال جرم کرایا جاتا، اور اکثرون کو جہوٹ بولنے پر مجبور کیا جاتا، ملزمون کے مکانات نیلام پر چڑہا دیئے گئے، اور جو لوگ شام تک بڑی بڑی جائدادون اور املاک کے والی و مالک تھے، دوسری صبح کو اُنکے اہل و عیال نان شبینہ کے محتاج ہو گئے، مورخین کا بیان ہے کہ اس روز عدالت کا صحن میدان حشر کا نمونہ پیش کر رہا، اور خیال یہ تہا کہ شام ہوتے ہوتے حکم سُنا دیا جائیگا۔

یہ سب کچھ تہا لیکن اہل شہر بھی اپنی تدابیر سے غافل نہ تھے، جونہی بلوہ فرو ہوا تہا اُسی

وقت سے وہ یوم احتساب کے تصور سے لرز رہے تھے، اپنے فوری جوش و اشتعال پر
انہیں خود تاسف تھا، اور اُن کے قلوب ندامت سے معمور ہو رہے تھے، انھون نے
اپنے شہر کے پادری فلیوین کو اپنا نمایندہ بنا کر پایہ تخت کو روانہ کیا کہ دربار سلطانی مین
حاضر ہو کر انکی ندامت و تاسف کا اظہار، اور انکی طرف سے عرض معروض کرے، اور اُسکی
اعانت کے لئے ایک نامور سیاسی شخص ہیلیریس کو بھی اُسکے ہمراہ کر دیا تھا، یہ وفد تو پایہ تخت
روانہ ہو چکا تھا، اِدھر جس وقت کمیشن کے روبرو اظہارات ہونے لگے، مسیحی زاہدون اور راہبون کا
گروہ جو بیابانون اور پہاڑون کے اندر معاملات دنیوی سے الگ، عبادت و ریاضت مین
مصروف رہا کرتا تھا، اہل شہر کے نالہ و فغان سے متاثر ہو کر اپنی عمر مین پہلی بار آبادی کی جانب
توجہ کی، اور بتعداد کثیر مین کمیشن کے سامنے آ کر حضرت مسیح کے مقدس و متبرک نام پر رحم و کرم
کی التجا کی، آج اگر کوئی راہب و زاہد اس طرح کی جرارت کر بیٹھے تو موجودہ متمدن حکومتین اس
مداخلت بیجا کا جواب یقیناً برچھیون اور سنگینون سے دین، لیکن رومہ کے فوجی افسرون تک
کے پہلوؤن مین انسانی قلوب تھے، ان پر مسیح کے نام اور استدعا رحم کا اثر ہوا، اُنکی آنکھون سے
آنسو جاری ہو گئے، اور اُنھون نے ایکبار پھر منشاے خسروی کے دریافت ہونے تک حکم
سنانا ملتوی رکھا، چنانچہ کمیشن کا ایک رکن قیصریس اس غرض کے لئے پایہ تخت کو روانہ ہو گیا،

انطیوخ والون کا مرسلہ وفد اس اثنا مین دربار سلطانی مین باریابی حاصل کر چکا تھا، اور
مسیحی گلّہ کے گلّہ بان پادری فلیوین نے حضرت مسیح کا واسطہ دلا دلا کر رحم و عفو کی جو التجائین
کی تھین وہ اپنا کام کر چکی تھین، چنانچہ قیصریس جب خدمت سلطانی مین حاضر ہوا ہے تو
عتاب خسروی شفقت و مرحمت سے تبدیل ہو چکا تھا، لیکن سُننے اور یاد رکھنے کے قابل
یہ واقعہ ہے کہ عین قہر و جلال کے وقت بھی بادشاہ کو اصلی شکایت اپنی اور ملکہ کی توہین سے

متعلق نہ تھی بلکہ اس امر کی تھی کہ

"مین جن لوگون کی دوستی و محبت پر اعتماد رکہتا تھا، مجھے اصلاح پیش آے"

نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۵-اپریل ۳۸۶ء کو ایک عام معافی نامہ شاہی دستخط سے شایع ہوا، کل اہل شہر کی خطا بخشی گیئی، قیدخانہ کے دروازہ کہول دیئے گئے، جو لوگ حراست مین تھے، خواہ محض شبہہ، خواہ کافی ثبوت کی بنا پر سب کے سب رہا کئے گئے، جو مجرم ہر وقت سزا قتل کے متوقع تھے، اُنھون نے دوبارہ زندگی پائی، جنکی جائدادین ضبط ہوگئی تہین وہ اُنہین واگذار ہوکر ملین، جلا وطن پہر وطن کو واپس آئے، اور شہر انطیوخ از سر نو صوبہ کا دارالحکومت قرار پایا۔

یہی نہین، بلکہ جو لوگ اس باب مین بادشاہ کے سامنے شفیع کی حیثیت سے پیش ہوئے تھے، وہ ان سب کا ممنون ہوا، پادری فلیوین کو اس نے خاص اعزاز و احترام کے ساتھ رخصت کیا اور دلی شکریہ ادا کیا کہ اُن کے باعث اسے اس عمل صالح کی توفیق ہوئی، ہیلیریس کو فلسطین کی گورنری عطا ہوئی وقس علیٰ ہذا۔

یہ سب کچھ تو ہوا، لیکن کہہ سکتے ہو کہ ان واقعات کے سیاسی نتائج بہت ہی مضر نکلے ہونگے، باغیون کی شوخ چشمی و دیدہ دلیری اور بڑھ گئی ہوگی ہیبت سلطانی دلون سے اُٹھ گئی ہوگی، جرائم کی کثرت ہوگئی ہوگی، اور بادشاہ کو خود آگے چل کر اپنی اس بے محل عفو و درگذر پر ندامت ہوئی ہوگی۔

یہ تمہارا قیاس تھا، اب دیکہو، تاریخ کا راوی صادق البیان اسکے متعلق کیا خبر دیتا ہے اہل انگلستان مین گبن تاریخ روما کا بہترین ناقد و محقق سمجھا جاتا ہے، اسکے الفاظ یہ ہین:-

ایک ہزار نئے مجسمے تہیوڈوسیس کے ترحم کی یادگار مین نصب ہوگئے، رعایا کی

تحسین کی تائید خود اسکے ضمیر کی صدائے آفرین سے ہوتی رہی ہو، شہنشاہ نے اعتراف
کیا کہ اگر عدل و معدلت ایک فرمانروا کا سب سے مقدم فرض ہے تو عفو و ترحم اسکے
لئے سب سے زیادہ لذیذ نعمت ہے[1]"

آج جو ارباب اقتدار، خوف خدا پر رعب سلطنت کو مقدم رکھتے ہین، اور رحم و کرم عفو و درگذر، بلکہ عدل و معدلت کو بھی تحفظ حکومت کے منافی سمجھتے ہین، اگر حضرت مسیح کی تعلیم کو موجودہ دور تمدن مین ناقابل عمل پاتے ہین تو کیا ایک نہایت کامیاب و متمدن مسیحی رومی فرمانروا کا اسوۂ عمل بھی اُنکے لئے شمع ہدایت نہین بن سکتا؟

اسی فرمانروا کے عہد کا ایک دوسرا واقعہ اس سے زیادہ بصیرت آموز و قابل تذکرہ ہے۔ رومی سلطنت کے غربی حصہ کو صوبجات الیرین سے موسوم کرتے ہین، یہ علاقہ چونکہ گوتھ حملہ آورون کی عین زد پر تھا، اسلئے یہان کے صدر مقام تھیسالونیکا مین فوج بہت بڑی تعداد مین رکھی جاتی تھی، ۳۹۰ء کا واقعہ ہے کہ یہان کی فوج کا افسر جنرل بوتھرک تھا جو اپنی مردانگی، خیرخواہی و دانشمندی کی بنا پر شہنشاہ تھیوڈوسیس کی نظر مین خاص طور پر عزیز تھا، رومیون کی قوم مین اسوقت امرد پرستی و شاہد بازی کا مرض عام تھا، بوتھرک کی خدمت مین ایک خوشرو امرد کام کرتا تھا، اسکی شکل و صورت کو دیکھکر سرکاری سرکس کے ایک مشہور کرتب دکھانے والے کے تقاضائے شہوانی کو تحریک ہوئی اور عملاً بھی اس سے بعض سخت بیہودگیان سرزد ہوئین، بوتھرک نے جرم ثابت پاکر اُسے قید کردیا۔

سزا بالکل منصفانہ تھی، لیکن سرکس کے دن لوگون نے اپنے محبوب تماشاگر کو نہ موجود پاکر اُسکی موجودگی کے لئے شور و غل مچایا، اور جب اصلیت معلوم ہوئی تو بجائے خاموشی اختیار کرنے کے اُلٹی اُسکی رہائی کا مطالبہ کرنا شروع کردیا، ظاہر ہے کہ اس درخواست کو کوئی

[1] گبن، رومن امپائر جلد ۲ صفحہ ۴۲۰

بھی ذمہ دار افسر منظور نہین کرسکتا تھا نامنظوری کی صورت مین عامۃ الناس کی برہمی بڑہی رعایا پہلے ہی سے اپنے گورنر سے کچھ ناخوش تھی، اس واقعہ نے آگ پر تیل چھڑک دیا، سوء اتفاق سے فوج کی تعداد بھی اس زمانہ مین بہت کم رہ گئی تھی، اور جو سپاہ تھی اُسکا بھی ایک حصہ غدارون سے مل گیا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ تہیسا لونیکا مین بغاوت ہوگئی، سرکاری حکام چن چن کر قتل کئے گئے جنمین جنرل بھوتھرک بھی تہا، اور پھر شقی القلب باغیون نے ان افسرون کی پارہ پارہ نعشون کی بہ کمال بیحرمتی و بیدردی سارے شہر مین تشہیر کی۔

بادشاہ کو جسوقت اپنے محبوب جنرل اور دوسرے افسرون کے خون ناحق کی خبر پہنچی تو اُسکے غیظ وغضب کی انتہا نہ رہی، دربار کے پادریون نے مسیح کا نام لیکر اسوقت بھی اس آگ کو فرو کرنا چاہا تہا، لیکن بعض وزراے سلطنت نے اپنی اشتعال انگیز تقریرون سے بادشاہ کو پورے اور عبرت انگیز انتقام پر آمادہ کردیا، چنانچہ بربریون کی جو اپنی سفاکی و بیدردی کے لئے مشہور تھے، ایک جماعت، قتل وہلاکت کے پورے اختیارات سے مسلح کرکے اہل تہیسالونیکا پر مسلط کردیگئی، اور حصول مقصد کے لئے ذرایع کے جائز وناجائز ہونے کی قید اُٹھا دیگئی۔

اسکے بعد ایک روز صوبہ دار کی طرف سے کل اہل شہر کو سرکاری حیثیت سے سرکس مین مدعو کیا گیا، اہل شہر کی تماشا پسندی وہوس تفریح کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس دعوت نامہ پر ذرا بھی شک واشتباہ کئے بغیر سب کے سب تماشا دیکھنے کی غرض سے جمع ہو گئے، اہل حل وعقد نے دیکھا کہ سارا شہر فراہم ہوچکا ہے تو سپاہ کو جو کمین گاہ مین اشارہ کی منتظر تھی ایما کیا، قتل عام شروع ہوگیا، بوڑہے، بچے، عورت، مرد، مسلح غیر مسلح، تندرست، اپاہج، کسی کی تفریق باقی نہ رہی، اور عزازیل کے نائبین اپنا کام انتہائی تیزی کے ساتھ انجام

دینے گے، شہر کے ہر گلی کوچہ مین خون کے دہارے بہنے لگے، اور پادشاہ اعتراف کے بموجب
بلکے تخمینہ کے بموجب تہوڑی دیر مین سات ہزار لاشون کے ڈہیر لگ گئے، اور بعض مورخین
کشتون کی تعداد پندرہ ہزار اور بعض بیس ہزار بیان کرتے ہین!

اسوقت جو صاحب لاٹ پادری کے منصب پر مامور تھے، ان کا نام ایمبروز تہا، انکا
شمار آگے چل کر مسیحی اولیاء اللہ مین ہوا، اور تاریخ نے انکے نام کے ساتھ جز سینٹ (شاہ) کا
اضافہ کرنا ضروری سمجہا، اُن کا زہد و تقوی، ورع و تقدس سب کو مسلم ہے، انکی زندگی عام
پادریون اور ارکان کلیسا کی سی زندگی نہ تہی، بلکہ ایسی تہی جیسی ایک نائب مسیح کی ہونی چاہیے
جاہ پسندی و طمع زر، مکر و تملق کا اُن کے ہان گذر نہ تہا، بلکہ اسکے برعکس خلوص و دیانت، حق گوئی
و حق پرستی، بیخوفی و آزادی انکی زندگی کے مخصوص فضائل تھے۔

ایمبروز کو جب اس بیدریغ قتل و خون ریزی کی اطلاع پہنچی، تو خوف خدا سے لرز اُٹھا-
جس شریعت کی یہ تعلیم ہو کہ داہنے گال پر طمانچہ مارنے والے کے سامنے بایان گال بھی پہیر دینا
چاہیئے، اسکا کوئی متبع انسانی خون بہانے مین اسقدر بیباک ہو، یہ تصور کر کرکے اسکے جسم پر رعشہ
پڑجاتا تہا، آخر فرط غم و حزن سے بیقرار ہو کر ایمبروز شہر چہوڑ کر دیہات کو چلا گیا اور وہان سے
بادشاہ کے نام ایک مفصل خط لکہکر بہیجا جسمین اس معصیت عظیم پر توجہ دلائی تہی، اور یہ لکہا تہا کہ
اسکا اگر کچہ علاج ممکن ہے تو وہ محض توبہ و استغفار کے اشکہاے خونین ہوسکتے ہین۔

آج مسیحی عقاید تمام مہذب و متمدن دنیا مین محیط ہین، اور کلیسا کے عہدہ دارون مین صدہا
بلکہ ہزارہا مدعیان حق گوئی نکلین گے، لیکن اس وسیع دنیا مین کوئی ایک شخص بھی جرارت
رکہتا ہے کہ ایمبروز کی طرح کسی دنیوی فرمانروا کے سامنے امر بالمعروف کا فرض انجام دیسکے؟
روس کا عظیم الشان رقبہ جو سالہا سال سے سبعیت و قساوت کا تماشا گاہ بنا ہوا ہے، جرمنی کی

[illegible] مصائب [illegible] اپنی سفاکی کی ناقابل فراموش یادگارین قائم کردی ہین آج [illegible] کی سرزمین جسکا چپہ چپہ انسانی سنگدلی کا داستان گو ہے، کانگو (افریقہ) کا علاقہ (مقبوضہ بلجیم) جو استبداد و شقاوت کی ایک مجسم تاریخ ہے، پنجاب کا میدان جہان ۱۹؁ء مین خون کا دریا بہا دیا گیا تھا، یہ اور اسی طرح کے سیکڑون واقعات جو روزمرہ پیش آتے رہتے ہین، کیا ان حضرات کے لئے جو نیابت مسیح کا دعوی کرتے ہین نامعلوم و مخفی ہین؟

خیر، یہ ایک جملہ معترضہ تھا، ذکر یہ تھا کہ ایمبروز نے ایک پُراثر موعظت نامہ شہنشاہ اعظم کے نام لکھکر بھیجا، ھتیوڈوسیس اس اثنا مین خود ہی ایک حد تک اپنی اس حرکت پر منفعل ہو چکا تھا، اپنے ہادی و مرشد کا یہ پند نامہ دیکھکر اور زیادہ متاثر ہوا اور ارادہ کیا کہ حسب معمول میلان کے شاہی کلیسا مین نماز ادا کرے، اور اُسکے بعد خضوع و خشوع کے ساتھ وہین اپنے معاصی سے توبہ کرے، اس قصد سے وہ روانہ ہوا، اور کلیسا کے حدود مین داخل ہوا، لیکن ابھی برآمدہ کے زینہ ہی پر تھا کہ ایمبروز راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور بآواز بلند للکار کر کہا کہ "خدا کا باغی خانۂ خدا مین قدم رکھنے کی اجازت نہین پا سکتا"

حاضرین ایمبروز کی اس جراءت پر ششدر رہ گئے، لیکن خود ھتیوڈوسیس کو جو قلب سلیم رکھتا تھا، معاً یہ نظر آ گیا کہ دنیا کا سب سے بڑا فاتح و حاکم بھی رب الارباب و احکم الحاکمین کے ایک ادنی خادم کے سامنے کسقدر بے حقیقت ہے، بڑھتے ہوئے قدم رک گئے اور ڈرتے ڈرتے اسکی زبان سے صرف یہ نکلا کہ

"آخر داؤد پیغمبر بھی تو قتل انسانی کے مرتکب ہوئے تھے"

پادری ایمبروز اس سوال سے ساکت ہونیوالا شخص نہ تھا، اُس نے برجستہ جواب دیا کہ

"یہ بھی یاد ہے کہ داؤد پیغمبر نے توبہ و استغفار بھی کیسا کیا تھا؟"

بادشاہ نے لاجواب ہوکر حسرت و ندامت سے گردن جھکا لی، بالآخر امبروز نے فتویٰ یہ صادر کیا کہ رومہ کا یہ شہنشاہ اعظم تخت و تاج سے دست بردار ہو، لباس شاہانہ اتار دے، اور اس حالت مین گریہ کنان اور بہ کمال تذلل و انکسار پابرہنہ کلیسا کے اندر آئے، اور ساری خلقت کے روبرو خضوع و خشوع کے ساتھ اپنے معاصی کا اقرار اور ان پر استغفار کرے!

وہ سر جو کل تک سب سے اونچا تھا، اب نیچا ہوا، وہ اُٹھی ہوئی گردن جسکی ایک حرکت پر ہزارون خون ہوگئے تھے، اب جُھکی، بادشاہ نے اس حکم کی تعمیل کی اور پورے شرائط کے ساتھ کی، جب جاکر کہین آٹھ مہینہ کے بعد (فوراً جب بھی نہین) اُس کا قصور معاف ہوا، اور تاج شاہی دوبارہ پہننے کی نوبت آئی۔

تھیوڈوسیس نے سولہ برس حکمرانی کرکے انتقال کیا، اور اس واقعۂ توبہ کے بعد پانچ برس تک فرمانروا رہا، مگر یہ ساری مدت بہ لطف و خوبی گذری، اس علانیہ توبہ و استغفار سے نہ رعب سلطنت مین فرق آیا، اور نہ ایک موقع پر بھی انتظامات حکومت مین کوئی خرابی واقع ہوئی، رعایا نے اُسکی وفات پر دل و جان سے ماتم کیا، اور تاریخ کے صفحات مین اُسکا نام تھیوڈوسیس اعظم کی حیثیت سے یادگار رہے،

---

تاریخ کے اس سرسری مطالعہ سے نظر آگیا ہوگا کہ متمدن، مغربی، و مسیحی تاریخ بھی خوف خدا رعایا پروری و اعتراف زلات کے واقعات سے یکسر ناآشنا نہین، باقی مسلمانون نے اپنے ملوک و سلاطین کے لئے جو مطمح نظر رکھا تھا، اُسکا نہایت صحیح مفہوم اُنکی اصطلاح مین ظلِ الٰہی یا ظلِ سبحانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ کے قہر و غضب اور لطف و کرم دونون کو

بادشاہ حقیقی ہی کے قہر و جلال، مہر و جمال کا عکس ہونا چاہیئے، مولانا نے اس تخیل کی کسقدر صحیح ترجمانی فرمائی ہے۔

پادشاہان خون کنند از مصلحت — لیک رحمت شان فزون ست از عنت
شاہ را باید کہ باشد خوے رب — رحمت اُو سبق گیرد بر غضب
نے غضب غالب بود مانند دیو — بے ضرورت خون کنند از بہر ریو[1]

---

[1] مثنوی دفتر چہارم، صفحہ ۱۹۶، (نامی پریس کانپور)

# مسئلہ خلافت

## اور

# شاہان اسلام

از مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

خلافت اور امامت اسلامی لغت کے متداول الفاظ ہین، جنکا تعلق سیاست سے ہی لیکن سیاست دو قسم کی ہوتی ہے، سیاست عقلی اور سیاست دینی، سیاست عقلی کے یہ معنی ہین کہ دنیا کے امن وامان اور اسکی صلاح وفلاح کے لئے چند عقلاد قوانین وضع کرین جو رعایا کے لئے واجب العمل ہون اور بادشاہِ وقت اپنے سطوت وجبروت سے کام لیکر انکو نافذ کردے، سیاست دینی کا یہ منشا ہے کہ وہ احکام من جانب اللہ ہون، اور ایک پیغمبر کی زبان سے دنیا کے سامنے ادا کئے جائین۔

ظاہر ہے کہ ان دونون سیاستون مین بڑا فرق ہے، تسلط وتغلب، قہر واستیلا، غیظ وغضب جور وظلم، اور وہ تمام سفاکانہ بیرحمیان جو حکمتِ سیاسی کی شریعت سے جواز کا فتویٰ حاصل کر چکی ہین سیاست دینی کے صحیفہ مین محرمات کی فہرست مین داخل ہین، کیونکہ جو آنکھین نور الٰہی سے منور ہوجاتی ہین وہ ایک لمحہ کے لئے بھی آتشِ فسق وفجور کی روشنی کو قبول نہین کرسکتین، وہ دنیا کو صرف نور الٰہی کی نگاہ سے دیکھتی ہین،

**خلافت کی تعریف اور اسکی اہمیت**

وجوہ بالا کی بنا پر سلطنت تین قسمون پر منقسم ہوسکتی ہے، (۱) سلطنت فطری جسمین لوگون کو خواہشات اور اغراض کے مطابق چلایا جائے، (۲) سلطنت سیاسی

جو دنیا کی مصلحت اور مصرت پر عقلی طور پر غور کر کے حکومت کرے، (۳) سلطنت دینی جو دنیوی اور اخروی مصالح پر شرعی حیثیت سے غور کرے اور دنیوی مصالح کو شرعی مصالح کا پرتو قرار دے خلافت اسی کا نام ہے، جو حفاظت مذہب اور سیاستِ دنیا کے وسیع دائرون کو ایک نقطہ پر جمع کر دیتی ہے ۔

چونکہ خلافت اسقدر اہم چیز ہے، اسلئے آغاز اسلام ہی سے اُسکے بقا وقیام کی تدبیرین کی گئین، چنانچہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جب انصار نے دعویٰ خلافت کیا تو حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ آپ کے جنازہ کو چھوڑکر اس مسئلہ کے فیصلہ کے لئے تشریف لیگئے، اور جب تک اسکا تصفیہ نہین ہوا، آنحضرت صلعم کی نعش سپرد خاک نہین کیگئی، اس زمانہ سے لیکر آج تک کہ ساڑھے تیرہ سو برس گذر چکے ہین اسلام کی فضا مین ایک آواز بھی اسکی مخالفت مین نہین اُٹھی ۔

ہم اس سے ناواقف نہین ہین کہ معتزلہ اور خوارج کے بعض علما، مسئلہ خلافت کے منکر تھے لیکن چونکہ اُن کا یہ خیال آیات قرانی، احادیثِ صحیحہ اور آثار صحابہ کے مخالف تھا، نیز ایک غلط فہمی پر مبنی تھا، اسلئے ہم نے اُسکو عمداً قلم انداز کر دیا ہے، اُنکے استدلال کا سارا زور اس آیت پر تھا، ان الحکم الا للہ لیکن جب اُنکو جناب امیر علیہ السلام کے مقابلہ مین میدان جنگ مین آنا پڑا تو ایک امیر کی ضرورت پیش آئی اسی بنا پر جناب امیر نے فرمایا کلمۃ حق ارید بھا باطل

عہد نبوت، خلافتِ راشدہ اور خلافت بنو امیہ تک تمام عالم اسلامی ایک خلیفہ کے ماتحت رہتا تھا، جو اسپین اور بحر اتیانوس سے لیکر چین اور ترک وتاتار تک حکومت کرتا تھا، لیکن سنہ ۱۳۹ھ مین وہ وقت آیا جب خلافت اسلامیہ دو حصون مین منقسم ہو گئی، مراکو اور ٹیونس سے لیکر چین تک تمام ممالک خلفاے بنو عباس کے زیر نگین ہوئے، اور اسپین مین علٰحدہ ایک آزاد اور خود مختار سلطنت قائم ہوئی، یہی وہ زمانہ ہے جب اسلام مین تفریق پیدا ہوئی اور خلفا کے

علاوہ دنیائے اسلام پر دیگر حکمران بھی حکومت کرنے لگے، خلافت عباسیہ کے ضعف نے بہت سے سرون مین خود مختاری کا سودا پیدا کر دیا تھا اسلئے طاہریہ، سامانیہ، صفاریہ، دیالمہ، سلجوقیہ، خوارزم شاہیہ، فاطمیہ کے نام سے مختلف خاندان اُٹھے، اور بڑی بڑی باجبروت حکومتین قائم کین،

لیکن اس آزادی، خود سری اور مطلق العنانی کے باوجود یہ تمام سلاطین خلفار کی انتہائی عزت کرتے تھے، وہ اپنے کو خلفار کا ماتحت اور نائب بلکہ نوکر اور خادم سمجھتے تھے صرف سنی بلکہ شیعہ بھی جنکے ہان خلافت کا لفظ بالکل بے معنی لفظ ہے، اسی طریقہ پر کاربند تھے، دیالمہ کا خاندان جو آل بویہ کے نام سے مشہور ہے گو مذہبًا شیعہ تھا، تاہم خلفائے عباسیہ کو خلیفہ تسلیم کرتا تھا، اور اُسکے سلاطین کے سکون پر خلفار کے نام کندہ ہوتے تھے، خاندان بنو فاطمہ گو متعصب شیعہ تھا تاہم اُسکے سلاطین خلافت کے مدعی تھے،

تحفظ خلافت تاریخ اسلام مین ایسے متعدد واقعات پیش آئے ہین جنمین خلافت کی بنیاد دفعۃً متزلزل ہوگئی ہے، لیکن ان مواقع پر ہمیشہ سلاطین اسلام نے خلفا کی امداد کی ہے، صالح بن وصیف نے جب خلیفہ معتز کو قتل کرایا تو موسیٰ بن بغا، رے سے اُسکے قتل کے لئے سامرہ پہنچا، ۲۵۵ھ مین ترکون کا فتنہ اُٹھا تو مغاربہ، فراغنہ، اور اسروسینہ کے قبائل نے خلیفہ مہتدی کا ساتھ دیا، اور عوام نے مساجد مین اس مضمون کے اشتہارات تقسیم کئے کہ "مسلمانو! اپنے خلیفہ کے لئے جو نہایت عادل، پسندیدہ، اور عمر بن عبدالعزیز کا مقابل ہے، خداوند تعالیٰ سے فتح کی دعا کرو"[1] معتمد کے زمانہ مین جو ۲۵۶ھ مین سربرآرائے خلافت ہوا، جب موفق نے سر اُٹھایا تو اُس نے ابن طولون والی مصر سے امداد طلب کی، اور وہ تعمیل پر آمادہ ہوا، لیکن معتضد اپنی غلطی سے موفق کے پنجہ مین

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۳۶۲،

گرفتار ہو گیا تھا، جس نے اسکو معزول کرکے خود تخت خلافت پر قبضہ کرلیا تھا، ابن طولون کو یہ اطلاع ہوئی تو اس نے مصر کے تمام عمائد اور قضاۃ کو جمع کرکے یہ تحریک پیش کی کہ چونکہ موفق نے امیر المومنین کے مقابلہ مین خروج کیا ہے اسلئے اسکو ولیعہدی سے معزول کردیا جائے، چنانچہ قاضی بکار بن قتیبہ کے سوا سب نے اسکو معزول کیا،

معتضد کے زمانۂ خلافت مین رافع بن ہرثمہ نے علم بغاوت بلند کرکے اپنا خطبہ پڑہا، تو عمرو بن لیث صفار والئ خراسان نے اسکا سر کاٹ کر بغداد بہجوا دیا، اور اسکی فوج کو جنگ کرکے شکست دی، ۴۶۳ھ مین قیصر روم نے ۳۰ لاکہ کی جمعیت سے ممالک اسلامیہ پر حملہ کیا، اور اسکے ساتہ عیسائی بادشاہ بھی شریک تھے، اسکا ارادہ تہا کہ بغداد کو برباد کرکے مساجد کی توہین کرے، سلطان الپ ارسلان سلجوقی کو معلوم ہوا تو اس نے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا، قیصر کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار کرکے سلطان کے سامنے حاضر کیا گیا۔

مصر کے عباسی خلفا مین خلیفہ مستنصر احمد بغداد کو ترکون سے واپس لینے کے لئے نکلا تو موصل، سنجار، اور الجزیرہ کے سلاطین اسکے ہمرکاب تھے، یہ ۶۵۶ھ کا واقعہ ہے،

آج امیر امان اللہ خان والئ افغانستان، حاجی عباس پاشا، سابق خدیو مصر یا دیگر امرا نے ترکون کی جو اعانت کی ہے وہ اسی تحفظ خلافت کی بنیاد پر ہے۔

**فرائض خلافت اور انکی انجام دہی مین امداد**

شاہان اسلام کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ انھون نے آزاد اور طاقتور ہونے کے باوجود فرائض خلافت کی انجام دہی مین کبھی دست اندازی نہین کی بلکہ ہمیشہ اپنے کو خلیفہ کا ماتحت رکہا،

خلافت شرعی سیاسی حیثیت سے جناب رسالت پناہ صلعم کی نیابت ہے اس بنا پر جو شخص دنیاے اسلام کا خلیفہ ہوتا ہے وہ ان تمام فرائض کو ادا کرتا ہے جنکو جناب رسالت پناہ

ادا فرمایا کرتے تھے، نماز، فتوی، قضا، جہاد، احتساب، امامت کبری کے ماتحت ہین جسکا دوسرا نام خلافت ہے، اور رسول اللہ صلعم اور آپ کے بعد تمام خلفا ان فرائض کو با لواسطہ یا بلا واسطہ انجام دیا کرتے تھے،

آغاز خلافت مین خلفا خود امامت کرتے تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی شہادت کے واقعات مسجد ہی مین پیش آئے، بعد مین ترفع یا مخالفین کی کثرت کے خیال سے خلفا نے اس سنت کو بدل دیا، اور اپنے نائب مقرر کردیئے۔

فتوی کا کام خلفا کے ساتھ علما بھی کرتے تھے، چنانچہ عہد نبوی اور زمانۂ خلافت مین جو لوگ اس منصب پر مامور رہے ہین اُنکے مفصل حالات اسماء الرجال کی کتابون مین مذکور ہین، ان لوگون کے علاوہ کوئی دوسرا شخص فتوی دینے کا مجاز نہین ہوتا تھا۔

قضا، اور عدالت کے فرائض ابتداءً خود جناب رسالت پناہ صلعم اور حضرت ابو بکرؓ ادا کیا کرتے تھے، لیکن جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو اُنھون نے قضا کا ایک مستقل محکمہ قائم کردیا، چنانچہ حضرت ابوالدرداءؓ کو مدینہ منورہ کا قاضی مقرر فرمایا، اور شریح کو بصرہ اور ابو موسیٰ اشعری کو کوفہ کی عدالت سپرد کی،

جہاد مین اگرچہ کبھی کبھی خلیفہ خود بھی شرکت کرتا تھا، لیکن عام طور پر اُسکے نائب اس فرض کو انجام دیتے تھے، البتہ نائبون کا انتخاب، ہدایات کی روانگی، فوجون کو ابھارنا، ملک مین جوش پیدا کرنا، یہ کام خلفا کا تھا اور وہ برابر مستعدی سے اس فرض کو ادا کرتے تھے۔

احتساب یعنی اچھی چیزون کی اشاعت اور بُری چیزون کی ممانعت بھی خلفاء کے فرائض مین داخل ہے، جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت مین آجاتی ہے، اُسکا خلافت راشدہ مین ایک مستقل محکمہ قائم تھا، جسمین بڑے بڑے عہدہ دار مقرر تھے لیکن جب خلافت

مین امامت اور سلطنت کے دو علیحدہ علیحدہ شعبے ہو گئے، اور یہ کام لوازم سلطنت مین داخل سمجھا گیا، تو خلیفہ نے اسکو ادا کرنا چھوڑ دیا،

ان فرائض کے علاوہ خلافت کی چند علامتین بھی ہین جنکے تحفظ کو شاہان اسلام نے ضروری خیال کیا ہے، اور وہ یہ ہین،

بیعت | خلافت کی ایک علامت بیعت ہے، اور شاہان اسلام نے ہر زمانہ مین اس علامت کو قائم رکھا ہے، بیعت کے معنی اطاعت پر عہد کرنے کے ہین، گویا بیعت کرنیوالا خلیفہ سے یہ معاہدہ کرتا ہے کہ اسکے اور عام مسلمانون کے متعلق جو احکام خلیفہ کی طرف سے جاری ہونگے وہ ان پر بلاچون وچرا عمل کریگا، اسکا آغاز بھی جناب رسالت پناہ صلعم کے عہد مبارک سے ہوا ہے، چنانچہ آپ نے انصار سے عقبہ کے پاس، اور عام صحابہ سے مکہ کے قریب ایک درخت کے پاس (بیعت الرضوان) اسی قسم کی بیعت لی تھی، اسمین آپ مصافحہ فرماتے تھے، لیکن بعد مین جب عجمیت غالب آگئی تو زمین بوسی اور پابوسی وغیرہ کا رواج ہوا، بیعت کی رسم جس شان وشوکت کے ساتھ ادا ہوتی تھی اسکا ایک منظر یہ ہے کہ جب ۳۶۹ھ مین عضد الدولہ نے جو دیالمہ کا سب سے بڑا بادشاہ تھا، خطاب کی خواہش ظاہر کی تو خلیفہ طائع نے دربار منعقد کیا، خود تخت پر بیٹھا، سو زرین کمر غلام تیغ بکف کھڑے کئے، سامنے مصحف عثمانی رکھا، کاندھے پر چادر ڈالی، ہاتھ مین چھڑی لی، اور آنحضرت کی تلوار حائل کی، اور ایک پردہ آویزان کیا، پردہ کے باہر تمام رؤسا اور معززین کھڑے ہوئے، اور اس کے بعد فوجین غیر مسلح کرکے قائم کی گیئن، عضد الدولہ کو باریابی کا حکم ہوا تو پردہ اٹھا دیا گیا، عضد الدولہ سفیر مصر کے ہمراہ تخت کی طرف بڑھا تو سفیر خلیفہ کا جاہ وجلال دیکھکر کانپ اٹھا، اور اس سے پوچھا "یہ کیا ہے؟ کیا یہ خدا ہے؟" عضد الدولہ نے جواب دیا "یہ خدا کا خلیفہ ہے"۔ اسکے بعد آگے بڑھا تو سات بار زمین چومی، طائع نے خادم کو حکم دیا کہ

عضد الدولہ کو زیادہ قریب کرے، عضد الدولہ آد پر چڑہا تو دوبار زمین چومی مطالعہ نے دوبارہ قریب آنیکا حکم دیا تو اُسنے بڑھکر پاؤن چومی پھر کرسی پر بیٹھنے کا حکم ہوا تو کئی بار معذرت کی لیکن جب خلیفہ نے قسم دلائی تو کرسی کا بوسہ دیکر بیٹھ گیا۔[1]

یہ بیعت اسقدر ضروری تھی کہ بڑے بڑے جباروں کی گردنین بھی اس سے آزاد نہین رہ سکتی ہین، ملک شاہ سلجوقی جسکی سلطنت تمام وسطی اور مغربی ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی اور جو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا بادشاہ تہا، بغداد مین حاضر ہوکر اُس نے خلیفہ مقتدی سے بیعت کی تھی، اُسکے مرنے کے بعد کیارق نے خلیفہ مستظہر کے ہاتھ پر بیعت کی، اسی خلیفہ کے ہاتھ پر یوسف بن تاشقین نے جو افریقہ مین مرابطین کی سلطنت کا بانی ہوا ہے، بیعت کی تھی۔[2]

**خطبہ** خلافت کی دوسری علامت خطبہ ہے اور شاہان اسلام نے ہمیشہ خطبہ مین خلفار کا نام باقی رکھا ہے، آغاز اسلام مین خلفا خود امامت کیا کرتے تھے، اسلئے وہ خطبہ مین جناب رسالت پناہ پر درود پڑہتے، اور صحابہ کرام کا تذکرہ کرتے تھے، حضرت ابن عباس پہلے شخص ہین جنھون نے حضرت علی علیہ السلام کے لئے جامع مسجد بصرہ مین ممبر پر دعا کی، اس زمانہ مین وہ بصرہ کے گورنر تھے، اُن کے بعد یہ طریقہ عام طور پر پسند کیا گیا، اور تمام خطبا رنے اپنے خطبون مین خلفا کے نام داخل کرلئے، چنانچہ خلافت بنو امیہ اور خلافت بنو عباس تک اس امر پر برابر عمل ہوتا رہا، خلافت بنو عباس کی کمزوری کے زمانہ مین اگرچہ دیگر مقتدر سلاطین کے نام بھی خطبون مین داخل ہوگئے تھے، تاہم خلیفہ کی حیثیت سے صرف خلفار کا نام لیا جاتا تہا، اور یہ بھی جو کچھ ہوتا تہا خلفا کی مرضی سے ہوتا تہا، اور خلفار خود ہی سلاطین کا نام خطبہ مین داخل کراتے تھے،

خطبہ مین خلیفہ کا نام لینا اسقدر ضروری تہا کہ نہ صرف خلافت کے ممالک محروسہ بلکہ غیر ممالک کے مسلمان بھی خلیفہ کا نام لینا فرض سمجھتے تھے، چنانچہ معتصم کے انتقال کے بعد اگرچہ

---

[1] تاریخ الخلفار صفحہ ۴۱۰ [2] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۵۲،

سندھ کا علاقہ خلافت عباسیہ کے حدود سے باہر ہوگیا تھا تاہم وہان کے مسلمان خلیفہ ہی کا

خطبہ پڑہتے تھے[1]، اور چوتھی صدی مین بھی وہان خلیفہ کا خطبہ پڑہا جاتا تھا[2]، خلیفہ ناصر جسکی

خلافت نہایت محدود تھی تاہم اسکے نام مین یہ جہانگیری تھی کہ اسکا خطبہ افریقہ، اسپین اور

چین تک مین پڑہا جاتا تھا، اور یہ اسکی ایسی خصوصیت تھی جو اور خلفار کو حاصل نہین ہوئی،

بغداد کے بعد جب مصر خلافت کا مرکز قرار پایا تو وہان مستنصر باللہ احمد کا خطبہ پڑہا گیا، اور

مستکفی باللہ نے سنہ ۷۰۱ھ مین یہ مقبولیت حاصل کی کہ اسکا خطبہ شام اور مصر مین پڑہا جاتا تھا

شاہان اسلام کو خطبہ مین خلفار کے نام باقی رکہنے کا خیال اس درجہ رہتا کہ جب سنہ ۴۶۲ھ

مین مستنصری کا خطبہ مکہ معظمہ مین بند کیا گیا، اور اسکے بجاے خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑہا گیا اور

شریف نے سلطان الپ ارسلان کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو سلطان نے شریف کے

پاس ۳۰ ہزار دینار (ایک لاکہہ ۵۰ ہزار روپیہ) اور متعدد خلعت روانہ کیے[3]،

سنہ ۵۶۷ھ مین سلطان نورالدین والی شام کے جنرل صلاح الدین نے مصر مین خلیفہ عباسی

کا خطبہ جاری کیا تو سلطان نے دربار خلافت کو اطلاع دی اور ایک تحریر بھیجی جو تمام ممالک

اسلامیہ مین پڑہی گئی، اسکا ایک فقرہ یہ تہا "اس ملک مین اب کوئی ممبر ایسا باقی نہین جسپر

مولانا امام مستضی بامراللہ امیرالمومنین کا خطبہ نہ پڑہا جاتا ہو" یہ ایسی اہم بات تھی کہ عماد کاتب نے

جوش مسرت مین کئی قصیدے لکھے، ایک قصیدہ کے چند اشعار یہ ہین :-

| | |
|---|---|
| قد خطبنا للمستضیٔ بمصر | نائب المصطفی امام العصر |
| و خذلنا لنصرہ عضد العا | ضد والقاہر الذی بالقصر |
| و ترکنا المدعی یدعو ثبورا | و ہو بالذل تحت حجر و حصر |

[1] فتوح البلدان ۵۲ [2] بشاری ۵۳ [3] تاریخ الخلفا صفحہ ۴۳۱،

خلفائے عباسیہ کے بعد سلاطین آل عثمان خلیفہ ہوئے اور دنیائے اسلام کے مختلف حصون مین اُن کا خطبہ پڑھا گیا، چنانچہ ممالک محروسہ کے علاوہ سیلون[1]، ساترا، ملایا، جاوا وغیرہ مین بھی اُن کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، یہ بارھوین صدی کے سیاح کا بیان ہے، لیکن آج دنیا کے مختلف خطون مین جہان جہان مسلمان آباد ہین سلطان ہی کا خطبہ پڑھا جاتا ہے -

سلاطین روم، ہندوستان کی سلطنت مغلیہ کے معاصر ہین، اور چونکہ ان مین قدیم خاندانی عداوتین چلی آتی ہین، اسلئے ہندوستان مین اُنکو اپنا خطبہ پڑھے جانے کی کیا توقع ہوسکتی تھی، تاہم ڈاکٹر سید محمود صاحب پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا، بانکی پور نے اپنے رسالہ خلافت اور انگلینڈ مین یہ ثابت کیا ہے کہ ہمایون کو سلاطین روم سے بیحد عقیدت تھی اور وہ اُنکو خلیفہ اور امیر المومنین تسلیم کرتا تھا، آخری زمانہ مین سلطان ٹیپو کو جو دکن کا مشہور بادشاہ گذرا ہے، سلطان المعظم سے جو عقیدت تھی وہ اس خط وکتابت سے ظاہر ہوتی ہے جو کارنامۂ حیدری کے آخر مین موجود ہے، لیکن چونکہ اُس سے خطبہ کے مسئلہ پر کوئی روشنی نہین پڑتی اسلئے ہم اسکا ذکر قلم انداز کرتے ہین،

سکہ | خلافت کی تیسری علامت سکہ ہے، اور شاہان اسلام نے ہمیشہ اُسکے تحفظ کا خیال رکھا ہے، اور اپنے سکون پر خلفا کے نام کندہ کرائے ہین، یہ کام اسقدر ضروری تہا کہ جب ۲۶۹ھ مین احمد بن عبد اللہ حجابی نے خراسان، کرمان، اور سیستان پر قبضہ کیا تو باوجود اسکے کہ وہ باغی تہا، اُس نے اپنے سکہ کے ایک رخ پر خلیفہ معتمد کا نام کندہ کرایا[2]، مستنصر باللہ جو خلافت عباسیہ کا چھتیسوان تاجدار تہا، اور ۶۲۳ھ مین تخت نشین ہوا تہا، اُسکا نام ہندوستان کے سکون پر کندہ ملتا ہے، چنانچہ التمش، رضیہ، ناصر الدین محمود، غیاث الدین بلبن، معز الدین

[1] سبحۃ المرجان آزاد بلگرامی وتحفۃ العالم بحوالہ خطبہ صدارت مولانا ابو الکلام [2] تاریخ الخلفا صفحہ ۳۰۷

کیقباد، جلال الدین فیروز شاہ، اور رکن الدین کیکاؤس نے اپنے سکون پر اسکا نام کندہ کرایا تھا سلاطین دہلی کے علاوہ سلاطین گجرات، مالوہ، مشرق، اور بنگالہ بھی اپنے سکون پر انہی خلفا کے نام کندہ کراتے تھے، چنانچہ مسٹر اڈورڈ طامس نے جو انگلستان کے مشہور مستشرق تھے، اپنی کتاب مین ان تمام سکون کو جمع کر دیا ہے[۵]،

مستعصم باللہ، بغداد کا آخری خلیفہ تھا، اُسکے بعد خلافت مصر مین منتقل ہوئی، چنانچہ ۵۶۷ھ مین جب سلطنت بنو فاطمیہ کا خاتمہ ہوا تو مصر مین خلیفہ مستضی کا نام سکہ پر کندہ کیا گیا ۶۵۹ھ مین مصر کا بادشاہ ظاہر بیبرس تھا اس نے مستنصر باللہ احمد کا نام سکہ پر کندہ کرایا جو اسکے زمانہ مین خلیفہ تھا، ۷۴۴ھ مین محمد تغلق نے جو ہندوستان کا مشہور فرمانروا تھا مصری خلیفہ کے نام کا سکہ جاری کیا، چنانچہ ضیاء برنی نے اسکی تصریح کی ہے، ۸۰۸ھ مین مستعین باللہ خلیفہ تھا اور مصر مین اسی کے نام کا سکہ چلتا تھا،

**القاب** خلافت کی چوتھی علامت القاب ہین، اور سلاطین اسلام نے ہمیشہ خلفا سے خطابات کی خواہش ظاہر کی ہے، چنانچہ سلاطین آل بویہ مین علی حسن، اور احمد کو خلیفہ مقتدر نے عماد الدولہ رکن الدولہ، اور معز الدولہ کے القاب عطا کئے تھے، قادر باللہ نے جو سلطان محمود غزنوی کا معاصر تھا، سلطان کو یمین الدولہ، اور کہف الدولۃ والاسلام کا خطاب دیا تھا، سلطان کا لقب ابتک کسی بادشاہ کو نہین دیا گیا تھا محمود نے اُسکو بھی خلیفہ کی اجازت سے اختیار کیا، محمود کے بعد مسعود کو جلال الدولہ جمال الملۃ کا خطاب عنایت ہوا، مقتدی باللہ کے زمانہ مین ملک شاہ سلجوقی جو دنیاے اسلام کا سب سے بڑا فرمانروا تھا خلیفہ نے اُسکو جلال الدین کا لقب عطا فرمایا، ۵۴۹ھ مین جب خلافت بالکل کمزور ہو گئی تھی، مقتفی نے سلطان نور الدین محمود زنگی والی

[۵] حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے ان سکون پر ایک مستقل مضمون لکھا ہے اور وہ معارف مین شائع ہو چکا ہے۔

شام کو الملک العادل کا خطاب دیا، ۶۰۸ھ مین کہ ناصر الدین اللہ کا زمانہ تھا، سلطان شمس الدین التمش فرمانروائے ہند کو ناصر امیر المومنین کا لقب دیا گیا۔

یہ خطاب خلفاء سے عقیدت ظاہر کرتے تھے، اسی بنا پر جن بادشاہون کو یہ شرف حاصل نہین ہوتا تھا، وہ لطور خود اس قسم کے القاب اختیار کر لیتے تھے جن سے انکا خلافت سے تعلق معلوم ہوتا تھا، شہاب الدین غوری اور دیگر شاہان ہند کے القاب اسی قسم کے ہین۔

خلفاء صرف خطابات ہی تقسیم نہین کرتے تھے، بلکہ وہ باضابطہ بادشاہون کو ملکون کا حاکم بناتے تھے، اور اُن کے فرمان کے بغیر اُنکی حکومت قبول نہین کیجاتی تھی، چنانچہ سلاطین طاہریہ خلفاء کے حکم سے مقرر ہوتے تھے، صفاریہ کے دوسرے بادشاہ عمرو بن لیث نے جب اپنی اطاعت کا اظہار کیا تو اُسکو خلیفہ کی طرف سے عراق، عجم، فارس اور خراسان کی حکومت عطا ہوئی، لیکن جب اس نے انحراف کیا تو اسماعیل سامانی کو ان ممالک کا حکمران بنایا گیا، اور اسکے قلمرو مین سیستان، مازندران، رے اور اصفہان کا بھی اضافہ کیا گیا، سلطان محمود نے اگرچہ خراسان، ہندوستان، نیمروز، اور خوارزم اپنے زور بازو سے فتح کئے تھے، تاہم جبتک خلیفہ قادر باللہ نے فرمان جاری نہین کیا وہ ان ممالک کا جائز بادشاہ تسلیم نہین کیا گیا، ملک شاہ سلجوقی کو مقتدی نے تمام ممالک اسلامیہ کی زمام حکومت سپرد کی، سلطان نور الدین محمود زنگی اور سلطان سنجر کو مقتفی نے شام اور خراسان کا بادشاہ بنایا، علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہین،

ومن سلاطین دولۃ السلطان سنجر . . . والسلطان نور الدین (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۲)

یعنی اسکے خاص بنائے ہوے بادشاہ سنجر اور نور الدین تھے۔

مستضئی کے زمانہ مین جب سلطنت بنو فاطمیہ کا خاتمہ ہوگیا، تو تمام دنیا کے بادشاہون نے

اسکی اطاعت کی، اور یہ اطاعت وعقیدت اس درجہ تک پہنچی کہ سلاطین مصر وشام کی پرائیوٹ صحبتون مین جب کبھی خلیفہ ناصر کا نام آجاتا تہا، تو ہیبت وعظمت کی وجہ سے اُنکی آوازین لپست ہوجاتی تہین،[۲]

یہ تو تقلید اور خلعت کی صورت تھی اور شاہان اسلام عموماً اسی حیثیت سے خلیفہ کی طرف سے حکومت کرنے کے مجاز ہوتے تھے، لیکن دوسری صورت اس سے جداگانہ تھی اور اسکو استخلاف کہتے تھے، اسکے یہ معنی ہین کہ خلیفہ تمام سلطنت پر اپنا ایک نائب مقرر کرتا تہا جو وزیر اعظم سے زیادہ با اختیار رہتا تہا، چنانچہ اس طریقہ کا آغاز واثق کے عہد خلافت سے ہوا، اُس نے ۲۲۸ھ مین اشناس ترکی کو تمام ممالک کا سلطان بنایا، اور جب اُس نے ۲۵۲ھ مین وفات پائی تو خلیفہ معتز نے محمد بن عبد اللہ بن طاہر کو یہ منصب عطا کیا لیکن پھر اسکو معزول کرکے اپنے بہائی ابو احمد کو یہ منصب دیا، ابو احمد کے بعد بغا شرانی سلطان مقرر ہوا۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۶۴ [۲] ایضاً صفحہ ۱۶۱۴،

# منتخبات

## ملکی زبانون مین اُردو کا درجہ

یہ مضمون مولوی عبدالماجد صاحب بی اے کے قلم کا ہدیہ ہے جو انھون نے سر آسوتوش مکرجی کی اُس جبلی کے موقع پر پیش کیا تھا جو انکی خدمات کلکتہ یونیورسٹی کے اعتراف مین اسی سال منائی جا چکی ہے۔

انگریزی مین اسکو سب سے پہلے (مارچ نمبر مین) ماڈرن ریویو نے نقل کیا جسکے علاوہ اور بھی متعدد رسالون مین ذکر آچکا ہے، لیکن خود اردو کو ابھی برائے نام ہی اسکا قلم ہے کہ اسکے وکیل نے کیسی پر زور وکالت کی ہے، اس فرض کو معارف کی وساطت سے ہمارے اعظم گڈہ کے ایک ہونہار طالبعلم محمد سعید صاحب انصاری ادا کر رہے ہین، جسکے لئے ہم ان کے شکر گذار ہین۔

## زبان

زبان کی بہترین تعریف اگر کیجائے تو یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ایک آلہ ہے جس سے ایک شخص اپنی معلومات دوسرے تک منتقل کر سکے، یہ ایک نظام علائم ہے جس سے انسان کے خیالات دوسرون پر ظاہر ہو سکتے ہین، تعلیم مین اسکا کام یہ ہے کہ خیالات و جذبات کو آسانی اور صحت و صفائی کے ساتھ لفظی جامہ پہنا سکے، اور جسقدر کوئی زبان ان شرائط کو پورا کر سکتی ہے اُسیقدر وہ درجۂ کمال سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ ایک مکمل زبان کے لئے کیا کیا چیزین ضروری ہین؟ ذرا غور کرنے سے معلوم ہوجائیگا کہ اس زبان کے الفاظ مین صوری حیثیت سے حسب ذیل باتین ہونی چاہئین:-

(۱) اُن کا تلفظ آسان ہو۔

(۲) ان کے مشتقات آسانی سے بن سکین۔

(۳) وہ دوسرے الفاظ کے ساتھ آسانی سے ملائے جاسکین۔

معنوی حیثیت سے جیسا کہ مل نے کہا ہے، اس نظام علائم مین دو باتین ضروری ہین:

۱- ہر اسم نکرہ کے اپنی جگہ پر مستقل و متعین معنی ہونے چاہئین۔

۲- حسب ضرورت ہر مفہوم کے لئے ایک نام مخصوص ہو یعنی ہر خیال، ہر جذبہ، ہر حالت، غرض ہر چھوٹی سے چھوٹی کیفیت کے لئے جسے دماغ محسوس کرسکے ایک نام ہو۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا شرطین صرف ترقی یافتہ ہی زبان سے پوری ہوسکتی ہین، اور زبان کی ترقی اُس قوم کی جو اُسے بولتی ہے دماغی ترقی کے تناسب ہوتی ہے، اُن قومون کی زبان جو تمدن کے اعلیٰ مدارج پر ہین، لازماً اُن قومون کی زبانون سے زیادہ ترقی یافتہ ہوتی ہے جو تمدن کے اُس زینہ پر نہین ہین، موخر الذکر قومون کی زبانین قدرتاً ناقص اور کم مایہ ہوتی ہین اُنکا سرمایۂ الفاظ اسقدر وسیع نہین ہوتا کہ متمدن قومین اپنے اعلیٰ خیالات وجذبات کا اظہار اسکے ذریعہ کرسکین، غور کرو کہ دنیا کی غیر مہذب اور نیم متمدن قومون کی زبانون کی کم مایگی کا کیا حال ہے؟

اب دیکھو کہ اردو زبان مین ان امور کی کیا حیثیت ہے: ہندی کی اصل کا تاریخ مین کوئی قطعی پتہ نہین، تاہم ماہرین زبان کے اجماع عام کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندی دراصل شمالی ہند کی متعدد ابتدائی زبانون کا ایک مجموعی نام تھا تاکہ وہ مشرقی و مغربی پراکرت زبانون سے تمائز رہ سکے، یہ ایک قابل لحاظ امر ہے کہ وہ زبان جسے ہم آج ہندی کہتے ہین، وہ سنسکرت کی

ایک شاخ نہین بلکہ ہندوستان کے قدیم و اصلی باشندون کی زبان ہے حقیقت مین وہ سنسکرت سے بہت پہلے موجود تھی، اسکے ساتھ ساتھ رہی اور اسکے بعد تک باقی رہی، مسٹر بمیز آنجہانی جنھون نے ہندوستانی زبانون کا خاص طور پر مطالعہ کیا ہے، کہتے ہین:۔

"سنسکرت عام لوگون کے لئے نہ تھی، ہر جگہ مقامی زبانین بولی جاتی تھین، جو سنسکرت سے قبل تھین، اسکے ساتھ قائم رہین اور بعد تک باقی رہین۔"

مشہور فرہنگ نویس ڈاکٹر فیلن نے اپنی لغت کے دیباچہ مین لکھا ہے:۔

"یہ بالکل ممکن ہے کہ آجکل دیہقانی ہندی زبان کم و بیش تغیر و تبدل کے ساتھ موجودہ ناخواندہ باشندون کے ناخواندہ اسلاف کی دہقانی ہندی ہو۔"

لسانیاتی تجربات بتاتے ہین کہ رفتہ رفتہ اس پراکرات یا ہندی نے جو ملک کے باشندون کی سب سے قدیم زبان تھی، دو صورتین اختیار کر لی، ایک صورت ہندوستان مین متعدد آئی ہوئی زبانون کے باہمی اختلاط سے پیدا ہوئی، انگریزون کے آنے سے قبل ہندوستان مین بہت سی قومین آئین، مثلاً آرین، یونانی، سیتھین، عرب، مغل، اور افغان یہ سب اپنے ساتھ اپنی اپنی زبانین لائین، لیکن ان مین سے کوئی زبان بھی اتنی قوت نہ رکھتی تھی کہ ملک کی مروجہ زبان کو مٹا سکتی، قدرتی طور پر نتیجہ یہ ہوا کہ باہمی اختلاط شروع ہوگیا، ہر ایک دوسرے سے اثر پذیر ہونے لگی ایک زبان دوسرے مین جذب ہونا شروع ہوئی، اس قدیم پراکرت کی ایک صورت سنسکرت، ژند، یونانی، سیتھین، عربی، ترکی اور فارسی زبانون کے خارجی اثرات کو جذب کرنے لگی، ان مین سے ہر زبان کے حدود اثر اس رقبۂ زمین تک محدود تھے جو اس قوم کے زیر اثر ہوتا تھا، چنانچہ اسلامی اثرات مین سب سے زیادہ نمایان اور وسیع تھا، پراکرت کی یہ صورت موجودہ بول چال مین ہندوستانی یا اُردو کے نام سے موسوم ہے۔

پراکرت کی دوسری صورت دیہات مین محدود رہی، اور اسلئے اُسے بیگانہ اثرات سے آلودہ ہونے کے بہت کم مواقع ملے، خارجی اثر کو اس نے بہت کم قبول کیا، اور تھوڑا بہت جو کچھ کیا وہ بھی سنسکرت تک محدود رہا، پراکرت کی یہ خالص صورت موجودہ ہندی کے نام سے پکاری جاتی ہے۔

اصل مین اُردو اور ہندی دو مختلف زبانین نہین ہین بلکہ ایک ہی مان کی دو بیٹیان ہین، اردو اپنی زندگی کے ہر منزل پر مختلف ضروریات و حالات کے لحاظ سے اپنی اصلاح و درستگی کے لئے اور تہذیب و تمدن کے گوناگون ذرائع سے اپنی غذا حاصل کرنے کے لئے بدلتی رہی، برعکس اسکے ہندی ان اثرات سے پاک و بے آمیز رہی، سچ یہ ہے کہ کوئی زبان خارجی اثرات سے بالکل پاک نہین رہ سکتی تاہم بلا کسی ناانصافی کے یہ کہا جا سکتا ہے، کہ سنسکرت، یونانی، ایرانی عربی، ترکی، اور فارسی اثرات کی آمیزش و اختلاط سے جو پراکرت پیدا ہوئی، اسی درخت کی اردو ایک قلم ہے، اور ہندی صرف سنسکرت کی آمیزش کے ساتھ شمالی ہند کی قدیم اور خالص زبانون کی ایک یادگار ہے۔

مختصر یہ کہ حقائق ذیل ناقابل انکار ہین:-

۱- آرین قوم کے آنے سے قبل ہندوستان مین متعدد زبانین مروج تھین جنکا عام نام پراکرت تھا

۲- سرسینی پراکرت کی وہ صورت تھی جو سرسینا (نواح متھرا کا علاقہ) مین بولی جاتی تھی۔

۳- ہندی، اصطلاح ایک فارسی لفظ ہے جسکے دو مختلف معنی ہین، وسیع معنی مین اسمین وہ سب زبانین شامل ہین جو ہندوستان مین بولی جاتی تھین، محدود معنی مین اس سے سرسینی یا پراکرت کی وہ صورت مراد تھی جو شمالی و مشترکہ زبان تھی، اور جس سے غیر ممالک کے باشندے اول اول دوچار ہوئے۔

۴- شمالی ہند کی اس ہندی زبان نے رفتہ رفتہ دو مختلف صورتین اختیار کین، ایک ناقص، جامد اور بے آمیز رہی، دوسری نے نہایت آزادی سے خارجی اثرات کو جذب کیا، اور دوسری زبان سے اختلاط قبول کیا-

۵- اول الذکر صورت کا قدیم نام ہندی ہی قائم رہا، موخرالذکر اردو کے لقب سے موسوم ہوئی-

نتیجہ اب بالکل صاف ہے، اُردو جو مختلف تمدن وتہذیب کا مرہ چپک رہی ہے اور مختلف آریائی اور سامی زبانون کا عطر ہے، ذریعہ تعلیم کے لئے نہایت موزون ہے اور ملک کی دیگر زبانون کی بہ نسبت علمی خیالات کے اظہار اور تمدن کی ضروریات کے لئے زیادہ بہتر ومناسب ہے-

اردو زبان کا ذخیرہ بھی کثیر ہے، ایرانی، یونانی، فارسی، ترکی، عربی، اور زمانہ حال مین انگریزی زبانون کے مشتقات بے شمار ہین، جو سنسکرت اور قدیم زبان کے الفاظ سے خلط ملط ہوگئے ہین، اس سے جدید مصطلحات کے ڈہالنے مین بڑی آسانیان پیدا ہوگئی ہین، جدید مغربی علوم کا اُردو مصنف نہایت آسانی سے عربی وسنسکرت، فارسی وانگریزی کے وسیع ذرایع سے کام لے سکتا ہے، بغیر اسکے کہ اپنی خاص زبان کے حسن وخوبی کے پہلو کو نظر انداز کرے-

ہندوستانی کی دوسری بڑی خوبی اسکا عالمگیر ہونا ہے، جسکا مقابلہ ہندوستان کی کوئی دوسری زبان نہین کرسکتی، مرہٹی کشمیر مین، گجراتی بہار مین، اور تامل اودہ مین ایسی ہی اجنبی معلوم ہونگی جیسی کہ افریقہ کی بنتو زبان، برعکس اسکے ہندوستانی جیسا کہ ہر شخص اسکا تجربہ کرسکتا ہے، ہندوستان کے طول وعرض مین بلکہ بیرون ہند کے اکثر مقامات شلاً عدن، بندر سعید، مالٹا وغیرہ، مین ہر جگہ سمجھی جاتی ہے، ہندوستان کی دیگر زبانین، معاف کیا جائے میرا منشا کسی کا استخفاف

نہین ہے، زیادہ سے زیادہ صوبہ وار زبانین ہین، ہندوستانی ہی صرف ایسی زبان ہے جو ہر صوبہ مین بولی اور سمجھی جا سکتی ہے، ہندوستانی زبان کا ایک معقول حصہ ہندوستان کی ہر زبان مین شامل ہے، اور یہی سبب ہے کہ اُن صوبون کے باشندے بھی جہان ہندوستانی عام طور پر نہین بولی جاتی، اُسکو بالکل ہی اجنبی زبان محسوس نہین کرتے۔

یہان ہندوستانی زبان کے متعلق دو ایک یورپین محققین کے خیالات کا پیش کرنا مناسب موقع ہوگا جن سے مذکورہ بالا نتائج پر مزید روشنی پڑیگی۔

جارج کیمبل، مصنف انڈیا از اِٹ مائٹ بی، نے ہندوستان کی مشترک تعلیمی زبان کے بارہ مین ایک طویل مضمون لکھا ہے :-

"ہندوستانی ملک کے اکثر طبقون مین عام طور پر بولی جاتی ہے، اور اس سے زیادہ عام طور پر یہ سمجھی جاتی ہے، مسلمان جنکی کہین زیادہ تعداد ہندوستان مین آئی، اور جنھون نے اپنی تحریری زبان کو ایک حد تک فارسی رکھا، بول چال مین عام طور پر ہندوستانی ہی کو استعمال کرتے تھے، البتہ انھون نے اسمین بیرونی الفاظ کی ایک کثیر تعداد داخل کر دی ہے، جیسا کہ ہکو بھی وقتاً فوقتاً انگریزی الفاظ کی آمیزش کرنی پڑتی ہے اور آیندہ پڑیگی"

ان لوگون کیلئے بھی جو ہندوستانی اچھی طرح نہین سمجھتے، ایک ایسی زبان کا انتخاب کر لینا جسکو اُن کے گرد و پیش کے لوگ عموماً بولتے ہون اور جسکا ایک بڑا حصہ ہندوستان کی تمام زبانون مین شامل ہے (یعنی ہندوستانی زبان) کہین زیادہ آسان ہے بہ نسبت اسکے کہ وہ ایک ایسی زبان سیکھین جو بالکل ہی نامانوس اور اجنبی ہو۔

مین یہ تجویز کرتا ہون کہ تمام اعلیٰ مدارس مین .... ہندوستانی ہی عام زبان ہونی چاہئے اور زبانین بھی جہانتک ضرورت ہو سکھائی جائین ... بغیر کسی عام مشترک زبان کے ترقی

کرنا محال ہے، اور اگر جیسا کہ میرا خیال ہے، انگریزی کو عام بنانا خارج از بحث ہو تو ہندوستانی ہی جہانتک ممکن ہو، عام و مشترک بنانا بہت بڑا مقصد ہونا چاہیئے، بنگالی زبان کے موافق بھی اُس صوبہ مین جہان کی یہ خاص زبان ہے دلائل پیش کئے جا سکتے ہین، لیکن درحقیقت ہندوستانی تمام طبقون مین اسقدر عام ہے کہ کسی کو اُسکے مقابلہ مین پیش کرنا میرے خیال مین مناسب نہوگا۔"

ایک دوسرے موقع پر اسی مصنف نے لکھا ہے:-

"ہندوستانی، جیسا کہ مین نے کہا ہے ہندوستان کی مشترکہ زبان ہے، اس حیثیت سے تمام اعلیٰ طبقون مین بلکہ مین یہ کہونگا کہ تمام ادنیٰ طبقون مین بھی (سپاہی، ملازم وغیرہ) تمام مسلمانون اور ہندوستان مین رہنے والے تمام یورپینون مین عام طور پر بولی جاتی ہے اور اسمین قبول الفاظ کی ایک ایسی عجیب خصوصیت ہو کہ مین نے کسی اور زبان مین نہین دیکھا، اگر کسی لفظ کا بہ آسانی معقول ترجمہ ہندوستانی مین نہوسکے، تو اُسکی بجاے کسی طویل فقرے کی ضرورت نہین، فوراً ہی وہ لفظ ہندوستانی مین شامل کر لیا جاتا ہے، خواہ وہ فارسی، عربی، پرتگالی یا انگریزی ہی کیون نہو، اس طریقہ کی سہولت اور سودمندی حیرت انگیز ہے، ہم ہندوستانی کو ہر ضرورت کے لئے استعمال کرسکتے ہین۔"

میسو گرسین ڈی ٹسی، مشہور فرانسیسی عالم نے ۹- دسمبر ۱۸۶۹ء کو امپریل اسپشل اسکول آف اورینٹیل لنگویجز" پیرس مین ہندوستانی زبان پر ایک لکچر دیا تھا، اُسکے بعض اقتباسات ہم ذیل مین درج کرتے ہین:-

"اردو نے ہندوستان مین وہی مرتبہ حاصل کیا ہے جو فرانسیسی زبان نے یورپ مین - یہ وہ زبان ہے جو بہ کثرت استعمال مین رہتی ہے، یہ عدالت اور شہر دونون مین استعمال

ہوتی ہے، اہل علم اپنی تصنیفات اور شعرا اپنی غزلین اسی زبان مین لکھتے ہین، یورپین سے گفتگو کا وسیلہ یہی ایک زبان ہے، کہا جاتا ہے کہ ہندو لوگ اردو ہر جگہ نہین سمجھتے مگر یہی صورت تو تمام ملک کی زبانون کے ساتھ ہوتی ہے، برٹین (جو فرانس ہی کا ایک صوبہ ہے) کے کسان خواہ پراونسل ہون یا السا شین، فرانسیسی زبان نہین سمجھتے تو کیا یہ اس بات کی دلیل قرار پا سکتی ہے کہ فرانسیسی صوبہ کی عدالتون اور سرکاری دفاتر مین نہ استعمال کیجائے"۔

"اردو ہندوستان کے ہر قصبہ و قریہ مین سمجھی جاتی ہے، باوجودیکہ وہان اور بھی زبانین بولی جاتی ہین، شمالی مغربی صوبہ اور اودھ کی تو یہ خاص زبان ہے، یہ صرف ہندوستان کے اندر ہی محدود نہین ہے، بلکہ بلوچستان اور دیگر ممالک مین جو ہند سے ملحق ہین سمجھی جاتی ہین، یہ امر مشہور و معروف سیاحون کے بیان سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے"۔

جے بیمز مصنف انڈین فلالوجی کا حسب ذیل بیان ہندوستانی زبانون کے عمیق مطالعہ کا نتیجہ ہے۔

"مین اسکو (اردو) مختلف گروہون کی بڑی اور وسیع زبان کی نہایت ہی ترقی یافتہ اور متمدن صورت خیال کرتا ہون، صرف یہی نہین کہ یہ ایک فصیح سلیس اور وسیع زبان ہے بلکہ اسمین وادی گنگا کی بسنے والی قومون کی زبان کی اعلیٰ ترقی ظاہر ہوسکتی ہے (رسالہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۳۵ سنہ ۱۸۶۶ء صفحہ ۱)

ایسے زمانہ مین جبکہ ہندو و مسلم اتحاد اور ہندوستانی قومون کے باہمی میل جول کا غلغلہ مچ رہا ہے، یہ یاد رکھنا بہتر ہوگا کہ اردو اسلامی حکومت کی یادگار نہین بلکہ ہندو و مسلم یکجہتی کی علامت ہے ایک طرف تو عربی و فارسی کے درمیان اور دوسری جانب سنسکرت و پراکرت کے مابین یہ ایک معقول رابطہ ہے، ہر زبان کے خزانہ مین خاص اجزا صرف دو ہوتے ہین، اسماء اور

افعال، بقیہ چیزین ثانوی اور ضمنی ہوتی ہین، اب اگر دیکھا جاے تو اُردو کے تمام اسماء یا تو عربی ہین یا فارسی، اور تمام افعال سنسکرت یا پراکرت اصل سے ہین، آنا، جانا، چلنا، بولنا، مارنا، مرنا، کہانا، پینا، اُٹھنا، اُٹھانا، بیٹھنا، بیٹھانا، یہ ایسے الفاظ ہین جن سے کوئی شخص بھی احتراز نہین کرسکتا، برعکس اسکے غیر زبان کے الفاظ مثلاً جنگل، مال، میدان، مکان، حال، کاغذ، تماشہ، سال، دروازہ، سرکار، شکار، چاقو ایسے الفاظ ہین جنکے استعمال سے کسی جاہل دہقانی کے لئے بھی بچنا ویسا ہی محال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اتحاد و ایثار نفسی کی رُوح تھی جس نے ہندو اور مسلمان دونون کو ترغیب دی کہ اپنی اپنی زبانین چھوڑکر ایک ایسی زبان اختیار کرین جو اصل مین ہندوستانی ہو لیکن اسکی نشو و نما خارجی ذرائع پر ہوئی ہو، اور باہمی اتحاد و ہمدردی کی اس رُوح کا عملی نتیجہ تھی، اور آج بھی وہ وفاداری کے ساتھ اس رُوح کو ظاہر کررہی ہے۔

## لٹریچر

غیر اُردو دان طبقہ کا عام خیال ہے کہ اُردو کوئی قابل ذکر لٹریچر نہین رکھتی، اُردو زبان کے بعض بڑے ماہرین مثلاً سر چارلس لائل، اور سر چارلس گریرسن بھی اس خیال سے صاف اور پُرزور طریقہ اختلاف نہین ظاہر کرتے، (دیکھو ان کے مضامین ہندوستانی لٹریچر، اور ہندوستانی زبان، پر انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا خصوصاً سر چارلس لائل کا مضمون) یہ یقین گو اسقدر عام ہے، لیکن حقیقت و اصلیت سے کوسون دُور ہے۔

یہ سچ ہے کہ ترقی یافتہ مغربی زبانون کے مقابلہ مین اُردو کوئی وسیع لٹریچر نہین رکھتی لیکن ہندوستان کی ملکی زبانون کے لحاظ سے اُردو کو بے مایہ کہا جائے تو یہ دعوی نہایت آسانی کے ساتھ غلط ثابت کیا جاسکتا ہے، لٹریچر کی وسعت کوئی مستقل بالذات شے نہین ہے بلکہ اضافی شے ہے جسکا اندازہ اور زبانون کی نسبت ہی سے ہوسکتا ہے، اس بنا پر دنیا کی کوئی زبان قطعی

طور پر وسیع و سرمایہ دار نہین کہی جاسکتی۔

سرمایۂ ادب کو دو مین تقسیم کرسکتے ہین، (۱) اصل (۲) نقل، اصل سے مراد مجتہدانہ مضامین ہین، نقل مین وہ ذخیرہ شامل ہے جو دوسرے لٹریچر سے ترجمہ، تالیف و تلخیص کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے، اب اُردو لٹریچر پر ان دونون پہلوؤن سے غور کرو۔

پہلے نقل کو لو، نظم و ڈراما مین دنیا کی بہت سی زبانون نے اُردو مین جگہ پائی ہے، ہومر کی ایلیڈ، مہابھارت، رامائن (مصنفہ والمیکی اور تلسی داس) کالیداس کی شکنتلا، پیک ابر (میگھ دوت) اور دوسری تصنیفین، ملٹن کی فردوس گم گشتہ (پیراڈائز لاسٹ) اور ٹیگور کی گیتانجلی، چترا، نیز دیگر تصانیف اردو دان اصحاب کے نظر سے بآسانی گذر سکتی ہین شیکسپیر کو غالباً ان مین سب سے زیادہ مقبولیت کا درجہ حاصل ہے، اسکے بہت سے ناٹکون کا ترجمہ ہوچکا ہے جو اسٹیجون پر کھیلے جاتے ہین، اتھیلو، خون ناحق (ہیملٹ) سفید خون (کنگ لیر) دی ٹمپسٹ، بزم فانی، (رومیو اور جولیٹ) انگشتری (سمبلائن) دلفروش (دی مرچنٹ آف وینس) مرید شک (ونٹرز ٹیل) شہید ناز، (شیر فار شیرر) بھول بھلیان (دی کامیڈی آف ایررز) اور ایزیو لائک اٹ، عرصہ سے اُردو مین موجود ہین، شیریڈن کے بعض ناٹک مثلاً اسیر حرص (پزیرو) سوفوکلس اور سیفو، وینٹی اور گیٹے، لانگ فیلو اور ساؤدی، شیلے اور بائرن، ورڈسورتھ اور ٹینی سن کی اکثر چیدہ نظمین اُردو مین آگئی ہین۔

ناول یا فسانہ نگاری مین رینالڈ کے بعد جسکی تصنیفون مین ہندوستانی نوجوانون کے لئے جادو بھرا ہے، اسکاٹ میری کیریلی، اور کانن ڈائل مقبول ترین مصنفین مین سے ہین، ان کی بہت سی تصنیفات کے اُردو ترجمے وادی گنگا مین کہین زیادہ دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہین، بہ نسبت اسکے کہ اُنکے خاص وطن سواحل ٹیمز پر پڑھی جاتی ہون، بنکم چندر کی تقریباً تمام تصنیفین

اور ٹیگور کے اکثر قصے بھی اُردو مین ترجمہ ہوچکے ہین، آر، ایل اسٹونس، رائڈر ہیگرڈ، اسکر وائلڈ، برنرڈ شا اور ایچ ۔ جی ویلز بھی مقبول ہورہے ہین،

نثر لکھنے والون مین میکالے اور کارلائل، اسمائلز اور لیوبک اُردو دان طبقہ مین روشناس ہوچکے ہین ۔

فلسفہ اور علم النفس مین افلاطون کے متعدد مکالمے، ارسطو کی تصانیف اور چانکیہ کے نصائح کے انتخابات، سینکا کے خیالات (رفلکشنز) برکلے کے مبادی، ومکالمات، لیبان کی نوح الاجتماع، (دی کراوڈ) اور فلسفہ انقلاب الامم (سائیکالوجی آف دی ایوولشن آف پیوپلز) نیز بیکن، ہیوم کینٹ، مل، اسپنسر، جیمس، اور اسٹاوٹ کی تصانیف کے حصے اُردو مین ہین۔

تاریخ وسیر مین پلوٹارک کی مشاہیر یونان و روما (لائیوز آف ایمنینٹ گریکس اینڈ رومنز) تھیکر اور شویل کی تاریخ یورپ (جنرل ہسٹری آف یورپ) ڈوزی کی اسلامک اسپین، ولیس کی تاریخ روس، (رشیا) ایبٹ کی نپولین اعظم (نپولین) گرین ہسٹری اف دی انگلش پیوپل، ونسنٹ اسمتھ ہند قدیم (اینشنٹ انڈیا)، الفنسٹن کی تاریخ ہندوستان (ہسٹری آف انڈیا) میلکم کی تاریخ ایران، (ہسٹری آف پرشیا) کے نام اور گبن کی رومن امپائر کے حصے قابل ذکر ہین جن سے اسی پایہ اور مرتبہ کی اور تصانیف کی تشریح ہوسکتی ہے ۔

سیاسیات و اقتصادیات کے میدان مین ذیل کے نام کافی ہونگے:۔

ارسطو کی پالیٹکس، مل کی آزادی (لبرٹی) علم السیاست، (ریپرزنٹیٹیو گورنمنٹ) اور سیاست مدن (پولیٹکل اکانمی) مل کی قوانین دولت (لاز آف ولتھ) مارلے کی علم السیاست (مکیاولی) اور رمینی سنسیز، کرزن کی پرشیا، ہبزنیی کی ڈیوٹیز آف مین، شوستر کی فغان ایران (اسٹرینگلنگ آف پرشیا) بسنٹ کی فیوچر آف اسلام، ویمبری کی مستقبل اسلام (فیوچر آف اسلام) نیز سیلے

ولنجلی، ولسن وپولک، سجوگ وچیونز، مارشل ومارٹین کے بعض حصے -

علم سیاست (پولیٹکل سائنس) کے ساتھ ساتھ فلسفیانہ تاریخ کا شعبہ بھی ہے، اور اس شعبہ مین بکل کی تاریخ تمدن، ہسٹری آف سیولیزیشن، گوئزٹ کی تمدن انگلستان، سیولیزیشن ان انگلینڈ لی بان کی تمدن عرب (سیولیزیشن آف دی عرب) تمدن ہند (سیولیزیشن آف انڈیا)، لیکی کی تاریخ اخلاق یورپ (یوربین مارلز) ڈریپر کی انٹلکچول ڈولپمنٹ آف یورپ اور روت کی تہذیب قدیم ہندوستان (اینشنٹ انڈین سیولیزیشن کے ترجمے بتائے جاسکتے ہین -

تعلیم مین ٹاڈ وغیرہ کی چھوٹی چھوٹی کتابون کے علاوہ اُردو، اسپنسر، بین، فروبل، پسٹالاٹزی، ہربرٹ اور مانٹی سوری کی تصانیف سے ناآشنا نہین ہے،

سائنس مین ڈریپر کی معرکہ مذہب وسائنس (کانفلکٹ بٹون ریلیجن اینڈ سائنس) جیسے عام طرز کے کئی مقبول رسالون کے علاوہ اُردودان طبقہ ڈارون اور ویلیس، ہیکل اور ہکسلے، لائل اور گیکی، ٹنڈال اور بوس، کلون اور میکسول، کروکس اور لاج کے انکشافات وتصنیفات سے معقول حد تک آشنا ہے -

قانون، فقہ، اور طبی کتابون کے تراجم کا ذکر کرنا بیسود ہے، کیونکہ ان مضامین کی بہت سی کتابین بمقتضاے ضرورت اُردو مین منتقل ہوکر آگئی ہین،

یہ واضح رہے کہ فہرست بالا مین جامعیت واستقصار کا خیال بالکل نہین رکھا گیا ہے، جونام برجستہ یاد آسکے لکھدیئے گئے ہین تاکہ ناظرین کے ذہن مین ایک خاکہ قائم ہوجائے کہ اُردو لٹریچر غیر زبانون کے خزانے سے کسقدر بہرہ یاب ہے،، انکی مکمل فہرست طیار کرنے کے لئے سیکڑون صفحے چاہئین -

ایک دوسرا امر قابل لحاظ یہ ہے کہ فہرست بالا صرف مغربی لٹریچر تک محدود ہے، اسکے علاوہ

سلمانون کے لٹریچر کا سارا عربی و فارسی خزانہ اور ہندوؤں کی سنسکرت و ہندی کا خزانہ ایک حد تک اُردو مین آگیا ہے، قرآن شریف، گیتا، پران، مہا بھارت، اور رامائن مین سے ہر ایک کے اُردو مین متعدد ترجمے ہین، پیغمبر اسلام، حضرت مسیح، سری کرشن، سری رام چندر، گوتم بودھ، گرو نانک اور کبیر داس کی سوانح و تعلیمات، ہندو سنیاسی، اور جوگیون مثلاً وشیسٹھ، اہل معرفت و صوفی شعرا، مثلاً مولانا رومی اور حافظ، معلم اخلاق و الٰہیات مثلاً سعدی و غزالی، رزمیہ شعرا، مثلاً فردوسی، فلسفی مثلاً ابی سینا، مورخین مثلاً ابن خلدون، ابن خلکان اور فرشتہ کی تصانیف اُردو لٹریچر کے خزانہ مین بعض بہترین جواہرات مین سے ہین۔

مجتہدانہ و طبعزاد تصانیف پر کسی طویل گفتگو کی ضرورت نہین، ان کے لئے کوئی ایسا مادی معیار قائم نہین کیا جا سکتا، جس پر مختلف مصنفین کی خوبیان پرکھی جا سکین، صرف مذاق سلیم ہی اسکا فیصلہ کر سکتا ہے، شعراء کے طبقہ مین میر و درد، غالب و حالی، انیس و دبیر، آتش و داغ اپنے اپنے رنگ مین رُوح شاعری کے بہترین نمونہ ہین، زندہ لوگون مین اکبر الٰہ آبادی کا نام سب سے زیادہ نمایان حیثیت رکھتا ہے، اُن کے کلام مین دقتِ نظر اور حکیمانہ نکتہ سنجی کے ساتھ ظرافت و شوخی کا امتزاج دنیائے شاعری کا ایک بے مثل معجزہ ہے، اُن کے بعد اقبال کا نمبر آتا ہے جو ایک حصہ سے بھگوت گیتا کے انداز پر اپنا پُر قوت فلسفۂ عمل، دنیا کے سامنے حیرت انگیز بلند خیالی و اثر کے ساتھ پیش کر رہے ہین، اُنکی بعض فارسی نظمون کا ترجمہ کیمبرج کے فاضل پروفیسر نکولسن نے انگریزی مین کیا ہے، اُن کے بعد حسرت و ریاض، عزیز و جوش ہین جو کسی دوسری زبان کے شعراء سے کمتر نہین رکھے جا سکتے۔

ناول یا فسانہ نگاری مین نذیر احمد، مرزا رسوا، عبد الحلیم شرر، رتن ناتھ سرشار، راشد الخیری، خواجہ حسن نظامی، پریم چند کی کتابین پڑھنے ہی سے تعلق رکھتی ہین، پُرانے قصے کہانی کی کتابون کا

تو کچھ ذکر ہی نہین، ان مین سے بہت سی کتابون کا انگریزی اور ہندی مین ترجمہ ہوگیا ہے۔

سنجیدہ نثر نویسون مین اردو، سرسید احمد، نذیر احمد، محمد حسین آزاد، چراغ علی، حالی، شبلی، کرامت حسین، سید سلیمان، اور ابوالکلام آزاد پر بجا فخر کرسکتی ہے، محمد حسین کی شاعرانہ نثر اور نازکخیالی اعجاز سے کم نہین، نذیر احمد کو اُردو، فارسی وعربی زبان پر ایک حیرت انگیز قدرت حاصل تھی، شبلی ایک بلند پایہ مورخ تھے، لیکن بحیثیت ایک ادیب اور نقاد کے اُنکی عظمت کا پایہ اور بھی بلند تھا، سیرۃ نبوی (چھہ جلدون مین) اُن کے علمی فضل وکمال کی بجاے خود ایک ناقابل انکار شہادت ہے۔ شعرالعجم (۵ جلدین) جیسی جامع ونافع تصنیف نے مشہور مستشرق پروفیسر براؤن کو اُن کا گرویدہ بنا دیا ہے، پروفیسر موصوف نے اپنی کتاب لٹریری ہسٹری آف پرشیا، (تاریخ ادبیات ایران) کی تیسری جلد مین اس سے بہت سے اقتباسات نقل کئے ہین، کرامت حسین (جج الہ آباد ہائیکورٹ) لسانیات اور علم المعاشرت کے ممتاز عالم تھے، سید سلیمان، شبلی کی تاریخی وعلمی ترکہ کے مورث ہوئے ہین، اور نہایت سرگرمی کے ساتھ اپنے پیشرو کے نقش قدم پر چل رہے ہین، جہانتک مذہب، فقہ اور تصوف کا تعلق ہے، اُردو لٹریچر کا خزانہ قطعاً بے مایہ نہین۔

پچھلے چند سال کے اندر اُردو لٹریچر کی اشاعت وتبلیغ کے لئے تین مرکز قائم ہوئے ہین، ان مین سب سے بڑا دارالتراجم عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن (یونیورسٹی ٹرنیسلیشن بیورو آف حیدرآباد) ہے، جہان تمام مفید مضامین مثلاً تاریخ، علم المعیشت، منطق، اخلاقیات، نفسیات، مابعد الطبعیات، اقتصادیات، ریاضیات، علم الحیات، طبعیات، علم کیمیا وغیرہ کی انگریزی کتابون کے تالیف وترجمہ کا کام نہایت تیزی کے ساتھ ہوتا ہے۔ دوسرا مرکز انجمن ترقی اُردو ہے جسکا صدر دفتر اورنگ آباد (دکن) ہے، اس انجمن نے ابتک کئی درجن کتابین بالخصوص مغربی علوم وفنون مثلاً علم الحیوانات، علم طبقات الارض، علم النفس، علم نباتات، اور علم المعاشرت کے

متعلق شایع کی ہین، ان کے علاوہ ایک تیسرا مرکز مجلس دار المصنفین یا شبلی اکاڈیمی ہے جو اپنے بانی کے نام سے موسوم ہے اور جسکا دفتر اعظم گڈھ (صوبہ متحدہ) مین ہے، اسکا تعلق زیادہ تر مشرقی علوم وفنون سے ہے، تاہم اُس نے یورپی فلاسفہ اور علماے نفسیات مثلاً برکلے اور لیبان کے متعلق بھی چند کتابین شایع کی ہین،

غرض ان واقعات ومشاہدات کا مطالعہ تمام غیر متعصب ناظرین کو یہ سمجھا دینے کے لئے کافی ہے کہ اُردو لٹریچر گو غیر معمولی طور پر وسیع اور مکمل نہو تاہم اسقدر مفلس وبے مایہ بھی نہین ہے، جتنا عموماً خیال کیا جاتا ہے، اور ہندوستان کی دیگر زبانون کے مقابل مین تو اپنی ہستی برقرار رکھنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے،

## رسم الخط

اُردو کے حقوق تسلیم کرنے مین سب سے زیادہ جو شے مانع آتی ہے وہ اسکے رسم خط کے نقائص ہین، کہا جاتا ہے کہ مبتدی کے لئے یہ خط تکلیف دہ، مشکل اور پریشان کن ہے، اسکے لکھنے اور پڑھنے مین ہمیشہ غلطی کا احتمال ہے، اس قسم کے الزامات غلط فہمی پر مبنی ہین جو نہایت آسانی سے رفع ہو سکتے ہین۔

کسی رسم خط کے محاسن ومعائب دو طریقے سے پرکھے جا سکتے ہین، (۱) بلحاظ خواندگی (۲) بہ لحاظ کتابت۔ ہم ان دو پہلوؤن پر علٰحدہ علٰحدہ غور کرتے ہین۔

ماہرین لسانیات (فلالوجسٹ) گروہ کا اتفاق ہے کہ ہر مکمل نظام تہجی مین (۱) ہر علٰحدہ مفرد آواز کو ادا کرنے کے لئے ایک علٰحدہ ومستقل حرف (کیرکٹر) ہونا چاہیئے، اور مفرد اصوات کے علاوہ اور کسی آواز کو علٰحدہ ومستقل حرف سے نہ ادا ہونا چاہیئے، (۲) جو اصوات مفردہ اصلاً ایک ہون، ان کے طول واختصار (پستی وبلندی و دیگر تغیرات حالت کے ادا کرنے کے لئے مستقل

حروف نہین بلکہ مختلف حرکات یا اعراب ہونے چاہیئے،

ہر ابجد یا نظام تہجی کے تمام حروف ان آوازون کے جو بولنے مین پیدا ہوتی ہین، مرئی نشانات ہوتے ہین، یہ حروف تحریری زبان سے متعلق ہوتے ہین، اور آوازین تقریری زبان سے، حروف ہجایئہ کی خاص غرض یہ ہوتی ہے کہ تقریری زبان کو آنکھون کے سامنے موزون علامات کے ذریعہ سے لے آئین، اسلئے حروف ہجایئہ کی خوبیون کا معیار صرف یہ ہے کہ وہ کس صحت واحتیاط کے ساتھ اصوات کی ترجمانی ونمایندگی کرتی ہین، غیر ضروری حروف کی افراط اور مرکب حروف علت یا مرکب ورمرکب حروف کا صحیح ہونا کسی ابجد کے حسن وخوبی کی دلیل نہین ہوسکتین، بلکہ اسکے قبح ونقص کے شواہد ہین۔

اس معیار پر پرکھنے کے بعد اُردو نظام تہجی اپنے حریفون سے نہایت آسانی سے بازی لیجاتا ہے، اسمین تمام بڑی چھوٹی مفرد آوازون کو ادا کرنے کے لئے مفرد حروف علت ومفرد حروف صحیحہ کی صورت مین حروف ونشانات موجود ہین، لیکن ساتھ ہی ساتھ اس مرکب حرف علت اور مرکب حروف صحیح کی آوازون کے ظاہر کرنے کے لئے کوئی حرف نہین ہے، ناگری نظام تہجی کی مرکب حرف علت اور مرکب حروف صحیحہ کی آوازون کو ظاہر کرنے کے لئے پیچیدہ اور غیر ضروری حروف ایجاد کرکے اُردو نظام تہجی کو خواہ مخواہ دشوار نہین بنایا گیا ہے، نہ دو قسم کے حروف یعنی ابتدائی وثانوی قرار دیکر اسپر غیر ضروری بار ڈالا گیا ہے۔

اُردو نظام ہجایئہ مین حسب ذیل دس آوازین ہین:۔

(۱) تین اصلی حروف علت ہین جو کسی علحدہ حرف سے نہین بلکہ نشانات سے ظاہر ہوتی ہین، ان نشانات کے نام فتحہ، ضمہ وکسرہ ہین، (۲) تین ویسے ہی کھینچکر پڑھے جانے والے حروف علت ہین جو قبل آہستہ پڑھے جانیوالے حروف علت کے بعد ہی آتے ہین، مثلاً الف ساکن

ماقبل مفتوح سے لمبی آواز پیدا ہوتی ہے، جیسے چال اور سال تین، اسی طرح واؤ ساکن ماقبل مضموم سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے نور اور طور مین، اسی طرح یاے ساکن ماقبل مکسور سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے نیل او فیل مین۔

(۳) دو ملے ہوے حروف علت، واؤ ساکن ماقبل مفتوح سے ایسی آواز پیدا ہوگی، جیسے غور اور جور مین، اسی طرح یاے ساکن ماقبل مفتوح سے ایسی آواز پیدا ہوگی جیسے قیصر مین۔

(۴) دو فارسی کے حروف ہین جو مجہول کہلاتے ہین، (۱) واو مجہول جیسے شور مین (۲) یاے مجہول جیسے تیل مین۔

اصل مین اُردو نظام تہجی کا ماخذ عربی ہے، لیکن گلچینی یا اخاذی کا ملکہ جو اُردو زبان کی سرشت مین داخل ہے، رسم الخط کے سلسلہ مین بھی ظاہر ہوا، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُردو نظام تہجی عربی فارسی، اور سنسکرت نظامات ابجدی کا گلدستہ نبگیا، اور علاوہ اسکے بہت سے غیر عربی النسل حرف بھی شامل ہوگئے جیسے پ، ٹ، چ، ڈ، گ اور ہاے دوچشمی۔

ان محاسن ترکیبی کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اُردو نظام تہجی صوتی حیثیت سے اتنا مکمل نبگیا جتنا کسی انسانی زبان کے لئے اتبک ممکن تھا، عربی حرف تہجی پر بحث کرتے ہوے سرولیم جانسن نے کہا ہے کہ مکمل زبان وہ ہے جسمین ہر وہ خیال جو انسانی دماغ مین آسکتا ہے، نہایت صفائی اور زور کے ساتھ ایک مخصوص لفظ کے ذریعہ سے ظاہر کیا جاسکے، خیالات اگر سادہ ہون تو الفاظ بھی سادہ اور اگر خیالات مشکل ہون تو وہ بھی مشکل، اسی اصول کی بنا پر مکمل رسم الخط وہ ہے جسمین اس زبان کی ہر آواز کے لئے ایک مخصوص نشان ہو، اس لحاظ سے قدیم فارسی درجہ کمال کے قریب تر ہے، لیکن عربی نظام تہجی جسے تمام اسلامی قومون نے اختیار کیا ہے، عربی لکھنے کے لئے اسدرجہ مکمل ہے کہ ایک حرف بھی بلا کسی دشواری کے محسوس کئے ہوئے گھٹایا بڑھایا نہین جاسکتا۔"

مسٹر موصوف کے یہ خیالات اُردو نظام تہجی پر بھی حرف حرف چسپان ہوتے ہین -

اب اس مسئلہ کو کتابت کے نقطۂ نظر سے دیکھو، ایک ضروری امر جسے دیگر نظامات ابجد مین نظر انداز کر دیا جاتا ہے، یہ ہے کہ تحریری نشانات دو قسم کے ہوتے ہین، حروف علت اور حروف صحیح، حروف علت تمام قسم کے آوازون کی بنیاد ہین، اور حروف صحیحہ کے اُتار چڑہاؤ کو بتانے مین حروف صحیح اصوات طبعی کی نیابت کرتے اور اُنکے باہمی تغیرات کو ظاہر کرتے ہین، حروف علت کوئی اپنی مستقل آواز نہین رکہتا بلکہ اسکا کام حروف صحیح کے تلفظ مین مدد دینا ہے اور بس، دیگر زبانون نے ان دونون قسم کے حرفون کے درمیان اس امتیاز کو نظر انداز کر دیا ہے، لیکن اُردو نے حرف علت کو کوئی مستقل حرف نہ تسلیم کرکے اس امتیاز کو قائم رکہا ہے، اس لحاظ سے کوئی زبان اسکی ہمسری کا دعوی نہین کرسکتی، اسمین حروف علت حرفون سے نہین بلکہ صرف اعراب سے ظاہر ہوتے ہین، حروف علت بذات خود مستقل آوازین نہین ہین بلکہ محض اصوات کے لب و لہجہ اُتار چڑہاؤ مین مدد دیتے ہین، اُردو کتابت حروف علت کو بحیثیت حروف کے کوئی جگہ نہین دیتی بلکہ صرف نشانات سے اُنہین ظاہر کرتی ہے اور یہ بالکل بجا ہے -

یہ اعتراض کہ معمولی تحریر مین نشانات نہونے سے ایک ہی لفظ مختلف طریقون سے پڑہا جاسکتا ہے بالکل بے بنیاد ہے، جیسا کہ ایک مشہور عالم نے کہا ہے کہ ان نشانات کے حذف کر دینے سے پڑہنے والے مین اسقدر ملکہ و مہارت ہوجاتی ہے کہ وہ نشانات کے مدد بغیر پڑھ سکے، یہ نشانات اس غرض سے نہین حذف کئے جاتے کہ مبتدی یا وہ لوگ جو زبان سے ناآشنا ہین بہنک جائین، اُردو طرز تحریر مین ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ پڑہنے اور لکہنے مین کم محنت صرف ہو اُردو طالب علم کی ترقی تعلیم کا یہ ایک جزو ہے کہ وہ بلا نشانات کے بھی صحیح لکھ پڑھ سکے اور اسمین شبہہ نہین کہ جلدی ہی وہ ایسا کرنے کے قابل ہوجاتا ہے، لیکن ہندی کا طریقۂ تحریر کوئی ایسی تعلیم

نہین دیتا، ہندی عبارت سے کوئی منترہ (نشان) ہٹا دو، اور بیچارہ ہندی کا طالبعلم اندھے کی طرح بے بس ولاچار ہوجاتا ہے"

یہ خیال کہ اُردو خط شکست اسقدر شکل اور بیقاعدہ ہے کہ پڑہنا دشوار ہے، بالکل غلط ہے ہر زبان کے روزمرہ کی طرح ہر طرز تحریر کی ایک روان اور شکست صورت بھی ہے، اُردو مین یہ کوئی انوکھی بات نہین ہے، اسکا فائدہ اُسکے روان ہونے ہی مین ہے اور اسکا استعمال صرف اُنکے لئے ہے جو اُردو زبان سے بخوبی واقف ہین۔

اُردو کتابت ایک طرح کی مختصر نویسی ہے، ہر حرف کی پوری شکل کے علاوہ ایک مختصر صورت بھی ہوتی ہے، اور یہ انہین مختصر صورتون کو جوڑکر لفظ بنانے کا طریقہ ہی ہے جس نے اُردو لکھنا اسقدر سہل کردیا ہے، اس سے حسب ذیل فوائد ہین :۔

(۱) جگہ کی کفایت۔

(۲) وقت کی کفایت،

(۳) لکھنے والے اور پڑہنے والے دونون کے لئے قوت (انرجی) کی کفایت۔

اردو رسم خط تھوڑے تغیر کے ساتھ تمام اسلامی ممالک مین رائج ہے، بنگال کے مشرقی سرے سے لیکر مغرب مین طرابلس اور مراکش تک استعمال کیا جاتا ہے، ایک ایسے رسم الخط کے استعمال کرنے مین جو نہ صرف ہندوستان بلکہ افغانستان، بلوچستان، اسلامی ترکستان، ایران، عراق، عرب، شام، فلسطین، ترکی، مصر، اور افریقہ کی بعض دیگر ریاستون مین بھی رائج ہے، جو بین الاقوامی فوائد ہین وہ ایسے کم نہین کہ نظرانداز کئے جاسکین۔

---

# اخبار علمیہ

بابرنامہ (شہنشاہ بابر کے خود نوشت حالات) کا انگریزی ترجمہ ۱۸۲۶ء مین دو انگریز مستشرقون مسٹر لیڈن ومسٹر رسکن نے شائع کیا تھا، اس کے بعد یہ کتاب ناپید ہو گئی تھی، اب تقریباً ایک صدی کے بعد اس ترجمہ کو دو جلدون مین ہمفری میلفرڈ پریس نے شائع کیا ہی، ترجمہ پر نظر ثانی اور تہذیب وتحشیہ کا کام سر لوکس کنگ پروفیسر عربی و فارسی ڈبلن یونیورسٹی نے انجام دیا ہی، ایک نقشہ اور بہ کثرت حواشی کا اضافہ کیا گیا ہی،

---

حکومت رومانیہ نے ایک عرصہ سے اپنے قلمرو کے کالجون مین انگریزی زبان کی تعلیم کو لازمی قرار دیدیا ہی، لیکن اس حکم پر ابتک پوری طرح عملدرآمد اسلئے نہین ہو سکا ہی کہ رومانیہ مین اعلیٰ انگریزی دان اشخاص کافی تعداد مین موجود نہین جو تعلیم دے سکین، اور حکومت کے پاس اتنا روپیہ موجود نہین جو انگلستان سے انگریز اُستادون کو بُلا سکے، تاہم حال مین اس مقصد کے کسی نہ کسی حد تک حاصل کرنے کے لئے حکومت رومانیہ نے پروفیسر کرگی مددگار مولف آکسفرڈ انگلش ڈکشنری کو اپنے ہان مدعو کیا ہی کہ وہ ایک مہینہ وہان قیام کر کے انگریزی زبان کے متعلق لکچر دین، اور لوگون کو معلومات بہم پہنچائین، (ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

---

امریکہ کا مشہور مخیر ارب پتی اینڈریو کارنیگی اپنی زندگی مین ایک عظیم الشان سرمایہ مقاصد صلح دامن کی تبلیغ و اشاعت کیلئے وقف کر گیا تھا، اوس وقف سے پانچ لاکھ ڈالر (ایک ڈالر ۳ روپیہ کا ہوتا ہے) فرانس، روس، سرویا، و بلجیم کے اون باشندون کی امداد کے لئے دیا گیا ہی جو بغیر شریک جنگ ہوے اوس کے اثرات کی زد مین آگئے، ذیل کی یونیورسٹیون کو بھی مندرجۂ ذیل امداد اوسی سرمایہ سے ملی ہی:-

| | | |
|---|---|---|
| لووین یونیورسٹی (بلجیم)۔ | ۱ لاکھ ڈالر۔ | بغرض تنظیم کتبخانہ |
| ریس یونیورسٹی (فرانس) | ۲ " " | " |
| بلگریڈ یونیورسٹی (سرویا) | ۱ " " | " |

نقد اعانت کے علاوہ، لندن یونیورسٹی، پیرس یونیورسٹی، اور روما، زوریچ، ٹوکیو، پیکنگ کے کتبخانوں کو امریکی تاریخ و امریکی تعلیم سے متعلق دو دو ہزار کتابین تقسیم کی گئی ہین، اس کے سوا روس سے جو لوگ بالشویک زیادتیون سے تنگ آکر جلاوطنی پر مجبور ہوئے اور بحراسود کے ساحلون پر اوترے، اون کی تعداد درمیان پچاس ہزار اور ایک لاکھ کے تھی، ان کی دوا علاج، غذا و پوشش کے لئے بھی اسی وقف سے روپیہ یا گیا، (ایضاً)

---

ایک آسٹروی سائینٹسٹ پروفیسر نفورر نے ایک ایسے ہوائی جہاز اور طیارہ کی ایجاد کا دعوی کیا ہے، جس کی ساخت پرندون کے بازوے بالکل مشابہ ہوگی اور جو بغیر کسی خارجی اعانت کے، پرندون کی آزادی دبے تکلفی کے ساتھ فضاے آسمانی مین گشت لگا سکیگا۔

---

مئی گذشتہ مین، پیرس مین نپولین کی یک صدی کی برسی بڑے اہتمام سے منائی گئی، ایک تاریخی کانگرس منعقد کی گئی، جس کے صدر مارشل فوش تھے، اور جس کے تین دن تک دو وقتہ اجلاس ہوتے رہے، ان چھ اجلاسون مین نپولین کے کارنامون پر تاریخی، سیاسی، قانونی، حربی، و تمدنی، ہر پہلو سے بحث ہوتی رہی، اور ایک سو سے زاید ممتاز اہل قلم نے ان مذاکرون اور مباحثون مین حصہ لیا، ایک اجلاس مین موضوع بحث یہ تھا کہ مسئلہ قومیت مین نپولین نے کیا کیا انقلابات پیدا کئے، اس اجلاس مین پولینڈ، زیکوسلاویکا، یونان اسپین، اور یورپ کی دوسری قومی حکومتون کے نمایندہ شریک تھے، ان سب نے اپنی اپنی قوم کی جانب سے نپولین کی سپاسگزاری کی، ہندوستان کی جانب سے شکریہ ایک بنگالی عالم، پروفیسر بنوے کمار سرکار نے

ادا کیا، ان کے خطبہ کا عنوان "نپولین کی تحریک اور نوجوان ہندوستان" تھا یہ تقریر ادنھون نے فرنچ زبان مین پڑھی، اور نپولین کی مدح مین ایک نظم بھی سُنائی. (کابجین)

---

تمام دنیا کے اخبار نویسون کی انجمن (پریس کانگرس) کا اجلاس اِس سال اکتوبر مین، جزائر ہوائی مین بمقام ہونو لو قرار پایا ہی، صدر مسٹر والٹر ولیمس منتخب ہوئے، جو امریکہ کی میسوری یونیورسٹی مین شعبہ صحافت (اسکول آف جرنلزم) کے ناظم ہین۔ (ایضاً)

---

امریکہ مین ہند اور مسائل ہند سے متعلق دلچسپی وشوق و واقفیت روز بروز بڑھتا جاتا ہی، وہان کے متعدد مشاہیر نے مسائل ہند سے خاص دلچسپی لینا شروع کر دی ہی، اور ان مسائل کا غائر مطالعہ کرنے لگے ہین، اور امریکہ کے مختلف شہرون مین مطالعہ مسایل ہند کے لئے بہ کثرت مراکز قایم ہو رہے ہین، چنانچہ تنہا ایک ریاست مساچوسٹس مین بیس سے زاید مراکز قایم ہو چکے ہین، ان مرکزی دفترون کے نام اِس نوعیت کے ہین :- چندر گپت، ٹیپو، شیر شاہ، بندے ماترم، تلک، (ایضاً)

---

برٹش امپایر یونیورسٹیز کانگرس جس کا ذکر اس سے پیشتر ان صفحات مین آچکا ہی، جولائی کے پہلے عشرہ مین آکسفرڈ مین منعقد ہوئی، آٹھ اجلاس ہوئے، جن کے صدر علی الترتیب لارڈ کرزن، مسٹر بالفر، لارڈ ہالڈین، لارڈ کرو، لارڈ بالفر آف برے، لارڈ شیفٹسبری، لارڈ رابرٹ سیسل، ولارڈ کینن ہوتے رہے، بیسیون مضامین زیر بحث رہے، جن کے مہمات عنوان یہ ہین :-

(۱) یونیورسٹیون مین مضامین کی ترتیب و توازن،

(۲) یونیورسٹیون مین بلدیات، سیاسیات و معاشیات کی تعلیم،

(۳) یونیورسٹیون مین تعلیم ثانوی،

(۴) یونیورسٹیون مین بالغون کی تعلیم،

(۵) یونیورسٹیان اور تعلیم اساتذہ،

(۶) یونیورسٹیون کی مالی حالت،

(۷) یونیورسٹیان اور ریسرچ (تحقیقات عالیہ)

(۸) مختلف یونیورسٹیون کے اساتذہ وطلبہ کا باہمی تبادلہ،

(انڈین ایجوکیشن)

---

ایک ماہر فلکیات کا بیان ہی، کہ اگر کرۂ ارض کا کسی مہیب ترازو مین وزن کرنا ممکن ہو، تو دوسرے پلڑے مین کرۂ ارض کے مساوی الحجم پانچ کرہ جو پانی سے لبالب ہون، اور چھٹا کرہ، جس مین ایک ربع پانی ہو، رکھنا ہونگے، جب جاکر پہلے پلڑے سے جس مین کرۂ ارض ہوگا، وزن برابر ہوسکیگا،

---

انگریزی مقبوضات کے تمام حصون مین ہندوستان، برقی ترقیون مین سب سے پست ہی، مختلف اقطاع سلطنت انگریزی مین ہر فرد پر جتنے برقی واٹون کا پرتہ پڑتا ہی، اوس کا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا:-

| | | |
|---|---|---|
| کناڈا مین ہر فرد پر | ۱۴۸ | واٹ |
| آسٹریلیا " | ۶۲ | " |
| جنوبی افریقہ " | ۵۰ | " |
| جزائر برطانیہ " | ۳۳ | " |
| ہندوستان " | ۱ | " |

علمار ہیئت کا بیان ہی کہ ہر شب کو ۲۰۰ء۴ ستارے ٹوٹ کر زمین پر گرتے ہین، لیکن اون کا جسم اس قدر سبک و لطیف ہوتا ہے، کہ اگر ۱۰ کرور برس تک برابر ان کی بارش ہوتی رہے جب کہین جاکر زمین کی دبازت مین بہ قدر نصف انچ کے اضافہ ہوسکیگا،

---

ہرورڈ یونیورسٹی (امریکہ) کے نامور ماہر فلکیات ڈاکٹر شیپلی کہتے ہین، کہ بالعموم اہل سائنس کائنات کی وسعت کا جو اندازہ کرتے ہین، وہ اس کے مقابلہ مین ایک ہزار گنی وسیع تر ہی، عام اہل سائنس اب تک کرۂ ارض کو مرکز کائنات قرار دیتے رہے ہین، ڈاکٹر موصوف نے اسے اس مرکزی مقام سے بہ قدر ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۳۶۰ میل کے ہٹا دیا ہی،

---

ڈاکٹر گارڈن بیرین، لکھتے ہین کہ ایک یازدہ سالہ لڑکی کے ہاتھ کے اوپر کے حصہ کی ہڈی مین جس کو اصطلاح مین ہیومرس (Humerus) کہتے ہین دراز پڑگئی تھی، مریضہ پڈنگٹن کے شفاخانہ اطفال مین لائی گئی، یہان ایک بیل کے پیر سے ہڈی کاٹ کر اسے ۴۸ گھنٹہ تک جوش دیا گیا، اور اس کے بعد اسے ٹھیک ٹھاک کرکے اوس کے جوڑ مین کیلون سے جڑ دیا گیا، اور عضلات پر ٹانکے لگا دیئے گئے، تین مہینہ کے عرصہ مین بیل کی ہڈی پوری طرح مریضہ کی ہڈی مین جڑ گئی اور اس کے ایک مہینہ بعد مریضہ پوری طرح شفایاب ہوکر شفاخانہ سے اپنے گھر رخصت ہوآئی، اور چند روز بعد اوس ہاتھ سے بخوبی کام لینے لگی، (لینسٹ)

---

ڈاکٹر البرٹ ایبرمس نے اپنے ایک طویل مضمون مین اس کا دعوی کیا ہی، کہ وہ قطرات خون کا معائنہ کرکے قطعیت کے ساتھ حکم لگا سکتے ہین، کہ فلان شخص فلان شخص کی اولاد ہی، جس شخص کی ابوت

یا جو مشتبہ ہو، ایک قطرہ وہ اس کے خون کا لیتے ہین، اور ایک قطرہ دوسرے کے خون سے باپ یا ان کا اور دونون کا امتحان کرکے نفی یا اثبات مین جواب دیتے ہین، اون کا دعویٰ ہو کہ اون کے ایجاد کردہ طریقون سے ہر فرد کے نہ صرف صحت نسب کا ثبوت مل سکتا ہی، بلکہ محض قطرۂ خون کے معاینہ سے فرد کی نسل، قومیت، جنسیت، صحت اور مدت حیات کا بھی پتہ چل سکتا ہی، چنانچہ ایک شخص نے اون کے پاس بذریعہ ڈاک اپنے خون کا ایک قطرہ بھیجا تھا، اوس کے جواب مین اونھون نے اوسے بتادیا، کہ اوس کا مادری سلسلہ ہالینڈ، اٹلی، وسویڈن والون سے ملتا ہی، اور پدری سلسلہ مین انگریزی وآیرش خون شامل ہی. (پاپولر سائنس)

---

پروفیسر سرویس و پروفیسر ملر کی مشترکہ کوششون نے امریکہ کے بعض ویران وغیر آباد حصون مین ایک نہایت قدیم جانور کے وجود کا پتہ لگایا ہی، جس کا نام ان لوگون نے اپنی اصطلاح مین ڈینوسار (Dinosaur) رکھا ہی، یہ جانور کم از کم ایک کرور برس ہوئے سطح ارض پر موجود تھا، ورنہ ممکن ہی کہ اس سے بھی قدیم تر ہو، یہ جانور چارپایہ نہین بلکہ دوپایہ تھا، اس کے نقش قدم ہاتھی کے نقش قدم کے برابر پائے گئے ہین، (ایضاً)

---

دمدار ستارہ جو ہر شب و روز بلا ناغہ طلوع ہوتے رہتے ہین اون کا مستقر یا مسکن فضائے تاریک ہی، یہ تاریکی سے نکلتے ہین. آفتاب کے گرد حیرت انگیز سرعت کے ساتھ چکر لگاتے ہین، اور پھر تاریکی ہی مین غائب ہوجاتے ہین، جس طرح برسات مین روشنی کے گرد ہزارون کیڑون اور پتنگون کا ہجوم ہوجاتا ہی، اوسی طرح دمدار ستارے آسمان مین بیشمار تعداد مین جمع رہتے ہین، ستارہ نیپچون کے آگے ضیابہ کا جو حلقہ ہی وہ ابتک دخانی وغیر جامد حالت مین ہی، نظام شمسی کو بھی

فضلے دخانی چارون طرف سے گھیرے ہوے ہی، یہی فضلے دخانی، جو نظام شمسی کے حدود سے باہر ہی، اور جس کے حدود و رقبہ کی ابتک تحقیق نہین ہو سکی ہی، دمدار ستارون کا مولد و منبع ہے، اسی فضا سے یہ بیشمار تعداد مین نکلتے رہتے اور آفتاب کے گرد چکر لگا لگا کر غایب ہوتے رہتے ہین، اس فضا کا فاصلہ کرہ آفتاب سے بہ قدر ۱۵۰۰۰۰۰۰۰۰ میل کے اندازہ کیا جاتا ہی، دمدار ستارون کی جسامت اگرچہ اکثر مہیب و دہشت انگیز ہوتی ہی، لیکن ان مین وزن تقریبًا معدوم ہوتا ہی، (ایضًا)

---

دنیا مین جتنے اجسام مادی موجود ہین، سب کی ترکیب آیٹمز (سالمات) سے ہوئی ہی، لیکن خود ہر سالہ کی تحلیل بیشمار الکٹرنس (برق پارون) مین ہو سکتی ہی، ان برق پارون کے قوی و خصایص کی جو تحقیقات حال مین پروفیسر ملیکن نے کی ہی، اوس سے معلوم ہوا ہی، کہ ہر برق پارہ ایک غیر معمولی قوت کا مخزن ہوتا ہی، اس کی شرح رفتار معمولًا فی سکنڈ ۶۰۰ فٹ ہوتی ہی، اور بعض صورتون مین اس سے کئی گنی زاید، اِس نو دریافت قوت سے اگر کام لیا جا سکے، تو دنیا کی موجودہ حالت مین غیر معمولی انقلاب ہو جائیگا، جن چیزون کا حصول آج نہایت دشوار سمجھا جاتا ہی، وہ بالکل معمولی باتین بن جائنگی، مثلًا برقی روشنی اور پنکھے کے مصارف کا تحمل اس وقت صرف اُمراہی کر سکتے ہین، لیکن برق پارون کی قوت سے کام لینے کے بعد ان چیزون تک ہر متنفس کا دسترس ہو سکیگا اور اون کا حصول پانی اور ہوا کی طرح عام ہو جائیگا، وقس علیٰ ہذا۔ (ایضًا)

---

اسی جدید اکتشاف کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا، کہ معدنی اشیار کا باہمی استحالہ اب اس قدر دشوار نظر نہین آتا، جتنا چند سال قبل سمجھا جاتا تھا، کیمیا گری ابتک حکمارِ مغرب کے نزدیک ایک قابل مضحکہ شے تھی، اور تانبے کو سونا بنا دینے کا دعوی کرنا ایک امر محال کا ادعا کرنا تھا، لیکن اب جبکہ یہ

دریافت ہوگیاہے، کہ دنیا مین جس قدر اجسام مادّی ہین، سب کی ترکیب متحد الاصل برق پارون سے ہوئی ہی، اور اجسام مین جو کچھ اختلاف ہی، وہ محض اسلئے ہی، کہ ان برق پارون کی ترکیب بعض اجسام مین زیادہ ثقل وکثافت کے ساتھ ہی، اور بعض مین انتشار ولطافت کے ساتھ، اور ہر جسم سے ان برق پارون کا انحلال تیز یا آہستہ شرح رفتار کے ساتھ ہوا کرتا ہے، اس مین کچھ استبعاد نہین باقی رہاہے، کہ رفتار انحلال کو تیز یا آہستہ کرکے ایک جسم سے دوسرے جسم مین تبدیل کردیا جائے،

---

# ادبیات

## عرض نیاز بہ بارگاہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا

جناب سجاد انصاری وکیل بارہ بنکی

اے عقدہ کشاے باب عالی — دنیا ترے انتظار میں تھی
جمعیتِ کاروانِ ملت — بربادی و انتشار میں تھی
واماندگی و فغانِ خاموش — ہر دیدۂ اشکبار میں تھی
اک کشمکش حیات ملی — مجبوری بیقرار میں تھی
تڑپی آخر تری جبیں سے — جو برق قضاے کار میں تھی

"اسلام کا آفتاب چمکا
بے پردہ و بے نقاب چمکا"

اے مونس سطوتِ خلافت — تو "فتح مبین" کا راز نکلا
طوفانِ بلا کی شورشوں میں — اک تو ہی سفینہ ساز نکلا
ظلِّ نبوی تھا سایہ افگن — جب لیکے سرِ نیاز نکلا
یوں نغمہ سرا ہوئے فرشتے — جانباز رہِ حجاز نکلا

لبریز نواے سرمدی سے
معمور ضیاے احمدی سے

اے منتخبِ حیات جاوید — اے غیرتِ طالعِ سکندر

تو ایک دلیلِ محتشم ہے — اسلام کی جان نثاریوں پر
تیری قربانیوں پہ نازان — توقیرِ شریعتِ پیمبر
تیری بے باکیوں سے لرزان — مغرب کا ہر ایک فتنہ پیکر
ہین انجمنین تمام برہم — دنیا پہ ہے اک فضائے محشر
بکھرے ہوئے ہین عرب کے اوراق — ہے رو بخزان عجم کا منظر
اے معجزۂ نسیمِ اُمید — اب تیری طرف ہے دیدۂ تر

سرمایۂ برگ و بار ہو جا
پیرایۂ صد بہار ہو جا

---

## بزمِ رزمی

جناب سعید رزمی بھوپالی

وہ جلوہ گاہ ناز ہے یا بزم طور ہے — ہر ایک ذرہ روکشِ دنیائے نور ہے
ان خود نمائیون پہ بھی محرومیان عجب ! — اے چشم نامراد یہ تیرا قصور ہے
اللہ رے انبساطِ تماشائے حسن دوست — دنیا اسیر موجۂ بحرِ سرور ہے
مایوس ہو نہ دل کسی اُمیدوار کا — اے حسن بے نیاز ترحم ضرور ہے
نیرنگیِ کمالِ محبت تو دیکھئے، — موسیٰ حریف جلوۂ لیلائے طور ہے
ہین اور تاب جلوۂ برقِ جمال یار — اے عقل ہرزہ کار سراسر فتور ہے

اُس دشمنِ وفا سے ہے اُمید التفات
رزمی یہ کیا خیال ہے کچھ بھی شعور ہے

# منازعۂ چشم و بینی

پروفیسر فدا علیخان رامپوری ڈھاکہ یونیورسٹی

یہ نظم اٹھارھوین صدی کے ایک ممتاز انگریزی شاعر کاوپر کی ایک نظم کا ترجمہ ہے، اگرچہ لطف شعر ترجمہ کا متحمل مشکل سے ہوسکتا ہے، لیکن کسی زبان کو دوسرے زبان کی شاعری سے آشنا کرنے کے لئے اسکے سوا چارہ ہی کیا ہے، خود کاؤپر کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ ہومر کا مترجم تھا البتہ ہمارے مترجم پر اپنی زبان (اُردو) کا زیادہ حق تھا، اور جسکو شاید وہ زیادہ خوبی کے ساتھ ادا بھی کرسکتے۔

اس نظم مین سب سے لطیف نکتہ وہ استحقاق ہے جسکی بنا پر عینک کا مالک "بینی" کو قرار دیا گیا ہے، یہ وہی منطق استحقاق تو نہین ہے جو آج بیسوین صدی مین انگلستان اپنے اس نامور شاعر کی پیروی مین ملک گیری کے لئے پیش کرتا ہے؟ (معارف)

| | |
|---|---|
| قضیۂ عجبے از قضا چنان رُو داد | میان بینی و چشمان منازعت افتاد |
| کنی سوال گر از ما بہ التزاع اینجا | بخاست از پئے عینک فساد و فتنہ زپا |
| کہ حق و ملکِ کدام است عینکِ مذکور | ملاک امر چنان گشت در جہان مشہور |
| پئے سماعتِ خصمان نشست قاضی گوش | کہ بودہ است سمر در ذکا و تیزی ہوش |
| زبان وکیل شدہ در عبای ریش و بروت | کشادہ لب ز پئے بحث از وجوہِ ثبوت |
| کہ اے جمیل شیم صدر بزم شرع مبین | یکے بہ چشم عدالت درین معاملہ بین |
| شود چنان حق بینی ز رُوے حق بینی | تو مبرہن گویا بہ چشم خود بینی |

که در تصرف بینی است عینک از آن دم — که آمده بوجود از پس حجاب عدم

همین که بر لب او آمد این سخن شد پیش — چنانکه تیرے ناگاه بر جهد از کیش

گرفت عینک و در پیش چشم قاضی داشت — از و معاینه اش را به غور و فکر بخواست

نظر کنید میان محدبش که چسان — برای بینی آمد موافق و چسپان

به پشت بینی آنگونه استوار افتاد — تو گوئیا که کسے زین بر پشت اسپ نهاد

هم امر دیگر اینجاست غور و خوض طلب — که بارها به نظر آمدست و نیست عجب

بس اتفاق فتادست و میتوان افتاد — که رفته بینی بر باد در طریق فساد

کرا بود هوس عینکے درین صورت — کرا بود به چنین حالتے سر زینت

از آنچه گفتم القصه روشن است عیان — چنانکه هستیِ موهوم پیش خود بینان

که عینک از پے بینی است آمده بوجود — نه بل ز بینی جز عینکے بده مقصود

سوے فریق دگر رفت بعد از آن بشتاب — ز جانبش بجماعت کشاد لب بخطاب

مدار هیچ عجب از دلیلِ این احوال — مدارِ زندگیش هست چون برین اقوال

ز سوی چشم چو بنیاد بحث و نطق نهاد — تو گوئی گفتهٔ پیشینِ خود ندارد یاد

چو بود حجتش این بار قول بے بنیاد — به پیش قاضی دور از قیاس و عقل افتاد

ز پیش گاهِ قضا پس بصد متانت و حلم — به لفظ روشن و جزمیکه ناشی است از علم

صدور یافت چنان حکم ناطقِ مطلق — که هست دعویِ بینی ز پای تا سر حق

لهذا هر گه در روز روشن و شبِ تار — به جلوه آید عینک به بینی از پے کار

برای چشم بود فرضِ عین خوابیدن — فراز کردنِ مژگان و در فرو بستن

# باب التقریظ والانتقاد

## مناقب رزاقیہ

از

### ملا نظام الدین فرنگی محلی قدس سرہ

ہندوستان نے اپنے اسلامی عہد تاریخ مین جو چند ممتاز ترین علماء پیدا کئے، ان مین ایک ملا نظام الدین فرنگی محلی بھی تھے، اون کی ذات معقول و منقول، شریعت و طریقت کی جامع تھی، اون کے معاصر علماء اون کی شاگردی پر فخر کرتے تھے، اور اون کا قایم کیا ہوا نصاب تعلیم "درس نظامیہ" کے نام سے آجتک ہندوستان کے عربی مدارس مین رایج ہے، علامہ آزاد بلگرامی، جو ملا موصوف کے ہمعصر تھے، ان کے حالات مین لکھتے ہین:-

امروز علما و اکثر قطر ہندوستان نسبت تلمذ به مولوی دارند، و کلاہ گوشۂ تفاخر می شکنند، و کسے کہ سلسلۂ تلمذ به اومی رساند، بین الفضلا بعلم امتیاز می افرازد، مردم بسیار را دیدہ شد کہ تحصیل جاہاے دیگر کردند، و براے اعتبار خاتمۂ فراغ ازمولوی می گرفتند۔ (ماثر الکرام ص۲۲۰)

ملا موصوف کی عام شہرت ایک زبردست عالم شریعت اور جید معقولی کی حیثیت سے ہے، اور ان کے افادات قلم مین ان کی شرح ہدایۃ الحکمت و شرح مسلم الثبوت سب سے زیادہ مقبول و معروف ہین لیکن یہ کم لوگون کو معلوم ہوگا کہ ملا صاحب جس پایہ کے عالم تھے، اوسی پایہ کے عارف بھی تھے،

جس طرح وہ علوم ظاہری مین استاد الاساتذہ تھے، اوسی طرح معارف باطنی واسرار تصوف مین بھی شیخ الشیوخ تھے، رسالہ مناقب رزاقیہ اونھون نے اپنے شیخ طریقت کے حالات وفضائل مین تحریر کیا ہی،

ملا صاحب کے مُرشد، موضع بانسہ (ضلع بارہ بنکی، اودھ) کے مشہور بزرگ سید شاہ عبد الرزاق قدس سرہ تھے، جن کا سال وصال ۱۱۳۶ ہجری ہے، اور جن کی درگاہ اس وقت تک مرجع خلائق ہے، ملا صاحب اون کے معمولی مرید نہ تھے، بلکہ خاص عاشقون مین تھے، اور آگے چلکر اون کے ایک ممتاز خلیفہ ہوئے، چنانچہ عشق وشیفتگی، محبت وعقیدت کے جلوہ اس رسالہ کی ایک ایک سطر سے نمایان ہورہے ہین،

سید صاحب بانسویؒ تقریباً ایک ناخواندہ درویش تھے، اون کی بیعت مین ایک ایسے ممتاز عالم کا داخل ہونا منجملہ اون واقعات کے ہی، جن پر اہل ظاہر کو ہمیشہ حیرت رہیگی، لیکن یہ حقیقت بھی اس سے کچھ کم عجیب نہین، کہ ملا صاحب کے زمانہ مین جو اشخاص اس واقعہ پر سب سے زیادہ متحیر ومعترض رہتے تھے، (یعنی ملا محمد رضا و ملا کمال الدین) وہ بالآخر خود بھی اسی حلقۂ بیعت مین داخل ہوکر رہے،

سید صاحب کے حالات مین اون کے مریدون اور معتقدون نے متعدد رسائل تالیف کئے ہین، جن مین سے بعض طبع ہوچکے ہین، مثلاً ملفوظ رزاقی (فارسی) از نواب محمد خان شاہجہانپوری، وکرامات رزاقیہ (اردو) از نواب موصوف، وگلستان طریقت (منظوم) از مولوی محمد حسین، اور بعض غیر مطبوع ہین، مثلاً مناقب رزاقیہ از سید باقر علی ردولوی وغیرہ، اور متعدد کتابون مین اون کا ذکر ضمناً آیا ہی، مثلاً مآثر الکرام (آزاد بلگرامی) یا بحر ذخار (شاہ وجیہ اللہ بن اشرف) مین، لیکن تقدم زمانی استناد وتحقیق واقعات کے لحاظ سے رسالۂ زیر نظر کو سب پر فضیلت حاصل ہی،

مؤلف نے اس رسالہ کو پانچ فصلون مین تقسیم کیا ہی (ملا صاحب بجائے "فصل" کے "وصل" کی اصطلاح استعمال کرتے ہین) فصل اوّل مین سید صاحب کے نسب، وطن، تعلیم، حلیہ، سلسلۂ روحانیہ ووفات کا ذکر ہی، فصل دوم اخلاق وواردات قلب وخصائل سے متعلق ہے، فصل سوم مین تجلیات غیب کا

بیان ہی، فصل چہارم الہامات حالت خواب وبیداری کے لئے وقف ہی، اور فصل پنجم مین کرامات وخوارق عادات کا تذکرہ ہی، یہ عنوانات تقریبًا ملّا صاحب ہی کے الفاظ مین دیدئے گئے، لیکن دورحاضر کے ناظرین کو ملّا صاحب کی تالیف مین اس قسم کے حسن ترتیب کی توقع نہ رکھنی چاہئے جسے موجودہ تصانیف کا لازمی جزو سمجھا جاتا ہی، عنوانات بالا مین سے کوئی عنوان جامع ومانع نہین، ہر فصل مین ایسے واقعات درج ہین جنھین بلا تکلف دوسری فصلون کے ماتحت بھی جگہ مل سکتی ہی،

حضرت سید صاحب بانسوی کے سوانح وفضائل کے علاوہ اس رسالہ مین ضمنا کہین کہین عام مسائل تصوف پر بھی بحث آگئی ہی، جن کے متعلق ملّا نظام الدین کا مسلک معلوم کرنا بہت سے ناظرین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا، اس قسم کے دو ایک واقعات درج ذیل کئے جاتے ہین،

(۱) ایک مرتبہ سید صاحب ایک بزرگ کے مزار پر کھڑے ہوئے تھے، کہ آواز آئی، کہ "آج تم سے ایک ایسا عمل صادر ہوگا جو محمود نہ ہوگا" اس روز یہ واقعہ پیش آیا، کہ ایک شخص نے بہ ارادۂ قتل تلوار سے آپ پر حملہ کیا، آپ نے بھی جواب مین تلوار اٹھائی، وہ شخص بھاگ گیا، ظاہر ہے کہ مدافعت مین تلوار اٹھانا بالکل جائز تھا، پھر اسے غیر محمود کیون بتایا گیا؟ اس کے جواب مین ملّا صاحب کہتے ہین:-

"باید دانست کہ حسنات عوام سیّات ابرار است واز ینجاست کہ زلّات کہ از حضرات انبیاء علیہم السلام واقع شدہ، تعبیر آن بہ ظلم وشل آن شدہ، محمول بر ترک اولی ست، پس ترک اولی درحق آنہا ہرگاہ چنین مشابہ است، پس بعدے ندارد کہ اقطاب عرفا با ہند کہ علی الحقیقۃ ورثۂ انبیا باشند، درحق آنہا مباحاتے کہ لایق شان آنہا نباشد بچنین مشابہ بودہ باشد، پس تعبیر آن بہ نہ نیک" برجا باشد (ص۳۵)

(۲) بعض درویش نماز کے پابند نہین ہوتے، متقدمین مین بھی بعض اکابر صوفیہ نماز کے پابند نہ تھے، اور سید صاحب بانسوی کا بھی یہی حال تھا، ملّا صاحب جیسے زبردست عالم شریعت اس حقیقت سے بالکل بے اعتنائی کیونکر برت سکتے تھے، فرماتے ہین:-

"از بعض علامات دریافت شد که وقت نماز حالتے مع الحق تعالیٰ داشت، که بنظیر "لی مع الله وقت لا یسعه ملک مقرب" اشارت ست، و از قیام و تہیئ و اسباب طہارت و نماز در وے فتورے راہ می یافت ازین امر متوقف می شد، و در بعضے اوقات بہ نماز مشغول می شد، حالتے می یافت کہ "لا عین رات و لا اذن سمعت" و آن حال را در ہمہ ازمان نہ می یافت، و آن ازمنہ متوجہ بہ نماز می شد، چہ طلب آن حال داشت، و بالجملہ ہر چہ کشادگی و فتح باب شد، از ذکر و فکر و این را در نماز نہ می یافت در ہمہ اوقات ..... و در بعض وقات دریافتہ شد کہ بہ جسد لطیف متجسد شدہ نماز می گذارد، و آنہا را کہ بصارت آن عالم ست می دیدند، و وے قوت این تجسد بسیار داشت، و در اکثر اوقات می فرمود کہ توجہے کہ در آن جسد یابم، درین نہ می یابم" ص۲۴

چار سطرون کے بعد پھر لکھتے ہین کہ

"الشیخ) می فرمود کہ "لا تقربوا الصلوٰة و انتم سکاریٰ" اشارت بہ این ست چہ دران حال توجہ مع الحق در کمال ست، و در رکوع و سجود و قیام و قعود و غیر ذلک سوائے حق تعالیٰ در وجہہ روح دیگر نیست، از ما سوائے غفلت تمام است، پس بہ منزلہ سکاریٰ شد، و قتیکہ این سکر حاصل، نہی آمد از قربت بہ صلوٰة بہ این جسد متعارف چہ این نماز بہ آن نماز نسبتے ندارد" ص۲۵

اسی طرح مسئلہ سماع، وحدت وجود، الہامات غیبی، وغیرہ کے متعلق مختصر لیکن دلچسپ معلومات درج ہین، کتاب کا زمانہ تصنیف ۱۱۳۶ھ و ۱۱۶۱ھ کے درمیان ہی، لیکن ۱۳۱۳ھ تک اس کا وجود صرف قلمی نسخون کے ذریعہ سے محفوظ رہا، ۱۳۱۳ھ مین اس کا پہلا ایڈیشن سید شاہ غلام جیلانیؒ سجادہ نشین بانسہ کی تصحیح، اور شمس العلماء مولانا محمد نعیم قدس سرہ فرنگی محلی کے مشورہ و اصلاح سے شایع ہوا، موجودہ ایڈیشن اوسی کی حرف بحرف نقل ہی، بجز اس کے کہ شروع مین فہرست مضامین اور ایک مختصر اُردو دیباچہ کا اضافہ کر دیا گیا ہی، کسی قلمی کتاب کو ایڈٹ (ترتیب و تہذیب کے ساتھ شائع) کرنا مختلف نسخون کو جمع کرکے باہم مقابلہ کرنا

اور موزون وکافی حواشی لکھنا، یورپ کے علما رشرقیات کا مخصوص حصہ سمجھا جاتا ہی، اور اس مین شبہ نہین کہ اس باب مین ہمین یورپ سے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہی، لیکن یہ ایک حیرت انگیز ومسرت ناک حقیقت ہے کہ اس رسالہ کے دونون ایڈیٹرون (مولانا محمد نعیم فرنگی محلی وشاہ غلام جیلانی بانسوی) نے جو انگریزی حرف شناس تک نہ تھے، اور جن پر کسی مغربی صحبت کا سایہ تک نہ پڑا تھا، اپنے فرائض کو انتہائی قابلیت سے انجام دیا ہی، اور ان کی کوششون کا معیار، مغرب کے منتہائے کاوش وتحقیق سے کسی ایک مقام پر بھی نہین گرنے پایا ہی، ان بزرگون نے متعدد قلمی نسخون کو پیش نظر رکھکر انتہائی دیدہ ریزی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا خفیف ترین اختلاف کتابت کو درج حاشیہ کیا، مشکل ونامانوس الفاظ کے معانی تحریر کئے، اور بعض مقامات پر توضیحی وتاریخی نوٹ بھی دیئے ہین، موجودہ ایڈیٹر (سید شاہ ممتاز احمد بانسوی) کی یہ فروگزاشت یقیناً قابل مواخذہ ہی کہ انھون نے ان حضرات کی کوششون کا اعتراف رسالہ کے سرورق پر ان کا نام دے کر نہین کیا، آیندہ اڈیشن مین اس کی تلافی لازمی ہی،

تقطیع ۲۰×۲۶ ضخامت مع دیباچہ ۲۰۰ صفحہ، کاغذ پسندیدہ، طباعت وکتابت اوسط درجہ کی قیمت ایک روپیہ، جو موجودہ شرح کے لحاظ سے چندان گران نہین، ملنے کا پتہ منیجر مسلم سودیشی اسٹور، وکٹوریہ سٹریٹ، لکھنؤ

---

# مبادیات تجارت

مولفۂ

## مولوی سید ظہور احمد صاحب وحشی ندوی

"معلومات تجارت" کے عنوان سے نظامیہ دار الاشاعتہ دہلی نے ایک نہایت ہی کارآمد سلسلۂ تالیفات کی بنیاد ڈالی ہی جس کی اولین قسط "تجارت کی پہلی کتاب" موسومۂ "مبادیات تجارت" مکمل ہوکر ہمارے سامنے ہی، باقی فن اشتہار، دوکانداری، انتظام دفتر وغیرہ کے نام سے اور متعدد جلدین زیر طبع و تالیف ہین،

مبادیات تجارت حسب ذیل سولہ بابون پر مشتمل ہی:- (۱) تجارت اور اوس کی ضرورت، (۲) تجارت اور دیگر پیشون پر اوس کی فوقیت، (۳) تجارت کا اثر عقل و دماغ پر (۴) دنیا کے کامیاب تاجر اور اون کے تجربے، (۵) تجارت کی تعلیم (۶) تجارت کی مختلف صورتین، (۷) کاروباری آدمی کا نظام عمل، (۸) کاروباری آدمی کا کیریکٹر، (۹) تجارت کا انتخاب، (۱۰) کاروبار کے ضروری شعبے، (۱۱) سرمایہ اور تجارت، (۱۲) تجارت کم سرمایہ سے یا سرمایہ کے بغیر (۱۴) ہندوستان کی تجارتی وحرفتی اشیار (۱۵) یورپ و امریکہ کی تجارتی وحرفتی اشیار (۱۶) عام تجارتی معلومات۔

جیسا کہ مؤلف نے تمہید مین لکھا ہی، اس مین شک نہین کہ "تجارت پڑھنے سے نہین بلکہ کرنے سے آتی ہی" تاہم اس مین بھی شک نہین، کہ ان مختلف ابواب کے تحت مین جو معلومات یکجا کئے گئے ہین، اونکا پڑھنا تجارت کے مبتدی کے لئے یقیناً شمع راہ ہوگا، شروع کے ۳، ۴ باب تو ایک حد تک نظری نوعیت کے کہے جاسکتے ہین، باقی تقریباً ساری کتاب عملی معلومات و ہدایات سے پر ہی،

تیرھوین باب مین بہت سی ایسی صورتین جزئیات تک کا حساب لگا کر بتائی گئی ہین، جن سے آدمی بلا سرمایہ یا سو پچاس روپیہ کی قلیل بضاعت مین اپنی محنت وہشیاری سے سیکڑون ماہوار پیدا کر سکتا ہی، اس کے بعد والے دو بابون مین ہندوستان اور یورپ وامریکہ کی تجارتی وحرفتی اشیار درآمد وبرآمد کا تفصیل سے ذکر ہی، البتہ اس ضمن مین مشرق کے دیگر ممالک خصوصاً جاپان کو نظر انداز کرنا ایک محسوس کمی ہی، آخری باب مین جو عام معلومات درج ہین، وہ ایسے ہین جن کی ہر چھوٹے بڑے تاجر کو قریبًا روزانہ احتیاج رہتی ہی، مثلاً ہنڈی، بیمہ، پارسل، سیونگ بنک، تار، ڈاک وغیرہ کے ضروری قواعد، تنخواہ وسود وغیرہ کا حساب لگانے کی جدولین، تمام دنیا کے سکّون کی قیمتین، مختلف اوزان اور پیمانے،

یہ تجارت پر کوئی علمی واصطلاحی کتاب نہین ہی، بلکہ اپنے مواد وانشا دونو کے لحاظ سے نہایت عام فہم ہی، جو لوگ تجارت کا کوئی ذوق وخیال نہین رکھتے، اون کے دل مین بھی اس کو پڑھکر شوق کی ایک لہر تو قطعًا پیدا ہوگی،

بقیہ حصّے بھی اگر اسی خوش سلیقگی واہلیّت کے ساتھ لکھے گئے، تو اُردو کے ادبیات عامہ (پاپولر لٹریچر) مین یہ سلسلہ ایک قابل قدر اضافہ ہوگا،

اِس پہلے حصہ کے نام مین ذرا تسامح ہوگیا ہی۔ "مبادی" خود جمع ہے۔ بعض لوگون نے غلطی سے بے شک اس کی جمع "مبادیات" استعمال کر دی ہی، لیکن اس غلطی کی ترویج مناسب نہین، اُمید ہے کہ دوسرے ایڈیشن مین تصحیح ہو جائیگی،

لکھائی چھپائی، اور تقطیع (۲۰ × ۳۰) وغیرہ نہایت خوبصورت وپسندیدہ ہی، ضخامت قریبًا سوا دوسو صفحے ہی، قیمت باختلاف مجلد وغیر مجلد ۱۲؎ ر اور ۱۰؎ ہے، ملنے کا پتہ "منیجر نظامیہ دار الاشاعۃ دہلی" ہے،

# مطبوعات جدیدہ

**تعلیم القرآن،** جناب مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے یہ نہایت مفید رسالہ تصنیف فرمایا ہی، اس مین انھون نے قرآن مجید کی تعلیم کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے، اور عقائد، عبادات، اخلاق، اور سیاست پر آیات قرآنی سے روشنی ڈالی ہی، آخر مین سیماب صاحب کی ایک موثر نظم درج ہی، جو تعلیم قرآن پر لکھی گئی ہی قیمت ۲؍ پتہ، دفتر اخبار اہل حدیث امرتسر،

**خیر الحقائق فی حدیث الخلائق:۔** جناب ابو الخیر محمد خیر اللہ صاحب پی، ڈی، ایچ نے ۵۰۰ احادیث منتخب کرکے جمع کی ہین، جن مین بہت سی اخلاقی حدیثین بھی ہین، اور ساتھ ساتھ اون کا اردو مین ترجمہ بھی کر دیا ہی، مترجم صاحب ورنگل حیدر آباد دکن کے پتہ سے ملے گا، قیمت ۱۲؍

**مجموعۂ خطب رشیدیہ:۔** اس مین جمعہ اور عیدین کے مکمل خطبے ہین، جن کے ساتھ منظوم ترجمہ بھی شامل کر دیا گیا ہی، مترجم صاحب نے ابتدا مین ایک فتوی لکھا ہی جس مین آیاتِ قرآنی، احادیث اور ائمۂ مجتہدین کے اقوال سے یہ ثابت کر دیا ہی کہ عربی کے ساتھ اردو یا کسی دوسری زبان مین خطبہ پڑھنا نہایت ضروری ہی، صفحات ۱۰۰، قیمت مجلد ۱۲؍ پتہ، ۱ بی محی الدین تاجر کتب نمبر ۲۹۹ متصل مسجد ابراہیم صاحب چھپاؤنی بنگلور،

**سرور انبیاء:۔** اس رسالہ مین مولوی الف دین صاحب وکیل ہائیکورٹ پنجاب نے جناب رسالت پناہ صلعم کے حالات پر اس حیثیت سے نظر ڈالی ہی کہ مسلمانون کا نام امت وسطی کیون ہی؟ امۃ وسطی کے کیا خصوصیات ہین؟ وہ امم سابقہ سے کیون ممتاز رہے؟ اور وہ کیا

تعلیم تھی جس نے اخلاقی حیثیت سے قرون متوسطہ مین ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا، قیمت ۱۰ار
پتہ۔ نظام المشائخ دہلی،

**میلاد خاتم النبین**:- یہ چھوٹا سا ۳۲ صفحون کا رسالہ جس مین میلاد خاتم النبیین کے زیر عنوان اسلام کے فضائل ومناقب اور اوس کا فیض وکرم، یہودی مذہب عیسوی مذہب زردشتی مذہب اور بودہ مذہب کے پیرو اور مقلدین پر دکھلایا گیا ہی، لیکن یہ مضمون افسوس ہی، کہ وقت نظر کے ساتھ نہین لکھا گیا ہی، عنوان اور نفس مضمون مین بیوستگی کی بھی کمی ہی، اس کے موٴلف جناب مولوی فاضل محمد مرتضی صاحب معتمد انجمن ترقی تعلیم وثروت ہین، ملنے کا پتہ محمد عبد السلام شریک معتمد انجمن طلبائے قدیم، مخدوم پورہ، گلبرگہ (دکن)

**تذکرہٗ ملا عبد القیوم**:- ملا صاحب نے حیدر آباد مین بڑے بڑے نمایان کام انجام دئیے ہین دائرۃ المعارف، جو متعدد نادر کتابین چھاپ چکا ہی، اونہی کا قائم کیا ہوا ہی، کتب خانہ آصفیہ جو ہندوستان کے کتبخانون مین ایک مخصوص درجہ رکھتا ہی، اوس کی ابتدا بھی اونہی کی تحریک سے ہوئی ہی، اس کے علاوہ اور بھی متعدد کام اون کے ہاتھون سے انجام پائے ہین، اسلئے یہ سخت احسان فراموشی تھی اگر اون کے حالات پر گمنامی کا پردہ پڑا رہتا، مولوی مرتضی صاحب سکرٹری انجمن طلبہ قدیم دار العلوم کالج حیدر آباد نے اس ضرورت کو محسوس کرکے اون کا ایک تذکرہ مرتب کر دیا ہی، جس سے اون کے حالات پر کافی روشنی پڑتی ہی، قیمت ۴ر پتہ محمد عبد السلام صاحب نائب معتمد انجمن طلبۂ قدیم دار العلوم محلہ مخدوم پورہ، گلبرگہ (دکن)

**نونہال**:- یہ ماہوار رسالہ حیدر آباد (دکن) سے جناب محمد مرغوب الدین صاحب بی اے (علیگ) کی اڈیٹری مین شائع ہوتا ہی، مضامین اخلاقی، تاریخی اور ادبی ہوتے ہین، غالبًا یہ رسالہ خاص طور پر طلباء کے افادہ واستفادہ کے لئے جاری کیا گیا ہی، نظمین بھی درج کی جاتی ہین، رسالہ مفید ہے،

لکھائی چھپائی اور کاغذ ہر چیز عمدہ ہی صفحے ۲۴ قیمت سالانہ ۱۲؍ دفتر نونہال محلہ چیلہ پورہ حیدر آباد،

**تحریک:**۔ لاہور سے یہ ماہوار رسالہ جناب حکیم مظفر حسین صاحب اظہر دہلوی کی اڈیٹری مین شائع ہونا شروع ہوا ہی، اس کا دوسرا نمبر پیش نظر ہی، مضامین کی نسبت ٹائٹل پیج پر یہ لکھا ہوا ہے کہ "علمی، ادبی اور مفید مضامین کا گلدستہ" ادب اُردو کی خدمت و ترقی کی غرض سے محک سخن کے عنوان سے ایک باب تنقیدی بھی ہے، نظمون کا حصہ بھی رکھا گیا ہی، ناول اور افسانون کا سلسلہ بھی قایم کیا گیا ہی، رسالہ دلچسپیون سے خالی نہین، کاغذ اچھا، لکھائی چھپائی متوسط صفحے ۴۸، تقطیع بہت چھوٹی ہی، جو شاید ماہوار رسالہ کے لیے مناسب نہین، قیمت سالانہ ۳؍ ہے، ملنے کا پتہ دفتر رسالہ تحریک موچی دروازہ لاہور،

**صدا بہ صحرا:**۔ جناب نیاز صاحب فتحپوری کی ایک نظم جس کے مخاطب اہل اسلام ہین قیمت ا؍ منیجر جنرل نیوز ایجنسی بلیماراں دہلی،

**مرتضوی:**۔ یہ جدید ماہوار رسالہ لکھنؤ سے نکلنا شروع ہوا ہی، اپنے مقاصد کے لحاظ سے یہ تمام تر حضرات شیعہ کے ساتھ مخصوص ہی، اور اس حیثیت سے یہ اردو مین غالباً سب سے پہلا رسالہ ہے، بعض فرقہ وار رسائل و اخبارات فریقانہ بحثون مین پڑ کر ناسنجیدگی کی حد تک اوتر آتے ہین، لیکن مرتضوی اس عیب سے پاک ہی، البتہ اس کو ہر لحاظ سے شیعون کے ساتھ مختص کرنے مین اس قدر غلو کیا گیا ہے کہ دوسری جماعتون کے لئے اس مین مشکل ہی سے دلچسپی کا کوئی سامان مل سکتا ہی، نیز اس کے مضامین کی نوعیت ماہانہ رسائل کے بجائے ہفتہ وار اخبارات سے زیادہ ملتی جلتی ہی، تین نمبر نکل چکے ہین، مگر ابتک کسی قسم کا کوئی خاص دلچسپ مضمون نظر سے نہین گذرا،

ضخامت ۲ جز ہی، لکھائی چھپائی خاصی ہی، عام خریدارون سے سالانہ چندہ سفید اور بادامی کاغذ کے فرق کے ساتھ للعہ؍ اور عہ ہے، ملنے کا پتہ "دفتر مرتضوی، باغ مکا لکھنؤ" ہے،

## مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین
اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب
الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت
زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۲/۱۲

سیرۃ عائشہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولی کی خانہ جنگیوں کے
اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور
اونکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۵۰
صفحہ قیمت ۸/ع

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ/
دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲/
دوسری ریڈر، طبع دوم ۳/
رسالہ اہل سنت الجماعت فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے
اصولی عقائد کی تحقیق ۰/
بہادر خواتین اسلام، ۲/

## مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز
کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی
مذہبی و سیاسی کارناموں اور اونکے مجددانہ اعمال کی
تشریح و توضیح صفحے ۱۹۰ قیمت ۸/عہ

## مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات
زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد عا/ غیر مجلد عہ/
مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور
کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت مفید اور سنجیدہ ترجمہ مجلد عا/
مذہب و عقلیات، اس مین ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب
و عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین ۶/

## مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفہ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس عہ/
فلسفہ جذبات، طبع جدید مع ترمیم عا/
تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی ہسٹری آف یورپین مارلس کا
ترجمہ جلد اول قیمت سے/
ایضاً، جلد دوم ۸/ع
مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ قسم اول عہ/
ایضاً قسم دوم ۸/عہ

## پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفہ
جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۳/عہ
تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و
ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے
اعتراضات دربارہ جمع قرآن کا جواب قسم اول عہ دوم سے

## مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیولیبان کی کتاب جماعتہائے
انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ صفحہ ۲۳۲، عا/

## مولوی عبد الحق بی اے منصف لکھنؤ

اساس التعلیم، فن تعلیم پر ایک فلسفیانہ تصنیف، عا/

## مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عا/
تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کی جامع مختصر سوانح عمری، عہ/

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان میں قیمت ۸/

رموز فطرت، طبعیات، طبقات الارض، ہیئت و جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت میں ۱۲/

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد ۲/

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی و مذہبی ۸/

نعت پیمبر، عربی، فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظموں کا مجموعہ ۴/

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

استدلال، اس میں علم منطق کے اصول نہایت خوبی سے

کیسا سلیس زبان اور دلنشین طریقہ سے بیان کیے گئے ہیں صفحے ۱۰۴

الانسان، اس میں انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۲ قیمت ۱۲/

مولانا سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلما

نور الایمان، سوال و جواب کے پیرایہ میں بچوں کو مذہب اسلام کی تعلیم

یاد ایام، گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے گئے ہیں وہاں کے امراء و وزراء، علما اور مشائخ کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی غایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے لکھی گئی ہے صفحے ۴۴۰، قیمت ۱۲/

## قواعد رکنیت دار المصنفین ترمیم جدید

۱۔ ہر شخص جو دار المصنفین کو ... یکمشت ادا کریگا وہ "رکن دائمی" قرار دیا جائیگا، اور وقت رکنیت سے دار المصنفین کی تمام مطبوعات ماہانہ و سالانہ اُس کو ہدیۃً دیجایا کرینگی،

۲۔ جو دار المصنفین کو ... سالانہ ادا کریگا وہ "اول رکن اعانت" ہوگا اور اوس کو سال بھر تک مجلس کا ماہوار رسالہ (معارف) اور سال کی تمام مطبوعات بلاقیمت نذر کی جائینگی،

۳۔ ... سالانہ ادا کرنیوالا "دوم رکن اعانت" ہوگا، اسکو معارف بلاقیمت اور دیگر مطبوعات نصف قیمت پر دیجائینگی

## معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت ... ہے اور قیمت فی پرچہ ... (۲) نمونہ کا پرچہ ... میں وی پی ہوگا، (۳) رسالہ ہر ماہ ... کے آخر میں شائع ہوجاتا ہے، اس میں عموماً تاخیر نہیں ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۳۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ تک اطلاع دیں ورنہ بعد کو اگر پرچہ بقیمت بھیجا جائیگا، ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی آخر تاریخ تک اطلاع کریں

(۴) خریداران معارف نمبری خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر کریں ورنہ تعمیل میں دقت اور بسا اوقات مجبوری ہوتی ہے،

(۵) قومی انجمنوں و کتب خانوں کی اکثر مفت کی یا نصف قیمت کی درخواستیں آتی ہیں افسوس ہے کہ انکی تعمیل کی قدرت نہیں۔

منیجر مسعود علی ندوی

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۷

# معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

---

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

---

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہو

| مجلد ہشتم | ماہ محرم ۱۳۴۰ھ مطابق ستمبر ۱۹۲۱ء | عدد سوم |
|---|---|---|

# مضامین

# شذرات

## آہ اکبر!

۹ محرم سنہ ۱۳۴۰ھ کو ہماری زبان کا زندہ دل شاعر، اس دنیا سے چل بسا اس گلستان نما خزان آباد کی بہتر بہارین اسکی آنکھون نے دیکھین، وہ اسوقت عالم وجود مین آیا تھا، جب ہندوستان انقلاب کی کروٹین لے رہا تھا، اسلئے لامحالہ اسکی زبان سے وہی نالے بلند ہوئے جو قومون کے انقلاب اور ملکون کے تغیرات کی خبر دیتے ہین، اس کے ضخیم دیوان کے اوراق ہماری سیاسی، اخلاقی، معاشرتی، تخیلی، اور تعلیمی انقلابات کی تاریخ ہے، آیندہ نسلین اسکے صفحات کو پڑھین گی اور انیسوین بیسوین صدی کے اسلامی ہندوستان کی تصویر اپنی آنکھون سے دیکھ لین گی، اسکی زندگی مین شاید ہی کوئی ایسا اہم واقعہ گذرا، جسکو اپنے کاشانۂ خیال مین اوس نے جگہ ندی۔ زبان خلق نے سکو لسان العصر کا خطاب دیا، اور اس سے بہتر لقب اسکے لئے دوسرا نہین ہوسکتا تھا اوس مین تین صفتین ایک ساتھ جمع تھین، وہ فطری فلسفی، پاک مشرب صوفی اور زندہ دل شاعر تھا اس کا نمک ظرافت ہمارے عیوب کے زخمون پر کسیقدر تیز چرکا لگاتا ہوتا ہم اسمین کچھ شک نہین کہ وہ درحقیقت نمک نہین، مرہم تھا، سرسید کے زمانہ سے لیکر ابتک تمام ہندوستان تمدن جدید کے

حسنِ منظر پر ڈالا و شیدا تھا، لیکن صرف ایک اکبر کی زبان تھی جو برملا اس کے عیوب و نقائص کو واشگاف کرتی رہتی تھی۔

وہ مکروہات عالم سے آزردہ اور حیات دنیا سے بیزار تھا، اشعار کے علاوہ اوس کا شاید ہی کوئی خط اس بیان سے خالی ہو، بوڑھے اکبر بالشارت ہو کہ تیری مراد دل پوری ہوئی اور تجھے مسرت جاوید نصیب ہوئی۔

سینٹ فرانسس، مسیحی دنیا مین ایک نامور مقدس بزرگ گذرے ہین جنکی نیک نفسی و پاکیزہ خصائی کے واقعات آج تک ضرب المثل ہین، حال مین انکی ساتوین صد سالہ برسی منائی گئی تھی، اس موقع پر پاپاے روم نے ایک فرمان تمام منصب داران کلیسا کے نام جاری کیا، جسکا ماحصل یہ ہے کہ ہر شخص کو سینٹ موصوف کی زندگی نمونہ کے طور پر اپنے سامنے رکھنا چاہیئے، اور اخوت، ایثار، پاکبازی، تقوی، فقر و انکسار کے جادہ سے ایک قدم بھی باہر نہ رکھنا چاہیئے، بقول پاپای موصوف کے "اسوقت مغربی تمدن مین دو ایسی زہریلی عادتین راسخ ہوگئی ہین جو تیزی سے اسے موت و ہلاکت کی جانب لئے جا رہی ہین، ان مین سے ایک حرصِ مال و زر ہے، جسکا جلوہ روزانہ لغاوتون، بلوون، اور جنگون مین نظر آتا ہے، اور دوسری خواہشِ عیش و حظِ نفس ہے، جسکی شہادت خواتین کی نیم عریان پوشاک اور کثرت طلاق دے رہی ہے" اس ارشاد عالی کی صحت و صداقت مین کسکو کلام ہوسکتا ہے لیکن غرض یہ ہے کہ خود پاپائیت کی تاریخ کن اسرار درون پردہ کی غمازی کر رہی ہے، مریضِ یورپ بیشک زر پرستی و زن پرستی کی مہلک بیماری مین گرفتار ہے، لیکن دوا کا کیا اثر رہجائیگا اگر نائبانِ مسیح کے دوا پلانے والے ہاتھ خود ہی زہر کے جراثیم سے آلودہ نکلیں؟ آپ چاہتے ہین کہ آپ کے کھانے پر مکھی نہ بیٹھے، اور اپنے ہاتھ کو جلد جلد حرکت دے رہے ہین، لیکن پہلے اپنی آستین کو تو

دھوڈالئے جو شہد اور شیرہ میں لت پت ہو رہی ہے۔

---

لکھنؤ کے ایک بڑے پادری نے حال میں ایک وعظ کے ضمن میں مسئلہ خلافت اور ملک کے اندرونی حالات کی پیدا کردہ بےچینی اور برہمی کا تذکرہ فرمایا، اور آخر میں کہا کہ

"یہ شورش کسی حکمت عملی یا فریب کاری سے ختم ہونے کی نہیں، اسکا خاتمہ محض تائید الٰہی ہی کر سکتی ہے، ہماری سرکار کو (اور یہ یاد رہے کہ اسکا مذہب مسیحی ہے) احکام الٰہی کی اطاعت اور پابندی کرنا چاہیئے، اسوقت جو افراد برسر حکومت ہین خواہ وہ یہودی ہون یا مجوسی سب کو چاہیئے کہ خدا کو ہر وقت حاضر و ناظر جان کر اپنے فرائض ایمانداری سے بجا لائین، بغیر اسکے ہمیشہ دھوکا کھائینگے"

شاعری کے عالم مین یہ واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہین کہ محبوب اپنی جفاکاریون سے اسوقت باز آتا ہے، جب عاشق اپنی جان سے گذر چکا ہوتا ہے، اور محض اسکا تنِ بیجان یہ صدا دینے کے لئے باقی رہجاتا ہے،

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

سُنتے ہین کہ سیاسیات کی دنیا مین بھی کچھ اسی قسم کے قوانین کارفرما رہتے ہین، اسلئے امید نہین کہ پادری صاحب کی استدعا کو اسوقت شرف قبول حاصل ہو۔

---

ظالم دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتا ہے مگر کب؛ جب دستِ ظلم شل ہو چکتا ہے، مغرور سجدہ مین گرتا ہے مگر کسوقت؛ جب سرِ غرور پامال ہو چکا ہوتا ہے، عاصی لبون کو توبہ و استغفار کے لئے کھولتا ہے، مگر کب؛ جب زبان کلماتِ کفر سے تھک چکی ہوتی ہے، نشۂ قوت و حکومت کی متوالی

قوموں کا بھی ایک روز نشہ اتر کر رہیگا، مگر یہ اسوقت ہوگا جب اُن کے جور و جفا، فسق و عصیان کی شب تار گذر چکی ہوگی، اور انتقام و احتساب کی صبح سعادت طلوع ہونے پر ہوگی، یہ وہ گھڑی ہوگی جسوقت حسرت و ندامت، توبہ و استغفار، اعتراف و اقبال، معذرت و انفعال تمام چیزیں بیکار ثابت ہونگی، اور معدلت کاملہ بڑے سے بڑے طاقتور مجرم کو بھی اسکے کیفر کردار تک پہنچا کر رہیگی، عادل حقیقی کا فرمان آج سے نہیں صدیوں سے ایک سرگشتۂ غفلت دنیا کے سامنے منادی کر رہا ہے۔

وکم قصمنا من قریۃ کانت ظالمۃ وانشانا بعدھا قوماً آخرین فلما احسوا باسنا اذا ھم منھا یرکضون لا ترکضوا وارجعوا الیٰ ما اترفتم فیہ ومسٰکنکم لعلکم تسئلون۔ قالوا یٰویلنا انا کنا ظالمین۔ فما زالت تلک دعوٰھم حتی جعلنٰھم حصیداً خامدین۔

(سورہ انبیاء - رکوع ۲)

ہم نے کتنی ہی آبادیوں کو جہاں کے لوگ ظالم تھے تہس نہس کر ڈالا، اور انکی جگہ پر دوسری قومیں اٹھا کھڑی کیں، پس ان ہلاک ہونے والوں نے جب ہمارے عذاب کی آمد دیکھی تو اس بستی سے بھاگنے لگے، مگر ہم نے کہا کہ بھاگو مت بلکہ اپنے اس ساز و سامان کی طرف جسمیں اب تک چین کرتے رہے ہو، نیز اپنے مکانات کی طرف واپس جاؤ شاید تمہاری پرسش ہو، سپر وہ لگے چلانے کہ ہائے ہماری بدبختی، بیشک ہم ہی قصوروار تھے، اور اپنے اس اعتراف جرم کو وہ برابر پکارتے رہے، لیکن ہم نے انہیں ایسا ملیا میٹ کر دیا کہ گویا وہ کٹے ہوئے کھیت تھے۔"

---

تمدن جدید کے فضائل و مناقب کی داستان سرائی جب کبھی اُسکے پرستاروں نے کی ہے تو سرفہرست "حفاظتِ نفس" کو قرار دیا ہے، وحشی و غیر متمدن قبائل کی زندگی کہا جاتا ہے کہ ہر وقت خطرات و حوادثِ اتفاقی کی نذر رہتی ہے، درآنحالیکہ متمدن و مہذب جماعت میں ہر فرد کو حفظ جان

وسلامتی جسم کا یقین واطمینان رہتا ہے اور آفات ارضی وسماوی الشاذ کالمعدوم کے حکم مین رہجاتے ہین، اس دعوی کی تغلیط کے لئے اگرچہ تمدن کی حربی تعلیم بالکل کافی ہے، تاہم کہاجاسکتا ہے کہ جنگ، تمدن کی ایک غیر طبعی صورت کا نام ہے، اپنی عام وطبعی حالت مین تمدن اور سلامتی جسم وحفظ جان مرادف ہین، اس دعوی کا اعادہ اس کثرت وتواتر سے کیا گیا ہے کہ اسمین شبہہ کرنا بڑی جسارت کا کام ہوگیا ہے، لیکن اگر یہ سچ ہے کہ واقعات اپنے اندر خطابت سے زیادہ قوت رکھتے ہین تو اعداد ذیل اپنی توضیح خود کرالین گے۔

---

پیرس، گلدستۂ تمدن کا سب سے زیادہ خوشرنگ وشاداب پھول ہے، اس مرکز تہذیب وشائستگی مین گذشتہ سال کے اندر شارع عام پر جو اتفاقی حادثے پیش آئے اور ان سے جو نقصان نفوس ہوا اسکی تفصیل سرکاری بیان کے مطابق یہ ہے:-

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| موٹر کارون سے | ۷۳ اشخاص فی الفور ہلاک | اور | ۹۰۰ مضروب | ہوئے |
| گھوڑے گاڑیون سے | ۲۰ | " | ۲۲۰۰ | " |
| ٹرام کارون سے | ۱۴ | " | ۱۰۲۴ | " |
| موٹر آمینبسون سے | ۱۰ | " | ۵۵۳ | " |
| بائسکلون سے | ۲ | " | ۱۰۰۰ | " |
| موٹر سائیکلون سے | ۱ | " | ۴۵۲ | " |
| کل حوادث سے | ۱۲۰ | " | ۱۵۰۰۰ | " |

اور حوادث کی مجموعی تعداد ۶۰۳۷۵ ہوئی، جسکے حساب سے روزانہ ۱۶۵ حادثون کا اوسط نکلتا ہے، ایک فرنچ اخبار ان اعداد کو درج کرکے لکھتا ہے کہ پیرس کی بڑی سڑکون اور

چورا ہون پر ہر وقت سواریون کی جو ریل پیل رہتی ہے، اسکے لحاظ سے ان حادثات کے وقوع پر مطلق حیرت نہ کرنا چاہیئے، بلکہ حیرت اسپر ہونی چاہیئے کہ اتنے پا پیادہ چلنے والے صحیح وسالم بچ کر کیونکر واپس پہنچ جاتے ہین!

یہ ہے اس حکمت آفرین وحکمت آفریدہ تمدن کی برکات کا نمونہ جسکی دعوت ہمارا یک خیال وقدامت پرست اہل شرق کو دیجا رہی ہے!

---

پروفیسر گیڈلیس کا شمار اسوقت یورپ کے مشاہیر علماے علم المعاشرت مین ہی حال مین آپ نے گلفرڈ مین تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسوقت یورپ کا سب سے بڑا خطرہ یہ ہی کہ اسمین ایک کرور بے شوہر عورتین ہین، آگے چل کر آپ نے فرمایا کہ

"تمدن کی بدترین صورت یہی ہے کہ عورتون کی تعداد ضرورت سے زاید ہے"۔

یہ ارشاد بالکل صحیح ہے لیکن کیا اس "بدترین" صورت حال کا کوئی معقول علاج بجز جواز تعدد ازدواج کے ہے؟ ممکن ہے اسکے جواز کے غلط استعمال سے مسلمانون کے طرز عمل نے اس لفظ کو یورپ کے کانون مین ناخوشگوار بنادیا ہو لیکن اس سے نفس مسئلہ کی خوبیون سے انکار کردینا کس آئین منطق کے مطابق ہے؟ کوئی باورچی اگر اپنی بدسلیقگی سے کہانے مین ضرورت سے زیادہ نمک کی مقدار ڈالدے تو اس غصہ مین آکر سرے سے نمک ہی کو اپنے اوپر حرام کرلینا کونسی دانشمندی ہوگی؟

---

مرد وزن کے تعلقات باہمی کے تذکرہ مین ذہن، مسئلہ کے ایک دوسرے رخ کی جانب منتقل ہوتا ہے، سر آرچ ڈیل ریڈ، انگلستان کے ایک نامور اہل قلم ہین، انھون نے اگست کے

نائینٹنتھ سنچری مین "امراض زہریہ" پر ایک مبسوط و پُر معلومات مضمون تحریر کیا ہے، جسمین وہ بیان کرتے ہین کہ جنگ سے قبل برطانیہ کی شہری آبادی مین (جو کل آبادی مین ۷۹ فیصدی کی تعداد رکھتی ہے، اور بقیہ ۲۱ فیصدی دیہاتی آبادی ہے) ۱۰ فیصدی اشخاص مرض آتشک مین مبتلا تھے، اور سوزاک کے مریضون کی تعداد اس سے کئی گُنی زیادہ تھی، ان اعداد مین دوران جنگ ہی مین اضافہ شروع ہوگیا تھا، اور خاتمۂ جنگ کے بعد سے تو بدرجہا زاید اضافہ ہوگیا ہے مریضون کی کثیر تعداد کے تناسب سے، مرنے والون کی تعداد بے شبہہ خفیف ہے، تاہم آتشک کا شمار اب چار مہلک ترین امراض مین ہونے لگا ہے، اور اُسکے کشتون کا شمار حد سے متجاوز ہونے لگا ہے، موصوف کے الفاظ یہ ہین :-

"برطانیہ کی آبادی مین تقریبًا ہر دوسرا شخص اس مرض کا زخم خوردہ پایا جائیگا" اور خاندان تو شاید ہی کوئی محفوظ رہا ہو، ہمارے بیمار خانے، پاگل خانے، اپاہج خانے اور اندھون مفلوجون وغیرہ کے شفاخانے اس مرض کے اسیرون سے لبریز ہین، شیرخوارون کی بہت بڑی تعداد اموات اور بیشمار عورتون کے عقر و دیگر تکالیف کا باعث یہی مرض ہوتا ہے، درآنحالیکہ وہ بیچاریان اصل سبب سے ناواقف رہ کر ساری عمر رو رو کر کاٹتی رہتی ہین ۔۔۔ غریب مریضون کے علاج مین لاکھون پونڈ کا بار پبلک کی جیب پر پڑتا ہے، اور جو مریض معطل العضو ہو کر رہجاتے ہین، اُنکی پرورش و اعانت مین کرورون پونڈ اُٹھہ جاتے ہین، یہانتک کہ جان و مال کے مجموعی نقصان کا اگر اندازہ کیا جائے تو کرورون سے گذر کر عربون تک میزان پہنچ جائیگی، • انگلستان ہی سے یہ مرض بعض قدیم و دُور افتادہ قومون تک پہنچا ہے، بعض ختم ہوچکی ہین، اور بعض دم توڑ رہی ہین۔

اُسکے بعد فاضل مضمون نگار نے واقعات و اعداد کی مدد سے مزید تفصیلات بیان کی ہین،

لیکن معارف کے صفحات اس نجاست سے زیادہ آلودہ ہونے کا تحمل نہین کرسکتے، مقصود گذارش صرف اسقدر ہے کہ جو زبا ہین مغربی تہذیب و شائستگی، مغربی علوم و فنون، مغربی حکمت و فلسفہ، اور مغربی طب و معاشرت کی قصیدہ خوانیون سے کبھی نہین تھکتین، اپنی حالت پر رحم کھا کر کبھی کبھی تصویر کے اس رخ پر بھی نظر کر لیا کرین، شربت کا گلاس جو آپکے ہاتھ مین دیا جارہا ہے، بے شبہہ نہایت خوشرنگ، خوش ذائقہ و خوشبودار ہے، لیکن شربت مین گھلے ہوئے زہر ہلاہل کے ان قطرات پر بھی توخدارا نظر کر لیجئے جنکے نوش جان فرما لینے کے بعد جان بری انسانی اختیار سے باہر ہوگی!

---

مہاتما گاندھی کو انکی مخصوص سیاسی حیثیت سے قطع نظر کرکے ایک عام شہرت و ناموری جو تمام دنیا مین حاصل ہورہی ہے، اس پر ان کے ہموطن بجا فخر و مباہات کرسکتے ہین، اُن کی آواز ہندوستان کے حدود تک محدود نہین رہی ہے بلکہ ایشیا سے گذر کر آسٹریلیا، افریقہ، امریکہ، یورپ سب اس صور قیامت سے چونک پڑے ہین، یورپ و امریکہ کے نامور اخبارات و رسائل مین ابتک صدہا مضامین اُن کے متعلق نکل چکے ہین، جنمین سے بیشتر مداحانہ و معتقدانہ ہین، ان کا نام ایک مستقل موضوع بنگیا ہے، جسپر تقریرین کیجاتی ہین، رسالے تصنیف کئے جاتے ہین، اور علمی مجالس مین مذاکرے کئے جاتے ہین، امریکہ مین مسٹر جے، ایچ ہومز نے حال مین ایک لکچر دیا جسمین ثابت کیا کہ اسوقت دنیا کا بزرگ ترین شخص گاندھی ہے، اس قسم کے اعترافات یورپ کے متعدد ممالک مین ہوچکے ہین -

---

اس سلسلہ مین سب سے زیادہ دلچسپ خبر یہ آئی کہ گاندھی جی کی شخصیت اور اُن کی

تحریکات کو امریکہ مین طلبہ کی معلومات عامہ کے لئے موضوع امتحان بنالیا گیا ہے، چنانچہ حال مین امریکی طلبہ کے لئے واقفیت عامہ کے مضمون مین پروفیسر سلوسن نے جو پرچۂ امتحان مرتب کر کے دیا، اسمین ایک سوال یہ تھا:-

"گاندھی کی تحریک ترک موالات کی تشریح کرو۔

اسکی مدافعت، بمقابلہ مسلح بغاوت کے کن کن حیثیات سے زیادہ دشوار ہے؟

آیرلینڈ والون نے جو مقاطعہ کا اعلان کیا تھا، اسمین اور اس تحریک مین وجوہ مماثلت کیا کیا ہیں؟"

ایک دوسرا پرچہ جو ڈاکٹر لا ہیڈ ماسٹر نیویارک ہائی اسکول نے مرتب کیا تھا، اسمین یہ یہ سوال موجود ہے:-

"ایک مختصر طبعزاد قصہ لکھو، جس سے یہ ظاہر ہو کہ اگر امریکہ مین کوئی جماعت گاندھی کے اصول کی معتقد ہو جائے اور ان پر عملدرآمد کے لئے کمربستہ ہو جائے تو یہان کیا صورت حال رُونما ہوگی۔"

# مقالات

## خلفائے اسلام اور سلاطین عہد
## کے
## بیعت نامے

مسئلہ خلافت کے متعلق معارف میں متعدد تاریخی و مذہبی مضامین شایع ہوچکے ہیں، ان میں بار بار یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر نیا سلطان خلیفہ کی اطاعت کا عہد کرتا تھا، اور اسکے بعد اسکو ملک کی فرمانروائی کا فرمان اور خلعت عطا ہوتا تھا، اور جب نیا خلیفہ تخت نشین ہوتا تھا تو اسکی طرف سے سلاطین کے پاس سفراء، اور نائبین خلافت بھیجے جاتے تھے، جو اُن کے ہاتھوں پر بیعت کرتے تھے، یہ واقعات بیشتر مورخین نے لکھے ہیں، مگر کسی نے ان عہدناموں اور بیعت ناموں کی اصل عبارتیں نقل نہیں کی ہیں، لیکن خوش قسمتی سے سلطان مسعود غزنوی کے بیعت نامہ کی اصل عربی عبارت بیہقی نے اپنی تاریخ شاہان غزنین میں بعینہٖ نقل کی ہیں، خلیفہ کی طرف سے جو عہدنامہ آیا تھا اور سلطان نے اُسکے جواب میں جو بیعت نامہ بھیجا تھا دونوں اسمیں موجود ہیں، ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہ مراسلات آج ہنگامہ خلافت کے عہد میں مسلمان دوبارہ پڑھ لیں،

سلطان مسعود غزنوی خلف سلطان محمود غزنوی کے دربار میں بغداد سے دو دفعہ سفراء آئے ہیں، ایک دفعہ سلطان محمود کی وفات اور سلطان مسعود کی تخت نشینی کے موقع پر، اسکا مقصود سلطان مسعود کی بادشاہی اور سلطانی کا دیوان خلافت کی طرف سے اعتراف اور تسلیم تھا، دوسری دفعہ خلیفہ قادر باللہ کی وفات کے بعد خلیفہ قائم بامر اللہ کی خلافت پر بیعت لینے کے لئے۔ ان

دونون موقعون پر سلطان نے امرا نے، علما نے، سادات و مشائخ نے اور عام مسلمانون نے جس جوش وخروش، تزک و احترام اور عزت و تکریم کے ساتھ ان نائبین خلافت کا خیر مقدم کیا، وہ سمان مسلمانون کی رگون مین ایمان کا تازہ خون بھر دیتا ہے، اسوقت دربار سلطانی اور عام مسلمانون کی طرف سے جو رسوم ادا ہوئے اور جسطرح یہ سفراء لائے گئے، اور ٹھہرائے گئے، اور دربار مین پیش کئے گئے اور سلطان نے جسطرح فرمانِ عہد کو دربار مین سُنا اور سلطان کی طرف سے وزیر نے جسطرح بیعت نامہ پڑھکر سُنایا، اس طویل لیکن پرلطف داستان کو چھوڑ کر ہم صرف مراسلون کا نقل کر دینا کافی سمجھتے ہین، انکو پڑھکر آپ اندازہ کر سکتے ہین کہ خلیفۂ عہد اور سلاطینِ زمانہ کے باہم تعلقات کیا اور کسطرح ہوتے تھے،

## ترجمۂ عہدنامہ

### ازطرف خلیفہ قائم بامراللہ بسلطان مسعود غزنوی

"خدا کے غلام اور خدا کے غلام کے بیٹے امام ابوجعفر قائم بامراللہ امیرالمومنین کی طرف سے ابوسعد مولیٰ امیرالمومنین کی طرف جو مددگارِ دینِ الٰہی، محافظِ بندگانِ خدا، دشمنانِ خدا سے انتقام لینے والا، اور خلیفۂ الٰہی کا پشت و پناہ ہے، جو ابوالقاسم نظام الدین کا فرزند ہے جو مسلمانون کا دوست، اسلام کا امین، خلافت کا دستِ راست، اور اسلام اور مسلمانون کی جائے پناہ تھا[1] یہ فرمان مبارک ہے تم پر سلام ہو، امیرالمومنین خدا کی حمد اور پیغمبر کی نعت بیان کرتے ہین، اسکے بعد، خدا تم کو محفوظ رکھے اور امیرالمومنین کو تمہارے وجود، تمہارے خلوص، اور تمہارے قوت سے فائدہ پہنچائے، اُس خدا کے لئے حمد ہے، جو قاہر، قادر، قدیم، ازلی، غالب، مہربان، بادشاہ، جبار، متکبر ہے، جو نعمت اور جبروت والا، اور رونق اور حکومت والا ہے، وہ ایسا زندہ ہے جسکو کبھی فنا نہین، صبح کا پھاڑنے والا، روحون کا سمیٹنے والا، اُسکو بہکنے والا عاجز نہین کر سکتا، نہ اسکے فیصلہ سے گریز ہو سکتا ہے، اُسکو نگاہین نہین پا سکتین،

[1] دربار خلافت سے سلطان محمود کے یہ خطابات تھے۔

نہ اُسکو رات دن گردش کرکے چھو سکتے ہین، اُس نے ہر مدت کو لکھ رکھا ہے، اور ہر عمل کے لئے دروازہ تیار کردیا ہے، اور ہر گھاٹ مین واپسی کا راستہ بھی بنا دیا ہے، اور ہر زندہ کی ایک میعاد مقرر کردی ہے وہ خدا ہی ہے جو موت کے وقت جانون کو وفات دیتا ہے، اور جو خواب مین ہنین مرتین، اُن مین جنپر موت کا فیصلہ کرلیا ہے اُنکو روک لیتا ہے، اور دوسری جانون کو ایک خاص میعاد تک چھوڑ دیتا ہے، اسمین فکر کرنے والون کے لئے بڑی بڑی نشانیان ہین، وہ تنہا پروردگار ہے، اس تمام مخلوق کی ایک حتمی عمر مقرر کر رکھی ہے، جس سے نہ ملائکہ مقربین تجاوز کرسکتے ہین، نہ انبیا و رسلؑ، اور نہ کوئی برگزیدہ اور خلیل، خدا فرماتا ہے، ہر قوم کی ایک مدت مقرر ہے، جب وہ مدت آجاتی ہے تو پھر ایک لمحہ کے لئے بھی نہ آگے بڑھ سکتی ہے، نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے، نیز فرمایا، ہم زمین اور اسکی تمام چیزون کے مالک ہین، اور ہماری طرف تم لوٹوگے۔

اور اُس خدا کی حمد ہے جس نے آنحضرۃ صلعم کو بہترین قوم سے انتخاب کیا، اور قریش کی شریف تر شاخ سے چُنا، اور آپکو روشن چراغ، بشارت دینے والا، ہدایت کرنے والا، اور ہدایت یافتہ، پسندیدہ رسول، اپنا داعی اور حجت، بناکر مبعوث کیا، تاکہ ان لوگون کو جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا، ڈرائین، اور اچھے لوگون کو بشارت دین، آنحضرۃ صلعم نے رسالت کی تبلیغ کی، امانت کو ادا کیا، قوم کو نصیحت کیا، خدا کی راہ مین جہاد کیا تادم مرگ خدا کی عبادت مین مشغول رہے، خدا آپ پر اور آپکی اولاد پر درود بھیجے،

اور اس خدا کی حمد ہے جس نے امیر المومنین کو اس قوم سے چُنا، جو نہایت قوی، غالب، شریف، اور ممتاز ہے، اور انکو اخلاق حمیدہ اور خصائل پسندیدہ مین یگانہ پیدا کیا، جنہین سب سے بڑھکر احکام الٰہی کے سامنے سربسجود ہونا، اور قضائے الٰہی پر راضی رہنا ہے، چنانچہ امیر المومنین نے اُسکے پورا کرنے اور سلف صالح کے طریقہ پر چلنے کی نہایت کوشش کی ہے، وہ نہایت فیاض اور سخی ہین،

مصائب مین صبر کرتے ہین، اور اُن کا نعمتون سے مقابلہ کرتے ہین، اُس سے اُن مین صبر و شکر کے اخلاق ترقی کرتے ہین، اور بہت بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے، کیونکہ وہ یہ جانتے ہین کہ نعمت صرف خداوند تعالٰی کے فضل مخصوص سے نازل ہوتی ہے جو نہایت عدل کے ساتھ اُسکو تقسیم کرتا ہے، اور حکمت کے ساتھ چیزون کا اندازہ لگاتا ہے، وہ تنہا مالک اور خالق ہے، اور بندون کے حالات جسطرح چاہتا ہے بدل دیتا ہے، اسلئے ہر شخص پر اُسکے اوامر کو تسلیم کرنا اور اُسکے احکام کو یقین کے ساتھ سننا واجب ہے، پس پاک ہے وہ جسکی خوشی و غم اور سختی و نرمی مین مدح کیجاتی ہے وہ خود فرماتا ہے "ہم تم کو خیر و شر مین ڈال کر آزماتے ہین، اور تم ہماری طرف لوٹو گے" جب خدا کو یہ منظور ہوا کہ وہ پاک امام قادر باللہ (خدا کی رحمت اُن پر ہو) کو اپنی طرف اُٹھالے اور اُنکو اُسکے اجداد و خلفاے کرام صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین سے ملحق کردے، اور اُنکو وہ راحت اور مسرت عطا کرے جو اُس نے جنت مین امام کے لئے مقرر کی ہے تو اُس نے امام کو وفات دی، جسکو امیر المومنین نے نہایت صبر کے ساتھ برداشت کیا اور اگرچہ رنج و غم نے اُن پر ہجوم کرلیا تھا تاہم قضاے الٰہی پر راضی رہے، کیونکہ امام قادر باللہ رضی اللہ کی راے ایک ستارۂ درخشان اور اُن کا حلم ایک پہاڑ تھا، وہ مذہب مین نہایت سخت اور طاعت مین مضبوط تھے، خدا اُن پر درود بھیجے، اور اُنکو جنت الفردوس مین جگہ عطا فرمائے، اور سیدہی راہ دکھائے اُن کے کام اتنے عظیم الشان اور اخلاق اتنے پاکیزہ تھے کہ وہ ائمہ صالحین کے زمرہ مین داخل ہوجاتے ہین،

امیر المومنین نے اپنی فطرت سلیمہ کے اقتضا سے یہ طے کرلیا ہے کہ ان مصائب پر جزع و فزع کی ضرورت نہین، بلکہ ثواب کا جویان رہنا چاہیئے اور یہ دعا مانگنا چاہیئے کہ خداوند تعالٰی امام قادر باللہ علیہ صلوٰۃ اللہ کو اُن کے اعمال صالحہ کا اچھا بدلہ دے، وہ اُن سے راضی ہو، اور فرشتے اُنکو مغفرت کی بشارت سُنائین، خدا فرماتا ہے "خدا نے اُنکو اپنی رحمت اور رضامندی کی بشارت دی ہے اور جنتون کی جنمین اُنکے لئے دائمی نعمتین مہیا کیگئی ہین اور جنمین وہ ہمیشہ مقیم رہین گے بیشک خدا کے

پاس بڑا اجر ہے"

اور امیرالمومنین اُن فرائض کی بجا آوری کے لئے تیار ہو گئے ہین جو خداوند تعالیٰ اور امام قادر باللہ کی طرف سے اُن پر عاید ہوتی ہے تاکہ شگاف کو جوڑ دین، سنتون کو قائم کردین، متفرق کو ملا دین، رخنون کو بند کر دین، کجی اور گمراہی کو دور کر دین، اور حقوق الٰہی کو دنیا مین قائم کر دین چنانچہ امیرالمومنین نے اکابر خاندان اور امراء، وزراء، علماء، قضاۃ اور فضلا اور صلحاء کو طلب کر کے دربار عام کیا جسمین یہ لوگ اقامتِ حقوق اللہ پر راضی ہوئے، اور امام کی جو اطاعت خداوند تعالیٰ نے اُن پر فرض کی ہے اُسکے قبول کرنے کا اقرار کیا اور امام کے ہاتھ پر بیعت کی، کیونکہ خدا نے اُنکو روشن بصیرت اور خالص دل عطا فرمائے ہین، اور اُنکو ہدایت کا راستہ دکھلایا ہے، اگرچہ حالت نہایت مایوس کن تھی، تاہم مصیبتون کے تمام پہاڑ ہٹ گئے، منتشر مجتمع ہو گیا، اور عمدہ چیزین سامنے آگئین، اور یہ فرمان امیرالمومنین نے ایسی حالت مین بھیجا ہے، جب خلافت کے تمام شعبے منتظم ہو چکے ہین، اور وہ اپنے اجداد کرام کی جگہ پر جو امام وقت تھے بیٹھ چکے ہین، خدا اُن پر درود نازل کرے، امیرالمومنین کو قہر الٰہی کا تمام اعمال مین خواہ مخفی ہون یا ظاہر خوف لگا رہتا ہے، اور وہ خدا کا تقرب چاہتے ہین، ثواب کے جویان اور حساب سے خائف ہین،

وہ اپنی فکر کا محور سلطنت اور رعایا کو بنا چکے ہین، تاکہ حقوق قائم ہو جائین شگاف برابر ہو جائے گرہین طمئن ہو جائین، پانی شیرین ہو جائے، فتنے خاموش ہو جائین اور انکی آگ سرد اور اُن کا منارہ منہدم ہو جائے۔

وہ خدا سے اعانت کے طلب گار ہین، اور اپنی رائے مین سلامت روی کی توفیق چاہتے ہین، تم اپنا ہاتھ خدا کی برکت اور حسن توفیق سے امیرالمومنین کی بیعت کے لئے بڑھاؤ، اور اسمین اپنے اہل دربار اور تمام رعایا کو شامل کرو، کیونکہ تم خلافت کے وہ ستارہ ہو جو نہین چھپتا اور

وہ پیشرو ہو جو نا کام واپس نہین پھرتا، اور وہ تیغ براں ہو جو نہین ٹھرتی، اور جو ملک ہم نے عطا کیا ہو اسکی حفاظت اور نگہبانی مین اپنی بہتر روش نیک اخلاق اور اعلی اوصاف پر قائم رہو، تم رعایا کے شفیق باپ اور مہربان ماں بنو، کیونکہ امیر المومنین نے تم کو انکی حکومت کے لئے منتخب کیا ہے۔

تم اس فرمان کو لیکر امین امیر المومنین محمد ابن محمد سلیمانی کے حضور مین قسم کہاؤ جسمین تمہارے درباری بھی شامل ہون، تاکہ تم پر اور تمہاری رعایا پر خدا اور امیر المومنین کی حجت قائم ہو اور اُسکا ایفا فرض ہو جائے، تمکو معلوم ہونا چاہیئے کہ تم امیر المومنین کے نزدیک قابل اعتماد ہو، تمہاری نسبت کسی قسم کا شک وشبہہ نہین ہے، کیونکہ اُنھون نے خود حکومت کا کام تمہارے سپرد کیا ہے وہ جانتے ہین کہ تم مخلص ہو اور مخلصین کا طریقہ اختیار کروگے جس سے تم کو فلاح حاصل ہوگی، کیونکہ سعادت اسی سے پیوستہ اور برکت اسی مین مجتمع ہے۔

تم عام وخاص کے یہ بات ذہن نشین کردو کہ امیر المومنین کسی مصلحت کو نظر انداز نہین کرتے ہین، کیونکہ وہ خدا تعالے کے اس حکم کے متبع ہین جس نے فرمایا ہے کہ "مسلمان وہ لوگ ہین کہ اگر ہم اُنکے قدم زمین مین جما دین تو وہ نماز قائم کرین زکوٰۃ دین، اچھے کامون کا حکم کرین اور برے کامون سے روکین"، یہ تمہارے پاس امیر المومنین کا مراسلہ ہے، خدا اس سے تمکو اچھا فائدہ پہنچائے، اور وہ ہمیشہ مراسلات جاری رکھنے کی تمہین توفیق دے، امیر المومنین کے اس مراسلہ کو تعظیم کے ساتھ لو اور اسکی قدر دعوت کرو، اور اُسکے مضمون کی اطلاع تمام لوگونکو دیدو، کہ عام لوگون مین اُسکا تذکرہ پھیل جائے اور لوگون مین اس سے مسرت وخوشحالی پیدا ہو، تاکہ وہ امیر المومنین کی اس مہربانی سے جو اللہ تعالے نے اُنکے شامل حال کی ہے تسکین وتسلی پائین، لوگون کو امیر المومنین کی طرف اپنے ممالک محروسہ کے منبرون پر سے دعوت دو، یہ دعوت اُنکو بار بار سناؤ، اور فائدہ پہنچاؤ، اس مراسلہ کا جواب امیر المومنین کو جلد دو اور اسکی خبر کردو کہ جو کچھ اس مراسلہ مین لکھا گیا ہے اُسکو تم نے اچھی طرح اختیار کر لیا اور جو کچھ

تم کو ہدایتین اسکے ذریعہ سے دیگئی ہین ان پر صحیح طور سے عمل پیرا ہو، اور تم امیرالمومنین کی اطاعت و پیروی کے باحسن وجوہ پابند و عامل ہو، اسلئے کہ تم سے امیرالمومنین اسکے منتظر و متوقع ہین، انشاء اللہ تمپر سلامتی، اللہ تعالی کی رحمت و برکت اور اسکے بندہ امیرالمومنین کی برکت نازل ہو، اور خدا اپنی بڑی نعمت، بڑے عطیہ، اور عمدہ بخشش سے تم کو محروم نہ کرے،

## ترجمہ عہد نامہ بعیت

### ازطرف سلطان مسعود غازی

" مین اپنے سردار اور آقا امیرالمومنین ابوجعفر عبد اللہ بن عبد اللہ الامام القائم بامر اللہ کے ہاتہ پر بعیت کرتا ہون، یہ بعیت، اطاعت و پیروی، رضاجوئی و خوشنودی، اور اعتقاد و اعتماد کی بعیت ہے، یہ بعیت صدق نیت، اخلاص قلب، صحت عقیدہ اور اثبات عزیمت کی بعیت ہے مین یہ بعیت بغیر کسی دباؤ کے اپنی خوشی اور بغیر کسی جبر کے اپنے اختیار سے کرتا ہون، بلکہ مین اس بارہ مین امیرالمومنین کے فضل وکرم کا مقر، اُن کے حق امامت کا معتقد، انکی برکت کا معترف، اور انکے حسن احسان و منفعت پر اعتماد رکہتا ہون، مجھے اسکا اچہی طرح علم ہے کہ وہ اس شخص کے منافع و مصالح سے اچہی طرح واقف ہین، جو انکی بعیت مین آچکا ہے، پراگندگی کو جمع کرنا، نتیجۂ کار کو سونچنا، سخت مصیبتون کو دور کرنا، دوستون کو معزز رکہنا، بیدینون کی بنیاد کہاڑ پہینکنا، اور دشمنان دین کی ناک کو ذلت سے خاک آلود کرنا اُن کا خاص حصہ ہے، میری بعیت اِسپر ہے کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا الامام قائم بامر اللہ امیرالمومنین اللہ کے بندے اور اسکے وہ خلیفہ ہین جنکی اطاعت مجھپر فرض ہے، اُنکی خیرخواہی مجھپر واجب ہے، اور انکی اس امامت و ولایت کا اقرار تمام امت پر واجب ہے، تمام مسلمانون پر اُنکے حقوق کو ادا کرنا اور انکے عہد بعیت کو وفا کرنا لازم ہے، مجھے اس معاملہ مین کوئی شک و شبہہ نہین ہے، مین اُنکے حکم کی مداہنت نہین کرسکتا، اور نہ اُنکے سوا

کسی دوسرے کی طرف جھک سکتا ہون، اور بیعت اسپر ہے کہ حاضر وغائب قریب و بعید اور خاص وعام مین سے ان کا دوست میرا دوست، اور ان کا دشمن میرا دشمن ہے، مین اس عہد بیعت و ذمہ عقد پر سختی سے قائم رہنے والا ہون، اور اس معاملہ مین میرا مخفی اعلان اور میرا باطن ظاہر ہے، اور یہ بیعت اسپر ہے کہ اپنے سردار اور آقا امیر المومنین القائم بامر اللہ کی یہ بیعت اطاعت جو اس وقت میرے دل مین ہے، اور یہ سخت ذمہ داری جسکا بار مین اسوقت اپنی گردن پر لے رہا ہون میری نیت کی سلامتی، میرے ارادہ کی استقامت اور بالکل میری راے اور دلی خواہش کی بنا پر ہے اور مین اس عہد کے جزو کو کبھی نہ توڑونگا، نہ اُسکو کبھی ترک و رد کرونگا، اور نہ تو مین کبھی کسی اچھے یا بُرے وقت مین اس (خلیفہ) کی مضرت کا قصد کرونگا، نہ اُسکی چھوٹی اور بڑی خیرخواہی کا موقع کبھی ہاتھ سے جانے دونگا، اور چھوٹے سے چھوٹے معاملہ مین بھی اسکے موالات مین قدم پیچھے نہ رکھونگا، اور اس بیعت مین جن باتون کا معاہدہ کرتا ہون کبھی اُسکو نہ بدلونگا، اور نہ اس سے بچنے کی کوشش کرونگا، اور نہ اس سے باز آؤنگا، اور اپنی نیت اور اپنے ضمیر کو اسکے ضد و خلاف باتون سے گرد آلود اور کسی وقت اور کسی حال مین بھی اسکی خلاف ورزی سے فاسد و زائل نکرونگا، اور مجھپر اس بیعت کے شرائط وعہود کی ایفا اور پائداری کی ذمہ داری جسطرح خلیفہ کے مقابلہ مین ہے ویسے ہی اُسکے خادمون، دربانون، کاتبون، اور اسکے حاشیہ نشینان دولت کے مقابلہ مین بھی ہے، اور مین اس عہد کے لئے بغیر اکراہ و نارضامندی کے پوری رضامندی اور بغیر کسی خوف و دہشت کے امن و اطمینان کے ساتھ ایسی قسم کھاتا ہون جسپر اللہ تعالے اُس دن جب مین اُسکے آگے پیش کیا جاؤن مواخذہ کرسکتا ہے۔

پس مین کہتا ہون قسم ہے اس خدا کی جسکے سوا کوئی دوسرا خدا نہین، وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، رحم کرنے والا اور رحمت والا، بڑا اور برتر غالب اور پانے والا، قاہر اور ہلاک کردینے والا

جسکا علم تمام زمین و آسمان اور اُن چیزون کو جو گذر گئین اور جو آنے والی ہین محیط ہے، اور قسم ہے اللہ تعالے کے اچھے نامون کی، اسکے بلند آیات کی اُسکے کلمات تامہ کی اور قسم ہے ہر اس عہد و میثاق کی جو خدا نے اپنے مخلوقات سے لی ہے، اور قسم ہے قرآن مجید کی اور اُسکی جس نے اُسکو اُتارا، اور اسکی جو اسکو لیکر اُترا، اور قسم ہے توراۃ، انجیل، زبور، اور فرقان کی، اور قسم ہے محمد نبی صلعم کی اور اسنکے پاک اہل بیت کی، اُنکے منتخب اصحاب کی، اُنکے ازواج طاہرات کی جو امہات المومنین ہین، علیہم السلام اجمعین، اور قسم ہے ملائکہ مقربین، انبیاے مرسلین کی کہ میری یہ بیعت جسکے ساتھ میری زبان اور میرا ہاتھ وابستہ ہے، خدا جانتا ہے کہ اسکی پیروی اور جو کچھ اسمین ہے اسکے جز و کل کی وفا و تسلیم کی بیعت ہے، اور یہ کہ میری یہ بیعت اہل بیعت کی نصرت و موالات و اخلاص پر مبنی ہے، مین اسکو پوری خوشدلی کے ساتھ پیش کرتا ہون، اسمین نہ تو کوئی حیلہ ہے نہ مداہنت اور نہ کوئی عیب اور نہ مکر۔ یہانتک کہ مین اللہ تعالے سے ایسی حالت مین ملون کہ مین اس عہد کو پورا کر چکا ہون اور جو ذمہ داری اسکے رو سے مجھپر عائد ہوتی ہے اسکو اچھی طرح ادا کر چکا ہون، نہ مین نے اسمین کبھی تذبذب و شبہہ کیا ہو، نہ اسکو توڑا ہو، نہ اسکی کوئی تاویل کی اور نہ قسم کو توڑنے والا ثابت ہوا ہون، اسلئے کہ جب لوگ اولو الامر کی بیعت کرتے ہین تو اللہ تعالے کا ہاتھ انکے ہاتھون کے اُوپر ہوتا ہے پس جو شخص اسکو توڑتا ہے وہ اُسکو اپنے نفس پر توڑتا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے کئے ہوے معاہدہ کو پورا کرتا ہے اسکو اللہ تعالے بہت بڑا بدلہ دیتا ہے، اور یہ بیعت جسکا طوق میری گردن مین ہے، اور جسکے لئے میرا ہاتھ بڑھا ہے، اور جو کچھ اسمین وفا و موالات، خیر خواہی و پیروی، طاعت و موافقت اور جد و جہد کی شرط مجھسے لیگئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا عہد ہے، اور اللہ تعالے سے جو کچھ کیا جاتا ہے، اُسکی پرسش و ذمہ داری ہوتی ہے، میری یہ بیعت اسی طریقہ پر ہے جسپر اللہ تعالی نے اپنے رسلؑ و انبیاءؑ اور اپنے ہر بندہ سے عہد لیا ہے، اور اسپر ہے کہ مین اُسکے شرائط پر سختی سے قائم رہونگا، انکو کسی

طرح نہ بدلونگا، ہمیشہ اطاعت کرتا رہونگا، نافرمانی نکرونگا، مخلص رہونگا، شک وشبہہ کو کبھی دل مین جگہ نہ دونگا، استقامت کے ساتھ پابند رہونگا، کسی دوسری طرف نہ جھکونگا، مین بھی اس عہد پر جو اللہ تعالیٰ سے کر رہا ہون ان ارباب طاعت واصحاب حق ووفا کی طرح جو اپنے عہد پر اچھی طرح قائم ومتمسک رہے، برابر قائم ومتمسک رہونگا، پس اگر مین نے اس تمام بیعت یا اسکے کسی جزو یا اسکی کسی شرط یا اسکے کسی حصہ یا اسکے کسی امر کو ظاہر یا باطن، حیلہ سے یا تاویل سے تجاہل یا اس سے انکار کرکے توڑا، یا بدلا، مٹا دیا یا متغیر کردیا، یا مین نے کبھی اُسمین مداہنت کی، یا مین اس ذمہ داری سے الگ ہوجاؤن جسکو اپنی خواہش سے قبول کیا ہے، اور جسکے وفا کا وعدہ اللہ تعالیٰ سے کرچکا ہون اس طور پر کہ مین اس شخص کی راہ سے ہٹ جاؤن جو امانت مین خیانت کرنے سے بچتا ہے، بیوفائی وخیانت کو جائز نہین سمجھتا، اور جسکو عہد ووعدہ کے پورا کرنے سے کوئی امر مانع نہین ہوتا تو مین قرآن عظیم سے الگ ہوجاؤنگا اور اس سے جس نے اُسکو اور اس سے جو اُسکو لیکر اُترا اور اس سے جسپر وہ اُترا۔ اور مین اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول سے الگ ہوجاؤنگا، اور اللہ اور اُسکا رسول مجھسے بری الذمہ ہوگا، اور مین اللہ تعالےٰ کے ملائکہ اُسکی کتابون اور اُسکے رسولون پر ایمان رکھنے والا باقی نرہونگا۔

اور ہر وہ چیز جسکا اس قسم کے الفاظ اداکرتے وقت مین مالک ہون، خواہ وہ مال ودولت رزق، جواہر ہون، برتن کپڑے، فرش، زمین اور کھیت وغیرہ اور تمام ایسی چیزین جنکو ملک شمار کیا جاتا ہے، چاہے وہ کم قیمت ہون یا بیش قیمت، اللہ رب العالمین کی راہ مین مسکینون اور غریبون پر صدقہ ہون۔ اور کسی سبب، کسی حیلہ، اور کسی وجہ سے ان تمام کا یا ان مین سے کسی جزو کا میری ملکیت مین لوٹنا حرام ہو، اور اس قسم کے الفاظ اداکرتے وقت یا میری بقیہ عمر مین جسقدر میرے غلام اور میری لونڈیان ہین یا ہونگی وہ سب اللہ کی خوشنودی کی خاطر آزاد ہون اب وہ میری

ولایت مین کسی طرح نہین لوٹ سکیتن، اور ہر جانور، چو پایہ، خچر، گدہے، اونٹ جنکا مین اسوقت مالک ہون یا بقیہ عمر مین جو میری ملکیت مین آئین وہ سب اللہ کی راہ مین ہون، اور ہر بیوی جو میرے نکاح مین ہے یا آیندہ آئینگی اسکو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے، ایسی طلاق جسمین رجعت اور کسی مذہب و طریقہ کے روسے رخصت نہین ہے، اور جب مین اس بعیت کے کسی شرط کو توڑدون یا اسکے کسی قاعدہ کی خلاف ورزی کرون یا اس سے تجاہل کرون یا اس سے انکار اور اسکی تاویل کرون اور جو کچھ میرے دل مین ہو اُسکے خلاف ظاہر کرون اور میرا عمل میرے قول سے مطابق نہو تو مجھپر بیت اللہ کے تیس حج واجب ہونگے اور اُن مین سواری استعمال نکرونگا بلکہ پیدل جاونگا، اور اگر مین اس قسم کو پوری نکرون تو خدا میرے کسی احسان اور عدل کو قبول نہ کرے اور خدا مجھے اس دن رسوا کرے جسدن مین اسکی مدد کا سخت حاجتمند ہون، اور اللہ مجھکو اپنی قوت و طاقت سے محروم کرکے میری طاقت و قوت پر چھوڑ دے، اور مجھکو دنیا و دین کے عافیت سے محروم کردے۔ اور یہ قسم میری قسم ہے، اور یہ بعیت میری بعیت ہے، مین نے اُسکے شروع سے آخر تک کے ساتھ قسم کہائی ہے، اور یہ بعیت میری گردن مین ہے، اور نیت اس تمام بعیت مین ہمارے سردار و آقا عبد اللہ بن عبد اللہ ابی جعفر الامام القائم بامر اللہ امیر المومنین مین، اللہ تعالیٰ انکی زندگی کو دین و دنیا مین دراز کرے، اُن کے جھنڈے کو بلند کرے اُنکی بات کو اونچی کرے ان کے احباب کو عزت دے، دشمنون کو ذلیل کرے، اللہ تعالیٰ کو مین اسکا شاہد بناتا ہون اور شہادت کے لئے وہ کافی ہے" فقط

برادران ہند! ان الفاظ پر غور کرو، فقرون کو بار بار پڑھو، اور دیکھو! کہ خلافت کیا چیز تھی؟ اور اسکی اطاعت کے کیا معنی تھے؟

---

# غازیۂ اسلام

## حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا

از مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

اسلام کی تاریخ کو صنف نازک کی جن برگزیدہ ہستیون پر ناز ہے اُن مین حضرت ام سلیم (رضی اللہ عنہا) کا درجہ اہل بیت نبوی کے سوا سب سے بڑا ہے، دیگر فضائل و مناقب کے علاوہ ان کا سب سے بڑا کارنامہ انکی اخلاقی ہمت و شجاعت ہے، اسلام کی محبت مین وہ شوہر سے بھی منہ موڑلیتی ہین، اور اسلئے کہ شوہر کے عیش و آرام مین خلل نہ پڑے، اپنے لخت جگر کی موت پر خاموشی کا پردہ ڈالدیتی ہین - میدان جنگ آتا ہے تو گھر بار، اہل و عیال اور اعزہ و اقارب کو چھوڑکر زخمیونکی تیارداری کے لئے اُٹھ کھڑی ہوتی ہین، دشمنون کا ہجوم دیکھتی ہین تو اپنے ناموس کی حفاظت کیلئے خنجر بکف باہر نکل آتی ہین، اُمید ہے کہ موجودہ دور مصائب مین اس غازیۂ اسلام کی تاریخ حیات کے یہ چند صفحے مسلمان عورتون کے لئے مفید اور کارآمد ثابت ہونگے۔

ان کا اصلی نام سہلہ یا رملہ تہا، مگر عموماً وہ اپنی کنیت کے ساتہ مشہور ہین، غمیصا اور رمیسا اُن کا لقب تہا، سلسلۂ نسب یہ ہے، ام سلیم بنت ملحان بن خالد، بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار، مان کا نام ملیکہؓ بنت مالک بن عدی بن زید مناۃ تہا آبائی سلسلہ سے حضرت ام سلیم، سلمیٰ بنت زید کی پوتی ہیتین، سلمیٰ عبد المطلب جد رسول اللہ صلعم کی والدہ ہیتین، اسی بنا پر ام سلیم انحضرتؐ کی خالہ مشہور ہین[1]۔

---

[1] اصابہ صفحہ ۴۴۲ جلد ۸،

مدینہ مین اوائل اسلام مین مسلمان ہوئین، اُن کا پہلا نکاح مالک بن نضر سے ہوا، مالک چونکہ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہنا چاہتے تھے، اور ام سلیم تبدیل مذہب پر اصرار کرتی تھین، اسلئے دونون مین کشیدگی پیدا ہوئی اور مالک ناراض ہوکر شام چلے گئے اور وہین انتقال کیا، ابوطلحہ نے جو اسی قبیلہ سے تھے نکاح کا پیغام دیا، لیکن ام سلیم کو اب بھی وہی عذر تھا، یعنی ابوطلحہ مشرک تھے، اسلئے وہ ان سے نکاح نہین کرسکتی تھین، غرض ابوطلحہ نے کچھ دن تک غور کرکے اسلام کا اعلان کیا، اور ام سلیم کے سامنے آکر کلمہ پڑھا، ام سلیم نے حضرت انس سے کہا کہ "اب تم ان کے ساتھ میرا نکاح کردو"[1] ساتھ ہی مہر معاف کردیا، اور کہا میرا مہر اسلام ہے" حضرت انسؓ کہا کرتے تھے کہ یہ مہر نہایت عجیب وغریب مہر تھا۔

**عام حالات** نکاح کے بعد حضرت ابوطلحہ نے بیعت عقبہ مین شرکت کی، اور چند ماہ کے بعد جناب رسالتمآب صلعم مدینہ مین تشریف لائے، حضرت ام سلیم اپنے صاحبزادے (حضرت انس) کو لیکر حضور مین آئین اور کہا "انیس کو آپکی خدمت کے لئے پیش کرتی ہون یہ میرا بیٹا ہے آپ اسکے لئے دعا فرمائین" آنحضرتؐ نے دعا فرمائی[2]

اسی زمانہ مین آپ نے مہاجرین اور انصار مین مواخاۃ قائم کی، اور یہ مجمع انہین کے مکان مین ہوا۔[3]

غزوات مین حضرت ام سلیم نے نہایت جوش سے حصہ لیا، صحیح مسلم مین ہے۔[4]

| | |
|---|---|
| کان رسول اللہ صلعم یغزو بام سلیم ونسوۃ من الانصار معہ اذا غزا فیسقین الماء ویداوین الجرحیٰ . . . . . . | آنحضرت ام سلیم اور انصار کی چند عورتون کو غزوات مین ساتھ رکھتے تھے جو لوگون کو پانی پلاتین اور زخمیون کی مرہم پٹی کرتی تھین۔ |

[1] اصابہ بحوالہ سند وابن سعد [2] صحیح مسلم صفحہ ۳۰۵ جلد ۲ و صحیح بخاری صفحہ ۹۴۴ جلد ۲ [3] بخاری [4] مسلم صفحہ ۱۰۲ جلد ۲

غزوۂ اُحد میں جب مسلمانوں کے جمے ہوئے قدم اُکھڑ گئے تھے، وہ نہایت مستعدی سے کام کر رہی تھیں، صحیح بخاری میں حضرت انس سے منقول ہے، کہ میں نے عائشہ اور ام سلیم کو دیکھا کہ پائنچے چڑھائے ہوئے مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں، مشک خالی ہوجاتی تو پھر جا کر بھر لاتی تھیں[۱]،

سنہ ۵ھ میں آنحضرتؐ نے حضرت زینب سے نکاح کیا، اس موقع پر حضرت ام سلیم نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر حضرت انس کے ہاتھ بھیجا، اور کہا آنحضرتؐ سے کہنا کہ اس حقیر ہدیہ کو قبول فرمائیں[۲]۔

سنہ ۷ھ میں خیبر کا معرکہ ہوا، حضرت ام سلیم اسمیں شریک تھیں، آنحضرتؐ نے حضرت صفیہ سے نکاح کیا تو انکو ام سلیم کے سپرد کیا کہ عروس بنا دیں[۳]،

غزوہ حنین میں، وہ ایک خنجر ہاتھ میں لئے تھیں، ابوطلحہ نے دیکھا تو آنحضرتؐ سے کہا کہ ام سلیم خنجر لئے ہیں، آپ نے پوچھا کیا کرو گی؟ بولیں اگر کوئی مشرک قریب آئیگا تو اس سے اُسکا پیٹ چاک کردونگی، آنحضرتؐ یہ سُن کر مسکرا اُٹھے، ام سلیم نے کہا یا رسول اللہ! مکہ کے جو لوگ فرار ہوگئے ہیں اُن کے قتل کا حکم دیجئے، ارشاد ہوا خدا نے خود اُن کا انتظام کر دیا ہے[۴]۔

وفات | حضرت ام سلیم کی وفات کا سال اور مہینہ معلوم نہیں، لیکن قرینہ یہ ہے کہ انھوں نے خلافت راشدہ کے ابتدائی زمانہ میں وفات پائی ہے۔

اولاد | جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اُنھوں نے دو نکاح کئے تھے، پہلے شوہر سے حضرت انس پیدا ہوئے حضرت ابوطلحہ سے دو لڑکے پیدا ہوئے، ابوعمیر اور عبد اللہ، ابوعمیر صغر سنی میں فوت ہوگئے اور عبد اللہ سے نسل چلی،

---

[۱] صحیح بخاری صفحہ ۱۰۱ہ کتاب المغازی [۲] صحیح مسلم صفحہ ۵۰۰ جلد ۱ [۳] ایضاً صفحہ ۴۶ ہ جلد ۱ [۴] ایضاً صفحہ ۱۰۴ جلد ۲،

**فضل وکمال** حضرت ام سلیم سے چند حدیثین مروی ہین جنکو حضرت انس، ابن عباس، زید بن ثابت، ابوسلمہ اور عمرو بن عاصم نے اُن سے روایت کیا ہے، لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے حضرت عبد اللہ بن عباس اور زید بن ثابت ہین ایک مسئلہ مین اختلاف ہوا تو اُن بزرگون نے انہین کو حکم مانا[1]۔

**اخلاق** حضرت ام سلیم مین بڑے بڑے فضائل اخلاق جمع تھے، جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ اپنے پہلے شوہر سے صرف اس بنا پر علحدگی اختیار کی کہ وہ اسلام قبول کرنے پر رضامند نہ تھے حضرت ابوطلحہ نے نکاح کا پیغام دیا تو محض اسوجہ سے رد کر دیا کہ وہ مشرک ہین، اس موقع پر اُنھون نے ابوطلحہ کو جس خوبی سے اسلام کی دعوت دی، وہ سننے کے قابل ہے، مسند احمد مین ہے۔

| | |
|---|---|
| قالت یا ابا طلحہ! الست تعلم ان الٰھک الذی تعبد | ام سلیم نے کہا ابوطلحہ! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا معبود |
| نبت من الارض قال بلی قالت افلا تستحی تعبد | زمین سے اُگا ہے؟ انھون نے جواب دیا ہان ام سلیم بولین |
| شجرۃ (اصابہ صفحہ ۴۴۲ جلد ۸ بحوالہ مسند) | تو پھر تمکو درخت کی پوجا کرتے شرم نہین آتی؟ |

حضرت ابوطلحہ پر اس تقریر کا اتنا اثر پڑا کہ فوراً مسلمان ہو گئے،

آنحضرۃ صلعم سے حد درجہ محبت کرتی تھین، آپ اکثر اُن کے مکان تشریف لیجاتے اور دوپہر کو آرام فرماتے تھے، جب بستر سے اُٹھتے تو وہ آپکے پسینے اور ٹوٹے ہوئے بالون کو ایک شیشی مین جمع کرتی تھین[2]۔

ایک مرتبہ آنحضرۃ صلعم نے اُنکی مشک سے منہ لگا کر پانی پیا تو وہ اُٹھین اور مشک کا منہ کاٹکر اپنے پاس رکھ لیا کہ اس سے رسول اللہ کا جسم مبارک مس ہوا ہے[3]،

آنحضرۃ صلعم کو بھی اُن سے، خاص محبت تھی، صحیح مسلم مین ہے[4]۔

---

[1] مسند صفحہ ۴۳۰ جلد ۶ [2] صحیح بخاری صفحہ ۹۲۹ جلد ۲ [3] مسند صفحہ ۳۷۶ جلد ۶ [4] صحیح مسلم صفحہ ۳۴۱ جلد ۲،

| | |
|---|---|
| کان النبی لا یدخل علی احد من النساء الا علی | آنحضرت ازواج مطہرات کے علاوہ اور کسی عورت کے |
| ازواجہ الا ام سلیم فانہ کان یدخل علیہا | ہان نہین جاتے تھے لیکن ام سلیم مستثنی تہین لوگون نے |
| فقیل لہ فی ذالک فقال انی ارحمہا | دریافت کیا تو فرمایا مجھے ان پر رحم آتا ہے انکے بہائی نے |
| قتل اخوہا معی . . . . . . . . . . | میرے ساتھ رہکر شہادت پائی ہے |

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کبھی کبھی حضرت ام سلیم کے مکان پر تشریف لیجاتے تھے۔

حضرت ام سلیم نہایت صابر اور مستقل مزاج تہین، ابو عمیر اُن کا نہایت پیارا اور لاڈلا بیٹا تہا، لیکن جب اس نے انتقال کیا تو نہایت صبر سے کام لیا اور گہر والون کو منع کیا کہ ابوطلحہ کو اس واقعہ کی خبر نہ کرین، رات کو ابوطلحہ آئے تو اُن کو کہانا کہلایا اور دونون نہایت اطمینان سے بستر پر لیٹے، کچھ رات گذرنے پر ام سلیم نے اس واقعہ کا تذکرہ کیا لیکن عجیب انداز سے کیا، بولین کہ اگر تم کو کوئی شخص عاریۃً ایک چیز دے اور پھر اسکو واپس لینا چاہے، تو کیا تم اُسکے دینے سے انکار کردگے؟ ابوطلحہ نے کہا کبھی نہین، کہا تو اب تم کو اپنے بیٹے کی طرف سے صبر کرنا چاہیئے، ابوطلحہ یہ سُنکر غصہ ہوئے کہ پہلے سے کیون نہ بتلایا؟ صبح اُٹہکر آنحضرۃ صلعم کے پاس گئے اور سارا واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا خدا نے اس رات تم دونون کو بڑی برکت دی[1]،

اسی طرح ایک مرتبہ ابوطلحہ آئے اور کہا کہ رسول اللہ بھوکے ہین، کچھ بھیجدو، ام سلیم نے چند روٹیان ایک کپڑے مین لپیٹ کر حضرۃ انس کو دین کہ آنحضرت کی خدمت مین جاکر پیش کردین، آپ مسجد مین تھے، اور صحابہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، حضرت انس کو دیکھکر فرمایا ابوطلحہ نے تم کو بھیجا ہے؟ بولے جی ہان، فرمایا کہانے کے لیے؟ کہا، ہان، آپ تمام صحابہ کو لیکر ابوطلحہ کے مکان پر تشریف لائے، ابوطلحہ گھبرا گئے اور ام سلیم سے کہا اب کیا کیا جائے؟ کہانا نہایت

[1] صحیح مسلم صفحہ ۲۴۳ جلد ۲،

قلیل ہے، اور آنحضرت صلعم ایک مجمع کے ساتھ تشریف لائے ہین، ام سلیم نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ان باتون کو خدا اور رسول زیادہ جانتے ہین! آنحضرت اندر آئے تو حضرت ام سلیم نے دہی، روٹیان اور سالن سامنے رکھدیا، خدا کی شان! اسمین بڑی برکت ہوئی[1] اور سب لوگ کہا کر سیر ہوگئے۔

حضرت ام سلیم کے فضایل و مناقب بہت ہین، انحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مین جنت مین گیا تو مجہکو کچہ آہٹ معلوم ہوئی، مین نے کہا کون ہے؟ لوگون نے بتایا کہ انس کی والدہ غمیصا بنت ملحان ہین[2]،

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۸۱۰ جلد ۲ [2] صحیح مسلم صفحہ ۲۱۴ جلد ۲،

# علم فقہ کا ایک نیا باب

## فرق ضالہ کے فقہی مسائل

از مولانا عبد السلام ندوی

اسلام مین جو فرقے پیدا ہوئے، ان کے عقاید و اعمال دونون اگرچہ باہم مختلف ہین، لیکن متداول کتابون مین زیادہ تر اُن کے عقاید ہی سے بحث کیگئی ہے، اور اُن کے فقہی مسائل کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، صرف شیعہ فرقہ ایک ایسا فرقہ ہے جسکے متعلق ہمکو معلوم ہے کہ وہ اعمال و عبادات مین ہم سے مختلف ہے، باقی اور فرقون کے متعلق ہمکو بالکل معلوم نہین کہ وہ شریعت کے عملی مسائل کے متعلق کیا مسالک رکھتے تھے، عقاید کی عام درسی کتابون مین تو صرف معتزلہ و اشاعرہ کو باہم حریف قرار دیا گیا ہے، اور بقیہ فرقے بالکل نظر انداز کر دیئے گئے ہین، شہرستانی اور ابن حزم نے ملل مین تمام فرقون کا اور اُن کے ساتھ اُن کے عقاید و خیالات اور برہان و استدلال کا بھی استقصا کیا ہے لیکن اُن کے فقہی مسائل کو ان بزرگون نے بھی نظر انداز کر دیا ہے، اسلئے ان کتابون مین صرف ان فرقون کی یکرخی تصویر نظر آتی ہے، پورا عکس نظر نہین آتا، عقاید کے متعلق صرف ایک کتاب ہے جسمین کہین کہین ان مسائل کی جھلک بھی نظر آتی ہے، یعنی استاذ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بن محمد بغدادی نے اپنی کتاب الفرق بین الفرق مین جا بجا اسلامی فرقون کے فقہی مسائل کا بھی ذکر کیا ہے جن سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ جن لوگون کی پریشان خیالیون نے قرون اولیٰ کے سادہ عقائد کی سطح کو بالکل ناہموار کر دیا اُن کے اضطراب دماغی نے اعمال و عبادات کو بھی کچھ کم صدمہ نہین پہنچایا۔

آج جدید تعلیم نے ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا ہے جو عملاً اسلام کے فرائض سے اس بنا پر سبکدوشی حاصل کرنا چاہتا ہے کہ یہ فرائض اکثر تمدنی ترقی مین خلل انداز ہوتے ہین، لیکن ان مین جو لوگ اخلاقی جرات نہین رکھتے، وہ علانیہ اسکا اظہار نہین کرتے، بلکہ مختلف قسم کی تاویلات سے کام لیتے ہین، اور طرح طرح کی حیلہ جوئیون سے شریعت کے شکنجون سے آزاد ہونا چاہتے ہین، لیکن اس مضمون سے ان لوگون کو معلوم ہوگا کہ زمانۂ قدیم مین بھی بہت سے لوگ ان کے ہمخیال تھے، انکو یہ نہین معلوم کہ مذہبی فرائض و اعمال ترقی کا سنگ راہ نہین ہین، بلکہ دنیا کو حقیقی ترقی صرف عمل ہی سے حاصل ہو سکتی ہے عمل، عمل کو پیدا کرتا ہے، خیالات، خیالات کو پیدا کرتے ہین، عقاید سے عقاید کی تولید ہوتی ہے، اہل عرب جب تک مذہبی فرائض و اعمال کے پابند رہے، اُنھون نے تمام دنیا کے مقابلہ مین نبرد آزمائی کی، اُنھون نے طاقتور سلطنتون کے پرخچے اڑا دیئے، اور ایسی عظیم الشان فتوحات حاصل کین جو تاریخ مین آج تک یادگار ہین۔ لیکن جن لوگون نے خدا عانہ دلائل سے ان فرائض و اعمال سے سبکدوشی حاصل کرنا چاہی، اُنھون نے عقاید کی کتابون مین دلچسپ مباحث تو ضرور پیدا کر دیئے، لیکن تاریخ مین اُن کا کوئی سیاسی یا تمدنی کارنامہ نظر نہین آتا، تاریخ کے اوراق مین صرف انہین بزرگون کی سادہ تصویرین نظر آتی ہین، جو رزمگاہ مین صلاۃ خوف کی صفون مین بھی اپنے خدا کو نہ بھولے، اور صلاۃ خوف کی صورت مین اُسکے ذکر سے اپنے دست و دل مین طاقت پیدا کی، بہرحال ان مسائل کی تفصیل حسب ذیل ہے، جن سے یہ معلوم ہوگا کہ یہ فرقے درحقیقت ان درختون کی شاخین ہین، جو اسلام سے پہلے ایران و خراسان کے میدانون مین نصب تھے، اور یہ تمرتلخ وہین سے اپنے ساتھ لائے ہین،

حجج شرعیہ | کتاب، سنت، آثار صحابہ، اجماع اور قیاس، فقہی مسائل کے ماخذ ہین، ان مین کتاب یعنی قرآن مجید کے سوا ہر چیز کو بعض فرقون نے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے، فقہی مسائل کا

بہت بڑا حصہ اخبار احاد سے ثابت ہے، اسلئے اگر ان روایات کو حذف کردیا جائے تو فقہ کا بہت بڑا حصہ برباد ہوجائے، لیکن فرقہ خیاطیہ نے ان روایات کو بالکل ناقابل حجت قرار دیا، اور اس سے اسکا مقصد شریعت کے اکثر احکام کا انکار تھا۔ نظام[1] نے جب

| | |
|---|---|
| استثقل احکام شریعۃ الاسلام فی فروعہا | شریعت اسلام کے احکام کو ناقابل برداشت |
| ولم یجسر علی اظہار رفعہا، | پایا اور علانیہ اسکے اظہار کی جرأت نہ کرسکا، |

تو ان دلائل ہی کا ابطال کیا جن سے یہ احکام ثابت ہوتے تھے، یعنی اس نے حدیث کا، اجماع کا، فتاوی صحابہ کا، قیاس کا غرض قرآن مجید کے سوا تمام دلائل شرعیہ کا انکار کیا، اسکے نزدیک احادیث متواترہ ناقابل حجت ہین، اجماع ہر زمانہ مین غلط باتون پر ہوتا ہے، اخبار احاد اور قیاس سے یقین نہین پیدا ہوتا صرف ظن پیدا ہوتا ہے، جو موجب عمل نہین ہوسکتا، فتاوی صحابہ بلکہ خود صحابہ ناقابل اعتبار رہین، اور ان سب کا مقصد فقہی احکام سے سبکدوشی حاصل کرنا ہے۔

ابواب الطہارہ نماز کے لئے وضو تمام فقہاے اہل سنت کے نزدیک فرض ہے اور خود قرآن مجید نے اسکا حکم دیا ہے، لیکن فرقہ بہشمیہ کے نزدیک وہ فرض نہین، خدا نے حالت طہارت مین نماز پڑھنے کا حکم بے شبہہ دیا ہے، لیکن اس سے اسکی فرضیت نہین ثابت ہوتی، اسکا استدلال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صحیح و توانا ہو اور کوئی دوسرا اسکی طرف سے نماز ادا کرے تو اسکے لئے یہ کافی نہوگا بلکہ خود اسکو یہ فرض ادا کرنا پڑیگا، لیکن وضو کی حالت اس سے مختلف ہے، اگر ایک صحیح آدمی کو کوئی شخص وضو کرادے تو یہ اسکے لئے کافی ہوگا، اور اس وضو سے وہ بے تکلف نماز پڑھ سکیگا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وضو اور نماز کی فرضیت کے احکام مختلف ہین، لیکن اسکا مقصد بھی احکام فقہ کی پابندی سے سبکدوشی حاصل کرنا ہے، کیونکہ اس استدلال سے

---

[1] الفرق بین الفرق صفحہ ۱۱۶۵

یہ لازم آتا ہے کہ زکوۃ، کفارہ، نذر اور اداے قرض بھی انسان پر فرض ہو، کیونکہ ان تمام فرائض کو انسان کا وکیل ادا کرسکتا ہے، اور بذات خود اسکے ادا کرنے کی ضرورت پیش نہین آتی، کرامیہ کے نزدیک اگرچہ وضو فرض ہے، لیکن کپڑے، زمین، اور بدن کی نجاست کے باوجود بھی نماز صحیح ہوسکتی ہے، وضو صرف احداث سے فرض ہوتا ہے، نجاست سے نہین، لیکن فرقہ بکریہ نے فرقہ بہشمیہ اور کرامیہ کی تفریط کے مقابل مین تمام فقہاے اہل سنت کے خلاف یہ افراط کی کہ نواقض وضو کو اسقدر سخت کردیا کہ محض قراقر شکم سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اسکے بخلاف نظام کے نزدیک محض نیند سے اسوقت تک وضو نہین ٹوٹ سکتا، جب تک اسکے ساتھ حدث نہو، حالانکہ تمام فقہا کے نزدیک نیند نواقض وضو مین سے ہے۔

ابواب الصلوۃ | فقہاے اہل سنت والجماعت کے نزدیک نجاست آلود کپڑون مین نجاست آلود زمین پر، اور نجاست آلود بدن کے ساتھ نماز جائز نہین، لیکن فرقہ کرامیہ کے نزدیک جائز ہے۔

فقہاے اہل سنت کے نزدیک تمام عبادات، نماز، روزہ اور حج کے لئے نیت شرط ہے لیکن فرقہ کرامیہ کے نزدیک نیت ضروری نہین، ابتدا مین اسلام کی جو نیت کرلیگئی ہے، وہی ان تمام عبادات کیلئے بھی کافی ہوسکتی ہے، نماز سفر مین خود شریعت ہی نے بہت کچھ آسانیان پیدا کردی ہین، لیکن اس فرقے نے اُسکو اسقدر آسان کردیا کہ وہ براے نام نماز رہ گئی، اُس کے نزدیک نماز سفر مین صرف دو تکبیر کہہ لینا کافی ہے، رکوع، سجدہ، قیام، تعوذ اور تشہد و سلام کی ضرورت نہین۔

فقہاے اہل سنت کے نزدیک نماز اسقدر اہم چیز ہے کہ سعید بن مسیب کے نزدیک اگر کسی شخص نے قصداً ایک وقت کی نماز چھوڑ دی تو اسکو چاہیئے کہ ہزار وقت کی نماز قضا کرے،

لیکن نظام کے نزدیک نہ نماز کی قضا جائز ہے، نہ واجب ہے،

فقہاے اہل سنت والجماعت کے نزدیک اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا اور کچھ ارکان واعمال ادا کرکے کسی وجہ سے نماز توڑ دے تو اسکے ابتدائی اعمال کا شمار طاعت مین ہوگا اور اسکو ان پر ثواب ملیگا، لیکن فرقہ ہشامیہ کے نزدیک اس نماز کا اول آخر دونوں معصیت ہے خدا نے اسکی ممانعت کی ہے، اور اسکو حرام کیا ہے، فقہاے اہل سنت والجماعت کے نزدیک جو چیز واجب ہے اسکے اسباب ومقدمات بھی واجب ہین، مثلاً نماز واجب ہے تو نماز کے لئے جانا بھی واجب ہوگا، لیکن اصحاب طاعات لایراد اللہ بہا کے نزدیک صرف نماز، حج اور روزہ وغیرہ یا عیانہا واجب ہین، ان کے اسباب ومقدمات واجب نہین، اسلئے اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز پڑھ لینے پر تو ثواب حاصل ہوگا، اور نماز کے لئے مسجد کی طرف جانا داخل ثواب نہ ہوگا، حالانکہ احادیث مین آیا ہے کہ نماز کے لئے جو قدم اٹھائے جاتے ہین ان پر بھی ثواب ملتا ہے۔

ابواب الحج | جس دلیل کی بنا پر فرقہ بہشمیہ نے طہارت کو غیر واجب قرار دیا ہے اسی دلیل کی بنا پر بعض ارکان حج، یعنی وقوف، طواف، سعی بین الصفا والمروہ کو بھی غیر واجب ٹھرایا ہے۔

ابواب النکاح | اسلام مین جو جدید قومین داخل ہوئین، اُنھون نے اُسمین اپنے قدیم مذہب کے احکام کی بھی آمیزش کی، مثلاً فقہاے اہل سنت کے نزدیک نواسی اور پوتی وغیرہ سے نکاح جائز نہین، لیکن فرقہ میمونیہ کے نزدیک جائز ہے، اور اس نے اپنے قدیم مذہب مجوسیت سے لیکر اس گمراہی کو اسلام مین داخل کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ خدا نے نسبی تعلقات کی بنا پر ماں، لڑکی، بہن، پھوپی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی کو محرمات مین داخل کیا ہے، لیکن نواسی اور پوتی وغیرہ کا ذکر قرآن مجید مین نہین ہے، اسلئے اُن کے ساتھ نکاح جائز ہو سکتا ہے۔

ابواب الطلاق | طلاق کی ایک قسم طلاق کنائی ہے، یعنی اگر ایک شخص صریح لفظ کے ساتھ

طلاق نہ دے بلکہ کنایۃً اپنی بیوی سے کہے کہ تم اپنے میکہ چلی جاؤ یا تم آزاد ہو، تو اس حالت میں اگر وہ طلاق کی نیت کریگا تو تمام فقہاء کے نزدیک طلاق واقع ہوجائیگی، بلکہ فقہاے عراق کے نزدیک غصہ کی حالت مین طلاق کنائی سے بلا نیت بھی طلاق پڑجاتی ہے، لیکن نظام کے نزدیک طلاق کنائی ایک لغو چیز ہے، اس سے عورت مطلقہ نہین ہوسکتی -

طلاق ہی کی ایک دوسری قسم ظہار ہے یعنی اس صورت مین عورت کے کسی جسم کو اپنی محرمات کے جسم سے تشبیہ دیجاتی ہے، مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ تمہارا پیٹ میری مان کے پیٹ کے مشابہ ہے، لیکن نظام کے نزدیک اگر کوئی شخص بیوی کے پیٹ یا اسکی شرمگاہ کے ساتھ ظہار کرے تو یہ ظہار نہ ہوگا -

**حدود** چند جرائم ہین، جن پر شریعت نے جسمانی سزائین مقرر کی ہین، جنکو شریعت کی اصطلاح مین حدود کہتے ہین، لیکن اسلام کے گمراہ فرقے اکثر ان حدود کے مخالف ہین، اور غالباً اسپر انکی ہوا پرستی نے آمادہ کیا ہوگا، بہرحال شریعت مین صحابہ کے اجماع سے شراب نوشی کی جو سزا مقرر ہے، اسکی نسبت فرقہ جعفریہ کا خیال ہے کہ یہ اجماع غلط ہے، فرقہ نجدات نے بھی حدّ شراب کو ساقط کردیا، فرقہ بیھسیہ کے نزدیک اگر کوئی ایسی شراب پی جائے جو اصولاً حلال ہو یعنی ایسی چیز سے کشید کی گئی ہو جو خود حلال ہو، تو حالت نشہ مین جو افعال سرزد ہونگے وہ معاف ہونگے، اگر ایسی شراب کے پینے والے نے نماز چھوڑ دی تو نماز معاف ہوگی، اگر خدا کو گالی دیدی تو اسپر کچھ مواخذہ نہوگا، اور ایسے شخص پر حد نہ جاری کیجائیگی -

ازارقہ کے نزدیک اگر کوئی شخص محصنہ عورت پر تہمت زنا لگائے تو اسپر حد قذف جاری ہوگی، لیکن اگر کوئی شخص محصن مرد پر تہمت لگائے تو وہ مستوجب حد نہ ہوگا -

تمام فقہاء کے نزدیک حد سرقہ کے جاری کرنے کے لئے ایک خاص نصاب مقرر ہے،

اگر کوئی شخص اس نصاب سے کم مال چرائے تو اسپر حد جاری ہنوگی، لیکن ازارقہ کے نزدیک اسکا کوئی نصاب نہین ہے، صرف چوری پر (چاہے وہ کم مال کی ہو یا زیادہ کی) حد جاری کیجا سکتی ہے

اگر کسی شخص کے سامنے اسکی مخطوبہ عورت یعنی منگیتر آگئی، اور اُس نے اسکے ساتھ مباشرت کرلی تو تمام فقہاء کے نزدیک اُسپر حد جاری ہوگی، لیکن فرقہ جعفریہ کے نزدیک اس سے حد ساقط ہوجائیگی۔

**ماکولات ومشروبات** اگرچہ تمام فقہاء کے نزدیک لہسن اور پیاز کا کہانا مکروہ ہے، لیکن فرقہ بکریہ کے نزدیک حرام ہے، یہ بھی مجوسیت کا اثر ہے،

**قیاس کن زگلستان من بہار مرا** فرق ضالہ کے یہ چند فقہی مسائل تمہارے سامنے ہین انکو پڑھکر تم خود فیصلہ کرسکتے ہو کہ ان مین ہوا پرستی کو کسقدر دخل ہے، مذہبی شکنجہ سے آزاد ہونے کے لئے انھون نے کسقدر شریعت کو مسخ کیا ہے، اور اپنے مذاق کے موافق کسقدر مسائل ایجاد کئے ہین انکو پیش نظر رکھکر اگر تم اُن کے عقاید پر بھی نظر ڈالوگے تو معلوم ہوگا کہ وہ بھی اسی قسم کی ہوا پرستیون کا نتیجہ ہین، صرف اہل سنت والجماعت کا فرقہ ایک ایسا فرقہ ہے جس نے حقیقی طور پر شریعت کی ترجمانی کی ہے شریعت کے اصول کو ہر موقع پر پیش نظر رکہا ہے، اور اُسی کے مطابق اپنے عقاید واعمال قائم کئے ہین، اسی کا نام صراط مستقیم ہے، اور شریعت نے ہمکو اسی پر چلنے کا حکم دیا ہے، اور الحمدللہ کہ ہم اس پر قائم ہین۔

---

# ٹور کی فیصلہ کن جنگ

## (بیٹل آف ٹور)

از جناب مولوی محمد خلیل الرحمٰن صاحب، مترجم تاریخ نفح الطیب و تاریخ اسکاٹ وبیکی

مورخین یورپ جنگ تورکو اُن متعدد جنگون مین شمار کرتے ہین جھون نے اقوام کی قسمت کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کردیا ہے، کہا جاتا ہے کہ اس جنگ نے مسلمانون کی طمع ملک گیری کا یورپ مین خاتمہ کردیا اور انکی پیشقدمی فرانس وغیرہ کی طرف ہمیشہ کے لئے رک گئی، مسلمانون کو اس جنگ مین ایسی شکست ہوئی کہ انکو ماوراے پارنیس (البرطات) رخ کرنے کی کبھی ہمت ہی نہین ہوئی، گو مسلمان مورخین اس جنگ کو کچھ اہم نہین سمجھتے، اور اسکو منجملہ اور معمار بات کے ایک سمجھتے ہین، یورپ مین ابتک اس جنگ کا غلغلہ ہے، اسکے افسانے یورپ مین ابتک مشہور ہین، وہان کے گنوارون کی مجلسون مین اسکے گیت گائے جاتے ہین، وہان کی چوپالون کی چہل پہل ابتک انہین گیتون سے ہے، مسلمانون کے مقابلہ مین عیسائی فوجون کا سپہ سالار چارلس مارٹل تھا جسکی مدح وستائش کرتے کرتے ابتک شعرا نہین تھکے ہین، اور یہ یورپ کے قرون وسطی کا ایک فوق البشریت ہیرو بنگیا ہے۔

ذیل مین مسٹر سکاٹ مصنف تاریخ "مسلمانون کی یورپین سلطنت" کے چند اوراق نذر ناظرین کرتا ہون جس سے یہ فیصلہ ہوسکیگا کہ آیا یہ مزعومہ شکست حقیقی معنون مین شکست کہلانے کی مستحق ہے یا نہین، اس سے اسکا بھی اندازہ ہوسکیگا کہ چارلس مارٹل کی واقعی یہ حیثیت ہے یا نہین کہ

وہ سیاہیون مین دیوتا مانا جائے اور اُسکی تحمید و تمجید مین قصائد لکھے جائین۔

اس جنگ کا باعث وہ شکست ہے جو امیر سمح کو تولوس دارالسلطنت اکیوٹین کے پیچھے ہوئی، اسی مین امیر کی جان گئی، اور مسلمانون کے رعب و اقتدار کو سخت نقصان پہنچا، یہ ضروری تہا کہ اسکی تلافی کیجائے ورنہ خود اندلس مین مسلمانون کی عافیت تنگ ہوجانے کا اندیشہ تہا، اس جنگ مین عبدالرحمن بن عبداللہ الغافقی امیر سمح کا شریک حال تہا، اسی کو مسلمانان اندلس نے مشروط امیر بنادیا تہا، امیر سمح کے بعد بارگاہ خلافت سے عقبہ امیر اندلس مقرر ہوکر آئے، اُنھون نے جہان اور اصلاحات کین وہان ناربونیر کے علاقے کو چین سے نہین بیٹھنے دیا، لیکن باقاعدہ مہم فرانس کی طرف صرف ایک ہی گئی جسمین وہ خود کام آئے،

امیر عقبہ کے بعد دو تین امرا کا عزل و نصب ہوا، آخر عبدالرحمن بن عبداللہ الغافقی مستقل امیر مقرر ہوا، اسی کے زمانہ مین یہ جنگ ہوئی جسکو ہم مسٹر سکاٹ کے الفاظ مین بیان کرینگے۔

"عبدالرحمن بن عبداللہ الغافقی ایک معزز خاندان کا رکن اور مشہور لوگون مین سے تہا، وہ نہایت کامیاب ملکی عالم اور نہایت قابل سپہ سالار تہا، اسمین وہ خودداری تھی جو اہل عرب کا خاصہ ہے امیرالمومنین کے ایک بیٹے سے اُسکی بڑی گہری دوستی تھی، اسی کا یہ نتیجہ تہا کہ اسمین اپنی علوشان کا خیال پیدا ہوگیا تہا، اُسکی جود وسخا سے تمام فوج اُن پر جان دیتی تھی، اہالی دیوان البتہ اس سے ناخوش تھے کیونکہ وہ لوگ بالائی آمدنیون کے خوگر ہو رہے تھے، لیکن امیر کی نگرانی اور اُس کے عدل و انصاف سے یہ صیغہ کا دُخور د ہوگیا تہا لیکن جہان اسمین ہزارون خوبیان تہین وہان ایک یہ نقص تہا کہ وہ نومسلمون کو اچھی نگاہ سے نہین دیکھتا تہا، اور یہ سمجھتا تہا کہ اُنھون نے جلب منفعت دنیاوی کےلئے تبدیل مذہب کیا ہے، نہ کہ ثواب اخروی کے واسطے، اسکے علاوہ چونکہ وہ خود شامی تہا اس وجہ سے وہ اپنے ہموطنون کی بہت رعایت کرتا تہا جسکو دیکھکر انصار مین ایک

طرح کی شورش پیدا ہوگئی تھی، یہ لوگ اکثر افریقہ اور ایشیا کے مخلوط النسل لوگون مین تھے، اہونے کو تو وہ اُنکی رعایا تھے مگر نہ اُن مین وفاداری تھی نہ دین، نہ اُن مین کوئی اصول تھا نہ مادۂ احسانمندی، عربون کو تو وہ اپنا قدرتی دشمن سمجھتے تھے، اُن کے ساتھ مختلف اقوام کے لوگ بھی شامل تھے، جنمین بربریون کی تعداد زیادہ تھی، یہ سب کچھ تھا مگر اقتدار مین فریق یمنی بڑھا ہوا تھا وہی اس تمام گروہ کے مقتدی بنے ہوئے تھے۔

امیر نے اپنے صوبون کا دورہ کیا محمد ابن عبداللہ وکیل دربار خلافت جو کچھ کرگیا تھا، اُسکی اُنھون نے تصدیق کی اور ان باتون کی اصلاحین کین جو محمد کی نظر سے رہ گئی تھین بعض مقامات مین والی صوبجات نے عیسائیون سے اُن کے معبد چھین لئے تھے، حالانکہ جو معاہدہ اُن سے ہوا تھا اسکے موافق اُنکو اپنے مراسم مذہبی کے ادا کرنے مین پوری آزادی تھی بعض صوبون مین عیسائیون نے نئے گرجے بنا لئے تھے، جو نہ صرف معاہدہ کے خلاف تھا، بلکہ احکام شرعی کے بھی منافی تھا، سالہاے ماقبل مین یہ خرابیان ایسی عام ہوگئی تھین کہ جزیرۂ خاص اندلس کا کوئی فرقہ بھی اس سے بری نہ تھا، امیر کے انصاف اور استقلال کی وجہ سے تمام ضبط شدہ گرجے بحال کردیئے گئے اور نئے گرجے گرا دیئے گئے، والیون نے جو رشوتین لین تھین وہ اُن سے بجبر لیکر داخل بیت المال کردی گئین، اور مجرمین کو سزاے قید و تازیانہ دیگئی۔

اپنی اصلاحون کو مکمل کرکے جب اُس نے دیکھہ لیا کہ اُنکی رعایا اُن سے خوش ہوگئی ہے تو باطمینان تمام اب اُس نے دوسری طرف توجہ کی، مسلمانون نے اکثر فتوحات بھی پائی تھین، اور شکستین بھی اٹھائی تھین، مگر طولوس کی ہزیمت کا کانٹا کسی طرح اُنکے دل سے نہ نکلتا تھا، بات بھی کچھ بیجا نہ تھی، کیونکہ اس سے مسلمانون کے اقتدار کو بڑا صدمہ پہنچا تھا، آخر اُس نے فرانس کی فتح کا تہیہ کرلیا، چونکہ وہ امیرالمومنین کا نائب تھا، اسلئے اُسکو دینی و دنیاوی دونون اقتدار حاصل تھے

وہ جہان جہان گیا وہان کی مسجدون کے منبرون سے اس نے یہ اعلان کرادیا کہ مسلمانون کا فرض اولین یہ ہے کہ جنگ تور س کے شہدا کا انتقام لین اور یورپ کے سرسبز ملک کو احاطۂ اسلام مین لے آئین،

امیر جانتا تھا کہ اس مہم مین سخت مشکلات پیش آئینگی، اسلئے اس نے ہر قسم کا انتظام کیا تاکہ کسی طرح کی خامی نہ رہجائے، کسی کام مین رکاوٹ نہ پیدا ہو، عجلت کی وجہ سے جن نقائص کے رہجانے کا امکان تھا، ان سب کا سدِ باب کرلیا، کافی افواج ساتھ لینے کا اس نے یہ انتظام کیا کہ تمام ممالک محروسۂ امیر المومنین مین جہاد کا اعلان کرکے روپیہ اور جانباز مسلمانون سے استمداد کی، اس صدا کے جواب مین ہر طرف سے آواز لبیک آئی، ممالک شرقیہ وغربیہ کی دولت سے خزانۂ قرطبہ اُمنڈ پڑا، دولتمند تاجرون نے اپنا سونا، اور دیندار عورتون نے اپنے زیور تک امیر عبدالرحمن کے پاس بھیجدیئے۔ انتہا ہے کہ بھیک مانگنے والون نے بھی یہ چاہا کہ ثواب سے محروم نہ رہین[1]، اور نصرت دین وخذلتِ کفار مین جہان تک اُن سے ہوسکے مددگار رہون، علاقہ ہائے متصل اور دُور دراز ممالک اسلامی سے جوق درجوق لوگ آنے لگے، شامی، مصری، عربی، فلسطینی، مغربی، اور ایرانی قسمت آزما لوگ متلاشئ روزگار سپاہی، سخت جوشیلے مجاہدین، ماری ٹینیا کے نیم برہنہ وحشی، اور خون آشام بدوی سیل در سیل پہنچ رہے تھے جنکو دیکھکر اندلس کے شہری باشندے حیران رہجاتے تھے، انکی صورتین عجیب تھین، بولیان سمجھ مین نہ آتی تھین، حرکات ایسی جوشیلی تھین کہ حیرت ہوتی تھی، چونکہ عربی اندلسی فوج خانہ جنگیون اور غیر ملکی دشمنون سے لڑنے مین خوب تجربہ کار ہوچکی تھی، اِسلئے اسی کو آگے چل کر مقدمتہ الجیش بنایا گیا، ارادہ یہ تھا کہ راستہ مین جتنے شہر پڑین اُن سبکو لیلیا جائے، وہان کے باشندون کو غریب بنادیا جائے، اور اس حصۂ ملک پر دوامی قبضہ جمالیا جائے جو کوہ برطات (پائے رے نیس) سے لیکر جدود جیرمنی تک، اور رہے فی ان الپیس سے ساحلِ بحر

[1] معارف: مسلمانو! عبرت! عبرت!

تک پہیلا ہوا تہا۔

تمام والیون کے نام حکم تہا کہ وہ اپنی اپنی فوجین لیکر ایک مقررہ مقام پر جو سرحد جزیرہ نماے اندلس پر واقع تہا، پہنچ جائین، اس حکم کی سب نے تعمیل کی، مگر ایک وقت یہ پیش آئی کہ وہ ضلع جسمین درّہاے کوہ اور اُن کے قلعے شامل تھے، ایک شخص عثمان بن نسعد باشندۂ افریقہ کے تحت حکومت مین تہا، یہ اگرچہ چند ہی ماہ پیشتر یہان کا والی مقرر ہوا تہا مگر کچھ ایسا سرکش واقع ہوا تہا کہ امیر اندلس کے احکام کی پروا نہ کرتا تہا، امیر عبدالرحمٰن کی نیکدلی تھی کہ اُسکو وہان رہنے دیا تہا، ایک مرتبہ وہ معزول بھی ہوا، مگر پھر بحال کر دیا گیا، عثمان اگرچہ نہایت غصہ ور اور بے اصول آدمی تہا مگر اسمین وہ خوبیان تہین کہ جو ایک سپاہی کی شہرت کا باعث ہوسکتی ہین، وہ نہ کسی مشہور خاندان سے تعلق رکھتا تہا اور نہ اسکی صحبت بڑے آدمیون سے تھی، محض اپنی قابلیت اور ہمت سے اس نے عامل افریقیہ کے مزاج مین درخور پیدا کرلیا تہا، اسی باعث سے وہ اندلس کے ایک ضلع کا والی مقرر کردیا گیا تہا، یہ ایک قاعدہ تہا (جو ضبط تحریر مین نہین آیا تہا) کہ اسکے قبیلہ کا کوئی آدمی امیر نہ مقرر کیا جائے، مگر اس قاعدہ پر عثمان کی قابلیت کی وجہ سے عمل نہین کیا گیا، اور عہدۂ امارت پر سرفراز کیا گیا، آخر معزول ہوا، حکومت کا لطف بھی نہ اُٹھانے پایا تہا کہ علٰحدہ کردیا گیا، غضب یہ تہا کہ اب بھی اسکو چین نہ لینے دیا جاتا تہا اور اسکے مخالفین اُسکو برابر ستائے جاتے تھے، اسکا بدلہ اُس نے یون لینا چاہا کہ خود اپنی حکومت قائم کرکے مستقل بادشاہ بن بیٹھا، اسوقت اُسکا اقتدار دریاے ایبرو تک تہا، اسکے شمال و مشرق مین بربری پہیلے ہوئے تھے، اور وہ سب اُسپر فدا تھے، ان دنون یوڈس ڈیوک آف ایکیوٹین، بہت پر زور آدمی تہا، اور اِدہر اُدہر مار دہاڑ کرتا پھرتا تہا، وہ ایک مدت سے فرانس سے لڑ رہا تہا، مگر ان لڑائیون کا نتیجہ مشتبہ ہی رہتا چلا آرہا تہا، چونکہ فرانس کی قوت اسوقت بڑھی ہوئی تھی اسلئے یہ نظر آرہا تہا کہ اسکو آہالی فرانس کا مطیع ہونا پڑیگا، مشکل یہ تھی کہ جنوب کی طرف سے حملہ آور عرب اُسکو

و باسے چلے آتے تھے، اور انکی تاخت و تاراج سے اسکی حکومت مین ہر وقت فتنہ و فساد برپا رہتا تھا،
یون وہ دشمنون کے نرغہ مین تھا، عثمان نے جو ڈیوک سے سازباز کرنا چاہا تو وہ بہت ہی خوش ہوا،
عثمان کی طرف سے یہ کہا گیا کہ دوستی کو پختہ کرنے کے لئے گا تہک ڈیوک نے اپنی بیٹی کا نکاح اس
(عثمان) سے کر دیا، ڈیوک نے یہ تجویز منظور کرلیا، معاہدہ تحریری ہوا، اور طرفین کے اسپر دستخط
ثبت ہوگئے، نواب زادی (جو بروے معاہدہ اپنے ہی مذہب پر قائم رہنے والی تھی) اپنے باپ کے
نئے حلیف کے محل مین پہنچگئی، اور یہ مراسم شادی ادا کرکے اپنے دار الحکومت مین آگیا، اور
بیٹھکر اس نے اپنے آقا امیر عبد الرحمن کی تدابیر کو ناکام کرنا چاہا، اس نے یہ عزم صمم کرلیا تھا کہ اگر
اس سے کام نہ چلے تو وہ اپنی کوہستانی فوج کو امیر کے مقابل کردے،

امیر عبد الرحمن نے حکم دیا کہ وہ اپنی فوج لیکر فوراً حاضر ہو، یہان سے یہ عذر ہوا کہ مین نے جو
معاہدات جدیدہ اپنے ہمسایہ سے کئے ہین، ان کے ایفا کے لئے فوج کا پاس رہنا ضروری ہے،
امیر نے بار بار تاکیدی احکام بھیجے، مگر اس نے ایک نہ سنا، ایک طرف تو عثمان کی یہ خطا ہرگز
قابل معافی نہ تھی، دوسری طرف امیر نے دیکھا کہ جو فوج اسکے پاس ہے وہ لڑائی کے لئے بے چین
ہو رہی ہے تو اس نے ایک افریقی افسر ابن زیان کو ایک دستۂ فوج دیکر خفیہ طور پر روانہ کیا کہ
نافرمان والی کو زندہ گرفتار کرے یا مردہ لے آئے، عثمان ان دنون کیسٹر مرلیہ یا مین آیا ہوا تھا، ابن
زیان اسطرح یلغار مارتا ہوا پہنچا کہ عثمان کو خبر بھی ہوئی اسکو صرف اتنا موقع ملا کہ چند معتبر آدمیون کے
ساتھ اپنی نئی دولھن کو لیکر وہ ایک دشوار گذار پہاڑی مقام کی طرف چلا گیا، ابن زیان یہ
معلوم کرکے شہر مین نہ ٹھہرا، اور اپنے دستۂ فوج کو لئے ہوئے اس کے تعاقب مین روانہ ہوگیا،
عثمان کا چھوٹا سا قافلہ تھک کر ایک چشمہ پر سستانے کے لئے اتر پڑا تھا کہ دشمن پہنچگئے، باغیون کو
منتشر کر دیا گیا، کچھ مارے گئے، گا تہک خاتون گرفتار کرلی گئی، اور عثمان کے خون سے اسکی غداری

دنمک حرامی کا دھبہ دہویا گیا، ابن زیان نے اُسکا سر امیر عبدالرحمن کے قدمون پر لاکر ڈال دیا، نواب زادی جسکے حسن و جمال کو دیکھکر تمام لوگ حیران رہ گئے تھے، محل خلافت کی زیب و زینت بننے کے لئے دمشق بھیجدی گئی۔

عثمان کے قتل سے پایرینیس (برطات) کا دروازہ بالکل کہلا ہوا تہا، مسلمانون کی فوج اسطرح فرانس کے سرسبز میدانون مین پہنچی جیسے کسی بلند پہاڑ پر سے دریا گرتا ہے، اسوقت کوئی ایسا معتبر ذریعہ نہین ہے کہ جس سے ہم یہ تبلاسکین کہ مسلمانون کی صحیح تعداد کیا تھی، جہانتک ہکو عیسائیون کی تحریرات سے پتہ چلتا ہے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اندلسی فوج اور اس جمعیت کی جو افریقہ و مصر وغیرہ سے آئی مجموعی تعداد ایک لاکھہ سے کم نہو گی، لیکن ان مین نظام کی پابندی نہ تھی، صف بندی کے انتظام کو یہ مانتے نہ تھے، ایک کو دوسرے سے کینہ تہا، ہر شخص اپنی جگہ معذور تہا، ان وجوہ سے بجائے اسکے کہ یہ فوج مفید ہوتی، اس نے اور بھی مشکلات مین ڈالدیا، ہر ایک قوم اور قبیلہ کے لوگ اپنے ہی سرگروہ کے علم کے نیچے جمع تھے، اس سرگروہ کو اپنی حالت وحیثیت پر اطمینان نہ تہا، باقی رہی نائب امیرالمومنین یعنی امیر اندلس کی وفاداری اُسکا لحاظ ان سب کو اسوقت تک تہا کہ اُن کے فواید و اغراض کو نقصان نہ پہنچے اور اُن کے قومی تعصبات پر کوئی بات موثر نہو،

یہان کی تو یہ کیفیت تھی، ادہر عیسائیون مین اس فوج کی آمد کی خبر، اور اُسکے تباہی انگیز نتائج کی اطلاعین، بے انتہا مبالغہ کے ساتھ پہیلائی گیئن جن سے ہر شخص اپنی اپنی جگہ لرزنے لگا، اس سے انکو وہ واقعات یاد آگئے کہ جب گاتھہ اور ہنس نے رومن امپائر کے بہترین علاقون پر حملہ کیا تہا، اور قتل و غارت سے وہ تباہی ڈالی تھی کہ جس سے سنبھلنا مشکل تہا، تمام ممالک محروسۂ امیرالمومنین مین مسلمان نہایت شوق کے ساتھ اپنے بھائیون کی کامیابی سننے کے منتظر تھے، ان ہی کی نہین بلکہ

تمام دنیا کی آنکھیں اس سرزمین کی طرف لگی ہوئی تھین جہان شمال اور جنوب سے دو گونگی قوت آزمائی ہونیوالی تھی، قوت آزمائی بھی وہ جو یورپ کے مستقبل اور مذہب مسیحی کی قسمت کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کردینوالی تھی، ایک تباہ کن طوفان تھا کہ بڑھا چلا آتا تھا، کسکی مزاحمت اور کہان کا رحم، ڈیوک آف ایکیوٹین نے نہایت بہادری کے ساتھ پہاڑ کے نشیب پر مقابلہ کیا، مگر وہ آندھی کو کیونکر روک سکتا تھا، جو شہر راستہ مین پڑا وہ راکھ کا ڈھیر تھا، جو آدمی سامنے آیا وہ غلام تھا، چراگاہون مین جانورون کا نام نہین رہا، دامنِ کوہ مین کہان تو پہول کھلے ہوے تھے، اور کہان اب خاک اڑنے لگی، گیرون کی سرسبز وادی نہ تھی ویرانہ تھا، بورڈیو نے جو ایکیوٹین کے اجناس کا ذخیرہ اور نہایت آباد مقام تھا، ذرا ہی سا مقابلہ کیا تھا کہ لینے کے دینے پڑگئے، اسکے تمام خزائن لوٹ لئے گئے، شہر والون کا قتل عام کردیا گیا، اور باقی جو کچھ نام و نشان رہا اسکو بھی مٹانے کے لئے آگ لگادی گئی[1]، مسلمانون کی فوج پورے صوبہ کے مال غنیمت اور ہزارون قیدیون کی وجہ سے بہت بھاری ہورہی تھی، بہر کیف فوج نے گیرون کو بمشکل تمام عبور کیا، اور نہایت سست رفتار کے ساتھ اندرون ملک کی طرف بڑہی، ڈارڈوگن کے کنارے پر یوڈس نے اپنی فوج کو دشمنون کو روکنے کے لئے پہیلا دیا، سخت گہسان کی لڑائی ہوئی، عیسائی تعداد مین کم تھے ہی انکو مسلمانون نے گھیر لیا، اور سب کے ٹکڑے اڑا دیئے، اتنی خونریزی ہوئی کہ اس زمانہ کے ان درشت مزاج مورخین کو بھی رحم آگیا جو ایسی تباہی اور خون ریزی کو دیکھکر خوش ہوتے تھے۔

ایکیوٹین کو فتح کر لینے کے بعد امیر عبدالرحمٰن پائٹی ارس کی طرف بڑھا، اور اسکے مضافات کو لوٹا، یہین سینٹ ہلاری کا مشہور گرجا تھا اسکو بالکل تباہ کردیا، اور بنوامیہ کا جھنڈا شہر کی دیوار پر نصب کردیا گیا۔ اس ملک مین عیسائیون مین سے ہر شخص ایک دوسرے کے خون کا پیاسا تھا مگر اسوقت شارلیمین کی کوششون اور تدبیرون سے سب مین اتفاق و اتحاد ہوگیا تھا جس ملک کو

[1] معارف: یہ تمام رنگ آمیز بیانات قرون وسطیٰ کے پادریون کے قلم سے نکلے ہین۔

آج ہم فرانس کہتے ہین، وہ ساتوین صدی مین آشوب و بدعملی کا اکہاڑہ بنا ہوا تہا، جنوب کی جانب سپٹی مینیا جیسا اہم صوبہ تہا جو ایک زمانہ مین وزیگاتہہ کا تخت حکومت تہا، اور ان کے انتزاع کے بعد اسوقت برائے نام آزاد تہا، ایکیوٹین مختلف نوابون کے ماتحت تہا جو شمالی بڑہتی ہوئی طاقت اور مسلمانون کی کبھی ختم نہونے والی طمع و بلند نظری سے غیر مساویانہ مقابلہ جاری رکہتا تہا، مشرق کی طرف اسٹریاس کے برائے نام بادشاہ ہمیشہ اپنے شریر ہمسایون یعنی نیوسٹریا اور برگنڈی کے برخلاف سازشین کرنے اور لڑنے بھڑنے مین مصروف رہتے تھے، ۶۳۸ء مین مشہور و معروف ڈیگوبرٹ (جسکی سلطنت ڈینیوب تک پہیلی ہوئی تہی) کے مرنے پر میروونجن خاندان کے بادشاہون اور اس ملک کی آزادی کا نام و نشان بھی مٹ گیا تہا، اسکے بعد شاہی اختیارات ان لوگون کے ہاتھ مین تھے جو قلعۂ شاہی پر قابض تھے، یہی وزیر تھے، یہی بادشاہ گر، یہ بڑے جری اور نہایت قابل لوگ تھے، خواہ اسکو بے پروائی کہا جائے یا حکمت، برائے نام شاہ شطرنج اسی مین مست تھے کہ بادشاہ کہلاتے تھے، اور بادشاہی جاہ و جلال رکھتے تھے، پادریون نے اپنی تمامتر قابلیت اپنے گرجاؤن اور دیرون کو دولتمند بنانے مین صرف کر دی، ان کے مقلدین انکی طمع و آز کے پورا کرنے مین اپنا تمام جوش و دینداری صرف کرتے تھے، گرجا اور خانقاہ سب بہترین دولت کے دفینہ و خزینہ بنے ہوئے تھے، جنکو دیکھکر امیر عبدالرحمن کے ہمراہی قزاقون کی آنکھین چوندہیا گیئن، ملک یورپ کا کوئی ملک اتنا دولتمند ہونے کا دعویٰ نہین کر سکتا تہا جتنی دولت جاتریون کی سخاوت اور کفارہ دہندون کے خوف نے سینٹ ہلاری کے گرجا واقع پائٹیرس اور سینٹ مارٹن کے گرجا واقع ٹورس مین جمع کر دی تھی، پادری عادۃً اپنے آپکو آسمانی باپ کے خزینہ دار اور اولیاء اللہ تک پہنچنے کے برگزیدہ وسیلہ کہا کرتے تھے، نہایت قیمتی تحفہ و تحائف بھی انکی گاو خرد عاؤن اور غیر معتبر تبرکات کے مقابلہ مین ہیچ سمجھے جاتے تھے مگر غریب معتقدین جو پادریون کی طمع اور راہبون کی مکاری کے

شکار ہوتے تھے، بیش قیمت چیزین پیش کرتے ہی رہتے تھے، اور ان مختصر نذرون کے قبول ہونے پر خوشی خوشی اپنی راہ لیتے تھے،

اہالی فرانس نے مردانہ قوت اپنے وحشی بزرگون سے ورثہ مین پائی تھی، فوجی مشقون سے اسکا اور بھی نشو ونما ہوگیا تہا، یون یہ تمام قوم کی قوم شجاع وبہادر ہوگئی تھی، لمبے چوڑے ہوتے تھے، اور جب وہ زرہ بکتر پہن کر سامنے آتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تہا کہ اُن پر کوئی ہتیار کارگر نہو گا، جو لوگ کہ قد وقامت مین ان سے کم ہوتے تھے، ان پران کا رعب پڑجانا لازمی بات تھی یہ لوگ بلغمی مزاج تھے، اور اپنے بادشاہون کے ایسے جان نثار کہ اُنھون نے یہ کبھی پوچہا ہی نہین کہ جو حکم وہ دیتے ہین وہ جائز ہے یا ناجائز، وہ میدان جنگ مین پہاڑ کی طرح جمے رہتے تھے اور دیوؤن کی طرح لڑتے تھے، ایک تو انکی صورت ہی خونخوار تھی، اسپر وہ بہت اُونچا خود پہن کر بالکل ہی جن بنجاتے تھے، اُن کے چوڑے چکلے کندہون پر شیر یا چیتے یا کسی اور درندہ کی کہال پڑی ہوتی تھی جس سے اُنکی صورت اور بھی خوفناک ہوجاتی تھی، اُن کے ہتیار اتنے لمبے چوڑے اور مضبوط ہوتے تھے کہ جنکو اس زمانہ کے دیو اور جن ہی اُٹہا سکتے ہون تو اُٹہا سکتے ہون، یہ تھے وہ جنگجو جوان جنکی مٹھی مین اس زمانہ کے عیسائیان عالم کی قسمت اور رہتی تھی، اسوقت فرانس کے تخت پر تھیسری چہارم تہا جو اس خاندان کا نام لیوا تہا جو ایک زمانہ بعید سے اس تخت کی زینت چلا آتا تہا، اسکو ایک وزیر بادشاہ گر چارلس نامی نے (جو پیپن ڈی ہیرسٹال ڈیوک آف ایسٹراس کا صحیح النسب بیٹا تہا) تخت پر برائے نام شیر قالین بنا کر بٹھا رکہا تہا، یہ تو مسلمہ امر ہے کہ یہ بادشاہ گر نہایت قابل لوگ ہوتے تھے، اور محض اپنی قابلیت ہی کی وجہ سے وہ نمود اور گرفت حاصل کرتے تھے کہ تمام سلطنت، مہام سلطنت، اور اختیارات سلطنت پر قبضہ کربیٹھتے تھے، انکی پالیسی یہ تھی کہ ایک ایسے شخص کو تخت پر بٹھائین جنمین ہر قسم کے عیوب ہون، جنمین اخلاق کریمہ اول تو ہون ہی نہین،

اور اگر ہون بھی تو وہ اخلاق ذمیمہ سے اتنے دبے ہوئے ہون کہ اُن کا نام بھی باقی نہ رہا ہو، جنہین جذبات حب الوطنی کو تعیش اور زنانہ تکلف نے اتنا دبایا ہو کہ اُسکا وجود ہی نہ رہا ہو، چنانچہ اِن بادشاہون کی زندی اور شہوت پرستی کا یہ اثر تہا کہ اُنکی عمرین کم ہوتی تہین، اور ہر ایک کا زمانۂ سلطنت بہت ہی کم رہا ہے، اور تخت فرانس پر یکے بادیگرے بہت جلد بادشاہ تخت پر بیٹھتے رہے ہین۔

آٹھوین اور نوین صدی کے لغو گو مورخ شہدا، اور اولیا کے حالات اور تبرکات کی برکات کے حالات تو بہت کچھ لکھتے ہین، مگر یہ نہین بتلاتے کہ اُن کے زمانہ مین سب سے بڑے نمود کا آدمی کون تہا، اور اُن کے کیا کیا کارنامے تھے، غالباً اس نفرت آمیز خاموشی کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگون نے گرجاؤن کی جائداد کو ضبط کر لیا تہا، مانا کہ جائداد ضبط شدہ کو مذہب مسیحی کی صلاح وفلاح وترقی ہی پر لگایا گیا، مگر اتنی سی بات اسقدر دشمنی کو کافی تھی کہ اُن کا نام ونشان تک ان حضرات نے نہین لکھا، بہرکیف اس زمانہ کی بداخلاقی سے پیپین نے فائدہ اُٹھا کر چارلس کی مان، الپا یڈے کو بطور مدخولہ عورت کے رکھ لیا تہا، اسی کے بطن سے یہ بادشاہ گرد زیر تہا، اس عورت کی اخلاقی حالت اسقدر گری ہوئی تھی کہ اس سے شادی کرنا غیر موزون تہا، وہ اسی کو غنیمت سمجھتی کہ پیپن کی بیوی تو کہلاتی تھی، ایک تندمزاج پادری لیمبرٹ نامی، میس ٹرکٹ کا بطریق تہا، آٹھوین صدی کے پادریون مین جو خشکی اور خشونت ہوتی ہے وہ اس شخص مین بدرجۂ اتم تھی، اُس نے بھرے مجمع مین پیپن کو اس آشنائی کے جرم مین لعنت و ملامت کی، اور اسکی درخواست کو نہایت حقارت کے ساتھ نامنظور کر دیا، خاتون مذکورہ کے بھائی کو اس سے بہت ہی غصہ آیا، اور اس نے اس بطریق کو مروا ڈالا، یہ شخص اسی روز سے (کلیسا کے نزدیک) مردود قرار دیا گیا، اسوقت سے لیکر اب تک اُس شخص کا نام رومن کیتھولک کی فہرست ملعونین مین چلا آتا ہے، اصلی قانون نے نہ کلیسا کی لعنت کی پروا کی نہ قانونی سزا کا لحاظ، وہ سزا سے بچ بھی رہے، مگر لیئژ مین اس بطریق کا چونکہ بہت بڑا اثر تہا،

اور وہان اس نڈر پادری کے معتقدین بھی بہت تھے اسلئے انھون نے وہان اسکی یادگار مین ایک گرجا بنایا، بہرحال یہ واقعہ قرون متوسطہ کی بداخلاقی، قانون سے بے پروائی اور خانگی زندگی کی تشریح کرتا ہے، اور فرانس کی کیفیت صحیح دکھلاتا ہے،

روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چارلس نے اپنے بہائی گراسولڈ کو اس لئے مروا ڈالا تہا کہ وہ اسکی آبائی جائداد مین حصہ دار تہا، اسکے سوا اور کوئی وجہ تحریک اس قتل ناروا کی نہین ہوسکتی اس کا باپ پیپن اس سے اتنا ناخوش تہا کہ ایک مرتبہ اسکو قید کرچکا تہا، مورخین اس معاملہ مین غالبًا اس وجہ سے بالکل خاموش ہین کہ وہ اس بادشاہ گر سے ڈرتے تھے، مگر لامحالہ یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جائداد ہی کی لالچ سے اس نے اپنے بہائی کی جان لی، اگرچہ اسکے باپ نے اسکو عاق اور محروم الارث کردیا تہا، مگر لوگون کو اس سے ایسی گرویدگی تھی کہ اسکے باپ کے مرتے ہی اسکو قیدخانہ سے نکال کر ڈیوک بنادیا، اسکے بعد کے واقعات نے یہ ثابت کردیا کہ چارلس واقعی لائق شخص تہا، اور اسکی تدابیر نہایت کارآمد ہوتی تہین اس کے رعب اور رعب سے اہالی فرانس نے آپس کی عداوت سے ہاتھ اٹہالیا، اسکے تہور و مردانگی اور فوجی سختی سے اہالی جرمن ایسے مرعوب ہوئے کہ انکو آگے بڑہنے کی ہمت نہوئی، اسمین کوئی کلام نہین کہ اسکی ذات سے مسیحیت کو اگرچہ بہت فائدے پہنچے ہین، مگر اسمین شک و شبہہ کی گنجائش نہین کہ وہ بت پرست تہا، جسکو خود اسکا خطاب "مارٹل" ثابت کرتا ہے، علماے زمانہ قدیم سخت کوہ کاوی اور تحقیق و تفحص سے اس نتیجہ پر پہنچے ہین کہ سکینڈی نیویا کے بت "تور" نامی کے ہتوڑے کا نام مارٹل تہا، اسکی یہ کیفیت تھی کہ نہ وہ کلیسا کا ادب کرتا تہا، نہ وہ اسکے اصول کا معتقد تہا، نہ اسکی جاگیرات کا احترام اسکو مدنظر تہا، نہ پادریون کا لحاظ کرتا تہا، اس نے ذخائر قدیسین اور مقدس برتنون کو جو عبادت الٰہی کے کام آتے تھے ضبط کرکے ان کے روپیے بنوا ڈالے اور وہی اپنے سپاہیون مین صرف کئے، ایک پادری کی اراضی ضبط کرکے اپنے

ساتھیون مین تقسیم کردی، بہت سے بطریقون کو معزول کرکے اسکی جگہ اپنے فوجی افسرون کو بطریق بنادیا تاکہ انکی جائدادون پر قبضہ ہوسکے، اس قسم کی بدعنوانیون اور بے رو پیون سے اگرچہ پادری ناراض ہوئے مگر سپاہی توخوش ہوگئے، وہ جو کچھ کلیسا سے چھینتا تہا وہ فوج مین تقسیم کردیتا تہا باوجود اسکے اس نے کلیسا کی بہت ہی خدمت کی، مگر پادری کسی طرح خوش نہوئے، پوپون اور مذہبی کونسلون نے اسکو ملعون قرار دے رکہا تہا، اسی بنا پر راہبون کی خوش اعتقادی اور نفرت و عداوت نے اُن سے بحلف یہ لکہوا دیا ہے کہ بڑے متبرک اور مقدس لوگون نے کئی مرتبہ دیکہا کہ قعر جہنم مین چارلس مارٹل کی رُوح کو فرشتگان عذاب گھیرے ہوئے ہین "

چارلس مارٹل کی عادات وخصائل اور خانگی زندگی کے متعلق ہمین مطلقاً کچھ علم نہین ہے، اسی طرح تاریخ یہ بھی نہین بتلاتی کہ اسکے دارالسلطنت کے قانون کیا تھے؛ نظام مملکت کیا تہا، قواعد فوج کیا تھے، اصول حکومت کیا تھے، اور اُسکے امرا و روسا کے کیا کیا نام تھے، اہالی کلیسا اس سے اسدرجہ ناراض و نالان تھے کہ اسکا نام سن کر لعنت کرتے ہین، مگر اس پر بھی اسکی شہرت مین کوئی کمی نہین آئی، بلکہ زمانۂ حال کے لوگون نے تو اُسکو عرش پر چڑہا رکہا ہے، تاریخ بھی عجیب منصف ہے وہ ان مہمات کی تعریف کرتے کرتے تھکی جاتی ہے، حالانکہ ہمعصر اسکو چندان وقعت نہین دیتے، یہ تاریخ ہی ہے کہ جس نے اُسکو دنیا کے نہایت نامور اور ممتاز سپہ سالارون کی صف مین جگہ دی ہے۔

اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ بچپن ہی سے اُسکا مشغلہ تیغ و تبر رہا ہے، اور اُسکی عمر کا بیشتر حصہ فوج ہی مین رہتے گذرا، اس نے نیوسٹریا کو فتح کیا، برگنڈی کو تنگ کیا، وحشیان رائن کے خلاف بہت کامیاب مہمین بھیجین اور اپنی خون ریزی کے نشانات ایلب اور ڈینیوب تک چھوڑ گیا، ایکیوٹن کو اپنے شاہ شطرنج کا باجگذار بنایا، یوڈس کی تو یہ کیفیت تھی کہ وہ اسکی دھمکیون سے اتنا

ڈرتا تہا کہ جتنا مسلمانون کے حملون سے بھی نہ ڈرتا ہوگا، نوبت یہانتک پہنچی کہ خانمان برباد ڈیوک آف ایکیوٹین اپنے قدیمی دشمن کے سامنے حاضر ہوا تو کورنش بجالایا، اور اس سے استمداد کی۔ چارلس مارٹل کی بالغ نظری اور فراست نے یہ تاڑ لیا تہا کہ معاملہ بہت نازک ہوگیا ہے، اور خوف دن بدن بڑہتا چلا جاتا ہے، اُس نے فوراً ہی اُسکا علاج کرنا چاہا، اسکے سپاہی ہمیشہ سے خیمون مین رہتے چلے آتے تھے، اور ہر وقت ہتیار لگائے ہوئے چلنے کے لئے حکم کے منتظر رہتے تھے، بہت جلد فوج کی بہت بڑی جمعیت مجتمع ہوگئی، سپاہیون کا شور وغل آسمان تک پہنچا، فرانس کا سپہ سالار چارلس مارٹل اپنی فوج اور اُسکے نظام سے نہایت مطمئن تہا، وہ نہایت طمانیت قلب سے دشمنون کے مقابلہ کو بڑہا، اہالی پائے ٹیرس کو بورڈیو کی ایسی نظیر ملی تھی کہ وہ بالکل بیجگر ہوگئے تھے، اور اس نے مسلمانون کا مقابلہ ایسی شجاعت کے ساتھ کیا تہا کہ اُنکی ہمتین ساقط ہوگئی تہین، مسلمانون نے اس اثنا مین اپنا محاصرہ اُٹھا لیا تہا، اور وہ ٹورس کی طرف بڑہتے چلے آرہے تھے، ان کے لئے اسطرف کشش کی وجہ سینٹ مارٹن کے کلیسا اور خانقاہ کی دولتمندی کی شہرت تھی، یہان بہت ہی بڑا میدان تہا، اسی میدان مین دونون فوجین ایک دوسرے کے مقابلہ مین صف آرا ہوئین، یہ مقام ناف فرانس مین واقع تہا، اور وہی جگہ تھی جہان صدیون پیشتر گاتھ اور اہالی برگنڈی کے درمیان لبسرد گی اثنی اس وہ مشہور لڑائی ہوئی تھی جسمین اٹیلا کے وحشیون سے یورپ کو ستانے کا انتقام لیا گیا تہا، باشندگانِ شمال س میدان کو اپنے لئے نہایت مبارک سمجھتے تھے، آج پھر اتنی صدیون کے بعد یہی میدان "وحشیان ایشیا" کی پیشقدمی کو روکنے کیلئے کام آتا ہے، اسوقت جو دو قومین ایک دوسرے کے مقابل ہین اُن مین کوئی تناسب نہ تہا اُنکی نسلون، زبانون، شکل وشباہت، مذہب، نظام فوجی اور ہتیارون مین زمین وآسمان کا فرق تہا، دونون فریق کو جنگ کے نتائج کا خوف لگا ہوا تہا، دونون اپنی اپنی ہٹ پر قائم تھے، دونون

وہان سے نہ ٹلنا چاہتے تھے، سات روز تک دونون فوجین بیکار پڑی رہین، مگر صفون کو نہ توڑا، آخر عربون کا جوش رُوکے نہ رُوکا، اور امیر عبدالرحمن نے مجبور ہوکر حملہ کا حکم دیدیا مسلمانون کا رسالہ پیدل فوج کو ساتھ لیکر تکبیر پڑھتا ہوا آگے بڑھا، اور فرانس کے دیو نژاد لوہے مین غرق سپاہ پر حملہ کردیا، مگر یہ لوگ اپنی جگہ سے نہ ہلے، گویا ایک پہاڑ تھا کہ ہلنے کا نام نہین جانتا تھا اُن کے زرہ و بکتر و چار آئینہ پر عربون کے تیر کچھ بھی کام نہ کرتے تھے، چارلس کے آدمیون کی بوجھل تلوارین اور بھاری نیزے نیم برہنہ عربون مین آفت مچائے ہوئے تھے، رات نے آکر دونون فوجون کو الگ الگ کردیا، اہالی فرانس نے گو بہت بڑا استقلال دکھلایا مگر تھک کر چور ہوگئے تھے، اپنے اولیا سے مدد مانگتے ہوے اور دوسرے روز کے نتائج سے سخت مخدوش ہتیار رنگائے ہوے سوگئے، صبح ہوتے ہی جنگ اسی حالت اور کیفیت کے ساتھ شروع ہوئی، سہ پہر تک کسی فریق کو کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی یکایک ڈیوک آف ایکیوٹین نے ایک طرف سے حملہ کیا اور دشمن کی فوج مین ایک آفت برپا کردی، جب اس مصیبت کی خبر مسلمانون مین پہیلی تو بہت سے لوگ اپنے علم کے نیچے سے فرار ہوگئے، اور اپنے اپنے مال غنیمت کو جا سنبھالا، کیونکہ وہ اُنکی نظرون مین اپنی جان کی حفاظت اور اپنی کامیابی سے بھی زیادہ عزیز چیز تھی، سخت سراسیمگی پہیل گئی، اور آخر شام تک فوج کے پاؤن اُکھڑ گئے، یہ کیفیت دیکھکر فرانس والون نے اور بھی زور لگایا، امیر عبدالرحمن نے چاہا کہ بڑھکر اپنی فوج کا دل بڑہائے، اسی کوشش مین سیکڑون زخم کہائے، اور جان دیدی، اتنے مین رات آگئی، مسلمانون نے اُسکو غنیمت سمجھا، اور راتون رات اپنے خیمے اور بوجھل چیزین چھوڑکر بھاگ گئے، چارلس ایک نواس سے ڈرگیا کہ کہین لوگ کہین گاہون مین نہ چھپے ہوئے ہون، نیز اُسکو اپنے دشمنون کی شجاعت ایسی پسند آئی کہ اُس نے تعاقب کرنے سے قطعی انکار کردیا اور مسلمانون کا متروکہ مال لیکر اپنے دارالسلطنت کو لوٹ گیا۔

عرب مورخین نے کوئی تفصیل نہین چھوڑی جس سے یہ معلوم ہو کہ اُن کے کتنے آدمی اس لڑائی مین کام آئے، ان دنون سوائے راہبون کے اور کوئی لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا، اِسلئے اس زمانہ کے تمام واقعات کو قلمبند کرنے کا کام بھی ان ہی دروغگویون کے سپرد تھا، ان حضرات نے مسلمان مقتولین کی تعداد تین لاکھ پچہتر ہزار لکھی ہے، یقیناً یہ تعداد اُنکی اصلی تعداد سے بقدر تین گنے کے زیادہ تھی، فرانس والون کا نقصان اتنا خفیف بتلایا گیا ہے، کہ اُسکے ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہین سمجھی گئی باوجود اسکے دشمن اپنے مال غنیمت سے بوجہل ہو رہے تھے، اُن کا سپہ سالار مارا جاچکا تھا اور وہ ہزیمت خوردہ اور دل شکستہ تھے، لیکن اُنکو یہ ہمت نہ پڑی کہ اُن کا تعاقب کرتے، خود یہ واقعہ اس امر کا شاہد ہے کہ فرانس کی فوج کا سخت نقصان ہوا تھا، ہر مورخ اسکو تسلیم کرتا ہے کہ یہ لڑائی اہم تھی مگر مشکل یہ ہے کہ اسکے حالات جو کچھ بھی ملتے ہین، وہ اہالی کلیسا کے لکھے ہوئے ہین، انھون نے یقیناً عیسائیون کی حمایت مین مبالغہ کیا ہے، راہب مصنفین نے اپنا تمام تخیل یہ بیان کرنے مین صرف کر دیا ہے کہ اولیا اللہ نے پرستاران صلیب عیسائیون کی پوری مدد کی اور اسی وجہ سے مسیحیت دنیا مین قائم رہ گئی، لیکن مصنفین عرب نے جو اکثر دعمداً جزئیات تک اپنی تصنیفات مین درج کر دیتے ہین، خواہ وہ واقعات اُنکی مصیبت و خذلان ہی کے کیون نہون، اتنے بڑے واقعہ سے چندان اعتنا نہین کیا حالانکہ یہ وہ واقعہ ہے کہ جس نے بقول عیسائیون کے اُنکی آیندہ قسمت پر بہت بڑا اثر کیا ہے، بہت سے عرب مورخین نے تو اسکا ذکر تک نہین کیا، بعضون نے چند لفظ ہی لکھکر چھوڑ دیا ہے بعض اسکا ذکر کرتے ہین مگر نہ اسطرح کہ وہ کوئی مہتم بالشان لڑائی تھی؛ بلکہ صرف یہ کہکر ٹالدیا ہے کہ آدمی اتنے تھے کہ اُنکو قابو مین رکھنا مشکل تھا، نیز اُن مین فرقہ بندی اور جوش بیحد تھا، اسلئے نظام قائم نہین رہ سکتا تھا، ان سب کا نتیجہ یہ ہزیمت ہوئی، ایسے ہی کمزور واقعات اور متضاد باتون سے آدمی کو اتنی اہم لڑائی پر ذہن آزمائی کرنی پڑتی ہے۔"

مسٹر سکاٹ نے یہان اس لڑائی کے حالات کو ختم کر دیا ہے، اس سے جو کچھ نتائج اخذ کئے جا سکتے ہین وہ بظاہر یہ ہین کہ (۱) مسلمانون کا یہ حملہ انتقامی تہا (۲) لڑائی کی تیاریان بہت زور کی ہتین، (۳) فوج اتنی تھی کہ اُسکا قابو مین رکہنا مشکل تہا، (۴) اہلِ عرب کی فرقہ بندی نے نظام فوجی قائم نہین رہنے دیا، (۵) مسلمانون کو مالِ غنیمت اتنا ملا کہ وہ اسی کو اپنے قبضہ مین رکہنے کی کوشش کرتے رہے، اور اپنے فرائض کو بالکل بھول گئے، (۶) یہ جنگ بحیثیت جنگ، جنگ کہلانے کی مستحق ہے، نہ یہ شکست بحیثیت شکست، شکست کہلائے جانے کے قابل ہے، (۷) راہب مورخین نے جو کچھ بھی اس امر کے متعلق لکہا ہے وہ قطعاً و قاطبتہً ناقابلِ اعتبار ہے، (۸) مسلمان مورخین اپنی تاریخون مین جزئیات تک لکہنے کے عادی ہین، اور چونکہ وہ اس جنگ کو لائق اعتنا نہین سمجہتے اسلئے یہ ایسی بڑی جنگ نہین تھی کہ جو عیسائیون کے لئے مایۂ فخر و ناز ہو سکے، (۹) اور اگر ہو بھی تو چارلس مارٹل ہیرو بننے کے قابل ہرگز نہین، (۱۰) عیسائیون کے نزدیک وہ ہرگز ہرگز قابلِ ستائش نہین ہو سکتا۔

اب صرف یہ سوال باقی رہ گیا کہ آخر مسلمانون نے اسکے بعد فرانس پر حملہ کیون نہین کیا، بظاہر اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ فرانس کی آب و ہوا وغیرہ اس قابل نہین سمجھی گئی کہ وہان عرب بآسائش رہ سکین، اسلئے پھر اُدہر توجہ نہین کیگئی اور نہ اس نقشہ پر عمل کیا گیا جو موسیٰ بن نصیر (رحمۃ اللہ) نے آیندہ کے لئے اپنے ذہن مین قرار دیا تہا۔

اسکا حال مسٹر سکاٹ ہی کے الفاظ مین پھر سُن لیجئیگا، وہ بھی عجیب چیز ہے، اگر مکروہات زمانہ موسیٰ (رحمۃ اللہ) کو فرصت دیتے تو یہ ممکن نہ تہا کہ وہ اسپر عمل نہ کرتے۔

---

# مترجمات

## اسرارِ خودی

اقبال کی مثنوی اسرار خودی پر انگلستان کے ادبی رسالہ اتھینیم نے جو ریویو کیا تھا اسکا ترجمہ جون نمبر مین دیا جاچکا ہے، ذیل مین، ایک دوسرے ہفتہ وار رسالہ نیشن کے ریویو کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جو کیمبرج کے پروفیسر ڈکنسن کے قلم سے نکلا ہے۔ (معارف)

مسٹر ویلز نے اپنی "تاریخ عالم" کے آخری حصون مین نہایت صحیح بصیرت سے کام لیکر مشرق پر مغرب کے تفوق و برتری کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے، وہ کہتے ہین، مغرب کو غلبہ حاصل کیے ہوئے ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہین، اور پھر ہم نے اس تین صدیون کی مدت مین مشرق سے کچھ نہ سیکھا، درانحالیکہ کم از کم ایک صدی سے مشرق ہم سے تمام چیزین سیکھتا رہا ہے، قدرتاً وطبعاً مشرقی ہم سے کسی طرح کمتر نہین، البتہ وہ متواضع واخاذ ہم سے زیادہ ہین، پس کیا وجہ ہے کہ مستقبل قریب مین وہ ہمارے اپنے درمیانی رشتہ کو الٹ نہ دین۔

اس نقطۂ نظر سے دیکھیے تو جناب اقبال کی کتاب آیندہ واقعات کے حق مین ایک شگون نحس کی حیثیت رکھتی ہوئی معلوم ہوگی، ڈاکٹر نکلسن نے ہمارے سامنے اس شخص کے کلام کا اول بار انگریزی ترجمہ پیش کیا ہے جو نوجوان اسلامی ہندوستان اور غالباً ایران کی نظرون مین محبوب اور بلندپایہ قومی شاعر ہے، مثنوی کی زبان سے پورا لطف تو صرف وہی اشخاص اٹھا سکتے ہین جو فارسی زبان سے واقف ہین، تاہم ڈاکٹر نکلسن بھی ایک باکمال مترجم ہین، اور انکا انگریزی کے واسطہ کے باوجود بھی نظر

آجاتا ہے کہ ایک شاعر، اور غالباً بلند پایہ شاعر کا کلام ہمارے سامنے ہے، بلند پردازی، جامعیت و انفیت، اور حسن تخئیل، کم ازکم یہ خوبیان تو ترجمہ کے آئینہ سے پھوٹی نکلتی ہین، اور ہان اصل موضوع کی ترجمانی بھی کافی ہو رہی ہے، جو مغربی ناظرین کی خاص توجہ کے قابل ہے۔

آج سے کوئی پندرہ برس قبل اقبال، کیمبرج مین ڈاکٹر میکناگارٹ سے (فلسفہ) پڑھ رہے تھے، اور اسی زمانہ مین وہ فارسی تصوف پر بھی ایک رسالہ تیار کر رہے تھے، اسوقت راقم ہذا کو اچھی طرح یاد ہے کہ اس نے اقبال کو ولیم بلیک کی تصانیف کے مطالعہ پر آمادہ کیا تھا، اور اقبال نے اُسے یہ یقین دلایا تھا کہ بلیک کے صفحات مین بھی انھی تجربات کا ذکر ہے جنھین حکماے مشرق بیان کرتے رہتے ہین، اقبال نے غالباً اُسی زمانہ مین (جرمن فلسفی) نیٹشے کا مطالعہ کیا، اور اس درمیان مین، یقیناً انھون نے برگسن کا بھی مطالعہ کر لیا ہے، اُن کا موجودہ فلسفۂ سیاست، جسکی توضیح اُنھون نے اس انگریزی ترجمہ کے مقدمہ مین کی ہے، ایک عجیب معجون مرکب ہے، جسکی ترکیب مین زیادہ تر یہی مصنفین شامل ہین، ان کا یہ خیال کہ مکمل شخصیتون کے درمیان امتزاج و اعتدال کا نام حقیقت ہے، ڈاکٹر میکناگارٹ سے ماخوذ ہے، البتہ اقبال نے اس حقیقت کو بجاے ظواہر زمانی کے عقب مین دائماً و مستقلاً موجود ہونے کے آیندہ کے لئے نصب العین قرار دیا ہے، برگسن کا رنگ اس قسم کے اشعار مین صاف جھلکتا ہوا ہے:-

وقت را مثلِ مکان گسترده | امتیاز دوش و فردا کرده
ای چو بو رم کرده از بستان خویش | ساختی از دست خود زندان خویش

مگر سب سے زیادہ قوی اثر نیٹشے کا ہے، قوت، خودی، ضرورتِ استیلا، اور منافع خصومات اس تعلیم سے ساری مثنوی لبریز ہے، مثلاً ؎

خاک گشتن مذہب پروانگی ست | خاک را اب شو که این مردانگی ست
سنگ شو اے ہمچو گل نازک بدن | تا شوی بنیادِ دیوارِ چمن

یا پھر ایک جگہ اور ہے،

زندگانی قوتِ پیدا ستے | اصل اُو از ذوقِ استیلاستے
عفو بیجا سردیِ خونِ حیات | سکتۂ در بیت موزون حیات
ہر کہ در قعرِ مذلت ماندہ است | ناتوانی را قناعت خواندہ است
ناتوانی زندگی را رہزن است | بطنش از خوف و دروغ آبستن است

اس فلسفۂ حیات کے معنی یہ ہین کہ خودی کی تکمیل ہو، یہ مقصد محبت ... عشق سے حاصل ہوتا ہے، جو آرزوے جذب و فنا کے مرادف ہے، چنانچہ اس فلسفہ کے نقطۂ نظر سے بالآخر بجاے اسکے کہ افراد ذات باری مین جذب ہوجائین، ذات باری افراد مین جذب ہوکر رہیگی، اقبال ان تمام فلسفون کے دشمن ہین، جو ہستیٔ واجب الوجود کو تسلیم کرتے ہین، چنانچہ افلاطون کے جو وہ اسقدر مخالف ہین، اُسکی بنا بھی بس یہی ہے، خود کہتے ہین کہ

"افلاطون پر میرا اعتراض درحقیقت ان تمام فلسفون کے خلاف اعتراض ہے جو بجاے زندگی کے موت کو اپنا نصب العین رکھتے ہین، جو سب سے بڑے مانع حیات یعنی مادّہ کے وجود کو نظرانداز کردیتے ہین، اور بجاے اُسے تسخیر کرنے کے اُسکے سامنے سے ہٹ جانے کی تعلیم دیتے ہین"

اقبال کی ساری مثنوی گویا اس تصوف کا جواب ہے، جسکا مطالعہ آج سے پندرہ برس پیشتر اُن کا خاص مشغلہ تھا،

کہا جاسکتا ہے کہ یہ ساری گفتگو فلسفیانہ دلچسپی کی ہے، اسلئے انگریزی قوم کو اس سے کوئی دلچسپی نہین ہوسکتی، لیکن نہین، اقبال کا کلام ایک سیاسی مفہوم، اور سیاسی قوت رکھتا ہے، اسلئے کہ یہ شاعر باوجود انتہائی آزاد خیال جسکا سے مغرب کے ساختہ پرداختہ ہونے کے ایک پرجوش مسلمان بھی ہے محمدؐ اسکے پیمبر برحق، اور قرآن اسکی کتاب آسمانی ہے، فطرت بشری قدیم معتقدات کو جدید لباس

پہنانے پر اسقدر حریص ہے کہ یہ شاعر بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے یا اسکا اظہار کرتا ہے کہ اسکی تعلیم بھی اسی کہنہ کتاب (قرآن) کی تعلیم کا عکس ہے، اس قدامت پرستی کا محرک صرف جذبۂ وطنیت ہوسکتا ہے اور اسمین شبہہ نہین کہ ہندِ جدید مین اقبال کی مقبولیت محض شاعری کی بنا پر نہین، بلکہ وطن دوستی کی بنا پر بھی ہے، فرماتے ہین،

در دلِ مسلم مقامِ مصطفےٰ ست — آبروے ما ز نامِ مصطفےٰ ست

طورِ موجے از غبارِ خانہ اش — کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش

اس لحاظ سے اقبال کا فلسفہ اگرچہ اصولی حیثیت سے عام ہے، لیکن عملاً اسکو انھون نے ایک گروہ کے ساتھ محدود و مختص کر دیا ہے (انکی رائے ہین) وارثِ تاج و تخت صرف مسلمان ہی ہوسکتے ہین، اور باقی دنیا کو یا تو ان مین جذب ہوجانا چاہیئے، یا فنا ہوجانا چاہیئے، پس خودی پر زور دینے، زہد اور رہبانیت کو مٹانے، اور قوت و استیلا کی رجز خوانی کا صاف مفہوم اسقدر ہے کہ ایک وطن دوست اپنی مظلوم قوم کو مقابلہ کے لئے اُبھار اور للکار رہا ہے، اقبال صاف و صریح الفاظ مین جہاد کی دعوت دیتے ہین اور جہاد بھی کیسا بالسیف کہتے ہین،

قربِ حق از ہر عمل مقصود دار — تا ز تو گردد جلالش آشکار

صلح شر گردد چو مقصود است غیر — گر خدا باشد غرض جنگ است خیر

یہ سچ ہے کہ دوسرے اغراض، مثلاً حبِّ زر، حبِّ جاہ، حبِّ ملک گیری کے لئے انھون نے جنگ کو ممنوع ٹھہرایا ہے، لیکن نیت خواہ کیسی ہی خالص ہو، عملی زندگی مین یہ قید بالکل بے معنی ہے، جنگ بہرصورت جنگ ہے، خواہ اسکا مقصد کچھ بھی ظاہر کیا جائے، اور اب تک دنیا مین جتنی لڑائیان ہوئی ہین، خواہ مذہبی ہون یا غیر مذہبی، ماحصل سب کا توسیع ملک و قوت ہی رہا ہے، جنگ اپنی سرشت ہی کے لحاظ سے مذہب کی ضد ہے، خواہ مذہب کی آڑ پکڑ کر اسے برپا کیا جائے، اور اگر

مشرق ایک بار اپھر آمادہ ہوگیا کہ اسلحہ کی قوت سے اسلام کو آزاد و متحد کرکے رہیگا تو پھر اُسے سکون نہین حاصل ہوسکتا، تاوقتیکہ یادہ ساری دنیا کو مسخر نہ کرلے، اور یا یہ کوشش ناکامی پر ختم ہولے، اور ان دونون صورتون مین اقبال کا فلسفہ ان کے ہمنذہبون کے لئے کچھ زیادہ سودمند نہ ثابت ہوگا۔

ہم نے شروع مین کہا تہا کہ یہ مثنوی بطور شگون نحس کے ہے، اور یہ واقعہ ہے، مغربی دنیا کے سامنے ابھی تازہ نظیر موجود ہے، اور ایسی صاف نظیر جو بجز اندھون کے (لیکن کون ایسا نہین ہے جو اندھا نہین ہے) اور سب کو دکہائی دے رہی ہے، کہ جنگ ... نے مغربی تمدن کے تمام شعبون کی بربادی کردی ہین، خصوصاً ان اعلیٰ شعبون کی جو اقبال کے دائرہ مین آتے ہین، لیکن مغرب اس نظیر سے فائدہ اٹھانے کے لئے آمادہ نظر نہین آتا۔ بلکہ بعض منچلے اہل مغرب تو اپنے اہل وطن سے مایوس ہوکر مشرق سے کسی ستارۂ ہدایت کے طلوع کی اُمید قائم کررہے ہین، ستارہ بیشک طلوع ہوا ہے، لیکن وہ ستارۂ امن وامان نہین، بلکہ یہی ستارۂ خونین ہے۔ اور اگر یہ کتاب الہامی ہے تو آخری اُمید دن پر بھی پانی پڑجاتا ہے، مشرق اگر مسلح ہوگیا تو ممکن ہے مغرب کو تسخیر کرڈالے، لیکن کیا اس سے وہ فساد و ہلاکت کی قوت کو بھی مسخر کریگا؟ نہین، بلکہ قدیم خون ریزیان رہ رہ کر برابر اُبھرتی رہین گی، اور ساری دنیا کو مبتلائے مصائب رکہین گی، بس اسکے سوا اور کوئی نتیجہ نہین، کیا اقبال کا یہی اختتامی پیام ہے؟

---

## سیرۃ عائشہؓ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولیٰ کی خانہ جنگیون کے اصلی اسباب، اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور انکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۵۰ صفحے قیمت عہ

مینجر ..

# بیسوین صدی کا ایک نیا اکتشاف

یعنی

# تغذیہ اجسام بذریعہ برق

از

مولوی ابوالنصر سید احمد بھوپالی

اگر ہم عالم انسانی کی اب سے ایک صدی پیشتر کی تمدنی، علمی، واخلاقی حالت پر نظر ڈالین تو ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہیگی، جب ہم دیکھیں گے کہ وہ باتین جو اس وقت ان ہونی اور خارج از امکان سمجھی جاتی تھی وہ اب واقعات ہین، دنیا اس سرعت کے ساتھ ترقی کے میدان مین قدم بڑھا رہی ہے، کہ سرعتِ رفتار کا انداز محال ہوگیا ہے، خصوصاً گذشتہ ہولناک جنگ نے تو علمی دنیا پر ترقی کا ایک نیا باب کھول دیا ہے، انسانی عقول سے روز بروز اسرار فطرت کے پردے چاک ہو رہے ہین، نوامیس فطرت منکشف ہو رہے ہین، ہر سال جو گذرتا ہے وہ لاتعد ولاتحصی کرشمہ ہاے قدرت کا ایک نیا باب ہم پر مفتوح کرجاتا ہے ہر مہینہ جو آتا ہے وہ قوانین قدرت اور سنن الٰہیہ کا ایک نیا درس ہمکو دیتا ہے، ہر آنیوالا ہفتہ فطرت الٰہیہ کے رازہاے سربستہ کے حقائق کی ہمارے لئے ایک نئی تعلیم ہوتی ہے، غرضکہ ہر دن ہر لمحہ، ہر آن وہر دقیقہ جو ہم پر اس نیلگون گنبد کے زیر سایہ اور اس فرش خاکی پر اسوقت گذر رہا ہے، وہ ہمارے لئے عبرتون اور بینائیون، تنبیہ وتعقل کا ایک نیا پیام ہے، ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون (۱۳: ۳)

ایک طرف تو عالم انسانی کی تمدنی وعلمی ترقی کا یہ حال ہے، دوسری طرف اسکے اخلاقی

حالت کی یہ کیفیت ہے کہ یہی انسان جو اشرف المخلوقات بھی ہے، اور ضعیف البنیان بھی، اگر ایک طرف علمی و تمدنی ترقی کے میدان مین قدم بڑہاتا ہے تو دوسری طرف اخلاقی پستی و بربادی کے گڑہے مین دھنسا جاتا ہے، اگر ایک طرف اُس نے ہوائی جہاز، ۷۵ میل کی رد کی توپین، زہریلی گیس ایجاد کرکے دنیا کے اختراعات و انکشافات کی فہرست مین نیا اضافہ کیا تو دوسری طرف اپنے لاکھون اور کرورون بھائیون سے آباد بستیون کو ہلاک و برباد بھی کردیا ہی، اگر ایک طرف وہ تمدن تمدن کا شور مچاتا اور حریت و استقلال کا علم بلند کرتا ہے تو دوسری طرف اپنے بھائیون کو درندون کی طرح چیرنے، پھاڑنے اور اُنکو باوجود حریت و استقلال کی منادی کے غلام بنانے مین ذرا بھی دریغ نہین کرتا، اپنے ہی ہمجنسون کی حمایت وہمدردی کا علم لیکر اُٹھتا ہے اور اپنے ہی ہمجنسون کو ہلاک و برباد کرتا ہے، پھر ان تمام باتون کے ساتھ طرفہ یہ ہے کہ وحشت ودرندگی کے ان تمام کامون کو، جبر و تشدد کے ان تمام اعمال کو، جور و ظلم کے ان تمام افعال قبیحہ کو اپنے جہل مرکب سے صرف حق بجانب، اور مبنی بر انصاف ہی نہین کہتا بلکہ ایک قدم اور آگے بڑہتا ہے، اور اُنکو "رحم" اور "ہمدردی" سے تعبیر کرتا ہے، فرانس، ڈیجیم کی ویران و برباد شدہ آبادیان آج ہمارے اس بیان کی شاہد ہین، مظلومین و شہداے سمرنا کی آہ و بکا کے نالے وہان کی خون آلود زمین سے فضا مین بلند ہوکر ہمارے اس بیان کی تائید کررہے ہین،

اِسلئے جب کسی نئی اختراع، نئی ایجاد، نئی تحقیق، اور نئے انکشاف کی خبر ہمارے کانون مین پہنچتی ہے تو ہم ڈر جاتے ہین کہ دیکھئے اس ایجاد نو سے سطح ارضی پر انسانیت کو کسقدر ہلاک و برباد کیا جاتا ہے، اور اخلاق انسانی کی کسقدر بیخکنی کیجاتی ہے، آج ہم ناظرین کرام کو ایک نئے انکشاف سے رُوشناس کراتے ہین جو اگر آج سے چھ سال پیشتر منکشف ہوتا،

تو غالباً گذشتہ ہولناک جنگ مین کئی سال کا اضافہ اور ہوجاتا، اور وہ استعمال برق بطور غذاے انسانی ہے۔

بہت ممکن ہے کہ قارئین کرام کو یہ عنوان حیرت اور اچنبھے مین ڈالدے، لیکن آج جبکہ علمی دنیا مین تقریباً ہر مسئلے اور ہر معمے کے اشکال سے وقتاً فوقتاً حجاب اُٹھتا چلا جاتا ہے، تو اسمین حیرت اور اچنبھے کی ضرورت ہی نہین، آخری مسئلہ اور آخری عقدہ جسکی تحلیل وکشود مین آجکل علماے یورپ مشغول ہین وہ درازیٔ حیات اور مواد غذائیہ مین اقتصاد ہے، اعادۂ شباب کے ذرایع کے اکتشافات کا حال تو آپ یورپ کے ماہرین جراحی کی زبانی اسی معارف مین سن چکے ہین، آج اس نئے اکتشاف کا حیرت افزا حال بھی پڑھ لیجئے۔

فرانس کے ایک مشہور عالم برگونیہ کہ جو بورڈو (Bourdeaux) کے کالج مین پروفیسر ہین، اُنھون نے حال مین متعدد تجربے کئے ہین جنمین بجلی سے غذاے جسمانی کا کام لینے کی کوشش کیگئی، اور یہ تمام تجربات ایک حد تک کامیاب رہے، پیشتر اسکے کہ ہم نتائج تجارب سے بحث کرین، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم کیفیت تغذیہ کی تحقیق کرین۔

جب ہم جسم انسانی کو ایک آلہ سے تشبیہ دیتے ہین تو ہم پر یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ اس آلہ مین ایک کافی مقدار حرارت کی ضرورت ہے کہ جو اُسکے پرزون کو انضباط کے ساتھ چلاسکے اور اُسکے لئے مفید ہو، اسلئے کہ جسم انسانی خود بھی حرکت کرنے کی احتیاج رکھتا ہے اور اپنے تمام اعضا (پرزون) کو بھی حرکت دینے کی، پس جسطرح ایک آلہ حرکت کیلئے حرارت کا محتاج ہے، اُسی طرح جسم بھی، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ حرارت جسم کو اس موادِ غذائیہ سے حاصل ہوتی رہتی ہے کہ جسکو وہ کھاتا ہے، اور جب جسم کو اس غذا کی مقدار لازمہ نہین ملتی اُسکے قوے کی طاقت تحلیل ہونے لگتی ہے، اور وہ فنا ہونے لگتا ہے، اور کوئی حرکت وعمل انضباط کے

ساتھ انجام نہین دیسکتا، بالکل اس آلہ یا انجن کے مانند کہ جسمین کافی مقدار مین کوئلہ نہ دیا جائے، تو وہ پوری طرح کام نہین کرسکتا۔

آج ہم بھی اپنے اس مسلمہ نقص کی بدولت جو ہم مین از روے علم وظائف الاعضاء (Physiology) تسلیم کیا جاتا ہے، (یعنی یہ کہ فی زماننا ہلوگون کے قوی بہت کمزور ہونے لگے ہین، اور اپنے وظائف کو پورے طور سے انجام نہین دیسکتے) بالکل اس انجن کے مشابہ ہین جسکو کافی مقدار مین کوئلہ نہ ملتا ہو، اِسلئے ہماری حرکتون مین، ہمارے جسم کے افعال مین حتی کہ ہمارے دماغی کامون مین بھی عموماً کوئی انضباط نہین پایا جاتا، اسکا سبب یہ ہے کہ ایک معطل اور بیکار جسم انسانی ۲۰۰۰ کلوری[1] حرارت کا محتاج ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے وظائف مقدرہ کو بصورت انضباط اچھی طرح انجام دیسکے، پس مزدور، کاریگر اور کلرک خصوصاً اس حرارت لازمہ کی کہ جو ایک ہزار کلوری سے بھی زاید ہے، اس غذا سے حاصل کرینگے کہ جسکو وہ آجکل کہاتے ہین، اور اُنکے اندر پوری پوری شرائط غذائیہ نہین پائی جاتین کیسے استطاعت رکہہ سکتے ہین؟ اسمین کوئی شبہہ نہین کہ یہ غذائین اس حرارت لازمہ کی تولید کے لئے کہ جسکا جسم فطرتاً اپنے فرائض کو منضبط طور سے انجام دینے کے لئے محتاج ہے، بالکل ناکافی ہین، اِسلئے کہ ہر انسان کے لئے غذا کی مقدار کی اوسط حسب ذیل ہونا چاہیے[2]

۶۳ گرام موادّ ازدتیہ — مثل گوشت، دودھ وغیرہ کے

۵۳ گرام موادّ شحمیہ — مثل روغن یا روغنی غذاؤن کے

۲۴۵ گرام موادّ نحمیہ (کاربونک) — مثل شکر یا میٹھی غذاؤن کے

---

[1] حرارت کی وہ مقدار جو ایک گرام پانی کو مقیاس الحرارہ (تہرامیٹر سینٹیگریڈ) کے ایک درجہ (ڈگری) تک گرم کرنے کے لئے درکار ہو۔ [2] المقتطف جلد چہارم۔

اس تفصیل کے بعد آپکو معلوم ہوگا کہ آجکل بہت کم لوگ ایسے ہین کہ جنکے اجسام کو آجکل کی غذا کی اسقدر مقدار نصیب ہوتی ہو، پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر غذا کی مقدارِ مذکور مہیا نہ ہوسکے تو کیا کیا جاے؟

یہی وہ سوال ہے کہ جس نے علامہ برگونیہ کی افکار کو اپنی طرف متوجہ کیا، اور وہ ایک ایسا واسطہ دریافت کرنے کی پیہم کوشش کرتے رہے کہ جو اجسام مین ہلاک وفنا ہوبیو اسلے قوی کی تلافی کرسکے، یہانتک کہ وہ کامیاب ہوئے، اور اُنھون نے "تغذیۂ برق" کے جدید طریقہ کا انکشاف کیا۔

پروفیسر موصوف نے اپنی متواتر کوشش اور متعدد تجارب سے ایسا طریقہ دریافت کیا ہے کہ جو بواسطۂ برق جسم کی اس حرارت کو پورا کرسکے کہ جو اُسکو قلیل حرارت والی غذاؤن سے حاصل نہین ہوسکتی۔ اگرچہ یہ ضرور ہے کہ تغذیۂ برق "کا یہ نیا انکشاف جسم انسانی کو ابھی تک پوری طور سے مادی غذا سے مستغنی نہین کرسکا ہے، اسلئے کہ جسم فعالۂ قوت محرکہ کو مرکبات کیمیاوی سے اخذ کرنے پر مجبور ہے، مگر تاہم اسوقت تک جسقدر بھی کامیابی ابھین ہوئی ہے وہ بذات خود قابل تحسین وآفرین ہے، اور انسانی ذہن کی رسائی اور علمی ترقی ومعلومات مین ایک نئے باب کا افتتاح ہے، جارج نے جب بھاپ کی طاقت ہانڈی پکنے مین دریافت کی تو وہ یہ کب جانتا تھا کہ اسکا یہ اکتشاف دنیا مین اسقدر عظیم الشان کام انجام دیگا، خود تھامس ایڈیسن نے جب برق کا اکتشاف کیا تو اُسے یہ کیا معلوم تھا کہ آیندہ چل کر یہی برق دنیا مین انقلاب عظیم پیدا کردیگی، اور بنی نوع انسان کی مفید ترین خادم ثابت ہوگی۔ پس جب راہ کھل گئی تو عجب نہین کہ

تحفۂ از غیب برون آید وکارے بکند

پروفیسر موصوف نے حساب وتجربات سے یہ معلوم کیا ہے کہ جسم انسانی کو کم سے کم

دو ہزار کلوری حرارت کی ضرورت ہوتی ہے، اور حرارت کی اس مقدار کو بدن مین پہنچانے کا کہ جو غذا سے نہین حاصل ہوتی "تغذیۂ برق" کا طریقہ ایجاد کیا۔ اسمین ایک خاص آلہ ہوتا ہے جسمین سے خفیف برقی رو نکلتی رہتی ہے اور اس سے انسان پوری سہولت سے اپنی تمام اس حرارت کی کہ جسکو وہ حرکت وعمل مین کھو دیتا ہے تلافی کرسکتا ہے۔

بہت ممکن ہے کہ ناظرین اس آلہ سے حصول حرارت کا طریق معلوم کرنے کے لئے مشتاق ہون اسلئے ہم بالاجمال اُسکی کیفیت بھی معرض تحریر مین لاتے ہین۔ جس جسم کا تغذیہ مقصود ہوتا ہے اُسکے دونون ہاتھون اور دونون پیرون پر معدنی بیٹریان دیجاتی ہین جو بجلی کو جسم مین منتقل کرتی ہین، اور اُن بیٹریون سے اس برقی منبع (یعنی آلہ) کے تار متصل کر دیئے جاتے ہین، تین داہنی جانب منتقل کئے جاتے ہین اور تین بائین جانب اور پھر آہستہ آہستہ بجلی جسم کے اندر نفوذ کرنے لگتی ہے۔

اتبک اُسکے جسقدر تجارب پروفیسر موصوف نے کئے ہین اُنکے نتائج نہایت اچھے اور کامیاب رہے ہین، مثالاً اُن مین سے ایک کی کیفیت ہم بیان کرتے ہین، ایک نہایت ضعیف البنیان اور کمزور قوی کا شخص تھا، جسکا وزن قبل از تجربہ ۴۹۰۰ء کلوگرام تھا، لیکن جب پروفیسر موصوف نے اپنے اس طریق تغذیہ کا تجربہ اُسپر کیا تو ۳۰ دن کے تغذیہ کے بعد اسکا وزن ۶۳۰۰ء کلوگرام ہوگیا، اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ قوی ترین غذا کے استعمال سے بھی اسقدر قلیل مدت مین اسقدر کامیاب نتیجہ حاصل نہین ہوسکتا تھا۔

ان تجربات کے بعد برگونیہ کے اس طریق تغذیہ نے بڑی وقعت حاصل کرلی ہے، اُسکا نام انھون نے ڈیاٹرمی (Diatermnie) رکھا ہے، اور ہر اس شخص کو کہ جو ضعف لاغری اور نقص وظائف الاعضا کے خطرات سے اپنے آپکو بچانا چاہتا ہو، یہ طریق علاج

کی ایک نئی راہ بتلاتا ہے تاکہ وہ اسکی جانب متوجہ ہو اور اپنی مطلوبہ حرارت کا معاوضہ برتی رو سے کرکے اپنے جسم کو فنا و ہلاکت سے بچالے، اسلئے ہم امید کرتے ہیں کہ اگر اُسکے تجربات جاری رہے، اور علماے یورپ نے مثل دیگر علوم کے اسمیں بھی غور و خوض کرکے مزید ترقی کی تو عجب نہیں کہ انسان کو فزیالوجی، اور اقتصادیات کے ہولناک خطرات سے نجات ہو۔

پروفیسر موصوف کے اس طریق تغذیہ کا ایک دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ صرف ضعفا اور لاغروں کی تقویت کے لئے ہی نہیں استعمال کیا جاتا تھا بلکہ جسم انسانی کے اندرونی آلات مثل معدہ وغیرہ کی خرابی دور کرنے کی غرض سے بھی غذا کے ساتھ اسکی حرارت اندر داخل کیجا سکتی ہے، اور اس سے آلات مذکور درست ہوکر اپنے فرائض و وظائف پوری طرح انجام دینے لگتے ہیں، اسلئے عجب نہیں کہ اس جدید اکتشاف سے علماے کیمیا Chemists کے اس اصول میں کہ جسکو وہ "معدہ پُری از اغذیہ نباتیہ وحیوانیہ" سے تعبیر کرتے ہیں آیندہ کوئی تبدیلی ہو اور اجتماعیات او فزیالوجی کے وہ امراض و نقائص جو اشیاے غذائیہ کے لاانتہاہی گرانی کی وجہ سے اسوقت انسان پر ٹوٹ رہے ہیں دُور ہو سکیں۔

علاوہ ازیں پروفیسر موصوف کا یہ طریقہ صرف ازالہ ضعف و لاغری ہی کا کام نہیں دیتا بلکہ جو اجسام کثرت تغذیہ یا دیگر کسی وجہ سے زیادہ فربہ ہوگئے ہوں اُنکی فربہی کو بھی کم کر دیتا ہے۔

پس اس نئے اور اہم ترین اکتشاف کے بعد اگر اسمیں مزید ترقی ہوئی تو کون کہہ سکتا ہی کہ دنیا کے تمدن کی بنیاد بن تزلزل جائیں، اور اخلاق و ہمدردی کی عمارت نہ متزلزل ہوجائے اسلئے کہ اگر انسان کی تمام حاجتوں اور ضرورتوں کی تحلیل کیجائے تو صرف یہی ایک اہم ترین حاجت قوت لایموت کی رہجاتی ہے جو سدّ رمق کا کام دیتی ہے، اور یہی تمدن عالم کا اصلی سنگ بنیاد ہے۔

وکم من طالبِ یسعی لامر　　　　وفیہ ہلاکہ لو کان یدری!

# اخبار علمیّۃ

ٹوکیو پولیس رپورٹ کے حسب بیان ۱۹۰۹ء مین جاپان مین جو مجرم فوجداری عدالت مین پیش ہوئے اُنکی تعداد ۶۰۰۰ ۱۹ تھی، لیکن ۱۹۱۹ء مین انکی تعداد تقریبًا ۳۰۰۰۰ تک پہنچ گئی۔

---

انڈین جرنل آف میڈیکل ریسرچ مین ایک مضمون نگار نے ہندوستانی بچون کے وزن پر مفصل مضمون لکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدائش کے وقت مختلف قومون کے بچون کا وزن حسب ذیل ہوتا ہے:-

| | |
|---|---|
| پارسی بچہ | ۶٫۸ پونڈ |
| ہندو " | ۶٫۴۵ " |
| مسلمان " | ۶٫۴۴ " |
| ہندوستانی عیسائی " | ۶٫۵ " |
| یوریین اور اینگلو انڈین " | ۷٫۶۴ " |

ہندوستان کی تمام قومون کے بچون کا اوسط وزن اگر نکالا جائے تو ۶٫۵ ہوگا۔

---

جنلوگون کو بیخوابی کی شکایت رہتی ہے، وہ یہ سن کر خوش ہونگے کہ ایک فرنچ ماہر برقیات نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جس سے خود بخود نیند آجاتی ہے، اس برقی مشین کی باتریان مریض کی کلائی پر چسپان کردیجاتی ہین، اور اُن کے ذریعہ سے برقی رَو سارے جسم پر دوڑا دیجاتی ہے جسکا

اثر یہ ہوتا ہے کہ پہلے تو اعصاب کو سکون و آرام محسوس ہونے لگتا ہے، اور اسکے بعد ہی خواب طاری ہو جاتا ہے۔

---

دنیا کا سب سے بڑا ذخیرۂ المونیم ملک ہنگری مین ٹاپولیز اکے قریب دریافت ہوا ہے، اندازہ کیا جاتا ہے کہ اس ذخیرہ مین المونیم بقدر ۱۵۰۰۰۰۰۰ ٹن کے موجود ہے۔

---

اکس ریز مین ٹھوس اجسام کو توڑ کر اُن کے اندر سے گزر جانے کی جو عجیب و غریب قوت ہے اُسکے مظاہرہ کے طور پر پروفیسر کانٹر بولن نے حال مین فرنچ اکاڈمی آف سائنس (پیرس) کے سامنے انسانی ہڈیون کے چند فوٹو پیش کئے، جو ڈھائی سو فٹ کے فاصلہ سے اور ایک موٹی پختہ دیوار کے باہر سے لئے گئے تھے۔

---

بحری لاسلکی (وائرلیس) ٹیلیفون کے تجربات ایک عرصہ سے ہو رہے تھے، اب یہ تجربات تقریباً پوری طرح کامیاب ہو چکے ہین، ایک ماہرِ فن کا بیان ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ مین مسافرانِ جہاز سمندر کی سیر کرتے کرتے وہین سے اپنے اپنے گھرون پر اپنے بیوی بچون اور دوستون سے ٹیلیفون پر گفتگو کر لیا کرینگے۔

---

جنرل میرو، ایک فرنچ سردار فوج لکھتے ہین کہ فرانس نے حال مین اس زبردست قوت کے بم بنائے ہین کہ ایک درجن بم پورے شہر برلن کو اڑا دینے کے لئے کافی ہو سکتے ہین، ساتھ ہی دوسرے بم اس طرح کے بھی بنائے ہین، جنہین کا ایک ایک بم سمندر مین اپنی جائے تصادم سے

ایکسو سو فٹ تک کے کروزر (گردآور) جہاز کے ڈبو دینے کے لئے کافی ہوگا! اسکے مقابلہ مین دوسری طرف جرمنی بھی نہایت تیزی سے نئی نئی وضع اور حیرت انگیز قوت کی توپین ڈھالنے مین مصروف ہے، چنانچہ ایک "خاموش" توپ اُس نے ایجاد کی ہے جو بالکل آواز نہین دیتی، اور جسکا توڑہ ۱۰ کیلومیٹر کا ہے! (ایک کیلومیٹر ۵ فرلانگ کے مساوی ہوتا ہے)

---

ایک امریکی اخبار لکھتا ہے کہ مطبوعات کا اگر شمار کیا جائے تو جنگ سے قبل اور بعد دونون مواقع پر جرمنی اپنے حریفون سے علانیہ افضل واشرف نظر آئیگا۔ ۱۳ء مین مختلف ممالک کی تعداد مطبوعات حسب ذیل تھی:-

| | |
|---|---|
| جرمنی | ۱۶۵۰۰۰ |
| فرانس | ۶۰۰۰۰ |
| امریکہ | ۵۹۰۰۰ سے کچھ کم، |

باقی انگلستان وغیرہ تو بہت پیچھے تھے، ۱۸ء کے اعداد حسب ذیل ہین:-

| | |
|---|---|
| جرمنی | ۱۰۴۰۰۰ |
| امریکہ | ۵۱۰۰۰ |
| انگلستان | ۴۷۰۰۰ |
| اٹلی | ۳۰۰۰۰ |
| فرانس | ۲۸۰۰۰ سے بھی کم۔ |

---

ماہ جون مین کیمبرج سے ایک اطلاع شائع ہوئی کہ اس یونیورسٹی مین اگرچہ پی، ایچ، ڈی،

(ڈاکٹر آف فلاسفی) کی ڈگری کو قائم ہوئے صرف دو ہی ٹرم ہوئے ہین اور معیار نہایت بلند رکہا گیا ہے، تاہم اتنی مدت مین ۲۷ طلبہ یہ کورس لے چکے ہین، اور اُنکی چوگنی پچگنی تعداد مین طلبہ کی درخواستین نامنظور ہو چکی ہین، ان مین ۷۲ ہونہار ذی استعداد طلبہ کی تقسیم اُنکے وطنیت کے لحاظ سے حسب ذیل ہے:-

| | |
|---|---|
| جزائر برطانیہ | ۳۳ |
| ہندوستان | ۱۰ |
| امریکہ | ۶ |
| جاپان | ۱ |
| سویزرلینڈ | ۱ |
| نوآبادیات برطانیہ (کناڈا، اسٹریا، نیوزلینڈ وغیرہ) | ۲۱ |

---

پروفیسر بیولک، ایم ڈی نے حال مین سینٹ میری ہسپتال (لندن) مین ایک لکچر کے دوران مین بیان کیا کہ گذشتہ جنگ سے جہان اور ہزارہا نقصانات ہوئے، وہان ایک فایدہ بھی یہ ہوا ہے کہ کاغذ و طباعت کی گرانی کے باعث صدہا مہمل ولغو رسایل کی اشاعت بند ہوگئی، اُنھون نے کہا کہ مین چونکہ ڈاکٹر ہون اپنے بیان کو طبی رسائل و اخبارات تک محدود رکہنا چاہتا ہون، جنگ سے قبل اس افراط سے طبی مقالات و مضامین نکل رہے تھے کہ اس رفتار سے کچھ روز مین کتبخانون کی گنجائش اُنکے لئے کافی نہین ہوسکتی تھی اور بجز اسکے کوئی صورت نہ تھی کہ ساری دنیا یا تو ان تالیفات کی تحریر مین مشغول ہوجاتی اور باقی حصہ اُنکی فہرستون کے تیار کرنے مین کہپ جاتا، واشنگٹن مین امریکی سرجن جنرل کا کتبخانہ دنیا کا سب سے بڑا طبی کتبخانہ سمجھا جاتا ہے، اسکی فہرست دیکھنے سے

معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۹۳ء سے ۱۹۱۳ء تک بیس سال کے عرصہ مین صرف ایک مرض ٹیوبرکلوسس پر ۲۵ ہزار مضامین شایع ہوئے!! اور اسوقت بھی پانچ امریکہ مین اور ۲۶ یورپ مین کل ۳۱ طبی رسالہ ایسے نکل رہے ہین، جنکا موضوع محض یہی مرض ٹیوبرکلوسس ہے!

---

دنیا کی سب سے چھوٹی کتاب شہنشاہ چارلس پنجم کی اقبال نامہ (Confessions) ہی، جو حال مین آٹھ ہزار روپیہ (آٹھ سو پونڈ) کی قیمت پر فروخت ہوئی ہے، اسمین کل ۹۲ صفحہ ہین اور طول وعرض ایک انچ اور ۳/۴ ۱ انچ ہے۔

---

نیویارک مین موجدین ومخترعین کی ایک جماعت کے سامنے ایک جدید توپ کی کامیاب آزمائش کیگئی، جو تین سو میل کے نوزکی ہے، اور جسکا گولہ پانچ ٹن (۱۳۵ من) کا ہے، اسمین سر ہونے وقت نہ کسی قسم کی آواز ہوتی ہے، نہ کسی طرح کا شرارہ نکلتا ہے، اور نہ یہ پیچھے ہٹتی ہے، اسکے موجد کا نام جان ٹمپل ہے، جو لندن کے باشندہ ہین۔

---

کالیفورنیا کے علاقہ ساستا مین متحرک ورقاص انڈون کا وجود حال مین دریافت ہوا ہے، یہ ننھے ننھے انڈے کسی نامعلوم کیڑے کے معلوم ہوتے ہین، ان کا وجود ابتک شاہ بلوط کے درخت کی پتیون پر پایا گیا ہے، اسکی پتیون کے اندر کی جانب اُن کا ڈھیر کا ڈھیر پایا جاتا ہے، اور جب یہ انڈے پختگی کے قریب پہنچنے لگتے ہین تو خود بخود زمین پر گر پڑتے ہین اور ناچنے لگتے ہین، انڈون سے لدی ہوئی کسی پتی کو کان کے قریب لایا جائے تو انڈے کے اندر سے تڑاقہ کی آواز آیا کرتی ہے، گویا برقی شرارے ٹوٹ رہے ہین، یہ اُس ننھے کیڑے کی کوششون کا اثر ہوتا ہے جو وہ چھلکا توڑکر

باہر نکلنے کے لئے کرتا ہوتا ہے، ان انڈون کو میز پر رکھدیا جائے تو ہوا مین کو دتے اُچھلتے رہتے ہین، یہانتک کہ بعض وقت سولہ سولہ انچ تک اُوپر اچھل آتے ہین، خاصکر صبح سویرے کے وقت۔

---

ڈاکٹر جیمس ٹامسن نے ایک ایسی مشین کی اختراع کا دعوی کیا ہے، جسکے ذریعہ سے گنجون کے سر پر نئے بال جم آئینگے، اس مشین مین ایک سوئی لگی ہوئی ہے، جو فی گھنٹہ سو بال کی شرح سے سیتی رہتی ہے اور چھ گھنٹون مین گنجہ کے سر کے بالون کی پوشش سے از سر نو ڈھک دیتی ہے۔

---

آخری تحقیقات کے بموجب دوران خون کی رفتار بذریعہ قلب سات میل فی گھنٹہ ہے۔

---

کم لوگون کو معلوم ہوگا کہ ملک سیام کا دارالحکومت شہر بنگاک بجائے خشکی کے سمندر پر آباد ہے، اس شہر مین ۷۰ ہزار مکانات ہین جنمین سے ہر عمارت سمندر مین ایک بانس کی کشتی پر پڑی تیرا کرتی ہے۔

---

برٹش میوزیم (لندن) مین مختلف زبانون کی اناجیل کے مجموعی نسخون کی تعداد ۲۰۰۰ ہے۔

---

ایک سرکاری رپورٹ مین درج ہے کہ یکم اپریل گذشتہ کو انگلستان کے تمام سرکاری محکمون مین ۴۹۶۶۸۹۳ اشخاص ملازم تھے، جنمین سے ۱۰۷۰۶۸ عورتین تھین!

---

الجیریا مین یہ ایک عجیب دستور ہے کہ مریض اپنے مرض موت کے زمانہ مین جود وائین

استعمال کرتا ہوتا ہے، وہ بھی نعش کے ساتھ قبر مین مدفون کردیجاتی ہین۔

---

جاپان مین پیمائش کرکے اندازہ کیا گیا ہے کہ جسوقت سے جاپانی سپاہیون کی غذا مین گوشت بھی شامل کردیا گیا ہے، اسوقت سے اُن کا قد بمقابلہ سابق کے بقدر دو انچ کے بڑھ گیا ہے۔

---

اگر فضا مین کسی قسم کی خرابی یا رکاوٹ ہنو تو بصارت انسانی ۵۴ میل تک کام دیسکتی ہے اور ماہرین سائنس کا بیان ہے کہ ہمالہ کی چوٹی ایورسٹ پر پہنچکر اس سے دس گنی مسافت (۵۰۰ میل) تک کام دیسکتی ہے۔

# تفسیر نظام القرآن (عربی)

مصنفہ مولانا حمید الدین صاحب کے حسب ذیل جدید اجزا چھپکر تیار ہین،

| | |
|---|---|
| تفسیر سورہ ابی لہب | ۴؍ |
| تفسیر سورہ والذاریٰت | ۶؍ |

"مینجر"

# ادبیات

## لمعاتِ اکبر

گردون کے ستم دیکھے اُجڑا ہوا گھر دیکھا
دیکھا تو نہ جاتا تھا، ناچار مگر دیکھا

اب آنکھ اُٹھاتا ہے ایمان کی بربادی
اس بت کی نظر دیکھی اور اُسکا اثر دیکھا

تقدیر مخالف تھی، تدبیر ہوئی قاصر
ممکن تھا جو کچھ ہم سے سب ہمنے وہ کر دیکھا

تکبیر ہی اچھی تھی، تقریر مین تھے جھگڑے
ترک اُسکو کیا ہمنے جس شور مین شر دیکھا

دنیا کی یہ زینت ہی عقبیٰ کے رہِ مین ھدے
غافل نے اِدھر دیکھا، عاقل نے اُدھر دیکھا

قرآن مین آیا ہے اِنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ
افسوس کہ سینون مین کم دل کا اثر دیکھا

اب ہند کے پہل کہین کیونکر مرا دل ٹھنڈا
غیرت کا تقاضا ہی کابل ہی کہ مر دے کہا

اس عہد مین اے اکبر ہم اسکو ولی سمجھے
تھوڑا سا بھی کچھ جسمین اللہ کا ڈر دیکھا

صد شکر مری نظرین بہکین نہین اے اکبر
دنیا بھی بہت چمکی بُت نے بھی سنور دیکھا

---

پھری بھی رت تو مین نشو و نما کو کیا کرتا
نہ تھی وہ نکہتِ گل تو صبا کو کیا کرتا

ارادہ تھا کہ مین ہستی سے کرون قطع نظر
نہ ہو سکا مگر ایسا، خدا کو کیا کرتا

---

کرو دہی میری صحت بھی اکبر دور مری بیماری بھی
اچھا جو رہا کچھ کر نہ سکا بیمار پڑا تو مر نہ سکا

ابر شب سے امان اے مرغ پائینگے کہان آسمان بولا کہ ہم سے اُڑکے جائینگے کہان

---

شک اسمین کیا ہے کہ ساری دنیا ہے آج اُنکی رفل کی زد پر
اشارہ فطرت کا ہے مگر یہ کہ خود بھی ہین وہ اجل کی زد پر

---

# سوزِ جگر

جناب جگر مرادآبادی بہ تتبع غزل حسرت موہانی

اللہ رے سوزِ دلِ خونِ گشتگانِ عاشقی پنہان ہی ابتک خاک مین برقِ طپانِ عاشقی

لیکر ازل ہی سے چلے ہم کشتگانِ عاشقی نشتر بجانِ آرزو، آتش بجانِ عاشقی

کیونکر نہ روشن تم سے ہو کون و مکانِ عاشقی تم شمعِ بزمِ حسن ہو تم نورِ جانِ عاشقی

کیا قصہ جورِ فلک کیا داستانِ عاشقی سب جانتی ہے وہ نظر رازِ نہانِ عاشقی

رہتی ہے اُنکی یاد یون، معبودِ جانِ عاشقی مسجودِ شانِ دلبری، معبودِ جانِ عاشقی

رکھتے ہین سینون مین نہان ہم خستگانِ عاشقی وہ دل کہ جانِ آرزو، وہ غم کہ جانِ عاشقی

ناکام ہی ابتک رہے، بدنام ہی ابتک رہے ہم بیکسانِ بیکسی، ہم عاشقانِ عاشقی

گو لب پہ آہِ سرد ہی چہرہ بھی غم سے زرد ہے پھر بھی یہی اک درد ہے آرامِ جانِ عاشقی

اُنکی نگاہِ لطف ہو اور کشفِ رازِ دلبری میری نگاہِ شوق ہو اور داستانِ عاشقی

اُٹھنے کو ہی اُنکی نظر، ہو نیکو ہے وہ آنکھ تر ہان تیز کردے بیخبر سازِ نہانِ عاشقی

کچھ بوالہوس بھی ہین یہین ہشیار اوجانِ حزین رسوا نہو جائے کہین حسنِ نہانِ عاشقی

جس تک نہ پہنچی ہو نظر، عالم ہو جس سے بیخبر
پیدا دلِ ویران مین کر دہ گلستانِ عاشقی

برہم اُدہر بزمِ جہان، تاراج باغ و آشیان
طاری وہی اب تک یہان خوابِ گرانِ عاشقی

کیون کر دیا افشائے غم، کیون رہ پڑے اُلبا ہم
ہر گز نہ تہا ایسا ستم، شایانِ شانِ عاشقی

جو کچھ کہین اہلِ نظر، زیبا ہے تجہکو سر بسر
تو جانِ ایمانِ وفا، ایمانِ جانِ عاشقی

منہ کو کلیجہ آگیا، ایک ایک دل تھرا گیا
اس درد سے چھیڑا گیا سازِ نہانِ عاشقی

آؤ جہان برہم کرین، پیدا نیا عالم کرین
تم جانِ جانِ حسن ہو، ہم جانِ جانِ عاشقی

یہ مصرعِ حسرت، جگر نشتر سے بھی ہے تیز تر
"سیراب غم کر دے کہین پیرِ مغانِ عاشقی"

# غزل

مولوی ابو الحسنات ندوی، نیّر

دل جو متاعِ عشق تہا حُسن کی نذر کر دیا
سود کی آرزو مین ہم طالب صد زیان رہے

ہر ورقِ کتابِ دل یاس کے بحر مین ہو غرق
صفحۂ آرزو سے شوق دفترِ بے نشان رہے

حسنِ فریب کار کا سحر یہ مدتون رہا
غیر تو غیر ہی تہا ہم اپنے سے بدگمان رہے

مخفی بندِ غم کا حال تجہپہ کہلے ستم شعار
تو بھی اگر ہماری طرح مورد امتحان رہے

نقش و نگارِ آرزو کلکِ مژہ سے کھینچیے
چشم تو خونچکان ہوئی سینہ بھی گلفشان رہے

نیّرِ دردمند ہان وقت نہین سکوت کا
وردِ زبانِ آرزو شوق کی داستان رہے

---

# باب التقريظ والانتقاد

## شمعِ سخن

مصنفہ

پروفیسر سید نواب علی صاحب نواب ایم-اے

شاعری زمانہ کی نیرنگیون کی ایک مجسم تصویر ہے جسکا خاکہ ہر زمانے مین بدلتا رہتا ہے، ایک وہ دن تہا جب ہم کشورستانی اور ملک گیری کے نشے مین چور تھے اسلئے اُسوقت ہمکو شعرائے عرب کے رجز اور شاہنامۂ فردوسی کے اشعار کے سوا اور کوئی ترانہ پسند نہین آتا تہا، اسکے بعد جب حملۂ تاتار نے دنیائے اسلام کا شیرازہ درہم برہم کردیا تو ہم نے عاشقانہ اور صوفیانہ شاعری کی طرف توجہ کی کہ ہمارے دردِ دل کے اظہار کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہ تہا، اس کے بعد ہمارے پاس جو کچھ رہ گیا تہا ہم نے اُس پر رندانہ قناعت کرلی، اسلئے اگرچہ اس دور مین اسلام کو وہ جاہ وجلال تو حاصل نہ ہوسکا جو اسکو ابتدائی چند صدیون مین حاصل تہا، تاہم اس رندانہ قناعت نے انکی محفل عیش کو درہم برہم نہین ہونے دیا، اسلئے سب گئی گذری حالت مین بھی دلّی اور لکھنؤ مین عاشقانہ شاعری کی گرم بازاری رہی، اور لکھنؤ نے سب کچھ کہو کر بھی اپنی اس زندہ دلی کو قائم رکہا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُردو شاعر زلف وخط وخال کے پہندے سے ایک مدت تک نہ نکل سکی۔

لیکن اب زمانہ بالکل بدل گیا ہے، جدید تعلیم نے مسلمانون کے احساس کو تیز اور مشتعل کردیا ہے، جابجا قومی اور مذہبی کام ہورہے ہین اور ہندوستان کی مختلف قومین ایک دوسرے سے رقیبانہ مقابلہ کررہی ہین، اسلامی ممالک کا ایک ایک چپہ نکل کر غیرون کے ہاتھ مین چلا جارہا ہے، مادیت کا

دور شور ہے، اور ہر شخص کو نظر آتا ہی کہ اس آندہی مین روح کا چراغ بجھنے والا ہے، ان حالات کا یہ نتیجہ ہے کہ لوگون کے دل مین مختلف قسم کے قومی اور مذہبی جذبات پیدا ہوتے ہین اور قدرتی طور پر موزون طبع لوگون کی زبان سے نکل کر نظم کی صورت اختیار کر لیتے ہین، اب جذبات کے اس تلاطم خیز طوفان نے عاشقانہ شاعری کے دفتر بے پایان پر پانی پھیر دیا ہے اور قومی اور مذہبی نظمون کی طرف لوگون کا عام میلان ہو گیا ہے۔

کتاب زیر تنقید اسی قسم کے تلاطم خیز جذبات کا ایک سفینہ ہی جسمین ۸۱ نظمین ہین، اور سب کی سب مذہبی قومی اور صوفیانہ جذبات سے لبریز ہین، مصنف نے بالکل موجودہ مادیت کے مقابلہ مین یہ روحانی صدائین بلند کی ہین، اس قدرتی طور پر اُنکے کلام مین جدید استعارات وتشبیہات پیدا ہو گئی ہین، لیکن اسمین اُنھون نے شاعرانہ قیود کی پابندی کا کافی لحاظ نہین رکھا ہی، مثلاً ایک موقع پر فرماتے ہین۔

دل کو بے تار کا پیغام ہے گر ذکر خفی رات کو اڑتے ہین تسبیح کے طیارون مین

اس شعر مین تار کے پیغام کے ساتھ ذکر خفی کی تشبیہ تو نہایت موزون ہی، لیکن ہم نہین سمجھ سکتے کہ علم بیان کے اصول کے موافق تسبیح اور طیارے مین کون سی چیز وجہ تشبیہ ہو سکتی ہی؟

ایک اور موقع پر لکھتے ہین۔

نظام شمسی کی طرح دنیا مین ہے جدا اک نظام مذہب،

زمین دل کھینچتا ہے ہر دم یہ ماہِ محشر خرام مذہب

اس شعر مین بھی "زمین دل" و "ماہ محشر خرام مذہب" کا استعارہ کچھ موزون نہین معلوم ہوتا۔

شاعرانہ حیثیت سے ان نظمون مین ایک خامی یہ بھی ہے کہ ان مین بعض اشعار اصل موضوع سے بالکل بے جوڑ معلوم ہوتے ہین، مثلاً ایک نظم کا عنوان "لذت ذکر" ہے، جسکے اوپر کے

چار شعرون مین تو بعض مین ذکر کا ذکر ہی، اور بعض مین ایسے امور کا تذکرہ ہے جو ذکر سے مشابہت رکھتے ہین لیکن ان اشعار کے بعد یہ شعر

کیا ہی عالم ہے نرالا ترے بیمار ون کا لذتین ان کو نئی ملتی ہین آزارون مین،

بالکل اٹل ہے اسکو عنوان یعنی ذکر سے کوئی تعلق نہین، صرف اسی نظم کی خصوصیت نہین بلکہ ہر نظم مین اسی قسم کے اشعار نکل سکتے ہین۔

یہ نظمین اگرچہ نہایت روان اور صاف ہین، لیکن اُسی کے ساتھ ساتھ بعض جگہ بندش کی نہایت دقیق کمزوریان نظر آتی ہین شلاً فرماتے ہین،

ساقی کی بزم مین نہین کچھ شیخ و شاب مست پیمانہ مست، مست لبطے، شراب مست

پھرتے ہین کس کے شوق لقا مین یہ روز و شب سیارے مست، مست قمر، آفتاب مست

ہنستا ہے کوئی روتا ہے کوئی یہ کس لئے شبنم ہے مست، مست ہی برق و سحاب مست

ان تینون اشعار مین کلام کی روانی کا اقتضا یہ ہے کہ جسطرح پیمانہ، سیارے اور شبنم کے بعد مست کا لفظ آیا ہے اسیطرح لبطے، قمر، اور برق کے بعد بھی آئے، بالخصوص برق و سحاب کا عطف تو اس موقع پر بالکل ناموزون بلکہ غلط ہے، ان اشعار مین ہر ٹکڑے کو علحدہ علحدہ ہونا چاہئے

بہرحال ہم جیسے پرانی لکیر کے فقیرون کو جو ہر بات مین قدما کے آئین و اصول کی پابندی کرتے ہین اس قسم کی کمزوریان نظر آتی ہین ورنہ اگر ان نظمون کو آزاد نظم کی حیثیت سے دیکھا جائے تو وہ نہایت پاکیزہ، مہذب، اور دلآویز ہین، جنکے پڑھنے سے انسان کے دل مین جذبات عالیہ پیدا ہو سکتے ہین، اور صفائی، روانی اور سادگی کے لحاظ سے چھوٹے چھوٹے بچون کے نصاب تعلیم مین بھی وہ شامل کیجا سکتی ہین،

پروفیسر نواب علی اب تک ہماری زبان مین ایک متکلم اور فلسفی کے پیکر مین ظاہر ہوئے ہین،

اسلئے ان نظموں مین بھی وہ شاعر کے بجائے متکلم اور فلسفی ہی نظر آتے ہین، ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ایک صاحب نے ایک ادیب کے سامنے ایک شعر پڑھا،

| | |
|---|---|
| ما الفرق بین قدیمھا والبالی | کیا فرق ہو درمیان پرانے اور نئے آثار کے" |

اور پوچھا یہ کسکا شعر ہے" ادیب نے جواب دیا یہ تو مین نہین جانتا ولکنہ شعر فقیہ" لیکن شعر خود اپنے کو فقیہہ ظاہر کرتا ہے، بعینہ یہی حال شمعِ سخن کا ہے، اسکی ہر نظم قائل کی خصوصیت کو آپ نمایان کرتی ہے، اور یہی وجہ ہو کہ مصنف نے شیرینیِ الفاظ، چستیِ ترکیب، ندرتِ تشبیہہ اور دیگر محاسن کلام کے مقابلہ مین حسنِ معنی، بلندیِ خیال اور علوے فکر کا زیادہ خیال رکھا ہے، یہ تمام نظمین گو غزل کی صورت مین ہین مگر درحقیقت ہر ایک غزل مین کسی نہ کسی فلسفیانہ یا صوفیانہ خیال کو مسلسل اشعار مین ادا کیا گیا ہے، نو لے دل، کشمکش، نغمۂ مستانہ، سرودِ محبت، لذتِ اظہار کے نام سے جو نظمین ہین بلند اور پسندیدہ ہین۔

کلام کے بعض منتخب اشعار ہدیۂ ناظرین ہین:

موت و حیات یہ ہے کہ نیند آگئی ہمین  
سنتے ہی سنتے، رات کو افسانہ خواب ہین

---

ہوا معلوم یہ ہمکو "نہین معلوم ہو کچھ بھی"  
بھرم اے عقل سارا کھل گیا تیری رسائی کا

تجھی کو فلسفہ بھی مانتا مذہب بھی ہو لیکن  
وہ قائل علتون کا ہو یہ تیری کبریائی کا

---

گم گشتگانِ شوق کا خود رہنما ہے تو  
لب تشنگانِ ذوق کا آبِ بقا ہے تو

جب ٹوٹتی ہو کشتیِ دلِ غم کے بحر مین  
جھکتے ہین تیری سمت کہ اب ناخدا ہے تو

جب سب طرف سے ٹوٹتی ہو آدمی کی آس  
بول اٹھتا دل ہے تب کہ مرا آسرا ہے تو

زمانہ کہہ رہا ہے ساری قومیں اب برابر ہون — یہ ہے فرمانِ آزادی وہ اپنی آپ رہبر ہون

ترقی کا کھلا ہے راستہ غل چار جانب ہے — پرانی اور نئی دنیا میں سب ہم رنگ و ہمسر ہون

یہ ہے دلیل ہونہار دہر کا فتوائے حریت — کرین جو فرق کالے اور گورے کا وہ کافر ہون

یہی کچھ مصلحت ہے اُس خدائے پاک و اعلیٰ کی — نیا نقشہ ہو عالم کا، نئے حاکم مقرر ہون

عجب کیا ہے پڑے ہین خاک پر جو صورتِ ذرہ — ترقی کے فلک پر وہ چمک کر ماہ و اختر ہون

مسلمانو! ذرا سوچو تو ہم کس بات مین کم ہین — وہ ہین اوصاف کیا جن سے کہ ہم ان سب سے بہتر ہون

کمی ہے عزم و استقلال کی، اخلاص و تقوے کی — خداوندا مسلمانون مین پھر پیدا یہ جوہر ہون

وہ دل تو اب پیدا ہون کہ جنمین دردِ ملت ہو — اُبھر سکتے نہین ہم لاکھ گر اب لاٹ ہون ہون

---

نالہ کرون تو صبر و سکون کے خلاف ہو — گر چپ رہون تو جوشِ جنون کے خلاف ہو

آنکھون کو چپکے چپکے یہ سمجھا رہا ہون مین — ایسا نہ ہو کہ رازِ درون کے خلاف ہو

قاتل نہ شرمسار ہو تو اب حشر مین — کہنا وہی جو دعوے خون کے خلاف ہو

فلسفہ کی اخیر سرحد یہ ہے کہ "ہم کچھ نہین جانتے" اور مذہب کی اخیر حد یہ ہے کہ "خدا سب کچھ جانتا ہے" غرض نفیِ علمِ انسانی کے دونون قائل ہین، فرق صرف یہ ہے کہ فلسفہ یہین آکر ٹھہر جاتا ہے لیکن مذہب آگے بڑھتا ہے کہ ایک اور ہے جو سب کچھ جانتا ہے۔

ہین عاجز دونون کنہہِ ذات کی تحقیق سے لیکن — جدا ہے کائناتِ فلسفہ، مذہب کے عالم سے

زمین و آسمان کا فرق دیکھو صاف ظاہر ہے — نہین نسبت ہے "لا اعلم" کو کچھ "واللہ اعلم" سے

---

تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی عمدہ، کاغذ متوسط قیمت ۱۰/ مصنف سے بڑودہ کالج کے پتہ سے منگائیے یا دفتر دار المصنفین کو لکھیے۔

# مطبوعات جدید

شرح بی۔ اے کورس عربی پنجاب یونیورسٹی، مولوی عبدالعزیز صاحب پروفیسر ایڈورڈس کالج پشاور نے یہ کتاب ان طلبا کے فائدہ کے لئے لکھی ہے جنھون نے بی، اے مین عربی لی ہے، ابتدا مین ان مصنفین کی مختصر سوانحعمریان بھی لکھدی گئی ہین جنکی تصانیف کے اقتباسات بی، اے کورس مین لئے گئے ہین، اسکے بعد کتاب حصۂ نثر و حصۂ نظم مین تقسیم کیگئی ہے، حصۂ نثر مین ہر لفظ کے اوپر ہندسے لگاکر اصل کتاب کی ان سطرون کو بھی ظاہر کیا گیا ہے جنمین وہ واقع ہے، اسکے بعد سلیس و عام فہم اردو مین اُسکی تشریح و توضیح کیگئی ہے، حصۂ نظم مین ہر قصیدہ کے اشعار کے نمبروار ترجمے دیئے گئے ہین، ہر قصیدہ کے اول مین ممدوح، قصیدہ کا شان نزول یا اور جو کوئی ضروری تشریح طلب بات نظر آئی اُسکی تشریح کردیگئی ہے، اسکے علاوہ نیز کوئی خاص جغرافیائی، تاریخی، نحوی، عروضی قابل توضیح چیز نظر آئی تو اسکو حاشیہ مین جگہ دیگئی، غرض ہر طرح اس کتاب کو طلبا کے لئے مفید بنانے کی کوشش کیگئی ہے، یہ بے خطر کہا جا سکتا ہے کہ جناب مصنف اپنی کوششون مین کامیاب ہین، ہم طلبا کو اسکی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہین، اور اُن سے اس کتاب کی سفارش کرتے ہین، امید ہے کہ یہ کتاب اُنکو اور دوسری کتابون سے بے نیاز کردیگی، صفحے ۲۰۸، تقطیع بڑی، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی اچھی، ملنے کا پتہ: پروفیسر عبدالعزیز صاحب، ایڈورڈس کالج، پشاور۔

عقائد الامام، یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے کی مشہور کتاب فقہ اکبر کا اُردو ترجمہ، اس کتاب کی نسبت قطعیت کے ساتھ یہ نہین کہا جا سکتا کہ یہ امام اعظم رحمہ اللہ کی تصنیف ہے لیکن جناب مترجم کو اُسکا یقین ہے کہ یہ امام صاحب ہی کی تصنیف ہے، اسلئے انھون نے اس

ترجمہ کو اسی حیثیت سے پیش بھی کیا ہے، یہ ترجمہ چھوٹی تقطیع کے کل ۱۴ صفحون پرختم ہوگیا ہے، جسمین ایمان مفصل، توحید، اسماے صفات باری، حدوث مخلوق و قدم ذات، قرآن، صفات تشبیہی، تخلیق مخلوق، خرق عادت، ایمان واسلام، شفاعت، جنت و دوزخ وغیرہ نازک، لیکن عاید اعتقادیات اسلام پر نہایت اجمالی گفتگو کیگئی ہے، کاغذ سفید، لکہائی چھپائی صاف اور اچھی، قیمت ۲ر ملنے کا پتہ: مرزا صدیق علی بیگ منصبدار، بدکان محمد عبد القیوم صاحب مصور گول بنگلہ، افضل گنج، حیدرآباد دکن،

بیاض مسیحا حصۂ اول، یعنی مسیح الملک حکیم اجمل خانصاحب، حاذق الملک حکیم عبد المجید صاحب مرحوم اور رئیس الاطبا حکیم محمود خان صاحب مرحوم کے مخصوص وممتاز مجربات ومعمولات اور انکے مطب کے مستقل نسخون کا مجموعہ، جسمین ہر مرض کے علاج، پرہیز اور دواؤن کے طریق استعمال کو نہایت سادہ اور صاف طریقون پر لکہدیا گیا ہے، ابتدا مین جامع نے ایک ضروری مقدمہ بھی لکہدیا ہے، اسکے نسخے اگر عامۃ الناس کے لئے بھی مفید ثابت ہون تو جناب زبدۃ الحکما حکیم محمد حسن قریشی ایچ، پی، ال، جامع کتاب یقیناً ہمارے تشکر و امتنان کے مستحق ہین، تقطیع چھوٹی، صفحے ۱۲۸، کاغذ سفید، لکہائی چھپائی عمدہ، قیمت ۱۲ر، مینجر صاحب ہندوستانی ریویو، لاہور سے طلب کیجئے،

مہاتما گاندہی، ہندوستان کے مشہور وہر دل عزیز رہنماے سیاست کی سوانح عمری، یہ کتاب جناب حکیم محمد حسن صاحب قریشی، ایچ، پی، ال کی ضخیم تصنیف "سوانح عمری مہاتما گاندہی" سے جو ابھی زیر تالیف ہے، ماخوذ ومنقول ہے، اسمین مہاتما جی کے اسوقت تک کے حالات زندگی نہایت سادہ اور صاف اور عام فہم طریقہ پر بیان کئے گئے ہین، لوح پر مہاتما جی کی تصویر بھی دیگئی ہے، تقطیع چھوٹی، صفحے ۵۰، کاغذ سفید، لکہائی چھپائی اچھی، قیمت ۲ر ملنے کا پتہ، مینجر ہندوستان ریویو، لاہور،

---

## مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، جو قبائل انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحات ۲۵۱ عہ

سیرۃ عائشہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی، قرون اولیٰ کی خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب، اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور انکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۴۵۰ صفحے قیمت عہ

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم ۴ر

رسالہ اہل سنت و الجماعت فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۸ر

بہادر خواتین اسلام ۲ر

## مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری، اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی و سیاسی کارناموں اور انکے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے ۴۱۰، قیمت عہ

## مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد عہ غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلز آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح اور سلیس ترجمہ مجلد عہ

مذہب و عقلیات، اس مین ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین ۶ر

## مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفہ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس عہ

فلسفہ جذبات، طبع جدید مع ترمیم عہ

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جلد اول قیمت ۷ر

ایضاً، جلد دوم عہ

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ قسم اول عہ

ایضاً قسم دوم عہ

## پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۱۲ر

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول ۱ر دوم ۱ر

## مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ صفحہ ۲۴۳، عہ

## مولوی عبد الحق بی اے منصف لکھنو

اساس التعلیم، فن تعلیم پر ایک شستہ تصنیف، عہ

## مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عہ

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کی حیات مختصر بہ پیرایہ، عہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۱

# معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

## سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہو

جلد ہشتم | ماہ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق اکتوبر ۱۹۲۱ء | عدد چہارم

## مضامین

# شذرات

نائینٹینتھ سنچری، انگلستان کے ماہوار رسالون مین سب سے زیادہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے، اُسکے ستمبر نمبر مین ایک باخبر خاتون مسز ہارٹلی نے ایک عبرت انگیز مضمون تحریر کیا ہے، جسکا عنوان، "بن بیاہی مان کی اولاد" ہے، اسمین انگلستان مین ناجائز بچون کی سالانہ شرح ولادت سے متعلق کچھ نقشے بھی دیئے ہین، ان نقشون مین سے ہم اعداد ذیل کا اقتباس کرتے ہین:-

| سال | مجموعی ولادتین | جائز | ناجائز |
|---|---|---|---|
| ۱۹۱۴ | ۸۷۹۰۹۶ | ۸۴۱۷۶۷ | ۳۷۳۲۹ |
| ۱۹۱۵ | ۸۱۴۶۱۴ | ۷۷۸۳۶۹ | ۳۶۲۴۵ |
| ۱۹۱۶ | ۷۸۵،۵۲۰ | ۷۴۷۸۳۱ | ۳۷۶۸۹ |
| ۱۹۱۷ | ۶۶۸۳۴۶ | ۶۳۱۳۳۶ | ۳۷،۰۱۰ |
| ۱۹۱۸ | ۶۶۲۶۶۱ | ۶۲۱۲۰۹ | ۴۱۴۵۲ |
| ۱۹۱۹ | ۶۹۲۴۳۸ | ۶۵۰۵۶۲ | ۴۱۸۷۶ |

یہ واضح رہے کہ انگلستان مین مردہ بچون کی ولادت کا سرکاری کاغذات مین اندراج ہونا ضروری نہین، اسلئے ہر سال ہزارہا ناجائز بچون کی ولادت غیر معلوم رہجاتی ہے، جن ممالک مین مردہ

بچون کی ولادت کا بھی سرکاری حساب رہتا ہے، وہان یہ عموماً پایا گیا ہے کہ جائز ولادتون کے مقابلہ مین ناجائز ولادتون مین مردہ بچے بقدر مضاعف کے ہوتے ہین! اِسلئے اگر انگلستان مین مردہ بچون کی ولادتین بھی درج رجسٹر ہوتی رہتین، تو ناجائز بچون کا شمار، اعداد بالاسے کہین زیادہ ہوتا!

---

پھر جب یہ بھی مد نظر رہے کہ ناجائز تعلق ازدواجی کا نتیجہ ہر صورت مین نہین بلکہ مغرب کی طبی تدابیر کی بنا پر بہت ہی نادر صورتون مین اولاد کی شکل مین ظاہر ہوتا ہے، تو پاکدامن وعصمت شعار خواتین انگلستان کی اندرونی زندگی کا پورا نقشہ آنکھون کے سامنے پھر جاتا ہے، اس واقعہ کے تذکرہ سے انگلستان یا کسی مغربی ملک کی حیات اخلاقی پر خدانخواستہ اعتراض کرنا ہرگز مقصود نہین، جن ممالک کی تفضیلت معاشرتی مسلم ہو، جن اقوام کا تمدن ہمارے لئے مایہ صد رشک وافتخار ہو، جن لوگون کی تہذیب وشائستگی کا شمار بدیہیات مین ہوتا ہو، اُن کے کسی شعبۂ زندگی پر نکتہ چینی کرنا خود اپنی کم عقلی، بے علمی، و ناشائستگی کا اظہار کرنا ہے، البتہ گذارش صرف اسقدر ہے کہ مغرب کی جن تصانیف عالیہ مین شارع اسلام، وخلفاے راشدین کی کثرت ازدواج، شاہان مغلیہ کی رنگینیون اور سلاطین ٹرکی کے حرم سراؤن کے "واقعات" بصد آب وتاب درج کئے جاتے ہین، اور جنمین سے بعض تصانیف ہماری خوش قسمتی سے ہمارے بچون اور نوجوانون کے مطالعہ کے لئے ہمارے اسکولون اور کالجون مین داخل نصاب کی گئی ہین، اگر ان مین ان روشن دماغ، آزاد خیال، حریت دوست وجمہور نواز شریف خواتین مغرب کے یہ درخشان کارنامے بھی درج کردیئے جایا کرین تو یقیناً ان اوراق کی زینت ودلکشی دو بالا ہوجائیگی۔

---

بیچارہ مشرق! وہ اب تک شریف ورذیل کے قدیم امتیازات پر سر دُھن رہا ہے، اُسے خبر نہین کہ

اس ترقی پذیر دنیا مین حقائق اشیاء نے بھی استحالہ قبول کرنا شروع کر دیا ہے، نور و ظلمت، خیر و شر، عیب و صواب، ان سب کے معانی اب مقلوب و معکوس ہو گئے ہین، نیک چلنی، پاکیزہ نسبی، عفت شعاری، و شرافت، یہ اوصاف کسی زمانہ مین محمود رہے ہونگے، لیکن عہد حاضر نے انکے قطعی فرسودہ و متروک ہونے کا فتویٰ دیدیا ہے، اور یہ تخیلات صرف اس قابل رہ گئے ہین کہ انہین رسوم کہن کے عجائب خانہ کی کسی بوسیدہ الماری مین آثار قدیمہ کی حیثیت سے جگہ دیدی جائے، زندہ و ترقی یافتہ قومون کے لئے ان خرافات پر توجہ کرنا باعث ننگ ہے، کہ اس سے قوائے عمل مین ضعف و اختلال پیدا ہوتا ہے، چنانچہ خود مسز ہارٹلی نے بھی اپنے مضمون مذکورۂ بالا کی یہ غایت مطلق نہین رکھی ہے کہ ناجائز ولادتون کے سدباب کی فکر کیجائے، بلکہ تمامتر بحث اسپر کی ہے کہ ان بچون کی پرورش و پرداخت کا قوم کی طرف سے کیا انتظام کرنا چاہیئے! ان کا ایک فقرہ جو سارے مغرب کی نفسیت کا نہایت صحیح ترجمان ہے، سننے کے قابل ہے، ارشاد ہوتا ہے:-

"طفل نومولود کی زندگی (خواہ وہ ولادت جائز ہو یا ناجائز) نہایت اہم اور قیمتی ہوتی ہے،
اب سے ہر بچہ کی تربیت و پرداخت کا معقول انتظام کرنا کسی فرد کا نہین بلکہ قوم کا فرض ہے!"

فبای حدیث بعدہ یومنون؟

---

تمدن جدید کی فہرست فضائل و مناقب مین سب سے نمایان عنوان تحفظ جان و قلت تعداد اموات کا رکھا جاتا ہے، اور اسکے ثبوت مین شہری زندگی کا وجود پیش کیا جاتا ہے، شہر کا اطلاق ان آبادیون پر کیا جاتا ہے، جو بڑی اور گنجان ہوتی ہین، جہان صنعت و حرفت کی گرم بازاری رہتی ہے، مشینین قدم قدم پر کام کرتی نظر آتی ہین، کارخانے بکثرت قائم ہوتے ہین، مشینین گھر گھر موجود ہوتی ہین اور بازارون اور دوکانون کی آراستگی و سجاوٹ پر نمائشگاہ کا دھوکا ہوتا ہے، اور جو شہر ان

خصوصیات کے لحاظ سے جتنا زیادہ ممتاز ہوتا ہے، اسیقدر زیادہ شایستہ و متمدن سمجھا جاتا ہے، ان شہرون مین میونسپلٹی کے قوانین سختی سے نافذ رہتے ہین، قواعد حفظان صحت کی پابندی شدت سے کرائی جاتی ہے، سڑکون کی صفائی کا خاص اہتمام رہتا ہے، باشندون کو جو پانی پینے کے لئے ملتا ہے، وہ ڈاکٹرون کی نگرانی مین باقاعدہ صاف کرایا جاچکا ہوتا ہے، ڈاکٹرون کے دواخانے اور مطب ہر ہر گلی مین ہوتے ہین، امراض وبائی کی مدافعت کے لئے انتہائی تدبیرین عمل مین لائی جاتی ہین، غرض موت کو روکنے اور حیات کو بڑہانے کی جسقدر کوششین انسان کے احاطۂ امکان مین ہین، شہری زندگی ان سب سے مسلح ہوتی ہے، بخلاف اسکے دیہاتی زندگی اس ساز و سامان کا خواب بھی نہین دیکھہ سکتی، اس بنا پر قدرۃً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شہر کی شرح پیدائش دیہات کے مقابلہ مین بہت زاید اور اسکی شرح اموات دیہات کے مقابلہ مین بہت کم ہوگی۔

---

لیکن پروفیسر رادہا کمار مکرجی (لکھنؤ یونیورسٹی) کے جو مغربی یونیورسٹیون کی متعدد اعلےٰ ڈگریان رکھتے ہین اور بلدیات و اجتماعیات کے ماہر سمجھے جاتے ہین، ایک تازہ لکچر نے اس حسن ظن کی بنیادون کو بھی متزلزل کردیا ہے، پروفیسر موصوف نے فرمایا کہ صوبۂ متحدہ کے دیہاتون مین شرح اموات ۳۶ فیصدی (یعنی فی صد ولادت) ہے، درآنحالیکہ شہرون مین شرح اموات ۴۳ فی صدی ہے! اسی طرح بچون کی شرح اموات دیہات مین ۲۱۲ فی ہزار ہے، درآنحالیکہ شہرون مین ۳۰۰ فی ہزار ہے! ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ ہندوستان کے جو شہر اپنے مغربی طرز تمدن، طول کارخانون، اور صنعتی کاروبار مین جتنے زیادہ ممتاز ہین، اسی قدر بچون کی شرح اموات بھی اُنکے ہان اونچی ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| دیہات کا اوسط شرح اموات اطفال | ۲۱۲ | فی ہزار |
| کلکتہ ″ ″ | ۲۵۰ | ″ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| مدراس | " | " | ۲۷۸ فی ہزار |
| لکھنؤ | " | " | ۳۱۶ " |
| بمبئی | " | " | ۴۱۰ " |
| کانپور | " | " | ۵۴۱ " |

گویا ہر سال جتنے بچے پیدا ہوتے رہتے ہین، لکھنؤ مین اُنکی تقریباً ایک ثلث تعداد، بمبئی مین اُنکی تقریباً نصف تعداد، اور کانپور مین اُنکی نصف سے زاید تعداد نذر اجل ہوجاتی ہے! یہ ہے اس شہری طرز معاشرت کی مادی برکات کا نمونہ، اور بہترین طبی امداد کا ماحصل، جسکی طمع مین ہم اپنا اخلاق، مذہب، انسانیت سب کچھ نثار کر چکے ہین!

---

اس لکچر کے دوران مین ایک دوسری حقیقت کا بھی انکشاف ہوا، اور وہ بھی کچھ کم سبق آموز نہین، وہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے جدید تجارتی و صنعتی شہرون مین عورتون کی آبادی مردون کے مقابلہ مین بہت کم ہے، یہانتک کہ بعض شہرون مین نصف کے قریب ہے، مثال کے لئے تین بڑے شہرون کے اعداد ملاحظہ ہون :-

کانپور مین مردون کی فی ہزار آبادی کے مقابلہ مین ۷۲۸ عورتین ہین۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| بمبئی | " | " | " | ۵۳۰ | " |
| کلکتہ | " | " | " | ۴۷۰ | " |

اس غیر قدرتی صورت حال کے جو قدرتی نتائج نکل رہے ہین، وہ کسی سے مخفی نہین، دیکھنا ہی ایسا طرز تمدن، جس نے سکون و اطمینان کے الفاظ کو بے معنی بنا دیا ہے، جس نے خطرات جان و مال کو دہ چند کر دیا ہے، اور جس نے حفظ ناموس کا خیال تک دلون سے محو کر دیا ہے، کبتک دنیا کو

اپنا مفتون و گرویدہ بنائے رکھتا ہے،

زبت نہ گوشۂ چشمے نہ چین ابروئے

بحیرتم کہ دل برہمن ز کف چون شد

---

حضرت اکبر مرحوم کے کلام کے شائقین یہ سُن کر خوش ہونگے کہ اُن کے کلیات کا حصہ سوم جسکے آخری پروف انکی وفات سے کچھ ہی روز پیشتر پریس سے نکل کر آچکے تھے، اب چھپ کر شایع ہوگیا ہے، اور غالباً عشرت منزل الہ آباد کے پتہ سے دستیاب ہوسکتا ہے، کلیات حصہ چہارم کے لئے بھی مرحوم اپنا آخری کلام مرتب کر رہے تھے، امید ہے کہ کچھ عرصہ مین وہ بھی شایع ہوسکیگا، کلیات کا حصہ اول و دوم بھی مدت ہوئی ختم ہوچکا ہے، ضرورت ہے کہ یہ چارون حصے عمدہ ترتیب، مفصل فہرست مضامین، اور ممکن ہو تو انڈکس کے اضافہ کے ساتھ یکجا شایع کئے جائین، حضرت اکبر اگر کسی زندہ قوم مین پیدا ہوئے ہوتے تو اتبک خدا معلوم کتنے ایڈیشن اُن کے کلام کے نکل چکے ہوتے، بعض احباب اُنکی یادگار کی تجویزین پیش کرتے ہین، لیکن ہمارے نزدیک جس قوم نے نذیر احمد، آزاد، حالی، و شبلی کی یادگار قائم کرنا غیر ضروری سمجھا، اُس کے سامنے اس قسم کی تحریک کرنا وقت و قوت کو ضایع کرنا ہے، اکبر کی بہترین یادگار خود ان کا کلام ہے اور اُسکے ہوتے ہوئے وہ نیازمندون کی اعانت اور قدردانون کی دستگیری سے قطعاً بے نیاز ہین۔

---

# مقالات

## خلافت اور ہندوستان

(۲)

## خلافتِ آلِ عثمان

دوستو! آج پورے گیارہ مہینے کے بعد اِس سلسلۂ خیال کو جوڑتا ہون، جو دسمبر سنہ ۲۰ء ٹوٹا تھا، اوس مہینہ کے معارف مین مسئلۂ خلافت اور ہندوستان کا تاریخی پہلو نمایان کیا گیا تھا، اور اوس مین آغاز خلافت سے مصر کی آخری عباسی خلافت تک کے واقعات لکھے گئے تھے، اب اس کے بعد وہ وقت آتا ہے جب ایک طرف سلطان سلیم پہلا خلیفۂ عثمانی مصر، شام، اور عرب کو اپنے احاطۂ اقتدار مین لاتا ہے اور دوسری طرف فرزندان تیمور ہندوستان کی مغربی سرحد مین قسمت آزمائی کرتے ہین، اسی اثناء مین ادھر سلطان سلیمان اعظم قسطنطنیہ کے تخت پر قدم رکھتا ہے اور ادھر بابر ہندوستان کا میدان جیت لیتا ہے، ۹۲۳ھ مین مصر وشام وغیرہ عثمانی اقتدار مین داخل ہوئے ۹۲۶ھ مین سلطان سلیم نے وفات پائی اور سلطان سلیمان اس کا جانشین ہوا ۹۳۲ھ مین بابر ہندوستان کے فرمانروائے مطلق کی صورت مین ظاہر ہوا،

یہین سے سلسلۂ داستان چھوٹا تھا،

عثمانی اور تیموری دونون خاندان نسلاً ترک تھے، دونون اپنا سلسلۂ نسب چنگیز اور ہلاکو سے ملاتے تھے، نوین صدی ہجری کے وسط مین تیمور اوٹھا اور ایشیا مین ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی، بایزید یلدرم اسوقت

یورپ کے حرمنون پر برق و صاعقہ بنکر گر رہا تھا، عین اوس وقت طرابزون کی یونانی ریاست کی دعوت پر ۱۴۰۲ء میں تیمور بایزید کے مقابلہ کو نکلا، اب بایزید کو دفعۃً اپنے سیلاب کو مغرب سے مشرق، اور یورپ سے ایشیا کی طرف موڑنا پڑا، اور اوس میں اوس کو ناکامی ہوئی، اور تیمور کے ہاتھ گرفتار ہوکر مرگیا، سلطنت عثمانیہ اس جھٹکے سے جو اوسی کے ایک ہم خاندان اور ہم مذہب کے ہاتھ سے اوس کو لگا تھا گو بہت جلد سنبھل گئی تاہم دونون خاندانون مین ایک رقابت کی صورت پیدا ہو گئی، ترکان عثمان تو اس اتفاقی حادثہ کو فوراً بھول گئے، مگر تیموریون سے اپنے بانی خاندان کے اس فخر و ناز کے کارنامہ کا نشہ ایک مدت تک اُتر نہ سکا، اور اخیر اخیر تک آل عثمان کے جاہ و حشم زور و قوت نیکی و شہرت کا حریفانہ کانٹا اون کے دلون مین چبھتا رہا،

اس حکایت کو یہین ناتمام چھوڑ کر ناظرین کی عنان توجہ اب دوسری جانب موڑتا ہون،

یہ وہ زمانہ تھا جب اسپینی اور پرتگالی اندلس کے مسلمانون کا خاتمہ کرکے اپنی بازؤون مین نیا زور پاتے تھے، قسطنطنیہ اور مصر کے راستہ پر مسلمانون کے مضبوط قبضہ کے باعث مشرق اور خصوصاً ہندوستان کے لئے ایک نئے راستہ کی تلاش مین تھے، اس وقت یورپ اور ہندوستان کی تجارت مسلمانون کے ہاتھون مین تھی، اسپینی ملاح تو ہندوستان کے سُراغ مین بھٹک کر نئی دنیا (امریکہ) پہنچے، لیکن پرتگالی واسکوڈی گاما کے زیر ہدایت افریقہ ہوکر ہندوستان کے سواحل پر نمودار ہو گئے، اور پھر بار بار کی آمد و رفت سے اس تمام بحری راستہ پر قبضہ مالکانہ جمالیا، جہان جہان بیچ مین مسلمانون کی بحری تجارتی منڈیان تھین اونکو تہ و بالا کر دیا،

اکتشاف ارضی اور توسیع تجارت کے نام سے یہ بحری لوٹیرے بحر ہند مین اِدھر اُدھر اپنے جہازی گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے، عرب اور ہندوستان کے ساحلی مقامات اون کی لوٹ مار سے برباد ہو رہے تھے، ساحلون اور جزیرون مین مسلمانون کا قتل عام ہو رہا تھا، اور مسجدین ٹوٹ ٹوٹ کر کلیسا بن رہی تھین، موپلہ جو عرب، مصر اور ہندوستان کے درمیانی بیوپاری تھے، اور کالیکٹ (مدراس) اون کا مرکز تھا، اون کے کاروبار تو ڑے پھوڑے جارہے تھے، کالیکٹ کے راجہ کو اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ مسلمانون کو عرب آنے جانے سے روک دے اوس نے

اس کو نامنظور کیا، اور اس کی خاطر اوس کو لڑائی لڑنا پڑی، پرتگالیون نے کوچی (ساحل ہند) پر قبضہ کیا اور مسلمانون کو قتل کیا اور مسجد کو کلیسا بنالیا، پھر رفتہ رفتہ عرب کے سواحل پر عدن، ہرمز، پریم وغیرہ کو اور ہندوستان کے سواحل مین سے گوا، چیول، دابل، دیو اور دمن وغیرہ کو تاخت و تاراج کرنے لگے، ۹۱۵ھ مین کالیکٹ پر حملہ کرکے شہر کو لوٹ لیا اور وہان کی جامع مسجد کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا، یہی حال اونھون نے عرب کے ساحلی شہرون کا کر رکھا تھا، حاجیون کے جہازات اون کے حکم اور اجازت اور محصول کے بغیر ہندوستان کے ساحلون سے جنبش نہین کر سکتے تھے،

بہرحال یہ پُر درد داستان بہت طویل ہے، اور کبھی فرصت سے سننے کے قابل[1] ہے، اس وقت ہندوستان کی مرکزی حکومت لودیون کے کمزور ہاتھون مین تھی، دکن اور گجرات مین طوائف الملوک حکمران تھے، انھین بیچارون نے مل ملا کر اپنی بحری قوت کو یکجا کیا، عرب کی طرف سے، مصر کی آخری عباسی خلافت کے قائم مقام سلطان قانصوہ غوری نے اپنے جہازات بھیجے، سلطان محمود گجراتی، سلطان محمود بہمنی، سلطان یوسف عادل شاہ اور راجہ ملیبار نے بھی اپنے بیڑون کو شامل کیا، لیکن بدقسمتی کہ اس متحدہ قوت نے بھی اون سے شکست کھائی، یہ سب کچھ ہو ہی رہا تھا کہ سلطان سلیم نے مصر و عرب کی حفاظت کا بار اپنے مضبوط کندھون پر اوٹھا لیا،

سلطان سلیم اپنے اعلان خلافت کے بعد صرف تین برس زندہ رہا، ۹۲۶ھ مین سلطان سلیمان اعظم اوس کا جانشین ہوا، جس نے اپنے باپ کی مذہبی بلند حوصلگیون کے خواب کو پورا کر دیا، دنیائے اسلام کے دوسرے ملکون کی طرح ہندوستان نے بھی اوس کی خلافت اور مذہبی عظمت کو تسلیم کر لیا، اس کا اثر سب سے پہلے گجرات کے سلاطین پر پڑا، جن کے عرب اور دیگر ممالک اسلامیہ سے براہ راست تعلقات تھے،

گجرات کے ایک محدث و عالم محمد بن عمر آصفی النہروانی جن کی آمد و رفت مکہ معظمہ مین بہت رہا کرتی تھی، اور

---

[1] یہ واقعات ہندوستان کی انگریزی تاریخون مین یورپین تاجرون کی آمد ہند کی تمہید مین مذکور ہین، لیکن دوسری طرف کا بیان تم بنگال، گجرات اور یمن کی مقامی تاریخون مین پڑھ سکتے ہو، اس وقت ریاض السلاطین (تاریخ بنگالہ) ظفر الوالہ (تاریخ گجرات عربی) تاریخ گجرات میر ابوتراب فارسی اور کتاب روح الروح فی الفتوح (قلمی تاریخ یمن موجودہ کتبخانہ دار المصنفین) میرے پیش نظر ہے،

جو سلاطین گجرات کے درباروں میں بھی معزز تھے، اونھوں نے عربی میں ظفر الوالہ نام گجرات کی ایک تاریخ لکھی ہے اور جس کو گورنمنٹ آف انڈیا نے شاید اب اپنی بدقسمتی سمجھے کہ اوس نے چھاپ کر شائع کیا ہی، اس تاریخ میں گجرات کے بلکہ ہندوستان کے مایۂ ناز محدث شیخ علی متقی مہاجر، صاحب کنز العمال کے حالات میں ہی کہ جب وہ ہندوستان چھوڑ کر عرب گئے، اور سلطان سلیمان کے کانوں تک اون کی شہرت پہونچی تو سلطان نے اون سے دعا کی آرزو کی اس تقریب سے شیخ محمد آصفی سلطان سلیمان کا نام اپنی زبان پر لاتے ہیں، اور اس کے بعد کہتے ہیں،

| | |
|---|---|
| وکان فی وقته سلطان الاسلام علی الاطلاق | اس وقت ٹرکی کا بادشاہ، اسلام کا سلطان علی الاطلاق تھا |
| والخلیفة لله فی الآفاق، وھو سلیمان خان | اور تمام دنیا میں خدا کا خلیفہ تھا، اور وہ سلیمان خان بن سلیم خان |
| بن سلیم خان بن بایزید ... (صفحہ ۳۱۶) | بن بایزید تھا، |

یہ ہندوستان کے ایک مذہبی عالم اور محدث کی شہادت ہے،

سلاطین گجرات نے پرتگالیوں کی نئی توپوں اور جہازوں کے سامنے اپنے کو بیدست دیا پاکر آخر آستانۂ خلافت کی طرف رجوع کیا، ہندوستان کے سمندروں میں یہ حوادث او رسانحے پیش آرہے تھے کہ اوس کے میدانوں میں بابر اپنی بارہ ہزار کی جمعیت سے آموجود ہوا، اور دم کے دم میں لودیوں کی بساط اولٹ کر ہندوستان کا بادشاہ بن گیا، نہیں معلوم ہی کہ آل تیمور اور آل عثمان باہم حریف کی حیثیت رکھتے تھے لیکن انصاف بالاے طاعت است ومذہب بالاے سیاست، اس ناگواری کے باوجود شاہان تیمور اوس قبلۂ اسلام کو تو نہیں چھوڑ سکتے تھے جہاں آل عثمان کے نام کا خطبہ ہر ہفتہ پڑھا جاتا تھا اور نہ اون حرمین کے حقوق و فرائض کو بھلا سکتے تھے جس کی حفاظت و خدمتگذاری اب سلاطین عثمان کے تاج قیصری کا طرہ تھی، اوس حجاز کی آمد و رفت بند نہیں کر سکتے تھے جہاں ہر سال اون کے امرا اور رعایا جوق در جوق خلیفۂ عثمانی کے زیر سیادت اداے حج کے لئے جاتے تھے، اور بالآخر اگر اون کو خود توفیق ملتی تو وہ منبر کے نیچے بیٹھکر اپنے نام کا نہیں بلکہ قسطنطنیہ ہی کے سلطان کے نام کا خطبہ سنتے، اسلئے وہ کسی نہ کسی طرح سلاطین عثمان کی مذہبی برتری اور امامت کبریٰ کے ماننے پر مجبور تھے،

۹۳۲ھ مین بابر نے ہندوستان کے تخت پر قدم رکھا لیکن تم کو معلوم ہی کہ اِس عظیم الشان کامیابی کے بعد شہنشاہ ہند نے اپنا پہلا فرض کیا محسوس کیا؟ ترکستان کے علماء کو انعامات بھیجے، اور حرمین اور مزارات متبرکہ مین جو خلیفۂ عثمانی کے زیر سیادت تھے نذر و فتوحات ارسال کئے، مورخ بدایونی کی عبارت ہی "بمکہ و مدینۂ مقدسہ و مزارات متبرکہ نذرہا ارسال داشت" بابر نے ایک نیا خط ایجاد کیا تھا جس کا نام خطِ بابری پڑ گیا تھا اوس خط مین خاص اپنے قلم سے قرآن مجید کا ایک نسخہ لکھکر مکہ معظمہ تحفہ بھیجا،

۹۳۷ھ مین بابر نے وفات پائی، اور ہمایون نے تخت حکومت پر قدم رکھا، ایک قیدی شاہزادہ نے بھاگ کر سلطان گجرات کے ہان پناہ لی، اس تقریب سے ہمایون کو گجرات پر حملہ کرنے کا موقع ہاتھ آیا، اب گجرات دو نشانون کے بیچ مین تھا خشکی کے راستہ سے ہمایون حملہ آور تھا، اور دریائی راستہ سے پرتگالی سواحل کو برباد کر رہے تھے، سلطان گجرات نے پرتگالیون کے مقابلہ مین آستانۂ خلافت سے جو امداد طلب کی تھی وہ روانہ ہو چکی تھی، سلیمان پاشا کی قیادت مین ترکی جہازات کا بیڑا عرب کے سواحل پر نمودار ہوا، اور یمن کے سواحل کے انتظامات سے فارغ ہو کر ۹۴۲ھ مین ہندوستان کے بندرگاہ کی طرف روانہ ہوا، یہان پہونچکر اوس نے پرتگالیون کا قلع قمع شروع کر دیا، لیکن پاشا نے غلطی یہ کی کہ اپنے طرز سے ہندوستانیون پر یہ ظاہر کیا کہ وہ گویا ہندوستان کی فتح کے ارادہ سے آیا ہی، گجرات کے سلطان نے یہ دیکھکر اپنی امداد و اعانت اور رسد کا انتظام موقوف کر دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ سلیمان پاشا اپنے افسرون، توپون اور دوسرے سامان جنگ کو چھوڑ کر یمن واپس چلا گیا، پرتگالیون نے پھر سر اوٹھایا، اودھر ہمایون کی فوجین بڑھتی چلی آتی تھین، سلطان نے پرتگالیون سے صلح کر کے گجرات کے بہت سے بنادر اون کے حوالہ کر دیے،

مورخین کی تاریخ عالم مین ہی کہ اِس زمانہ مین سلاطین عثمانیہ ہندوستان کے معاملات مین دلچسپی لینے لگے تھے ۱۵۳۳ء (مطابق ۹۴۰ھ) مین دہلی کے سلطان سکندر کا بیٹا ہمایون کی شکایت لیکر قسطنطنیہ، سلطان کے پاس پہنچا، بہادر شاہ گجراتی کے دربار سے ایک سفیر انگیزون کے مقابلہ مین اعانت طلبی کیلئے حاضر ہوا

جنھون نے کچھ دن پہلے دیو (دیپ) کا بندر بہادر شاہ سے چھین لیا تھا، سلطان نے مصر کے پاشا کو حکم دیا کہ وہ جہازون کا بیڑہ لیکر ہندوستان جائے اور وہ بندرگاہ اون سے واپس لیلے، لیکن اس سے پہلے کہ جہازات روانہ ہون یہ خبر پہنچی کہ بہادر شاہ پرتگیزون کے ہاتھ سے مارا گیا، بادشاہ نے اپنا خزانہ گجرات سے مکہ معظمہ کو منتقل کر دیا تھا، اوس کے مرنے پر وہ قسطنطنیہ بھیجدیا گیا، ۱۵۴۷ء (مطابق ۹۵۴ھ) مین ہندوستان کے ایک بادشاہ علاء الدین کی طرف سے ایک سفیر قسطنطنیہ اس غرض سے آیا کہ پرتگیزون کے مقابلہ مین سلطان کی امداد حاصل کرے ۱۵۵۱ء (مطابق ۹۵۸ھ) مین پیری رئیس (ترکی کپتان) نے مسقط اور ہرمز پر قبضہ کر لیا، اور اوس کے نائب مراد نے اسی جزیرہ کے سامنے پرتگیزون سے ایک جنگ کی اور ناکام رہا، ۱۵۵۳ء (مطابق ۹۶۰ھ) مین سیدی علی نے خلیج فارس مین بصرہ کے قریب اون کا پھر مقابلہ کیا اور شکست کھائی اور بالآخر گجرات کے بندر مین پناہ لی[1]"

اس تاریخ کے مصنفین نے ان چند سطرون مین جن واقعات کی طرف اشارہ کیا گجرات کی تاریخون مین یہ بیانات مفصل موجود ہین، لیکن اون کی تفصیل کا یہ موقع نہین، صرف اتنا کہنا ہے کہ بہادر شاہ گجراتی کے پاس جو بھاری توپخانہ تھا، وہ انھین ترکون کا علیہ یا متروکہ تھا، رومی خان اور توپخانہ کے دوسرے تجربہ کار افسر سب ترک تھے، اور انھین لوگون کے ذریعہ سے ہندوستان مین توپ سازی کا فن رواج پذیر ہوا، بہادر شاہ نے ہمایون اور پرتگیزون کی دوہری آگ مین پھنسکر جان دی، اوس کا ارادہ تھا کہ وہ ہندوستان سے ہجرت کر جائے اسی لئے اوس نے خزانہ اپنے معتبر افسرون کی معرفت مکہ معظمہ بھیجدیا تھا، ہمایون کے سامنے سے بھاگ کر ساحل پر پہنچکر، جہاز پر سوار ہو رہا تھا، کہ فرنگیون نے حملہ کیا اور مارا گیا، رحمہ اللہ،

بہادر شاہ کے بعد ۹۴۵ھ مین محمود شاہ گجرات کا بادشاہ ہوا، اس کے زمانہ مین سلطان سلیمان نے سلیمان پاشا کو بیڑہ دیکر پھر ہندوستان سے پرتگیزون کو نکالنے کے لئے بھیجا، سلیمان پاشا کے بیڑے کو شکست ہوئی، اسکی وجہ ظفر الوالہ کے مصنف نے تو یہ بتائی ہے کہ پاشا، امرائے گجرات سے مشورہ نہین لیا کرتا تھا، اسلئے اونھون نے

---

[1] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲۴ صفحہ ۳۴۲،

رسد بند کردی تھی، لیکن روح الروح[1] کے مصنف کا بیان ہو کہ ہم نے بعض ثقات سے سنا ہو کہ باشاکو ہندوستان کے بادشاہون نے بہت سے روپے دیئے کہ واپس چلا جائے، بہرحال باشا جب قسطنطنیہ واپس گیا تو اوس سے جواب طلب ہوا، سلطان نے غضبناک ہو کر کہا،

ما ارسلتک الا لاخراج الفرنج من الدیو ولصرفھا لصاحبھا لاسلاطۃ علی المسلمین بالھند (ظفر الوالہ صفحہ ۴۹)
مین نے تم کو دیپ سے فرنگیون کو نکالنے کے لئے بھیجا تھا ہندوستان مین سلمانون پر بادشاہ بنا کر نہین بھیجا تھا۔

بہادر شاہ گجراتی کا وزیر آصفخان جو نہایت لائق و فاضل، محدث تھا، سلطان کی طلب پر اڈریانوپل حاضر ہوا، دربار مین پہونچکر سلطان کے ہاتھون کو اپنی آنکھون سے لگایا، سلطان نے بھی اوس کی بڑی عزت و توقیر کی اور دریافت کیا کہ تمھاری کیا آرزو ہی جس کو مین پوری کر سکتا ہون، خان نے ہندوستان کے وقار کو صدمہ نہین پہنچایا، صرف ہندوستان واپس جانے کی اجازت چاہی اور حرم محترم مین کوئی اعزازی عہدہ حاصل کیا، سلطان نے سب سے دلچسپ سوال یہ کیا کہ تمھاری مملکت کی بربادی کا سبب کیا ہوا؟ خان نے فلسفۂ تاریخ سے اس کا عمدہ جواب دیا،

سیدی علی رئیس (کپتان) جس کا اس سے پہلے ترکی بیڑے کے افسرون مین ذکر آچکا ہے، وہ بھی ان لوگون مین تھا جو بیڑے کی واپسی پر قسطنطنیہ واپس نہ جا سکے تھے، سیدی علی نے خشکی کا راستہ اختیار کیا، وہ پورے ہندوستان کو ناپکر بلوچستان وایران و ترکستان ہو کر قسطنطنیہ واپس گیا، اور مرآۃ الممالک کے نام سے اپنا سفرنامہ مرتب کیا، اس کا ترجمہ جرمن اور انگریزی زبانون مین شائع ہوا ہی، سفر یورپ مین روم مین ایک ترکی ادیب رؤف احمد بے اڈیٹر اخبار الاستقلال قسطنطنیہ سے ملاقات ہوئی، موصوف نے اثنائے گفتگو مین فرمایا کہ قسطنطنیہ مین اصل سفرنامہ چھپ گیا ہی، مین نے باصرار اس کتاب کی اون سے خواہش کی، لیکن اب تک یہ

---

[1] یہ یمن کی دسوین صدی ہجری کی تاریخ ہے، اس کا پورا نام کتاب روح الروح فی ما بعد المائۃ التاسعۃ من الفتن والفتوح ہے، مصنف کا نام عیسی بن لطف اللہ بن مطہر یمنی ہی، اس کتاب کا قلمی نسخہ دار المصنفین مین ہی، [2] کتاب مذکور واقعات ۹۴۶ھ [3] ظفر الوالہ صفحہ ۳۰۶،

یہ آرزو پوری نہیں ہوئی، بہرحال سیدی علی نے اس سفرنامہ مین ہمایون اور ہندوستان کے دوسرے بادشاہون سے
ملاقات کا حال لکھا ہے، ہمارے دوست ڈاکٹر محمود نے اپنے انگریزی رسالہ "خلافت اینڈ انگلینڈ" مین اس
ملاقات کا حال جرمنی ترجمہ سے نقل کیا ہے، مین اپنے مطلب کے چند الفاظ اس نقل سے اقتباس کرتا ہون جن سے
اوس زمانہ کے ہندوستان کا مسئلہ خلافت سے تعلق ظاہر ہوگا،

سیدی علی کا بیان ہے:۔

"ہمارا جہاز جب گجرات مین لنگر انداز ہوا، تو سورت کے مسلمانون نے اوس کو دیکھکر بیحد خوشی کا اظہار کیا،
اور ہندوستان کے جس جس شہر سے بادشاہ اسلام (سلطان عثمانی) کے سفیر کی حیثیت سے اوس کا گذر ہوا
وہان کے مسلمانون نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ اوس کا خیر مقدم کیا، اور مسلمان بادشاہون نے عزت وتکریم
کے ساتھ اوسکو قبول کیا، اور بادشاہ اسلام کے ساتھ اپنی وفاداری اور اخلاص کا اظہار
کیا، جب مین گجرات مین تھا، تو وہان کے سلطان (محمود شاہ) اور وزیر عماد الملک اور دیگر امراء سے میری
ملاقاتین ہوئین سلطان گجرات نے جس کے سامنے مین نے اپنے اسناد پیش کئے، میری ملاقات سے بہت
خوش ہوا اور میری بڑی عزت کی اور ہمارے ذیشان بادشاہ کے ساتھ اپنی عقیدتمندی کا مجھے یقین دلایا
ایک اور امیر نے ایک موقع پر مجھسے کہا کہ سلطان ٹرکی کے ساتھ ہم لوگ کوئی مخالفت نہین کر سکتے، ہم لوگون
اون کی ضرورت ہے، علاوہ ازین وہ دنیا سے اسلام کے بادشاہ ہین"۔

سب سے زیادہ دلچسپ بیان وہ ہے جب ترکی امیر البحر بادشاہ ہمایون کے دربار مین حاضر ہوا، اور سلسلۂ گفتگو
خطبہ اور خلافت کے ذکر تک پہنچ گیا، اور بالآخر "تیموری شہنشاہ" کو سلطان آل عثمان کی خلافت اور دینی پیشوائی کا
اپنی زبان سے قرار کرنا پڑا، سیدی علی نے پہلے متذکرۂ بالا واقعات کا حوالہ دیا، اوس کے بعد کہا کہ چین تک مین
ہمارے سلطان کا نام خطبہ مین پڑہا جاتا ہے، ہمایون نے دوسرے موقع پر دریافت کیا کہ خان کریمیا بھی سلطان کی
تحت ہے؟ اور جب اس کا جواب دسکو اثبات مین ملا، تو اوس نے کہا کہ "اگر یہ سچ ہے تو پھر خان کو اپنے نام کا خطبہ

پڑھنے کا کیونکر حق ہوگا" امیر البحر نے کہا کہ "یہ تو ہر شخص جانتا ہی کہ ہمارے بادشاہ کے سوا کسی اور کو نہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس کو چاہے خطبہ کا اختیار بخشے" امیر البحر کا بیان ہو کہ درباریون کے چہرون سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ میرے دعوی سے متفق ہین، اوس وقت ہمایون نے اپنے امرا اور اہل دربار کی طرف مخاطب ہوکر کہا،

"یقیناً دنیا مین بادشاہ کے لقب کا مستحق صرف ٹرکی کا فرمانروا ہو، دنیا مین فقط اوسی کو اس کا حق ہو، کسی اور کو نہین"

کیا بادشاہ سے یہان مقصود مذہبی بادشاہ اور خلیفہ نہین ہے؟

نیکدل ہمایون کی بادشاہی ہندوستان مین چند سال سے زیادہ قائم نہ رہی ۹۴۷ھ سے ۹۶۲ھ تک آوارہ گرد وادی غربت مین مارا مارا پھرا، ہندوستان کے تخت پر اب شیر شاہ سور کا قبضہ تھا، اس نے چند سال مین اپنے دانشمندانہ نظم و نسق سے ہندوستان کو امن و امان کی بہشت بنادیا، شیر شاہ کے دربار مین سید رفیع الدین محدث ترکستان کے ایک عالم تھے، اون کے آبا و اجداد حرمین مین درس دیا کرتے تھے، ۹۵۱ھ مین ماڑو اڑ سے واپسی مین محدث موصوف نے بادشاہ سے سفر حرمین کی اجازت چاہی تاکہ بطریق سلف وہان اپنی زندگی درس و تدریس مین صرف کرسکین، شیر شاہ نے جو جواب دیا اوس کا لفظی ترجمہ یہ ہو:-

"مجھے اس مین کوئی مضایقہ نہ تھا، لیکن مین نے آپ کو ایک خاص مصلحت کی بنا پر روک رکھا ہو، اور وہ یہ ہو کہ امید ہو کہ بفضل خدا چند روز مین ہندوستان کا میدان کفر کے کانٹون سے پاک ہوجائیگا، چند قلعے جو باقی ہین وہ بھی تھوڑی ہی توجہ مین فتح ہوجائینگے، اس کے بعد آرزو یہ ہو کہ دریاے شور کو عبور کرکے قزلباشون (ایران کی صفوی حکومت کے طرفدار جو نہایت متعصب شیعہ تھے، اور جن سے ترکون سے متواتر لڑائیاں ہوئین) تک پہنچون، جو حجاج و زائرین بیت اللہ کو جانے نہین دیتے، اور مذہب اسلام مین جنھون نے نئی بدعت پیدا کی ہو، اور اون سے جنگ کرون، اور وہان سے تم کو اپنا وکیل و قاصد بناکر سلطان روم کی خدمت مین بھیجون، تاکہ میرے اون کے درمیان دینی برادری کا رشتہ قائم ہوجائے

اور تم اون سے درخواست کرکے کہ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ مین سے ایک کی خدمت کا فرض میرے لئے حاصل کرو،
اسوقت سلطان روم ادھر سے اور مین ادھر سے بڑھون، اور قزلباشون کو بیچ سے اوکھاڑ پھینکون،
سلطان جب اوسپر حملہ کرتے ہین تو یہ بھاگ کر ادھر چلے آتے ہین، اور اون کی مراجعت کے بعد پھر بدستور
اپنی جگہ پر پہنچ جاتے ہین، لیکن اب اگر ہم دونون ملکر دونون طرف سے اونکو گھیرین تو ہندوستان کی
کثرت فوج اور ترکون کے آتشبار توپخانہ کے مقابلہ کی قوت قزلباشون مین معلوم ؛ جہان تک مین نے
غور کیا اس سفارت کے لئے تم سے بہتر شخص مجکو دوسرا نظر نہین آتا، اور اسی سبب سے تم کو سفر کی
ابھی اجازت نہین دیتا[1]"

شیرشاہ کے اس معترفانہ بیان کو جو اوس کے دلی خیالات کا آئینہ ہی بغور پڑھو، تم کو لفظ لفظ سے معلوم ہوگا کہ وہ
سلطان عثمانی کا کس عقیدتمندی کے ساتھ نام لیتا ہی، اون کی مذہبی پیشوائی کو تسلیم کرتا ہی، اون کی دینی برادری
کا دعوی کرتا ہی اور حرمین سے ایک کی خدمت اون سے التماس کرتا ہی، افسوس کہ شیرشاہ کو مہلت نہ ملی اور اس کے
ایک سال کے بعد ۹۵۲ھ مین بارود سے جلکر اس جہان فانی کو وداع کہا،

۹۶۲ھ مین اس کے ناخلف جانشینون نے ہندوستان کا تخت کھو دیا، اور ہمایون پھر ہندوستان کا
بادشاہ بنکر سامنے آگیا، لیکن تین ہی برس کے اندر اوس کو اکبر کے لئے اپنی جگہ خالی کردینا پڑی،

کون نہین جانتا کہ اکبر ایک نئے مذہب کی بناڈالنے کا خواب دیکھا کرتا تھا، اسکے لئے سب سے پہلا زینہ
امامت وخلافت کا دعوی تھا چنانچہ رجب ۹۸۷ھ مین ایک محضر تیار کیا گیا جس مین، اکبر کو خلیفۂ عصر اور
امام زمان تسلیم کیا گیا تھا، اور قرآن پاک کی آیت اور احادیث سے امام عادل کی اطاعت فرض بتائی گئی تھی
اور آخر مین اوس کو مختلف فیہ مسائل مین اجتہاد کا رتبہ بخشا گیا تھا، اوس محضر مین اکبر کے لئے حسب ذیل
خطابات لکھے گئے تھے،

---

[1] تاریخ بدایونی جلد اول صفحہ ۳۰۷

حضرت سلطان الاسلام، کہف الانام، امیر المومنین، ظل اللہ فی العالمین،

کلمۂ طیبہ کے بجائے لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ ، درباریون کا کلمہ قرار پایا، محضر مذکور پر علما سے زبردستی دستخط کرائے گئے، اکبر کی بدنامی کی خبرین دور دور تک پھیلین، والی توران نے اکبر کو طعن آمیز خط لکھا، قطب الدین خان نے برسر دربار کہا، کہ ولایت کے بادشاہون کو مثلاً سلطان روم وغیرہ کو جب اس کا حال معلوم ہوگا تو ہماری کس قدر بدنامی ہوگی، اکبر نے جھنجھلا کر کہا کہ تو سلطان روم کی طرف سے غائبانہ اون کا حمایتی بنکر آیا ہی تاکہ یہان سے نکلنے پر وہان تیری عزت و منزلت ہوجائے وہین تشریف لیجائیے

اکبر کے اصل الفاظ بدایونی مین یہ ہین:-

"تو برائے خاطر خوندکار روم غائبانہ از جانب اوا این درشتی میکنی وجاے از براے خود وقلیکہ از ینجا بروی پیدا کردہ تا اعتبار یابی، ہمانجا برو۔" (جلد ۲ صفحہ ۲۷۴)

تم نے فریقین کی اس سخت و درشت گفتگو کو سنا! اور اس کا مطلب سمجھا! براے خدا مجھے یہ بتاؤ کہ جو مطلب مین سمجھتا ہون یا سمجھانا چاہتا ہون اگر وہ غلط ہی تو اس دعوی امارت و خلافت و تجدید دین کی مخالفت کو سلطان روم کی خاطر داری وہی خواہی و جانبداری کے الزام سے کیا تعلق ہے؟

اس اکبری جاہ و جلال و نصرت و اقبال کے عالم مین حج کے راستہ کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ ہندوستان کے صدر مذہبی نے یہ فتوی دیدیا کہ چونکہ خشکی کا راستہ قزلباشون نے اور دریا کا راستہ فرنگیون نے بند کر دیا ہی اسلئے فریضۂ حج ساقط ہوگیا ہی، ہندوستان کے بندروں سے حجاز کو جہازات کا جانا بغیر اس کے ممکن نہ تھا کہ فرنگیون سے اجازت (قول) کا عار اوٹھایا جائے تخت آگرہ کا امام عادل یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور کچھ نہ کرسکتا تھا، امرائے اکبری کے بڑے بڑے ارکان، خانخانان، مرزا عزیز کوکہ، شیخ عبد النبی، مخدوم الملک، اعتماد خان، سلطان جہان سب اسی ذلت کے ساتھ گئے، اور پھر واپس آئے، لیکن مجھے کچھ اور کہنا ہے، تیموری دربار کے یہ اُمرائے نامدار اور علماے ذوی الاقتدار سفر حج کے لئے گئے، لیکن سمندر کے اوس پار پہونچکر

م خلیل کے سب سے بڑے اسلامی مجمع مین منبر خطابت سے جو موج ہوا بلند ہوئی کیا اونھون نے ادس مین
مان آلِ عثمان کا نام سنایا آگرہ کے خلیفۂ عصر اور امام زمان کا؟

مرزا عزیز کوکہ، اکبر کا رضاعی بھائی اور دربار کا امیر کبیر تھا، لیکن ساتھ ہی نہایت ہی سیدھا سادھا
بدار، نیک اعتقاد تھا، جب ۱۰۰۱ھ مین یہ ہندوستان سے چلا تو اس کا جہاز یمن جاکر لگا، حسن پاشا
لی یمن نے نہایت شان و شوکت سے اوس کا استقبال کیا، اور مرزا نے ہندوستان کے تحفے اور ہدیے پاشا
، سامنے پیش کئے،[1]

مدت سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ سلطنت تیموری ہر سال ہندوستان کی طرف سے ایک میر حاج مقرر کرتی
دس کے ساتھ چار لاکھ روپیہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی خدمتگذاری کے لئے بھیجا کرتی تھی، اکبر نے بھی اس رسم کو
باری رکھا، یہ روپیہ عموماً گجرات کے خزانہ سے بھیجا جاتا تھا اسی لئے گجرات کی تاریخون مین اس کا بکثرت ذکر ہے
شوال ۹۸۴ھ مین جب اکبر اجمیر مین تھا، خواجۂ احرار کی اولاد مین سے خواجہ محمد یحیٰی کو میر حاج بناکر اور چار
لاکھ روپیہ ساتھ دیکر مکہ معظمہ روانہ کیا،[2] ۹۸۵ھ مین میر ابو تراب گجراتی میر حاج بنائے گئے، اور لاکھون
روپے نقد اور سامان اون کو دئے گئے، کہ شریف مکہ کے مشورہ سے وہان علماء و مشائخ اور فقراء
مین تقسیم کر دیئے جائین،[3]

اکبر کے بعد جہانگیر نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین لی، تو سلطان روم نے آتم نام ایک سفیر
اوس کے دربار مین بھیجا لیکن صرف اس شبہہ پر کہ درباریون مین سے کسی نے اوس کی شناخت نہین کی
اوس کو قبول نہین کیا گیا، چنانچہ خود تزک جہانگیری مین لکھا ہے،

اتم نام حاجی ما ورالنہری کہ در بہادر روم بود خالی از معقولیت و معرفتی نیست خود را ایلچی خوندکار
(سلطان روم) گفتہ، در آگرہ ملازمت کرد کتابت بجھولی نیز داشت نظر باحوال و اوضاع او کردہ ہیچکس

[1] کتاب روح الروح قلمی، واقعات ۱۰۰۱ھ، [2] بدایونی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶، [3] تاریخ گجرات ابو تراب صفحہ ۹۰ کلکتہ،

از بندہائے درگاہ و تصدیق ایلچی بودن او نکردند از زمانے کہ حضرت صاحب قرانی (تیمور) فتح روم کردہ و ایلدرم بایزید حاکم انجا زندہ بدست افتاد و بعد از گرفتن پیشکش و تحصیل مال بسیار کل ولایت روم قرار دادند کہ بدستور ملک مذکور را بتصرف او بازگذارند درہمین اثنا ایلدرم بایزید وفات یافت ملک را بہ پسر او موسیٰ چلپی مرحمت کردہ خود معاودت فرمودند تا حال از جانب قیاصرۂ انجا با وجود چنین احسانے کس نیامدہ و ایلچی نفرستادند الحال چگونہ باور توان کرد کہ این شخص ماوراء النہری فرستادہ خوندکار باشد اصلاً این سخن معقول من نیفاد ہیچکس بر صدق دعوی او گواہی نداد بنا براین فرمودم کہ ہر جا بخواستہ باشد برود، (صفحہ ۹۰ تا ۹۱)

اِس عبارت سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہی کہ خاندانی رقابت کا شعلہ اب تک تیموری شہزادہ کے سینہ مین بھڑک رہا ہی، بہرحال ترکون نے رشتۂ برادری جوڑنے کے لئے اپنی پیشقدمی ظاہر کردی،

جہانگیر کی اِس خشکی اور ترش روئی کی تلافی اوس کے نیکدل اور زود آشنا بیٹے شاہجہان نے کردی ۱۰۴۹ھ مین جب سلطان محمد رابع بغداد کی فتح کے لئے عراق آیا ہوا تھا ظریف نام ایک قاصد کو گرانبہا تحائف دیکر عراق روانہ کیا، سلطان نے نہایت عزت و محبت سے قبول کیا، اور ارسلان آقا ایک ترکی قاصد کو اوسکے جواب مین نہایت عمدہ خاصہ کے دو گھوڑے مع مرصع و طلائی ساز و سامان کے اور مروارید باف عبا دیکر شاہجہان کے پاس بھیجا، ارسلان آقا کے پہنچنے سے پہلے ٹھٹھہ اور ملتان کے صوبہ دارون کے نام احکام بھیجدیئے گئے تھے کہ منزل بمنزل عزت و تکریم کے ساتھ اوس کو پہنچاتے جائین، اور ملتان کے خزانے سے دس ہزار روپے اوسکو سفرخرچ دیئے جائین، (خافی خان، واقعات ۱۰۴۹ھ)

مرآۃ احمدی نام گجرات کی ایک تاریخ ہی، مصنف صوبۂ گجرات کا دیوان تھا، اسلئے تمام سرکاری کاغذات تک اوس کی رسائی تھی، ذیل مین شاہجہان کی فیاضیون کے اور سلطان روم اور حرم محترم کی بجاآوری خدمات کے واقعات اوس کے مختلف صفحات سے لیکر یکجا کردیئے جاتے ہین،

۱- شاہجہان نے ۱۰۴۱ھ مین دیوانِ صوبہ خواجہ جہان کو حرمین کی اجازت دی، پانچ لاکھ روپے

جیوشی کی نذر مانی گئی تھی ازانجملہ فی الحال ۲ لاکھ ۴۰ ہزار روپیہ کا مال حسب مذاق اہل عرب احمد آباد
سورت سے خرید کر خواجہ صاحب کے ساتھ بھیجنے کا حکم متصدیان صوبہ گجرات کے نام صادر ہوا، حکیم الزمان بھی
بعزم حج روانہ ہو چکے تھے حکم مین لکھا تھا کہ سارا مال انھین کی راے سے تقسیم ہوگا،

۲۔ سنہ ۱۰۴۷ھ مین حکیم القاسم حکیم الممالک کو اجازت حج وزیارت ملی اور متصدیان گجرات کے نام
حکم صادر ہوا کہ ۶۰ ہزار کا اسباب منجملہ رقم نذر دیجائے،

۳۔ سنہ ۱۰۵۰ھ مین احمد آباد کے کاریگرون سے خوشبودار عنبر کی ایک قندیل نہایت خوبصورت
سات سو تولہ کے وزن کی بنوائی گئی، صناعون نے مرصع کاری سے جواہر بے بہا قندیل مین نصب کئے تھے
سارے جواہرون مین الماس کا ایک دانہ نہایت پاکیزہ تھا، ایک لاکھ قیمت تھی اور قندیل کا سارا خرچ ملکر
ڈھائی لاکھ صرف ہوئے تھے، یہ قندیل بحکم حضور، روضۂ نبوی کے لئے بنائی گئی تھی سنہ ۱۰۵۱ھ مین تیار ہوگئی،
ناظم صوبہ نے سید احمد سعید کے ہمراہ حضور مین بھجوادی، بادشاہ نے ملاحظہ فرماکر بہت پسند کی اور حکم فرمایا کہ سید
مذکور کے ہمراہ مدینہ طیبہ بھیجی جائے، متصدیان احمد آباد کے نام حکم ہوا کہ ایک لاکھ ۶۰ ہزار روپے کا اسباب
حسب مذاق اہل عرب خرید کر سید صاحب کے سپرد کیا جائے تا عتبات کے مستحقین مین صرف ہو اور یہ
رقم اسی مد مین لکھی جائے، مگر تقدیر کہ ہوا ایسی چلی کہ جہاز پھر پھرا کر سورت واپس آگیا،

۴۔ سنہ ۱۰۶۰ھ مین فراست خان نواب ناظر محل شاہی کو حرمین کی اجازت ہوئی چلتے وقت ۵۰۰ اشرفی
زادراہ دیا گیا اور ایک لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ کا مال واسباب احمد آباد سے دلایا گیا کہ اون مین سے ۵۰ ہزار کا
مال شریف مکہ زید بن محسن کو اور ۵۰ ہزار سادات وعلما وفضلا وگوشہ نشینان مکہ معظمہ کو اور ۵۰ ہزار کا
مدینہ طیبہ کے فقرا ومساکین مین تقسیم کیا جائے،

۵۔ اسی سال سلطان محمد خان والی روم کے ایلچی سید محی الدین (از اولاد شیخ عبد القادر جیلانیؒ)
کے سورت مین وارد ہونے کی خبر متصدی بندر کی تحریر سے حضور مین گذری، ایک خلعت اور فرمان گرز بردار

کے ساتھ ایلچی کے پاس بھیجا گیا، اور ۱۰ ہزار روپیہ خزانہ سورت سے ایلچی مذکور کو سفرخرچ کے دئیے گئے،

۶۔ ۱۰۷۱ھ میں ایلچی رخصت ہوا، حاجی سعید احمد کے ہمراہ سورت آیا۔ حاجی صاحب بار دیگر قندیل مذکور لیجانے کو مامور کئے گئے تھے متصدیان بندر سورت کو تاکید کی گئی کہ ایک لاکھ روپے کا اسباب حسب مذاق اہل عرب حاجی مذکور کو بغرض تقسیم مستحقین مکہ معظمہ سپرد کیا جائے،

۷۔ متصدی بندر سورت کی عرضداشت سے حضور میں دریافت ہوا کہ فرمانروائے روم سلطان محمد خان کا ایلچی ذوالقدر آقا برادر وزیر اعظم صالح پاشا مع نامہ وپیام ۲۹ صفر ۱۰۷۳ھ کو وارد سورت ہوا، حکم ہوا کہ بارہ ہزار روپیہ ایلچی مذکور کو خزانۂ سورت سے دئیے جائیں،

۸۔ اوسی زمانہ میں قلت غلہ سے بنوایان مکہ معظمہ کی محتاجی اور تکالیف حضور میں گذری، یہ سنکر بادشاہ نہایت متاسف ہوا، ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۰۷۶ھ میں خواجہ ضابطہ کا انتخاب ہوا خلعت سے سرفرازی دیکر حرمین شریفین کی اجازت اون کو دی گئی، چلتے وقت ایک لاکھ روپے کا مال واسباب حسب مذاق عرب سورت سے اون کے حوالے کیا گیا، کہ ازانجملہ ایک حصہ شریف مکہ معظمہ کو دوسرا صلحا وفضلا کو اور تیسرا مدینہ طیبہ کے زاویہ نشینوں کو دیا جائے،

کارخانۂ ملتان میں ایک جانماز مطابق نمونۂ مسجد نبوی بنوائی گئی تھی، تیار ہوکر آگئی اگرچہ حضور کے پسند خاطر نہ تھی تاہم خواجہ صاحب کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجی گئی،

یہ ایک سرکاری افسر کے روزنامچہ کے سادہ واقعات ہیں، خافی خان کے حوالے سے اس سفارت کے واقعہ کی کسی قدر تفصیل لکھی جاتی ہے،

۱۰۷۶ھ میں بندر سورت کے متصدی نے عرضی گذرانی کہ سلطان محمد خان قیصر روم کی طرف سے ذوالفقار آقا، خط اور تحائف لیکر وارد ہوا ہے حکم ہوا کہ گرز برداروں کے ساتھ بندر سورت کے خزانہ سے ۱۲ ہزار روپے سفرخرچ دیکر روانہ کیا جائے اور ۵ ہزار سلطان پور اور ندربار کے فوجدار اور ۱۲ ہزار برہانپور کی

دیوانی سے، اور ۸ ہزار دکھن کی دیوانی سے اور ۱۲ ہزار اکبر آباد کے خزانہ سے ادا کئے جائین، اور یہ بھی حکم ہوا کہ اسکے علاوہ صوبہ دار اپنی طرف سے بھی اوس کی خدمت کرین، اس طرح منزل بمنزل طے کرتا ہوا سفیر جب دار الحکومت کے قریب پہنچا، تو حکم ہوا کہ لشکر خان بخشی اور طاہر خان اوسکے استقبال کے لئے جائین اور اپنے ساتھ لاکر حضور مین پیش کرین، سفیر نے قیصر کا خط اور دو گھوڑے جن کے ساز طلائی تھے، اور زین مین موتی ٹکے تھے، اور گرز مرصع کار جو اوس ملک کے سلاطین کا خاص ہتھیار ہے پیش کیا، بادشاہ نے خط کو باعزاز تمام لیا اور سفیر کو ۳۰ ہزار روپے نقد، اور ارگجہ (؟) کے تین پیالے اور ایک طلائی پاندان عطا کیا، اور ایک سرکاری مکان مین جہان جملہ سامان مہیا تھے اوتارنے کا حکم دیا، اسی زمانہ مین شہزادہ سلیمان شکوہ کی شادی رچی، اس جشن کی تقریب سے ۳۰ ہزار روپے سرکار سے ۲۵ ہزار شہزادہ کی طرف سے اور ۱۵ ہزار ملکہ دوران نواب قدسیہ کی جانب سے مع دوسرے نقد و جنس کے سفیر کو مرحمت ہوئے۔ قائم بیگ ایک ملازم جو ترکی و عربی بولتا تھا، نگران مقرر ہوا، اور ایک مرصع خنجر جس کے قبضہ مین بیش بہا موتی اور ایک گران قیمت لعل جڑا ہوا تھا اور جس کی قیمت ایک لاکھ تھی، اور ایک مرصع کمربند جس کی قیمت ۴۰ ہزار تھی، اور دو ہزار تھان سادہ اور زری کے کپڑے بنگالہ، احمد آباد، اور برہانپور، کی ساخت کے، جن کی لاکھ روپیہ قیمت تھی، اور ۵۰ تولے عطر جہانگیری جس کی قیمت اوس زمانہ مین ۴ ہزار سے زیادہ تھی، اور دوسرے تحائف سلطان کے لئے اوس کے حوالہ کئے گئے، اور علامی سعد اللہ خان وزیر کا لکھا سلطان کے نام ایک عربی خط دیا گیا،

سفیر موصوف سے یہ سنکر کہ قسطنطنیہ مین آجکل طاعون ہے، بادشاہ نے ۰۰ ادانے موتیون کی تسبیح جس کا امام زبر جدیرہ کا تھا اور جو ہمیشہ بادشاہ کے بازو پر بندھا رہتا تھا تحائف مین داخل کر دیا، سفیرون کے ساتھ خانجہان ایک امیر کو احمد آباد اور سورت سے ایک لاکھ روپے کا مال دیکر مکہ معظمہ روانہ کیا، کہ ان مین ایک تہائی شریف مکہ کو دیا جائے اور باقی حرم کے علماء اور مستحقین مین تقسیم کیا جائے

ملتان کے شاہی کارخانہ مین مسجد نبوی کے عرض و طول کے برابر ایک نہایت عمدہ قالین تیار کرایا گیا تھا، وہ بھی ساتھ کر دیا گیا،

ناظرین! تم نے تاریخون مین والی توران اور دارائے ایران کے دربارون سے بھی بارگاہ تیموری مین قاصد اور سفر آتے ہوئے دیکھے ہین، اِس عزاز، اِس مسرت، اِس فیاضی اور اِس عقیدت کا سمان بھی وہان تم کو وہان نظر آیا، اِس فرق مراتب کی تم کوئی صحیح توجیہ سوا اِس کے کر سکتے ہو کہ یہ خادم الحرمین الشریفین کی بارگاہ کا قاصد تھا، اور جو کچھ اوس کے ساتھ کیا گیا، اور سلطان کے حضور مین جو کچھ بھیجا گیا اور حرمین کے لئے جو تحائف قاصد کے ساتھ ارسال کئے گئے وہ شاہجہان کا ولولۂ دین پرستی، اور جوش مذہبی تھا،

ناظرین کو حسرت ہوگی کہ یہ شاہی مراسلات اگر آج تاریخون مین محفوظ ہوتے تو کس قدر بیش قیمت چیز ہوتی، لیکن مین اونھین تسلی دیتا ہون کہ اگر مورخین نے اونکی قدر قیمت کو نہین پہچانا تو ہمارے ادیبون اور منشیون نے اون کی اہمیت کا صحیح اندازہ کر لیا تھا، سلاطین اور شہزادون کے خطوط و مراسلات کا ایک بڑا قلمی مجموعہ موسوم بہ فیاض القوانین[۱] اِس وقت میرے سامنے ہے، اور اِس مین یہ تمام مراسلات موجود ہین، ان مین والیان توران کے معاملات کے متعلق دوستانہ سفارشین اور جوابات ہین، شاہجہان اپنے عربی خط مورخہ شعبان ۱۰۵۱ھ مین سلطان کو حسب ذیل القاب سے یاد کرتا ہے:-

"انی من الیہ تاب الشوکتہ، وآیات الحشمۃ، رفیع المکان، منیع الشان، بسمو المرتبۃ سما، وعلو المرتبۃ بیضار، مُعلی الویۃ السیاسۃ، باسط الریاسۃ، مشید ارکان الشریعۃ الحنفیہ، ومؤید احکام الملۃ الحنیفیہ، مقاتل اشرار الزیغ، ومقاتل کفار الافرنج، عالی الحضرۃ، سامی الرتبۃ، سلالۃ خواقین الروم، ناصر الملھوف والمظلوم، مورد الطاف الکریم المفضال، مہبط اعطاف الکبیر المتعال، متمسّا للرفعۃ والعزۃ والبسالۃ

[۱] یہ نادر مجموعہ ہمارے مخدوم نواب حسام الملک مولوی سید محمد علی حسن خان کا ملوکہ ہے، مولانا شبلی مرحوم نے مضامین عالمگیر مین جسب سے اِس کا حوالہ دیا ہے، اسکی متعدد نقلین انگلستان اور ہندوستان کے مشہور کتبخانون نے حاصل کی ہین،

والعظمۃ والشان، السلطان محمد خان، لازالت شموس سلطنتہ ثابتۃ عن الزوال واقمار دولتہ علی الکمال

ن محمد خان کی طرف سے شعبان ۱۰۶۲ھ مین اسکا جواب شاہجہان کے نام بھیجا گیا، جس مین اولاً شاہجہان

لے حسب ذیل القاب ہین،

"بجانب عالی حضرت، معالی منقبت، گردون رفعت، فریدون شوکت، خورشید اضاءت، جمشید

نباہت، دارا درایت، عطارد فطنت، مشتری کیاست، مسند آرائے سلطنت ممالک ہند، فرمانفرمائے

اقلیم سند، مظہر الطاف جلی وخفی، حارس حوزۂ کابلستان وغزنین، جالس دیہیم اقلیم نصرت آئین، المختص

بمزید عنایۃ الملک المستعان ابو المظفر شہاب الدین محمد صاحبقران ثانی شاہجہان بادشاہ غازی"

لے چلکر سلاطین عثمان کے مفاخر مین لکھا ہے،

"بر ضمیر عالم آرائے ایشان (شاہجہان) مخفی ومستتر نیست کہ حضرت حق، فیاض مطلق این دودمان

عظیم الشان آل عثمان را کہ بلطف ربانی وعون سبحانی محفوظ باد، برائے احیائے مراسم دین مبین،

واحکام شرع متین برپا وپایدار کردہ، واجداد امجاد این سلاطین پاک گوہر از مدۂ اقبین معدلت گستر بودہ

از زمان قدیم وعہد بعید دوران مدید تا حال بتقدیم مساعی جمیلہ وقدم ثابت در تنبیہ حزب ودعوت اعادی واعانت

وامداد ضعفا مشہور ومعروف"

سکے بعد لکھا ہے کہ والی توران نے ہماری بارگاہ مین آپکی سختی وتعدی کی فریاد کی ہے،

"برائے قطع رگ نزاع وجدال وحل عقدۂ سخت اشکال بدرگاہ سلطنت پناہ و

خلافت دستگاہ، تضرع نامۂ گنگ ناپائے اوآمدہ"

اسلئے مین نے دو محبت نامہ لکھا:-

"بموجب حمیت دینیہ ومرافقت نوعیہ، وہمت ملکیہ، در باب مبذول، بشفقت ملتمس والی توران

مکتوب محبت اسلوب ارسال داشتہ"

ملتان کے شاہی کارخانہ مین مسجد نبوی کے عرض وطول کے برابر ایک نہایت عمدہ قالین تیار کرایا گیا تھا، وہ بھی ساتھ کر دیا گیا،

ناظرین! تم نے تاریخون مین والی توران اور دارا ے ایران کے دربارون سے بھی بارگاہ تیموری مین قاصد اور سفیر آتے ہوئے دیکھے ہین، اِس اعزاز، اِس مسرت، اِس فیاضی اور اس عقیدت کا سمان بھی وہان تم کو وہان نظر آیا، اِس فرق مراتب کی تم کوئی صحیح توجیہ سوا اِس کے کر سکتے ہو کہ یہ خادم الحرمین الشریفین کی بارگاہ کا قاصد تھا، اور جو کچھ اوس کے ساتھ کیا گیا، اور سلطان کے حضور مین جو کچھ بھیجا گیا اور حرمین کے لئے جو تحائف قاصد کے ساتھ ارسال کئے گئے وہ شاہجہان کا ولولۂ دین پرستی، اور جوش مذہبی تھا،

ناظرین کو حسرت ہوگی کہ یہ شاہی مراسلات اگر آج تاریخون مین محفوظ ہوتے تو کس قدر بیش قیمت چیز ہوتی، لیکن مین اونھین تسلی دیتا ہون کہ اگر مورخین نے اونکی قدر قیمت کو نہین پہچانا تو ہمارے ادیبون اور منشیون نے اون کی اہمیت کا صحیح اندازہ کر لیا تھا، سلاطین اور شہزادون کے خطوط و مراسلات کا ایک بڑا قلمی مجموعہ موسوم بہ فیاض القوانین[1] اِس وقت میرے سامنے ہے، اور اِس مین یہ تمام مراسلات موجود ہین، ان مین والیان توران کے معاملات کے متعلق دوستانہ سفارشین اور جوابات ہین، شاہجہان اپنے عربی خط مورخہ شعبان ۱۰۶۱ھ مین سلطان کو حسب ذیل القاب سے یاد کرتا ہے:—

"الی من الیہ مآب الشوکتہ، ومآبات الحشمتہ، رفیع المکان، منیع الشان، بسما المرتبہ سما، وعلو المرتبہ بیضاء، معلی الویتہ السیاستہ، باسط الریاستہ، مشید ارکان الشریعتہ الحنفیہ، مؤید احکام الملتہ الحنیفیہ، مقاتل اشرار الزیغ، ومقاتل کفار الافریخ، عالی الحضرۃ، سامی الرتبتہ، سلالتہ خواقین الروم، ناصر الملھوف والمظلوم، مورد الطاف الکریم المفضال، مہبط اعطاف الکبیر المتعال، شمسا الرفعتہ والعزۃ والبسالتہ

---

[1] یہ نادر مجموعہ ہمارے مخدوم نواب حسام الملک مولوی سید محمد علی حسن خان کا مملوکہ ہے، مولانا شبلی مرحوم نے مضامین عالمگیر مین سب سے اِس کا حوالہ دیا ہے، اسکی متعدد نقلین گلستان اور ہندوستان کے مشہور کتبخانون نے حاصل کی ہین،

والعظمة والشان، السلطان محمد خان، لازالت شموس سلطنة ثابتة عن الزوال واقمار دولته علی الکمال

ن محمد خان کی طرف سے شعبان سنہ ۱۰۶۳ھ میں اسکا جواب شاہجہان کے نام بھیجا گیا، جس مین اولاً شاہجہان

کے حسب ذیل القاب ہین،

"بجانب عالی حضرت، معالی منقبت، گردون رفعت، فریدون شوکت، خورشید اضارت، جمشید

نباہت، دارا درایت، عطارد فطنت، مشتری کیاست، مسند آرای سلطنت ممالک ہند، فرمانفرمای

اقلیم سند، مظہر الطاف جلی و خفی، حارس حوزۂ کابلستان و غزنین، جالس اورنگ اقلیم نصرت آئین المختص

بمزید عنایة الملک المستعان ابو المظفر شہاب الدین محمد صاحبقران ثانی شاہجہان بادشاہ غازی"،

پھر سلاطین عثمان کے مفاخر مین لکھا ہے،

"بر علم عالم آرای ایشان (شاہجہان) مخفی و مستتر نیست کہ حضرت حق فیاض مطلق این دودمان

عظیم الشان آل عثمان را از بلطف ربانی و عون سبحانی محفوف باد برای احیای مراسم دین مبین،

و احکام شرع متین برپا و پابرجا کردہ، و اجداد امجاد ما سلاطین پاک گوہر اند خواقین معدلت گستر اند

از زمان قدیم و عہد بعید در زمان مدید تا حال بتقدیم مساعی جمیلہ و بذل اہتمام در مہمات دینیہ جزئیہ و صرف اوقات باعانت

و امداد ضعفا مشہور و معروف"،

اسکے بعد لکھا ہے کہ والی توران نے ہماری بارگاہ مین آپکی سختی و تعدی کی فریاد کی ہے،

"برای قطع رگ نزاع و جدال و حل عقدۂ صعوبت اشکال به یک محل بصوب درگاہ سلطنت پناہ و

خلافت دستگاہ، تضرع نامۂ کنگ نہ پایہ او آمدہ"،

اسلئے مین نے دو محبت نامہ لکھا:۔

"بموجب حمیت دینیہ در رافت نوعیہ، و ہمت ملکیہ، در باب سبذ دل آتش فتن بشمن و والی توران

مکتوب محبت اسلوب ارسال داشتہ"،

ملتان کے شاہی کارخانہ مین مسجد نبوی کے عرض وطول کے برابر ایک نہایت عمدہ قالین تیار کرایا گیا تھا، وہ بھی ساتھ کر دیا گیا،

ناظرین! تم نے تاریخون مین والی توران اور دارائے ایران کے دربارون سے بھی بارگاہ تیموری مین قاصد اور سفرا آتے ہوئے دیکھے ہین، اس اعزاز، اس مسرت، اس فیاضی اور اس عقیدت کا سمان بھی وہان تم کو وہان نظر آیا، اس فرق مراتب کی تم کوئی صحیح توجیہ سوا اس کے کرسکتے ہو کہ یہ خادم الحرمین الشریفین کی بارگاہ کا قاصد تھا، اور جو کچھ اوس کے ساتھ کیا گیا، اور سلطان کے حضور مین جو کچھ بھیجا گیا اور حرمین کے لئے جو تحائف قاصد کے ساتھ ارسال کئے گئے وہ شاہجہان کا ولولۂ دین پرستی، اور جوش مذہبی تھا،

ناظرین کو حسرت ہوگی کہ یہ شاہی مراسلات اگر آج تاریخون مین محفوظ ہوتے تو کس قدر بیش قیمت چیز ہوتی، لیکن مین اونھین تسلی دیتا ہون کہ اگر مورخین نے اونکی قدر قیمت کو نہین پہچانا تو ہمارے ادیبون اور منشیون نے اون کی اہمیت کا صحیح اندازہ کر لیا تھا، سلاطین اور شہزادون کے خطوط و مراسلات کا ایک بڑا قلمی مجموعہ موسوم بہ فیاض القوانین[1] اس وقت میرے سامنے ہے، اور اس مین یہ تمام مراسلات موجود ہین، ان مین والیان توران کے معاملات کے متعلق دوستانہ سفارشین اور جوابات ہین، شاہجہان اپنے عربی خط مورخہ شعبان ۱۰۶۱ھ مین سلطان کو حسب ذیل القاب سے یاد کرتا ہے:—

"انی من الیہ مآب الشوکۃ، وآیات الحشمۃ، رفیع المکان، منیع الشان، بسمو المرتبۃ سما، وعلو المرتبۃ بیضاء، معلی الویۃ السیاسۃ، باسط الریاسۃ، مشید ارکان الشریعۃ الحنفیۃ، ومؤید احکام الملۃ الحنیفیۃ، مقاتل اشرار الزیغ، ومقاتل کفار الافرنج، عالی الحضرۃ، سامی الرتبۃ، سلالۃ خواقین الروم، ناصر الملهوف والمظلوم، مورد الطاف الکریم المفضال، مہبط اعطاف الکبیر المتعال، شمس الرفعۃ والعزۃ والبسالۃ

---

[1] یہ نادر مجموعہ ہمارے مخدوم نواب حسام الملک مولوی سید محمد علی حسن خان کا مملوکہ ہے، مولانا شبلی مرحوم نے مضامین عالمگیر مین سبب سے اس کا حوالہ دیا ہے، اسکی متعدد نقلین انگلستان اور ہندوستان کے مشہور کتبخانون نے حاصل کی ہین،

واعظمۃ والشان، السلطان محمد خان، لازالت شموس سلطنتہ ثابتۃ عن الزوال واقمار دولتہ علی الکمال"

سلطان محمد خان کی طرف سے شعبان ۱۰۶۲ھ میں اسکا جواب شاہجہان کے نام بھیجا گیا، جس میں اولاً شاہجہان کے لئے حسب ذیل القاب ہیں:

"بجانب عالی حضرت، معالی منقبت، گردون رفعت، فریدون شوکت، خورشید افادت، جمشید نباہت، دارا درایت، عطارد فطنت، مشتری کیاست، مسند آرائے سلطنت ممالک ہند، فرمانفرمائے اقلیم سند، مظہر الطاف جلی وخفی، حارس حوزۂ بلاد بستان وغزنین، جالس اورنگ اقلیم نصرت آئین المختص بمزید عنایۃ الملک المستعان ابو المظفر شہاب الدین محمد صاحبقران ثانی شاہجہان بادشاہ غازی"

آگے چلکر سلاطین عثمان کے مفاخرت لکھا ہے:

"بر علم عالم آرائے ایشان (شاہجہان) مخفی ومستتر نیست کہ حضرت حق بفیاض مطلق این دودمان عظیم الشان آل عثمان را از لطف ربانی وعون سبحانی محفوظ باد، برائے احیائے مراسم دین مبین، واحکام شرع متین برپا وپایدار کردہ. واجداد امجاد ما از سلاطین پاک گوہر اند خواقین معدلت گسترند از زمن قدیم وعہد بعید وزمان مدید تا حال تقدیم مساعی جمیلہ ونمودہ اند. در غیبگیر جز ملیہ وصوف اند، وباعانت وامداد ضعفا مشہور ومعروف"

اسکے بعد لکھا ہے کہ والی توران نے ہماری بارگاہ میں آپکی سختی وتعدی کی فریاد کی ہے،

"برائے قطع رگ نزاع وجدال وحل عقدۂ سخت اشکال بدیں صوب بدرگاہ سلطنت پناہ وخلافت دستگاہ، تضرع نامۂ گنگ گوایسے او آمدہ"

اسلئے میں نے دو محبت نامہ لکھا:

"بموجب حمیت دینیہ درافت نوعیہ، وجہت ملکیہ، در باب مبذول التمس التمس والی توران مکتوب محبت اسلوب ارسال داشتہ"

سفیر کی نسبت لکھا ہی:-

"بتبشیم قوائم سریر خلافت مصیر با سرفراز کردہ شد"
بوسہ پایہ

سلطان کا یہ خط ۱۰۵۲ھ مین ہندوستان پہنچا، شاہجہان کو اس خط کا عام لہجہ پسند نہ آیا، اور سلطان کو ایک اور دوسرا شکایت آمیز فارسی خط لکھا جس کے القاب یہ ہین:-

"حشمت نصاب، عظمت مآب، بہرام صولت، مشتری سیما، کیوان منزلت، بیضا ضیا، مزئین

مہاد جہانبانی، محسن بساط کامرانی، رافع لویۂ دین مبین، ناصب اعلام شرع متین،

محارب اشرار زنگ مجادل فجار فرنگ، عالی حضرت، فلک رفعت، فرمانفرمائے بلاد روم، حامی

ملہوف و مظلوم المخصوص بوفور لطف الکریم المنان، سلطان محمد خان"

مین نے ان خطوط کے القاب سلئے نقل کئے ہین کہ تاریخون مین کتب انشا مین، ابوالفضل کے دفترون مین والیان توران اور شاہان ایران کے نام خطوط درج ہین، اون کو پڑھکر آسانی سے ہمارے ناظرین فیصلہ کرسکتے ہین کہ اون مین برادرانہ مساویانہ طرز خطاب ہی تو ان مین فرق و امتیاز و بزرگی کی گہہ داشت اعلائے دین و نشر جہاد اور دیگر خدمات مذہبی کا اعتراف و تسلیم ہی،

شاہجہان کے پر امن عہد کی تفصیل مین صفحات کچھ زیادہ لگ گئے، لیکن بہرحال وہ ضروری تھے، اب عالمگیر کا عہد آتا ہی اسکے زمانہ مین دلی اور قسطنطنیہ کے تعلقات واضح نظر نہین آتے، البتہ دستور قدیم کے مطابق کبھی ہندوستانی امرا اور علما اور میر حاج کی معرفت اور کبھی شرفائے مکہ کے وکیلون کی معرفت حرمین کی اعانت و امداد کی رقم برابر جاری ہی ۱۰۸۳ھ مین میر عزیز بدخشی نے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ نذر دیکر بھیجا گیا تھا وہین انتقال کیا (مرآۃ احمدی)

عالمگیر کے بعد ہندوستان کی تیموری طاقت کا زوال ہونے لگا، نئی نئی طاقتین ملک مین ابھرنے لگین، اسی وقت ہندوستان کی بساط پر جو یورپ مین شاطر اپنی اپنی قسمت کے پانسے ڈال رہے تھے

اون سب کو معلوم تھا کہ اس ملک کے مسلمانون کے دلون مین سلطان کی عقیدت کا کتنا گہرا نقش ہے،
اور بحیثیت خلیفۂ اسلام اونکی اطاعت کو وہ کسقدر فرض جانتے ہین، چنانچہ اوس عہد کے انگریز
و فرانسیس دونون قومون کے کھلاڑی اپنی بازی کی جیت کے لئے سلطان ہی کے نام سے اپنے پانسے
ڈالنے لگے، دونون نے اپنی کامیابی کا ذریعہ یہ سمجھا کہ وہ اپنے کو سلطان اور خلیفۂ اسلام کا دوست اور حلیف
اور دوسرے کو مخالف اور دشمن ثابت کرین، فرانسیسیون نے اس باب مین جو کوششین کی ہین اونکا
کسیقدر بیان علامۂ جبرتی کی تاریخ مصر (جلد ۳) مین ہے، انگریزون کی کوششون کی روداد ایک انگریزی
تاریخ مین موجود ہے جو ۱۸۰۰ء مین سرکاری کاغذات کی مدد سے مرتب کی گئی تھی، اس کتاب کا
عنوان یہ ہے A Review of the Orugin Progress and
Result of the Decisive War with the Late Tipu Sultan

نیز حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی فارسی تاریخ کارنامۂ حیدری مین یہ مراسلات درج ہین، یہان
سال ہوتے ہین کہ معارف (فروری ۱۹۱۸ء) کو ان خطوط کے اکتشاف کا فخر سب سے پہلے حاصل ہوا ہے
ٹیپو سلطان کے تعلقات براہ راست سلطان سے قائم تھے، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ سے (غالباً موسم
حج کے تعلق سے) باہم خط و کتابت جاری تھی، اوس زمانہ مین ارل آف مارننگٹن (مارکوئیس آف ویلسلی)
ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے ہندوستان کے گورنر جنرل تھے، اور مسٹر اسپنسر قسطنطنیہ مین برطانی سفیر تھے
انگریزون نے سفیر مذکور کی وساطت سے سلطان ٹیپو کے نام ۲۰ ستمبر ۱۷۹۸ء کو سلطان سلیم ثالث کے دربار سے
ایک خط حاصل کیا، یہ خط عربی زبان مین کئی صفحون مین ہے، اس کا ماحصل یہ ہے کہ فرانسیسی بڑے غدار ہین
ملحد ہین، بیدین ہین، اسلام اور مسلمانون کے دشمن ہین، اور انگریز ہمارے دوست اور مددگار ہین،
اسلئے فرانسیسیون سے کوئی تعلق نہ رکھو، اور انگریزون سے صلح کرلو، ۱۶ جنوری ۱۷۹۹ء کو یہ خط سلطان
ٹیپو کے پاس بھیجا گیا، اور اس کے ساتھ گورنر جنرل مذکور نے ایک خط خود اپنی طرف سے لکھا جس کے دستِ قبل

فقرے عبرت افزائے چشم بصیرت ہین،

"آپ کے لئے بہتر ہو کہ تمام مذاہب کے دشمن، اور خلیفۂ اسلام پر حملہ آور ہونے والے فرانسیسیون سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کرکے اپنا جوش اسلامی دکھائین، اور امید ہو کہ جب آپ نامۂ سلطانی کو پڑھینگے تو آپ اس نتیجہ پر پہونچینگے کہ فرانسیسیون نے مسلمانون کے مسلّم خلیفہ کی توہین کی اوپر حملہ آور ہوئے ہین اور بے وجہ اوس ملک (مصر و شام) مین ظالمانہ جنگ شروع کی ہو جس کی ہر مسلمان عزت کرتا ہے اور جس کو مذہب اسلام کی یادگار ہون کا خزینہ سمجھتا ہو"۔

سلطان ٹیپو نے سلطان سلیم کے اس خط کا نہایت مختصر جواب عربی مین لکھکر بھیجا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہو:

اوس خدا کی حمد، جس نے اسلام کو بڑے بڑے سردارون کی نگہبانی سے زینت بخشی اور جس نے مذہب کی بنیاد کو برگزیدہ بادشاہون کے نظم و نسق سے مضبوط کیا، اور درود و سلام ہو دنیا کے پیغمبر محمد پر اور اون کے آل و اصحاب پر جو خیر الانام علیہ السلام کے طریقہ کے مددگار تھے، بعد ازین :- وارث مرتبۂ سلیمانیہ جامع رموز حکمت لقمانیہ، مظہر قدرت آہیہ، مورد کرامت غیر متناہیہ، مجمع علوم و حکم، کان بلندی ہمت مقدمۂ لشکر فتح و ظفر منتخب کتاب قضا و قدر، تری اور خشکی کے بادشاہ دنیا مین خداوند تعالیٰ کے خلیفہ، سلطان روم، خدا اونکی حکومت و خلافت کو ہمیشہ قایم رکھے، کی جناب مین گذارش ہے کہ نامۂ عالی نہایت اچھے وقت مین پہونچا، اور اوس کے مضامین سے آگاہی ہوئی جس مین کہ فرانسیسی قوم کی برائیان اور اہل اسلام کے ساتھ اون کی دشمنی، اور اونکا یہ ارادہ کہ دنیا سے تمام مذاہب کو اوکھاڑ پھینکیں، اور انگریزون کی حمایت اور جناب عالی کا یہ عزم کہ حضور مین بیچ مین پڑکر ہمارے اور اون کے درمیان تصفیہ کرادین، اور جناب کا یہ حکم کہ ہمارے اونکے درمیان جو وجوہ مخالفت ہین اون کو ہم بیان کرین، مندرج تھا، آستانۂ والا پر مخفی نہین کہ ہماری غرض خدا کے راستہ مین جہاد اور دین الٰہی کے سررشتۂ امور کو درست کرنا ہے، یہ آپ نے صحیح فرمایا ہے کہ فرانسیسی قوم مین

وفاشعاری نہین اور ہم اون کی رائیون سے بہت اچھی طرح واقف ہیں، لیکن آجکل انگریز ہم سے لڑنے آئے ہین، اور انھون نے سامان جنگ تیار کیا ہی، اس بنا پر ہم پر بلکہ تمام مسلمانون پر ان سے جہاد فرض ہی، آستانۂ والا سے امید ہی کہ خاص اوقات مین ہمارے لئے دعا فرمائین اور اپنی دعا اور ہمت سے ہماری مدد فرمائین، اسی کی جناب سے درخواست ہی، اور خدا ہمارے اور آپ کے لئے کافی ہی، اور ہم نے اس سے پہلے سید علی مرحوم اور مدار الدین کی معرفت ایک بہت بڑا خط لکھا ہے جس مین بہ تفصیل اپنی باتین بیان کی ہین اور نیز ایک دوسرا خط یوسف وزیر کی وساطت سے مدینہ منورہ کی راہ سے ارسال کیا ہی، ان خطوط سے ہمارے تمام دلی خیالات بہ تشریح و تفصیل جناب والا پر واضح ہونگے،

درود ہو پیغمبر محمدؐ پر اور ان کے آلؓ و اصحابؓ پر،

کیا اس خط کے بعد بھی مسئلۂ ہندوستان و خلافت عثمانیہ مین کوئی شک و شبہہ باقی رہجاتا ہی؟

۱۲۱۳؁ھ مین ادھر انگریزون نے سرنگاپٹن پایۂ تخت میسور پر قبضہ کیا اور سلطان ٹیپو نے شہادت پائی اور ادھر مصر کو فرانسیسیون نے فتح کر لیا، سلطان شہید کے مزار واقع سرنگاپٹن (میسور) کی دیوار پر متعدد عربی و فارسی کے اشعار و قطعات تاریخ کندہ ہین، جن مین سے ایک دو شکستہ عربی شعرون کی عبارت حسب ذیل ہی،

| | |
|---|---|
| ان اخذت مصر کما قد ذکروا | اگر مصر فتح کر لیا گیا جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہین، |
| الیس تنزفتن اخذت، | اور سرنگاپٹن بھی فتح ہو گیا |
| مصیبة ما مثلها ارختها، | تو یہ ایسی مصیبت ہی کہ جسکی نظیر نہین جیسا کہ مین نے اس مصرع کو تاریخ کہی ہے |
| ذهب عز الروم و الہند کلہما | کہ روم اور ہندوستان کی تمام عزت خاک مین مل گئی، |

اس مختصر لیکن عالمگیر اسلامی اخوت سے متاثر عبارت مین روم اور ہندوستان کے تعلقات کی کسقدر واضح تشریح ہے!

۱۸۵۳ء سے ۱۸۵۶ء تک کی جنگ کریمیا مین برطانیہ نے اپنے مشرقی مقبوضات کی خاطر ٹرکی کا ساتھ دیا،
لیکن ٹرکی کو بہت جلد اس اعانت کی تلافی کا موقع مل گیا، ۱۸۵۷ء کے غدر مین کریمیا کی انگریزی فوج اپنے
ساتھ مسلمانان ہند کے نام دربار سلطانی سے ایک فرمان لائی جس مین خلیفۂ اسلام کی حیثیت سے سلطان عبد المجید
نے مسلمانون کو برطانوی حکومت کی اطاعت کی نصیحت کی تھی، افسوس ہو کہ مجھے اس فرمان کی عبارت اب تک
نہین ملی ہو تاہم یہ اسقدر مشہور واقعہ ہو کہ ہندوستان سے ہزارون میل دور رہنے والے مسلمان بھی اس سے
ناواقف نہین ہین، چنانچہ مصطفٰے کامل پاشا نے اپنی تصنیف مسئلۂ شرقیہ جلد اول صفحہ ۱۰۲ مین اور
تونس کے اخبار الصواب (۲۴ فروری ۱۹۱۲ء) نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہو،

موجودہ دیسی اسلامی ریاستون مین حیدر آباد سے بڑھ کر کوئی اسلامی ریاست نہین ہو، یہ نہین
معلوم کب سے لیکن واقعہ یہ ہو کہ مکہ مسجد سے لیکر چھوٹی چھوٹی مسجدون مین ہر ہفتہ جمعہ کے خطبہ مین حضور نظام
کے نام سے پہلے سلطان کا نام لیا جاتا ہو، مکہ مسجد مین یہ نظارہ بھی پیش آتا ہو کہ نمازیون کی صف مین خود فرمانروائے
مملکت نظام موجود ہوتا ہو اور اوس کے سامنے خطیب خادم الحرمین الشریفین کے لئے دعائے خیر کرتا ہے
اور پیچھے سے ہزارون زبانین آمین پکارتی ہین،

روم در دس کی جنگ پلونا مین ہندوستان کے عام مسلمانون نے بلکہ مسلمان والیان ملک تک نے
بڑی فراخ حوصلگی سے چندے دیئے تھے، اس تقریب سے ہماری اسلامی ریاست بھوپال نے بھی اپنا فرض ادا کیا تھا،
۱۲۹۶ھ مین نواب شاہجہان بیگم نے گرانقدر مالی امداد سلطان کی خدمت مین پیش کی تھی، اسی کے ساتھ
نواب سید صدیق حسن خان مرحوم نے بھی اپنی جدید تصنیف تفسیر فتح البیان کا ایک نسخہ پیشگاہ سلطانی مین
ہدیہ بھیجا تھا، ان ہدایا کے جواب مین بارگاہ سلطانی سے جو فارسی فرمان مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ بمہر
خیر الدین پاشا صدر اعظم آیا تھا اوس کی نقل اسوقت میرے سامنے ہو، اصل فرمان نواب صاحب مرحوم کے
خاندان مین اب تک موجود ہو، اس فرمان کے حسب ذیل اقتباسات میرے مدعا کے ثبوت کے لئے کافی ہین،

بعد از ورود آن اخلاص شعار، بدربار شوکت قرار خلافت اسلامیہ، امتثالاً لامر ظل اللہ المنان

(سلطان) کہ بر وقت امت محمدیہ اقدم فرائض است، وتشرف یافتن بمسند جلیل وکالت خلیفہ پیغمبر آخر الزمان

صلعم ...... در اثنائے این سرور ارادۂ سینۂ حضرت خلافت پناہی شرف صادر بودہ ....

حصول التفات جہان درجات حضرت خلافت پناہی برحق .... فلہذا امتثال امر مطاع

خلافت پناہی کردہ ام، و بنامۂ ہمایون خلافت پناہی ....

۱۸۷۵ء میں نواب کلب علی خان والی رامپور حج کو گئے تو سلطان کی طرف سے ان کا شاہانہ استقبال ہوا،

۱۸۷۷ء کی جنگ روس میں نواب صاحب نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ نذ بھیجے، سلطان نے اپنے سفیر کی معرفت ان کو فرمان اور تمغۂ مجیدی بھیجا ۔ غلاۂ عثمانیہ کی

مخالفت میں فتنہ پردازی کا آغاز ۱۸۹۷ء کی جنگ روم و یونان سے ہوا، چونکہ برطانیہ کی ہمدردی و اعانت یونان

کے شامل حال تھی، اسلئے مقربان بارگو حصول خوشنودی کی فکر ہوئی، سرسید اور ان کے ساتھ چند اور خطاب

یافتون نے انکار خلافت میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا، پا ونیر ان مستند مفتیون کی تحریرون کا دارالاشاعۃ

بنا، اسی زمانہ میں بمبئی کے مسلمانون نے فتح یونان کی خوشی میں جشن منایا، سرسید یہ دیکھکر غصہ سے آگ

بگولا ہو گئے، اور ایک پرزور مضمون لکھکر اس "فتنہ" سے مسلمانون کو بچانا چاہا، لیکن وہ نہ بچے اور اس دہکتی

ہوئی آگ میں کود ہی پڑے، اوس زمانہ کے مستند علمار نے اسلامی اخبارات نے اور عام مسلمانون نے سرسید

اور اون کے رفقا کی اس تحریک کو نفرت اور غصہ کی نظر سے دیکھا، مدتون رسائل و اخبارات میں اسپر گرم

دتند بحثین ہوتی رہین، اور جمہور اسلام کا فیصلہ سرسید اور اون کے معزز رفقا کے خلاف رہا،

دسمبر ۱۸۹۹ء کے علی گڈھ میگزین میں مولانا شبلی مرحوم نے ایک ناتمام مضمون مسئلۂ خلافت پر

لکھا جس میں سرسید اور عام مسلمانون کی نزاع آرا کا حوالہ دیکر تاریخی حیثیت سے یہ بتانا چاہا کہ ترکون سے

پہلے بڑے بڑے سلاطین اسلام میں پیدا ہوئے لیکن عباسیون کے مقابلہ میں کسی نے دعوائے خلافت نہیں کیا

یہ اوس مضمون کا ماحصل ہے، اس واقعیت تاریخی سے کس کو انکار ہے؟ اصل سوال تو یہ تھا کہ عباسیون

---

لہ اخبار الصفا دہلی ۲ دسمبر صفحہ ۱۶۴

اور دیگر قریشی قوتوں کے فقدان کی حالت میں تا بعض مستولی ہو، یہی اقتدار سلاطین ٹرکی کا دعویٰ قابل تسلیم ہے یا نہیں؟ مولانا نے اسکے متعلق ایک حرف نہیں لکھا، اور خود اس مضمون کی ناتمامی دلیل مختصر نمبر کے بعد مضمون کے دوسرے نمبر نکلنے کی اشاعت کا التواء اسکی دلیل ہے کہ ایک ہی نمبر سے انکو معلوم ہوگیا کہ کشف حقیقت کے بجائے اس سے اور زیادہ الجھنوں کے پیدا ہو جانیکا خطرہ ہے، آجکل اس مضمون کی طرف بار بار ہماری توجہ منعطف کرائی جاتی ہے، لیکن اولاً تو ہم ایک سوا کسی نمبر کو معصوم عن الخطا نہیں جانتے، دوسرے ایک ناتمام اور خارج از بحث مضمون کی بنا پر اسی مصنف کی زندگی بھر کے کارناموں پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا، ۱۸۷۷ء کی جنگ روم و روس میں انہوں نے شہر سے ہزاروں کا چندہ بھیجا، پھر اسی شوق و ولولہ میں ٹرکی کا سب سے اول سفر کیا اور اسکے لئے وہ مدتوں معتوب رہے، اور ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ سلطان عبد الحمید کی طرف سے اتحاد اسلامی کے مبلغ بنکر آئے ہیں، لیکن انکا یہ حال رہا کہ آخر وقت تک وہ ترکوں کے نام پر سر دھنتے رہے، ۱۸۹۳ء کی یہ مثنوی جو قسطنطنیہ میں چھپکر جشن عید کے موقع پر لکھی گئی تھی علی گڈھ میگزین کے مضمون کے ساتھ ملاکر پڑھئے قابل

حضرت خاقان خلافت پناہ    داغ نہ جبہہ خورشید و ماہ
مرحبا آفتاب خلافت دمید    غلغلہ برخاست کہ باد نوید
سایۂ یزدان بجہان ہم توئی    زیب و طراز ہمہ عالم توئی
اَیَّدَہُ اللّٰہُ بِنَصْرٍ مَزِیْد    شاہ فلک کوکبہ عبد الحمید
زیب و طراز حرمین از تو ہست    تازگی بدر و حنین از تو ہست
ہست ترا تاج خلافت بفرق    جملہ بدانند کہ در غرب و شرق
بازوی اسلام قوی از تو ہست    قرۂ عین نبوی از تو ہست
آنکہ بود شرع نبی را پناہ    جز تو کہ ہست اے شہ انجم سپاہ
شرع بجاہ تو چو شد ارجمند    باد بفرمان تو چرخ بلند

قسطنطنیہ کے قیام میں بہ تمام بالحق کہا تھا، جو دیکھا تھا خطبہ میں جب سلطان کا نام آیا تو اسکا اثر علی گڈھ میگزین کے مضمون کے مصنف پر یہ ہوتا ہے،

خطیب نے جب سلطان کے مقصورہ کی طرف نگاہ اٹھاکر بڑے جوش سے یہ کہا کہ اللہم انصر ھذا السلطان السلطان ابن السلطان الخاقان بن الخاقان السلطان الغازی عبد الحمید خان تو میرے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے اور دیر تک دل پر ایک حالت طاری تھا، اور اعلانیہ تھا خطیب نے پہلے صحابہ کا نام پڑھا اور سلطان کا نام آیا تو ایک بیتاب اثر آیا، کہ ظاہر ہوا کہ سلطان اگرچہ آج فضل و اقتدار میں ہم خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمرؓ سے کچھ نسبت نہیں رکھتا، (مکاتیب جلد ۱ صفحہ ۱۶)

جنگ بلقان مین اگرچہ اونھون نے بہت کچھ کہا لیکن صرف ایک شعر اونکے عقیدہ دلی کا آئینہ ہے،

زوال دولت عثمان، زوال شرع ملت ہے ۔۔۔ عزیزو! فکر فرزند و عیال و خانمان کب تک

پچھلی جنگ مین اونکی وفات سے چندروز پیشتر ترکون نے جنگ مین شرکت کی تھی، شہر کے چند وفاداروں نے اونکے مکان پر ایک جلسہ کا اعلان کیا، اور جب لوگ جمع ہوگئے تو اونکو اطلاع کی اور مرضی دریافت کی، اوسوقت بستر موت پر اونکی زبان سے یہ پُرسوز فقرہ نکلا کہ "آہ! مین تو اپنے کو اس لائق بھی نہین سمجھتا کہ میری کھال سے ترک اپنے جوتون کا تسمہ بنائین"

۱۹۱۱ء مین شملہ مین ایک سرکاری مشرقی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، اثنائے ملاقات مین برن صاحب چیف سکرٹری صوبہ متحدہ نے مولانا سے دریافت کیا کہ اب مسلمان مذہبی حیثیت سے حکومت برطانیہ کو کیسا جانتے ہین، مولانا نے کہا کہ آپکو خبر نہین کہ وہ خطبون مین السلطان ظل اللّٰہ فی الارض پڑھتے ہین، برن صاحب نے فرمایا کہ ہان مگر اس سے مراد سلطان ٹرکی ہین مضمون کا خاتمہ ذیل کے دو اقتباسون پر ہوتا ہے، مشہور انگریزی رسالہ "دی سینیٹ" نے نومبر ۱۸۹۵ء کے نمبر مین سلطان اور اوسکے رفقا" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا تھا، اوس کا فقرہ حسب ذیل ہے:-

سلطان، سلطنت (برطانیہ) کا رفیق ہے، جو مشرقی جنگ کے وقت انگلستان کا مددگار ہوگا، سلطان فقط فرمانروا ہی نہین ہے، بلکہ تاج برطانیہ کی سات کروڑ مسلمان رعایا کا مذہبی پیشوا بھی ہے"

یہ سات کروڑ مسلمان رعایا، ہندوستان کے مسلمان تو نہین ہین! مسٹر بلنٹ سے بڑھکر ٹرکی اور مشرق کی تاریخ کا ذاتی واقفکار انگریزون مین نہین، وہ اپنی تصنیف مستقبل اسلام مین جسکا اردو ترجمہ مولوی حسین حسن اِلہ آبادی مرحوم کے قلم سے ہوا ہے لکھتے ہین،

حنفیون کے علاوہ، سلطان کو مالکی و شافعی بھی جو پہلے خلافت عثمانیہ کو تسلیم نہین کرتے تھے اب صدق دل سے خلیفۃ الاسلام تسلیم کرنے لگے ہین......اور ہندوستان کے مسلمان ہر جگہ دن کے وقت مساجد مین علانیہ دعائین مانگتے ہین،

سب سے آخر مین مسئلہ کا فیصلہ اس رای العیان واقعہ سے ہوتا ہے کہ مدتون سے ہماری مسجدون کے منبر و محراب انھین سلاطین عظام کے ناموں سے گونج رہے ہین و للہ الحمد،

# سید جمال الدین

(۱)

سید جمال الدین افغانی کا نام گذشتہ چالیس پچاس سال سے تمام دنیاے اسلام مین جسطرح بچہ بچہ کی زبان پر ہے اسکا اثر تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ لوگون کو اُن کے حالات اور سوانح زندگی کثرت معلوم ہوتے اور ہر مشرقی زبان مین انکی متعدد سوانحعمریان لکھی جاتین، لیکن کسقدر حسرت کا مقام ہے کہ نہ صرف یہ کہ ترکی عربی، فارسی اُردو کسی زبان مین انکے حالات کا معتدبہ ذخیرہ نہین ملتا بلکہ انکی زندگی کے اہم اور ضروری اجزا بھی نامعلوم ہین روس، انگلینڈ اور فرانس مین ان کے یورپین دوستون نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی حد سے زیادہ ادھورا اور ناتمام ہے، اردو مین آجکل بعض صاحبون نے انکی سوانح نگاری کا فرض ادا کرنا چاہا ہے، مگر لفاظی اور مصنوعی انشا پردازی کے سوا اسکے اندر اور کچھ نہین،

جرمن کے فارسی رسالہ کاوہ کے کسی ایرانی اہل قلم نے سید موصوف پر ایک وسیع اور پُر معلومات مضمون لکھا ہے جسمین تمام متفرق و منتشر معلومات کو اس نے یکجا کر دیا ہے ہمارے دوست ضیاء برنی صاحب اسکو اُردو مین منتقل کر کے ہمارے بیحد شکریہ کے مستحق ہوئے ہین، اسکی اہمیت کی بنا پر ہم اسکو مقالات مین جگہ دیتے ہین، مضمون نگار نے اپنے مضمون کے حوالون کے متعلق حسب ذیل بیان دیا ہے.

" سید جمال الدین کے حالات زندگی کا ماخذ شیخ محمد عبدہ کی تاریخ ہے جو انہون نے "الرد علی الدہریین" کے مقدمہ مین دی ہے اور جسمین شرح و بسط کے ساتھ واقعات لکھے ہین اسکے علاوہ پروفیسر براؤن نے بھی "تاریخ انقلاب ایران" مین انکی مفصل سوانحعمری درج کی ہے. لندن کے زمانہ قیام کا حال خود مسٹر

نے اپنی کتاب (گارڈن خرطوم) مین تفصیل دار لکھا ہی اور روزمرہ کے حالات درج کئے ہین، مزید برآن گولڈ زیہر نے بھی اسلامی انسائیکلو پیڈیا (دائرۃ المعارفِ اسلامی) مین جمال الدین کے تحت مین کچھ حالات بیان کئے ہین "تاریخ بیداریِ ایرانیان" مصنفہ ناظم الاسلام کرمانی "مشاہیر الشرق" مصنفہ جرجی زیدان اور "المآثر والآثار" مصنفہ اعتماد السلطنت سے بھی استفادہ کیا گیا ہی، ان کتابون کے علاوہ ان دوستون کی روایات سے بھی فائدہ اُٹھایا گیا ہی جو طہران، روس، لندن اسلامبول وغیرہ مین مشار الیہ سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے یا ان کے ساتھ رہ چکے ہین۔

مشرقی ممالک مین سید جمال الدین عام طور سے سید جمال الدین افغانی کے نام سے مشہور ہین، اقوام اسلام کے سیاسی معاملات سے اُنہین بہت زیادہ شغف تھا، صاحب موصوف بلاشبہہ ایک غیر معمولی انسان اور اعلیٰ خصائل سے متصف بزرگ تھے، خداوند تعالیٰ نے مختلف صفات اُنکی ذات مین جمع کردی تھین، اُنکی مخصوص فطری قابلیت یہ تھی کہ ان کے ارشادات سامعین کے دلون مین اُتر جاتے تھے۔

ان کی زندگی کے ابتدائی واقعات معلوم نہین، اُن کے مولد کے متعلق دو مختلف روایتین بیان کی جاتی ہین، ایک یہ کہ وہ افغانی تھے، اور ہندوستان مین جا رہے تھے، مگر تحصیل علوم افغانستان مین کی تھی، دوسری مین ان کا اسد آبادی ہونا بیان کیا جاتا ہے، اور تحصیل علوم ہمدان، قزوین، اصفہان اور مشہد سے منسوب کیجاتی ہے، جن اشخاص نے اُنکی زندگی کے حالات تحریر کئے ہین وہ ان دونون روایتون کی وجہ سے بہت اُلجھن مین پڑگئے ہین، بہرحال بہت سے غیر ایرانی جو سید صاحب سے ملے ہین، اُنھون نے یہ بتایا ہے کہ سید صاحب اپنے تئین افغانی بتاتے تھے، ہمین مختلف احتمالات مین سے یہ احتمال حقیقت سے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصلاً ایرانی تھے، اور اسد آباد کے رہنے والے تھے، اُن کے والد کا نام سید صفدر تھا، جو اسی ولایت کے رہنے والے تھے

بظاہر وہ عالم نوجوانی مین ہجرت کرکے کابل چلے گئے تھے، اور وہین اپنی غیر معمولی قابلیت کے جوہر دکھائے، اور اعلیٰ درجات پر فائز ہوئے۔

سال پیدائش ۱۲۵۴ھ ہے، عالم طفولیت ہی مین اسلامی علوم مین تبحر حاصل کرلیا تھا[1]، اور حکمت ریاضی اور نجوم مین بھی کافی دستگاہ پیدا کرلی تھی، تاریخ پر انہین بہت زیادہ عبور تھا، اٹھارہ سال کی عمر مین ہندوستان کا سفر کیا، اور ایک سال اور چند مہینے تک وہان قیام کیا، یہین رہ کر انھون نے یورپین علوم سے کسی حد تک واقفیت پیدا کی اور سیاسیات سے دلچسپی لینی شروع کی، اسکے بعد ۱۲۷۳ھ مین مکہ معظمہ کا سفر کیا، اسمین پورا ایک سال لگا، حجاز سے واپس افغانستان آئے اور آتے ہی امیر دوست محمد خان کی ملازمت کرلی، جو لڑائی کہ امیر مذکور اور اسکے عموزادہ اور داماد سلطان احمد شاہ کے مابین ہرات مین ہو رہی تھی، اسمین سید جمال الدین امیر کی معیت مین تھے، دوست محمد خان نے ۱۲۷۹ھ مین انتقال کیا، اسکے بعد شیر علیخان تخت نشین ہوا، اور اس نے اپنے وزیر محمد رفیق خان کی تحریک سے اپنے بھائیون محمد افضل خان، محمد اعظم خان، محمد اسلم خان اور محمد امین خان کی گرفتاری کے احکام جاری کردیئے، آخری تین اشخاص کو اسکا پہلے سے علم ہوگیا، اور وہ فرار ہوگئے، اور خانہ جنگی شروع کردی، بالآخر محمد اعظم خان اور افضل خان کے صاحبزادے عبد الرحمن خان (جو بعد مین امیر ہوئے) نے مل کر کابل کو فتح کیا، اور محمد افضل خان کو قید خانہ سے رہائی دیکر غزنین مین لائے اور اسکو امیر افغانستان بنایا[2]، اسکا انتقال تقریباً ایک سال بعد ہوگیا[3]، اور اسکے بعد مرحوم کے بھائی محمد اعظم خان جانشین ہوئے، جدید امیر نے سید جمال الدین کو اپنا مشیر خاص بنا لیا، اور ہمیشہ انہی کے رائے سے کام کیا کرتا تھا، شیر علیخان امیر سابق ابھی تک قندہار مین تھا، اور افغانستان کا ایک

---

[1] مصنف المآثر والآثار کے بیان کے مطابق علوم شرعیہ کی تحصیل قزوین مین کی اور پھر وہان سے طہران مین آئے، [2] ۷۔ محرم ۱۲۸۳ھ [3] جمادی الآخر ۱۲۸۴ھ۔

بڑا حصہ اسکے قبضۂ و تصرف مین تھا، ۱۲۸۵ھ مین شیر علیخان نے کابل پر حملہ کردیا اور مدت تک جنگ جاری رکھنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس نے اسی سال، جمادی الاخری مین کابل کو فتح کرلیا، اور دوبارہ تخت سلطنت پر متمکن ہوا، اس واقعہ کے بعد محمد اعظم خان نیشاپور اور اسکا بھتیجا عبدالرحمن خان بخارا بھاگ کر چلا گیا، سید جمال الدین بدستور کابل ہی مین رہے، اور اپنی سیادت کے باعث شیر علیخان کے انتقام سے محفوظ رہے، لیکن تھوڑی ہی مدت بعد حج کے ارادہ سے سفر مکہ کی اجازت چاہی، اور افغانستان سے روانہ ہوگئے، سفر حجاز کے اجازت نامہ مین یہ شرط درج تھی کہ ایران سے ہوتے ہوئے نہ جائین، (مبادا محمد اعظم خان سے ملاقات کرین) اسی وجہ سے وہ ۱۲۸۵ھ مین ہندوستان کی راہ عازم حجاز ہوئے، ہندوستان مین ایک ماہ تک انہین ٹھہرنا پڑا، اور بالآخر وہ مصر کے جہاز سے روانہ ہوگئے، مصر مین چالیس دن تک قیام رہا، اور اس عرصہ مین علمائے جامع ازہر کے ساتھ مذاکرات علمی ہوتے رہے، سفر مکہ کے بعد وہ اسلامبول پہنچے جہان دولت عثمانی اور بالخصوص صدر اعظم علی پادشا کی جانب سے اُن کا تپاک آمیز استقبال کیا گیا، چھ ماہ کے قیام کے بعد وہ "انجمن دانش عثمانی" کے ممبر بنگئے، قسطنطنیہ مین پہنچنے کے ساتھ ہی حسن فہمی (شیخ الاسلام) کے دل مین انکی طرف سے جذبۂ حسد پیدا ہوگیا، سید اگرچہ جوان تھے مگر عالم جید اور شیخ الاسلام حسب معمول معمر تھے بلد رجاہل، اور وہ نہین چاہتے تھے کہ ایران یا افغانستان کا ایک نوجوان اسلامبول آئے اور اعیان مملکت کی جانب سے اسکی اسقدر عزت واحترام ہو۔ سید صاحب نے راقم الحروف کے ایک دوست سے پیٹرزبرگ مین یہ بات بیان کی تھی کہ اسلامبول پہنچنے کے بعد مین شیخ الاسلام کی مجلس مین گیا، اور نہایت بے اعتنائی کے ساتھ صدر مجلس کے پاس جاکر بیٹھ گیا، جسکی وجہ سے شیخ الاسلام مجھسے ناراض ہوگئے،...." شیخ الاسلام موقع کی تلاش مین تھے، تاکہ اپنے مخصوص حربہ سے کام لین، جسے وہ ہزار سال سے

حقیقی علما، اور دانشوروں کے خلاف استعمال کرتے رہے ہین، یعنی اپنے حریف کے خلاف کفر کا فتوی دیکر اسے میدان سے نکال دین، چنانچہ انھین یہ موقع رمضان (۱۲۸۷ھ) مین ملا، اسلئے کہ اسی مہینہ اس حربہ کو صیقل کیا جاتا ہے، تحسین پادشا (وزیر دارالفنون) صفوت پاشا (وزیر علوم) اور منیف پاشا (سفیر قدیم متعینہ طہران) اور دیگر اصحاب کی درخواست پر سید جمال الدین نے دارالفنون کے محصلین کے روبرو اپنا ایڈریس (خطبہ) پڑھا[1]، شیخ الاسلام نے اسکے ایک جملہ کی غلط تفسیر[2] کرکے شور وغل بپا کردیا، عرصہ تک اس فقرہ پر اخبارات مین چہ میگوئیان ہوتی رہین، اور جب بہت زیادہ شدت اور تلخی کا اظہار ہونے لگا، تو اس وقت (اواخر ۱۲۸۷ھ) ارادۂ سلطانی صادر ہوا کہ سید کچھ عرصہ کے لئے اسلامبول سے باہر چلے جائین، چنانچہ وہ مصر روانہ ہوگئے، اور عین ایرانی نوروز کو وہان پہنچے۔

درحقیقت سید جمال الدین کا سیاسی اور علمی شہرہ اسی تاریخ سے شروع ہوتا ہے، ابتدا مین ان کا ارادہ مصر مین اقامت کرنے کا نہ تھا، لیکن ریاض پاشا نے جو وزارت مصری کے عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے، اُن سے ملاقات کی، اور انکی لیاقت و کمالات سے وہ اسقدر متاثر ہوئے کہ انھون نے اُن کے لئے حکومت مصر سے ایک ہزار غروش مصری کا ماہوار وظیفہ مقرر کرادیا، پھر سید مصر مین رہنے لگے، دُور دور سے طالب علم استفادہ کے لئے آنے تھے، شروع مین اپنے ہی مکان مین اور بعد مین جامع ازہر مین مختلف علوم اسلامی پر درس دیتے تھے، اُن کی شہرت کا دائرہ روز بروز زیادہ ہوتا گیا، اور اپنی غیر معمولی فصاحت و بلاغت اور قدرت بیان کے

[1] بعض حوالون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا موقع آخر شعبان مین پیش آیا ہے، اسلئے کہ عثمانی ممالک مین ایام رمضان مین دارالفنون (کالج واسکول) عموماً بند رہتے ہین، [2] ایڈریس اور شیخ الاسلام کے اسرار کی پوری تفصیل "الرد علی الدہرین" کے مقدمہ مین درج ہے۔

باعث اُنھون نے اپنے شاگردون کو سکھایا کہ مختلف مضامین کو عربی مین کس طرح نیچرل (فطری) طرز تحریر مین ادا کیا جا سکتا ہے، مصریون مین بھی پرانے خیال کے فقہا اُن کے مخالف ہو گئے، اور درس فلسفہ کے باعث اُن پر سخت اعتراضات وارد کئے گئے[۱]، لیویان جو مصر مین سلطنت انگریزی کا نمایندہ تھا، ان کے سیاسی خیالات سے اسقدر برافروختہ ہوا کہ بالآخر توفیق پاشا کو جو نئے نئے خدیو مقرر ہوئے تھے، اُن کے اخراج کا حکم نافذ کرنے پر مائل کر دیا، چنانچہ وہ ماہ شوال ۱۲۹۶ھ مین اپنے خادم اور شاگرد ابو تراب کے ساتھ مصر سے خارج کر دیئے گئے۔

اس معاملہ کے متعلق اشخاص سے مختلف روایات سننے مین آئی ہین، خود سید نے کسی سے کہا تھا کہ مین نے اسمٰعیل پاشا کے خلاف مصری افواج کی مشہور و معروف بغاوت کی مخالفت کی تھی، اور مصر مین بھی یہ سُنا گیا کہ وہ فرامیسن لاج مین داخل ہو گئے تھے، اور وہان انگریزون کی مخالفت مین چند کلمات کہے تھے، بعض عربی جرائد سے یہ معلوم ہوا ہے کہ انھون نے خود فرامیسن لاج کی بنیاد قائم کی تھی، جسکے ممبرون کی تعداد تین سو تھی، اکثر مصری نوجوانون نے جو اس زمانہ مین تحریک حریت مین پیش پیش تھے، اور نیز بعض مشہور اہل قلم نے ان سے استفاضہ کیا تھا، شیخ محمد عبدہ (مفتی) ان کے شاگرد تھے، اور اسی طرح اسحاق (ادیب) بھی اُن کے تلامذہ مین سے تھے، مشہور یہ ہے کہ عربی پاشا جو مصری شورش پسندون کے سرخیل تھے، ان سے بہرہ مند ہو چکے تھے، ایک خط[۲] مین جو خود سید صاحب نے فرانسیسی زبان مین مسٹر بلنٹ کو لکھا تھا، یہ دعویٰ کیا ہے

---

[۱] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مین "سُنّی" کے عنوان کے تحت مین درج ہے، کہ سید جمال الدین نے ابن سینا کے فلسفہ کو جامع ازہر کے نصاب مین داخل کرویا تھا، وہ اسپر درس بھی دیا کرتے تھے، اور زمین کی شکل دکھانے کی غرض سے مسجد مین ایک کرّہ بھی لے آئے تھے جسپر علمانے بیحد غوغا بلند کیا تھا، اور بالآخر وہ ازہر سے خارج کر دیئے گئے

[۲] یہ خط جسپر ۱۴ جمادی الآخر سنہ ۱۳۰۱ھ کی تاریخ ثبت ہے، پیرس سے لندن گیا تھا، اور بلنٹ کی (بقیہ صفحہ دیگر)

کہ مہدی سوڈانی کے بہت سے ساتھی میرے شاگرد رہ چکے ہین۔

جمال الدین مصر سے پھر ہندوستان گئے اور حیدرآباد دکن مین سکونت اختیار کی اور وہین سے "ردِ نیچریہ" رسالہ[1] ۱۲۹۷ھ مین فارسی مین تصنیف کیا، ۱۲۹۹ھ مین یعنی مصر پر انگریزی فوج کشی کئے جانے سے پیشتر جو اسی سال ماہ شعبان مین عمل مین آئی تھی، حکومت ہند نے اُنہین دکن سے کلکتہ مین بلالیا، اور وہان اُنہین مصری شورش کے فرو ہوجانے تک نظربند رکہا، واقعۂ مصر کے بعد اُنہین حکم دیا گیا کہ ہندوستان سے باہر چلے جائین، ہندوستان سے وہ بظاہر امریکہ گئے یا چند دن لندن مین ٹھہر کر عازم امریکہ ہوگئے،

امریکہ مین چند ماہ رہے، اُن کا ارادہ یہ تہا کہ جمہوریت امریکہ کا مطالعہ کرین۔ بعد ازان وہ لندن روانہ ہوئے، اور جمادی الاخری یا رجب ۱۳۰۰ھ مین انگلستان پہنچے، کچھ دنون بعد وہ ذولقعدہ مین پیرس گئے، اسی زمانہ مین ولیفرڈ بلنٹ[2] (مشہور سیاست دان و مصنف) اُنہین پیرس مین اپنے مکان مین لے گئے، بلنٹ رقمطراز ہے کہ ابتدا مین لندن مین وہ مشائخ کا لباس پہنتے تھے مگر اب اُنھون نے علماے اسلامبول کا لباس اختیار کرلیا ہے، اور انکو خوب زیب دیتا ہے، اُنھون نے ٹوٹی پھوٹی فرانسیسی بھی سیکھ لی ہے، اور ان مصری سیاسی مفرورین سے جو یہان پناہ گزین ہین، تبادلۂ خیالات کرتے، اور نشست و برخاست رکھتے ہین، چونکہ مین خود سیاحت ہند کا ارادہ رکہتا تہا، اسلئے میری خواہش پر جمال الدین نے چند سفارشی خطوط مجھے دیئے تاکہ لوگ

---

(گذشتہ سے پیوستہ) کتاب "گارڈن خرطوم" مین موجود ہے۔ [1] یعنی ردّ دہریان، یہ رسالہ بمبئی مین ۱۲۹۸ھ مین چھپا، اور اسکا اردو ترجمہ ۱۳۰۰ھ مین کلکتہ مین طبع ہوا، اسکا عربی ترجمہ شیخ محمد عبدہ نے "الردّ علی الدہریین" کے نام سے کیا جو ۱۳۰۳ھ مین بیروت مین چھپا۔ [2] Wilfrid Blunt یہ صاحب متعدد کتابون کے مصنف ہین جنمین انگریزی قبضۂ مصر کی خفیہ تاریخ نمایان شہرت رکھتی ہے +

مجھپر اعتماد کرین، ان خطوط کا بہت زیادہ اثر ہوا، وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ تمام ہندوستان مین لوگ انکی عزت وتکریم کرتے ہین، جس زمانہ مین مسٹر بلنٹ کے ساتھ پیرس مین مقیم تھے، اسوقت اُنھون نے ایک جلسہ مین تقریر بھی کی تھی، اور افغانستان مین اپنے خاندان کے متعلق حالات بیان کئے تھے، اور چند حکایات بھی سنائی تہین،

جمال الدین تقریبًا تین سال تک پیرس مین مقیم رہے، رجب ۱۳۰۱ھ کی ابتدا مین ٹیورن کی منڈی دیکھنے کی غرض سے اٹلی گئے، وہان ایک ہفتہ ٹھہرنے کے بعد پیرس لوٹ آئے، بلنٹ سے انکی ۱۳۰۱ھ کی بہار مین پیرس مین دوبارہ ملاقات ہوئی، اسوقت وہ شیخ محمد عبدہ کے ساتھ ایک چھوٹے سے کمرہ[1] مین جسکا طول ۲½ گز اور عرض بھی اُسیقدر ہوگا، اور جو سب سے آخری منزل پر واقع تہا، رہتے تھے، اور وہین سے اپنے اخبار "العروۃ الوثقی" کی ادارت کرتے تھے، اس زمانہ مین مہدی سوڈانی کا مسئلہ انگلستان کے پیش نظر تہا، اور سید مہدی سے راہ ورسم اور خط وکتابت رکہتے تھے، اسلئے یہ تجویز کی گئی کہ سید جمال الدین مہدی اور انگلستان کے درمیان ثالث بن کر صلح کرادین، اور اس غرض کے حصول کے لئے مہدی کے پاس ایک وفد بھیجا جائے، بظاہر گلیڈ اسٹون جو انگلستان کے وزیر اعظم تھے، اسی غرض سے پیرس مین مقیم تھے، لیکن بالآخر انگلستان کی وزارت خارجہ نے اس تجویز کو رد کردیا، اخبار "العروۃ الوثقی" ۱۳۰۱ھ سے پیرس مین جاری کیا گیا[2] اور اسکا پہلا پرچہ ۱۵- جمادی الاوّل کو شایع ہوا، اس اخبار کے صرف اٹھارہ نمبر نکلے، سترہوان نمبر ۱۴- ذی الحجہ کو اور آخری نمبر ۲۶- ذی الحجہ کو شایع ہوا، انگریزی حکومت اس

---

[1] یہ مکان کوچۂ سبز (Rue de Seize) مین واقع تہا، اخبار کے چھٹے نمبر سے محل ادارت تبدیل کردیا گیا تہا، جدید مکان کوچۂ مارٹل (Rue Martel) مین واقع تہا، [2] سید جمال الدین اور محمد عبدہ کی جانب سے۔

ہفتہ وار اخبار کی روز افزون برو مزیزی سے بہت تشویش مین پڑگئی، اور مختلف ذرایع سے جنین اسکا داخلۂ ہند بھی ممنوع قرار دیدیا گیا تہا، اسکے بند کرنے کے اسباب پیدا کردیئے۔

جس زمانہ مین وہ پیرس مین تھے، وہ فرانسیسی اخبارات مین مشرقی معاملات پر مضامین لکہا کرتے تھے، انگریزی اخبار بھی اُن کے اقتباسات درج کرتے تھے، ان تمام مباحث مین وہ مباحثہ خاص طور پر مشہور ہے، جو ارنسٹ رینان[1] مشہور فرانسیسی عالم کے ساتھ "اسلام و علم" کے موضوع پر ہوا،[2]

انگلستان کی وزارت سے گلیڈ اسٹون کے مستعفی ہوجانے پر (۲۵ شعبان ۱۳۰۲ھ) اور چرچل کے وزیر ہند ہوجانے کے موقع پر پلمنٹ نے جمال الدین کو لندن آنیکی دعوت دی تاکہ چرچل کے ساتھ عالم اسلام اور انگلستان کے مابین اتحاد کی گفتگو کی جائے، چنانچہ سید ۱۰ شوال کو وارد لندن ہوئے اور پلمنٹ کے بیان فروکش ہوئے، جہان وہ تین مہینہ سے زیادہ ٹھہرے، اسی کے گہر مین مسٹر چرچل اور سرڈرمنڈ ولف[3] سے ملاقاتین رہین، اسی سال ماہ ذیقعدہ مین یہ تجویز طے ہوئی کہ سید جمال الدین ڈرمنڈ ولف کے ساتھ سب سے پہلے اسلامبول چلین، ولف مذکور کا مصر مین انگریزی نمایندہ کے طور پر تقرر ہوچکا تہا، اور طے یہ ہوا تہا کہ مصر جانے سے پہلے وہ اسلامبول جائے اور سلطان المعظم کے روبرو مصر کے متعلق ایسی قرارداد پیش کرے جس سے

---

[1] Earnest Renan [2] رینان نے ۲۰ جمادی الاول ۱۳۰۰ھ کو پیرس مین سوربون کے دار الفنون مین "اسلام اور علم" پر لکچر دیا تہا جسمین یہ دکہانے کی کوشش کیگئی تھی کہ اسلام، علم اور تمدن سے بالکل ناآشنا ہے، سید جمال الدین نے اسکا جواب فرانسیسی رسالہ "جرنل دی دبا" (Journal de Debats) مین شایع کیا، رینان نے اسکا جواب لکہا، رینان کا لکچر اور اسکا جواب رینان کے لکچرون کے مجموعہ مین شایع ہوچکا ہے۔

[3] مشار الیہ ۱۲۸۶ھ مین ایران مین انگریزی سفیر ہوکر آئے تھے۔

سلطنت عثمانی کو بھی تسلی ہو جائے، اور مصر کا بھی کچھ تصفیہ ہو رہے جو ان دونوں سلطنتوں کے درمیان باعث نزاع بنا ہوا تھا، ضمناً یہ گفتگو بھی ہوئی تھی کہ مشار الیہ یہ وعدہ کریگا، کہ انگریزی افواج تخلیۂ مصر کردینگی، اور اس طرح سے دول اسلامی (ٹرکی، ایران، و افغانستان) اور دولت انگریزی کے مابین اتحاد اور روس کے مقابلہ کے ذرائع مہیا کریگا، اس غرض سے سید کو جنکا اثر وزراے سلطان پر بہت زیادہ تھا اور جو خود بھی اتحاد اسلام کے طرفدار تھے، مفید مطلب پاکر یہ پختہ ارادہ کرلیا گیا کہ انہیں اپنے ساتھ اسلامبول لیجایا جائے، مگر عین آخری موقع پر ولف سید کو نظر انداز کر گیا، اور تنہا روانہ ہوگیا، باوجود اسکے سید کے لئے پاسپورٹ (پروانہ راہداری) لے لیا گیا تھا، اور خرچ راہ بھی ادا کردیا گیا تھا، اس کارروائی سے سید بہت ناراض ہوئے، یہانتک کہ ۱۳۰۳ھ کی ابتدا میں لندن سے روانہ ہو گئے[1]۔

انگلستان سے سید جمال الدین مشرق روانہ ہوئے[2]، غالباً ان کا خیال یہ تھا کہ نجد جاکر وہان

[1] سید جمال الدین بلنٹ کے گھر میں مہمان تھے کہ ایک دن (۱۹۔ محرم ۱۳۰۳ھ) ان کے دو دوست ایک ہندی اور ایک عرب اُن سے ملنے کے لئے آئے، کسی مذہبی یا سیاسی مسئلہ پر ان دونوں دوستوں میں اسقدر مباحثہ ہوا کہ منازعہ اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچگئی، مجبوراً صاحب خانہ (بلنٹ) نے اُن سے چلے جانے کے لئے کہا، سید جمال الدین بھی ان دونوں دوستوں کے ساتھ باہر چلے گئے، دو تین دن کے بعد جب وہ واپس آئے تو بلنٹ نے ان سے کہا کہ آپکے لئے نقل مکان کر لینا بہتر ہوگا، اس بات سے سید بہت ملول ہوئے اور دوسرا مکان تلاش کرکے وہان رہنے کے لئے چلے گئے، اور چند دن بعد وہ لندن سے روانہ ہو گئے،

[2] یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ لندن سے روانہ ہونے اور ایران پہنچنے تک جس میں ایک سال سے زیادہ زمانہ صرف ہوا، سید صاحب کہاں رہے، یہ احتمال ہے کہ وہ کچھ عرصہ تک روس میں رہے، اس مدت میں اُنکی ملاقات کاتکوف سے ہوئی، جسکے ساتھ مل کر وہ کام کرتے رہے۔

ایک متمدن اسلامی سلطنت قائم کرین، بہرحال اس سفر مین وہ پہلے خلیج فارس (بوشہر) مین آئے، اور جب انکی آمد کی خبر تار کے ذریعہ سے طہران مین پہنچی تو اعتماد السلطنۃ (محمد حسن خان) نے ناصرالدین شاہ کے حکم سے انہین طہران آنے کی دعوت دی، چنانچہ وہ شیراز و اصفہان[1] ہوتے ہوئے طہران پہنچے، اور حاجی محمد حسن امین الضرب کے مکان مین اُترے، یہ واقعہ غالبًا ربیع الثانی یا جمادی الاولی ۱۳۰۳ھ کا ہے، طہران مین انکی مدت اقامت چار مہینے سے زیادہ نہین رہی، اسلئے کہ شاہ ان سے ناراض ہوگئے تھے، اور حکم دیدیا تھا کہ ایران سے خارج کر دیئے جائین[2]، جس زمانہ مین سید طہران مین تھے، شاہ نے گیلان کا سفر کیا، لیکن جاڑے کی شدت سے مجبور ہو کر قزوین سے واپس لوٹ آیا، طہران مین اس غیر حاضری کے زمانہ مین بالخصوص وہ نہایت جرأت کے ساتھ اصلاحات کے نفاذ اور استبداد کی شکستگی کی ضرورت پر علی الاعلان گفتگو کرتے تھے، ایران سے سید جمال الدین روس گئے، اور شہر ولادی قفقاز مین محمد علیخان کاشی کے مہمان ہوئے، امین الضرب کے طہران سے آنے کے وقت تک وہین مقیم رہے، وہان سے دونون ملکر ماسکو پہنچے، جہان وہ آقا مرزا نعمت اللہ اصفہانی (جو بعد مین اس شہر مین ایرانی قونصل بن گئے) کے یہان فروکش ہوئے، باقی

[1] اصفہان مین ظل السلطانی سے ملاقات کی، اس شخص نے ولی عہد بننے اور تخت سلطنت پر متمکن ہوجانے کے لالچ مین سید کا نہایت احترام کے ساتھ استقبال کیا، اور سید کے روس چلے جانے کے بعد یہ بات سننے مین آئی ہے کہ ظل السلطان انہین اس امید مین روپیہ بھیجا کرتا تھا کہ وہ سلطنت روس کے وزرا کو اسکی جانب مائل کرین۔

[2] سید جمال الدین نے شاہ ناصرالدین سے چند بار ملاقاتین کین، اور ایک ملاقات کے دوران مین اُنہون نے کمال جرأت اور صراحت کے ساتھ معاملات سلطنت کی ابتری اور اصلاحات و ترقی کی ضرورت کے متعلق گفتگو کی، بادشاہ دل مین اس صاف گوئی سے سخت ناراض ہوا۔

# مولانا جامی کے خط کی عکسی تصویر

از ناکتشاف و تحقیق: شیخ عبدالقادر ایم اے، پروفیسر الفنسٹن کالج بمبئی

مشہور مستشرق اور ایرانی ادبیات کے ماہر پروفیسر براؤن کی لٹریری ہسٹری آف پرشیا کی تیسری جلد ۱۹۲۰ء مین شائع ہوئی ہے، اسمین شیخ شیراز کے بعد سے مولوی جامی تک کے حالات ہین، آخر مین صفحہ (۵۰۸) کے مقابل مولانا جامی کے خط کی عکسی تصویر بھی درج ہے، پروفیسر موصوف نے کچھ نہ کچھ اسکی ادبی اہمیت ہی سمجھکر اسکو داخل کتاب کیا ہے، لیکن اسکے متعلق جو کچھ اُنھون نے لکھا ہے وہ صرف یہ ہے کہ مولانا جامی کے ہاتھ کا لکھا ہوا اُن کے کلیات کا ایک نسخہ سینٹ پیٹرسبورغ مین موجود ہے، اور جسکا مفصل ذکر فاضل مستشرق بیرن وکٹر روزن نے اپنی ایک ضخیم تالیف مین کیا ہے، جسمین مولانا کے خط کی عکسی تصویر ۱۸۸۶ء مین شائع کی ہے، جسکی یہ نقل ہے"۔ روزن صاحب کی کتاب یورپ مین محدود رہی، ہندوستان مین عام طور اس نے دورہ نہین کیا، لیکن پروفیسر براؤن کی کتاب ہر بڑے شہر مین پہنچ چکی ہے، لہذا اسکے دیکھنے والون کی نظرون سے مولانا جامی کے خط کی عکسی تصویر گذر جاتی ہے۔

مگر قبل اسکے کہ پروفیسر موصوف کی کتاب ہندوستان آئے اور اُسکے طفیل مولانا جامی کے خط کی زیارت نصیب ہو، خود ہندوستان جنت نشان مین مولانا کے دست مبارک کی لکھی ہوئی ایک کتاب موجود تھی اور اب بھی ہے، جسمین ایک مقام پر انھون نے اپنے فرزند ارجمند کی ولادت کی تاریخ اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائی ہے، اس تحریر کا فوٹو پروفیسر براؤن کی کتاب شائع ہونے سے

پانچ سال پیشتر لیا گیا تھا لیکن اسکی اشاعت ایک قلیل التعداد گروہ تک محدود رہی، آج معارف کے دیکھنے والون کو اسی کے معرفت اس تحریر کے عکس سے متعارف کیا جاتا ہے،

آج سے چھہ سال پیشتر جب خاکسار مولانا سید سلیمان صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہ کی خدمت مین بانکی پور حاضر ہوا تھا اور اُنکے ہمراہ وہان کے فخر مشرق خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ کی سیر کی تو اسمین ایک نسخہ نستعلیق سلسلۃ الذہب کے دفتر اول کا نظر سے گذرا جسمین ایک مقام پر مولانا جامی نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت اپنے ہاتھہ سے لکھی ہے، اس تحریر کے مطالعہ نے آنکھون کو نور اور دل کو سرور بخشا، معاً خیال آیا کہ جسطرح مین اس خط کی زیارت سے محظوظ ہوا ہون دوستون کو بھی اسکے دید سے مسرور کرون، چنانچہ سید صاحب نے عکس کی اجازت دلوادی اور تاریخ ۴۔ ماہ مئی ۱۹۱۵ء کو اسکا عکس لیا گیا، اسکی نقل ہدیۂ ناظرین ہے۔

یہ وہی ضیاء الدین ہین جنکے لئے مولانا نے فوائد ضیائیہ (شرح کافیہ ابن حاجب مشہور بشرح جامی) اور بہارستان بجواب گلستان لکھی ہے،

جناب مولوی اسلم جیراجپوری نے اپنی حیات جامی (۱۹۱۱ء) مین صفحہ ۹۰ پر لکھا ہے کہ یوسف زلیخا کا جو نسخہ خود مولانا جامی کے ہاتھہ کا لکھا ہوا بانکی پور کے کتبخانہ مین موجود ہے، اسمین انہین کے قلم کا ایک جگہ بطور یادداشت کے یہ نوشتہ ہے، "ولادت فرزند ۔ ۔ ۔ عفی عنہ بیان" مولویصاحب موصوف کو سہو ہوا ہے، یہ نسخہ یوسف زلیخا کا نہین بلکہ سلسلۃ الذہب کا ہے،

خط کی شان بعینہ وہی ہے جو پروفیسر براؤن کی کتاب والے عکس کی ہے، خط نسخ کا رنگ نمایان طور پر غالب ہے، معلوم ہوتا ہے کہ نستعلیق خط جامی کے زمانہ تک علما اور شعراء کے استعمال مین عام طور پر نہین آیا تھا، یہی شان اس زمانہ کے فارسی مصنفین کے خط کی ہے، ۸۹۸ھ مین مولانا جامی کا وصال ہوا، ۸۹۹ھ کا ہرات مین لکھا ہوا مولانا کمال الدین حسین الواعظ الکاشفی

صاحبِ تفسیر حسینی معاصر جامی کے تحفۃ الصلوٰۃ کا ایک قلمی نسخہ اسوقت پیش نظر ہے، اسمیں بھی یہی
شانِ خط قائم ہے، لام آدھا، کاف آدھا، چ کے ایک ہی نقطہ، جسطرح ایرانی آج گ کے مرکز کی

# عکس خطِ مولانا جامیؒ

از

## نسخۂ قلمی سلسلۃ الذہب

موجودہ

کتبخانۂ خدابخش خان مرحوم، بانکی پور (پٹنہ)

شائع کردہ

شیخ عبدالقادر ایم اے پروفیسر الفنسٹن کالج
بمبئی

صاحب تفسیر حسینی معاصر جامی کے تحفۃ الصلوٰۃ کا ایک قلمی نسخہ اسوقت پیش نظر ہے، اسمین بھی یہی شان خط فام ہے، لام آدہا، کاف آدہا، ج کے ایک ہی نقطہ، جسطرح ایرانی آج گ کے مرکز کی ایک ہی کشش کہینچتے ہین، اسی طرح مولانا جامی کے زمانہ مین خراسان مین یہی رواج جاری تہا، اضافت کی علامت جہان ہمزہ لکھی جاتی ہے، مثلاً "ترجمہ عوارف" وہان صرف ہمزہ ہی لکھکر اکتفا نہین کی گئی بلکہ اکثر ہمزہ کے نیچے ایک زیر بھی لکھدیا گیا ہے، یعنی اسطرح "ترجمۂ عوارف"۔ اور یہ صحیح ہے اسلئے کہ اضافت کی علامت صرف ہمزہ نہین ہے بلکہ جیسا کہ اُستادان فن نے تصریح کی ہے، ہمزۂ مکسورہ ہے، پنجاب مین جو رسم الخط جاری ہے، یعنی ترجمہِ عوارف اُسکی کیا اصلیت ہے؟ یہ صحیح نہین معلوم ہوتا۔

ایک اور بات قابل ذکر ہے، مولانا کاشفی کے صاحبزادے مولانا صفی نے اپنی مشہور کتاب رشحات مین جہان مولانا جامی کے فرزندون کا ذکر کیا ہے لکہا ہے "اما فرزند سوم ایشان خواجہ ضیاء الدین یوسف بود، وتاریخ ولادت وے چنانچہ بخط مبارک ایشان دیدہ شدہ، برین وجہ است کہ ولادت فرزند ارجمند ضیاء الدین یوسف انبتہ اللہ نباتا حسنا فی النصف الاخیر من لیلۃ الاربعاء التاسع من شہر شوال سنہ اثنین وثمانین وثمانمایہ" جو بعینہ اسی عکسی تصویر کی عبارت ہے، کیا بانکی پور والا نسخہ وہی ہے جو مولانا علی بن حسین الواعظ الکاشفی، تخلص بہ صفی صاحب رشحات کی نظر سے گذرا تہا؟ ۔۔

# اسرارِ خودی

اور

# ڈاکٹر اقبال

اسرارِ خودی کے انگریزی ترجمہ کا ذکر ایک سے زاید بار ان صفحات مین آچکا ہے، یورپ کے نکتہ سنجون نے جس طرز پر اسکا خیر مقدم کیا اس سے بھی ناظرین معارف کافی واقف ہوچکے ہین، بعض احباب کو ڈاکٹر اقبال کے سکوت پر حیرت تھی، لیکن بالآخر ہمارے قومی شاعر کی مہر سکوت ٹوٹی، اور انھون نے انگریزی مترجم پروفیسر نکلسن کے نام ایک طویل خط لکھکر بھیجا جو انگلستان کے نامور فلسفیانہ رسالہ کویسٹ (Quest) مین شائع ہوا، ذیل مین اس مضمون کے مفہوم کو خفیف حک وحذف کے ساتھ اردو کا جامہ پہنا کر پیش کیا جاتا ہے، جس سے امید ہے کہ نکتہ سنجان یورپ کی غلط فہمیون کی ایک بڑی حد تک اصلاح ہوجائیگی، اگرچہ ہمارے نزدیک اقبال کو اور زیادہ بسط وتفصیل سے کام لینے کی ضرورت تھی۔ (ع-ن)

مائی ڈیر ڈاکٹر نکلسن

آپ کے خط موسومہ شفیع[۱] سے یہ دریافت کرکے مجھے مسرت ہوئی کہ آپکا ترجمہ اسرار خودی، انگلستان مین مقبول اور بہت کچھ مورد التفات ہو رہا ہے، لیکن بعض انگریزی ناقدین کو میرے اور نیٹشے کے بعض خیالات مین ظاہری مماثلت کو دیکھکر عجیب غلط فہمی ہوئی ہے، انہیں کے

[۱] ڈاکٹر شفیع پروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی، ایڈیٹر معارف کے زمانہ قیام انگلستان مین پروفیسر براؤن نے اثناے گفتگو مین انکی حوصلہ افزائی کی تھی۔ (معارف)

ریویو نگار نے تو بعض غلطیاں واقعات سے متعلق کی ہین، مگر غالباً نا دانستہ، اسلئے کہ اگر میری اردو نظمون کی صحیح تاریخہاے اشاعت اسکے پیش نظر ہوتین، تو یقیناً میری دماغی زندگی کے ارتقا سے متعلق اسکی راے بالکل مختلف قائم ہوئی ہوتی، اسکے علاوہ اس نے میرے مسلۂ "انسان کامل" کو جرمن فلسفی (نیٹشے) کے "سوپر مین" (فوق الانسان) سے گڈ مڈ کر دیا ہے، مین نے تصوف کے مسئلہ "انسان کامل" پر کچھ اوپر بیس (۲۰) سال ہوے لکھا تھا جبکہ نیٹشے کی بھنک بھی میرے کان مین نہین پڑی تھی، یہ مضمون اسی زمانہ مین رسالہ انڈین اینٹکوری مین شایع ہو گیا تھا، اور اسکے بعد ۱۹۰۸ء مین میرے انگریزی رسالہ "فلسفۂ عجم" مین منضم ہو کر نکلا، انگریزون کو اس مسئلہ کے سمجھنے مین بجاے جرمن فلاسفہ کے انگلستان ہی کے ایک جلیل القدر فلسفی الگزنڈر سے زیادہ مدد ملیگی، جسکے لکچرون کا مجموعہ پچھلے سال گلاسکو سے شایع ہوا ہے، اُسکی کتاب کا جو باب "معبود و خدا" کے زیر عنوان ہے، پڑہنے کے قابل ہے، ملاحظہ ہو صفحہ ۳۴۷ ....... الگزنڈر اس باب مین مجھسے بہت آگے بڑہا ہوا ہے، میرا عقیدہ یہ ہے کہ عالم مین جو شان الٰہی جلوہ گر ہے وہ بالآخر ایک برتر انسان کے قالب مین رونما ہو کر رہیگی[1] بخلاف اسکے الگزنڈر اسکا قایل ہے کہ وہ "حقیقت منتظر" ایک خداے ممکن الوجود کی شکل مین جلوہ گر ہوگی، مین اس باب مین الگزنڈر سے متفق نہین، تاہم اگر انگریز شائقین اپنے اس ہموطن کے صفحات کی مدد سے میرے خیالات کو سمجھنا چاہین تو انکی نظرون مین وہ اسقدر نامانوس نہ باقی رہین گے۔

سب سے زیادہ دلچسپ مجھے مسٹر ڈکنسن کا ریویو معلوم ہوا[2] اور اس کے متعلق چند باتین عرض کرنا چاہتا ہون:-

---

[1] اقبال کی مراد نیابت الٰہی و خلافت حقہ ہے نہ کہ تجسیم خالق - (معارف)

[2] اس ریویو کا ترجمہ ستمبر کے معارف مین نکل چکا ہے - ( " )

(۱) مسٹر ڈکنسن کا خیال (جیسا کہ میرے نام کے ایک خط مین انھون نے ظاہر کیا ہے) یہ ہے کہ مین نے اپنی مثنوی مین مادّی قوت کو معبودیت کے درجہ پر رکھا ہے، حالانکہ یہ خیال قطعاً غلط ہے، مین جس شئے کا قائل ہون وہ روحانی قوت ہے نہ کہ جسمانی طاقت، بے شبہہ جب کسی قوم کو جہاد کی دعوت دیجائے تو اس صدا پر لبیک کہنا میرے عقیدہ مین اسکا فرض ہونا چاہیئے لیکن جوع الارض (تسخیر ممالک) کے لئے جنگ وجدل کرنا مین نے حرام قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو اسرار خودی صفحہ ۱۰۳ الخ) البتہ ڈکنسن کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ نتیجۂ جنگ بہرصورت تخریب ہی ہوتا ہے، خواہ اسکی غایت حق وانصاف ہو، یا ہوس ملک گیری وتسخیر، اسلئے جنگ کا انسداد قطعاً کرنا چاہیئے، لیکن تجربہ نے بتادیا ہے کہ معاہدہ، صلحنامہ، مجلسین، کانفرنسین انسداد جنگ کے حق مین یکسر بیہودہ ثابت ہوئی ہین، یہانتک کہ بالفرض کسی ذریعہ سے اگر ظاہری محاربات کو روک بھی دیاجائے تو حریص وطامع اقوام اپنے سے کم متمدن اور کم طاقتور اقوام کے لوٹنے کی کچھ اور تدابیر نکال لین گی، پس اصل ضرورت ایک ایسی زندہ شخصیت کی ہے جو ہمارے مسائل معاشرت کو حل کرے، ہمارے خصومات کا فیصلہ کرے، اور بین الاقوامی اخلاق کو ایک مستحکم تر بنیاد پر قائم کرے، اسی خیال کو پروفیسر میکنزی نے اپنے "مقدمۂ فلسفۂ معاشرت" (انٹروڈکشن ٹو سوشل فلاسفی) کی آخری سطرون مین بکمال خوبی ادا کیا ہے، (صفحہ ۳۷۶) اقتباسات ذیل ملاحظہ ہون :-

"کوئی اعلیٰ جماعت اسوقت تک نہین پیدا ہوسکتی جبتک اعلیٰ افراد نہون اور انکی پیدائش کے لئے صرف وقت نظری نہین درکار ہے بلکہ قوت محرکہ بھی - صرف روشنی ہی نہین بلکہ آگ بھی، موجودہ مسائل معاشرت کو محض نظری حیثیت سے سمجھ لینا ہمارے درد کا درمان نہین ہوسکتا، اسوقت ضرورت صرف علماء ومعلمین کی نہین بلکہ رہبرون کی

بھی ہے، ایسے رہبر، جیسے کارلایل، رسکن، اور ٹالسٹائی ہوئے ہین، جو ہمارے ضمیر کو زیادہ سخت اور ہمین ادائے فرض پر زیادہ مستعد بنا سکین، بلکہ ضرورت تو ہمین ایک جدید مسیح کی ہے۔ یہ قول بالکل صحیح ہے، کہ اس جدید رہبر کو عملی دنیا کا شخص ہونا چاہیئے، تاکہ اُسکا پیام صدا بصحرا ہو کر نہ رہجائے، دورِ حاضر کا صحرا ہمارے گنجان شہرون کی سڑکین ہین، اور وہ مسلسل محاربات، جنکے ذریعہ سے ہم راہ فلاح ڈھونڈنا چاہتے ہین، اس رہبر کی آواز ان جگہون مین پہنچنا چاہیئے "

" یا یون کہنا چاہیئے کہ اس دورِ جدید کے لئے ہمین ایک جدید رہبر سے زیادہ ایک جدید شاعر کی ضرورت ہے، بلکہ ایک ایسے شخص کی جو رہبر بھی ہو اور شاعر بھی، حال کے شاعرون نے ہمین فطرت کے ساتھ محبت کرنا سکھایا ہے، اور بتایا ہے کہ ہمین شانِ خدا کا جلوہ دیکھنا چاہیئے، لیکن ہمین انتظار اس شاعر کا ہے جو اسی وضاحت کے ساتھ انسان مین شانِ خدا کی جلوہ نمائی کی تعلیم دے، ہمین ضرورت اس شخص کی ہے جو روزانہ زندگی مین مقاصد عالیہ کی تکمیل کی تعلیم دے، اور راہبانہ ترک و تجرید کے بجاے اس عملی زندگی مین وہ نصب العین پیش نظر رکھے، جسکے حصول مین ہمارے خیالات، افکار، جذبات اور تمنائین سب کچھ وقف ہو جائین جو ہمارے تزکیہ و تکمیل کا بہترین آلہ ہو "

مین نے "انسانِ کامل" کا جو خاکہ پیش کیا ہے، وہ انگریزی پبلک کی سمجھ مین اسی وقت آسکتا ہے جب وہ امور متذکرۂ بالا کو پیش نظر رکھے، یاد رہے کہ خاندانِ انسانیت کی خانہ جنگیون کا خاتمہ معاہدون اور صلحنامون سے نہین ہو سکتا، انکی ختم کرنے والی شئے صرف ایک زندہ شخصیت ہی ہو سکتی ہے، مین نے اسی ہستی کو مخاطب کرکے کہا ہے:

باز در عالم بیار ایامِ صلح ۔۔۔ جنگجویان را بدہ پیغامِ صلح

(۲) مسٹر ڈکنسن نے اسکا بھی تذکرہ کیا ہے کہ میری تعلیم مردانگی و سختی پیدا کرنے کی ہے، لیکن یہ تعلیم حقیقت کے اس مفہوم پر مبنی ہے، جو مین نے مثنوی مین لیا ہے، میرے عقیدہ مین حقیقت نام ہے شخصیتون اور "خودیون" کے مجموعہ کا جسکی اجتماعی تشکیل کشمکش سے ہوتی ہے اور یہی کشمکش بالآخر باہم نظم وارتباط پیدا کرتی ہے، ارتقاء حیات کے اعلیٰ مدارج اور شخصی عدم ممات کیلئے یہ کشمکش لازمی ہے۔ نیٹشے شخصی عدم ممات کا قایل نہ تھا، اور اسکے آرزومندون سے کہا کرتا تھا کہ "کیا تم دوشِ دہر پر ایک دائمی بار رہنا چاہتے ہو"۔ نیٹشے کو اس بات مین غلط فہمی یون ہوئی کہ خود دہر یا زمانہ ہی کے متعلق اسکا تخیل غلط تھا، اور زمانہ دہر کے اخلاقی پہلو پر کبھی اسکی نظر ہی نہین گئی، بخلاف اسکے مین تو انسان کا بلند ترین نصب العین بھی عدم ممات سمجھتا ہون جسکو اسے اپنی تمام قوتون کا مرکز بنا لینا چاہیئے، اسی لئے مین ہر قسم کی حرکت کو (جنمین کشمکش بھی شامل ہو) جس سے خودی زیادہ محکم ہو، ضروری سمجھتا ہون، اور اسی لئے مین صوفیانہ جمود اور راہبانہ سکون کا مخالف ہون، مین اس کشمکش کا جو مفہوم لیتا ہون وہ اصلاً اخلاقی ہے نہ کہ سیاسی، درآنحالیکہ نیٹشے کے پیش نظر غالبًا اسکا صرف سیاسی مفہوم تھا، جدید سائنس سے ہمین معلوم ہوا ہے کہ قوت مادّی کا ہر سالمہ ہزارہا سال کے ارتقاء کے بعد اپنی موجودہ ہیئت تک پہنچا ہے، اسپر بھی اسے دوام نہین اور وہ انحلال قبول کرلیتا ہے، بالکل یہی حال قوت روحانی کے سالمہ یعنی فرد انسانی کا ہے، وہ بیشمار قرنون کے تنازع وجد وجہد کے بعد جاکر اپنے موجودہ مرتبہ تک پہنچا ہے، اور پھر بھی نہایت آسانی سے انحلال واختلال قبول کرلیتا ہے، جیسا کہ امراض دماغی کے ہر طالب العلم پر روشن ہے، اسلئے اگر اپنے وجود کو برقرار رکھنا ہے تو لازم ہے کہ گذشتہ زندگی مین جو تجربات حاصل ہوئے ہین انہین فراموش نہونے دے، اور ماضی مین جو قوتین اسکے ثبات مین معین ہوئی ہین، اُن سے مستقبل مین بھی کام لیتا رہے، یہ بے شبہہ ممکن ہے کہ اُسکے آیندہ ارتقاء مین فطرت بعض

عوامل مؤثرہ کو جو اتبک اسکے ارتقا مین معین ہوتے رہتے ہین، (مثلاً جنگ و تنازع) متغیر کردے یا سرے سے محو کردے، اور نئی قوتون کو جو اتبک انسان کے لئے نامعلوم ہین، اسکے ثبات کا ضامن بنا دے، لیکن مین اس مستقبل کا خواب دیکھنے والا نہین، اور سمجھتا ہون کہ اس امکان کے بروے کار آنے مین ابھی مدتین درکار ہین، میرا خیال یہ ہے کہ گذشتہ یورپین جنگ سے سبق لینے کے لئے نسل انسانی کہین مدتون مین جاکر تیار ہوگی، اس تصریح سے ظاہر ہوگا کہ مین نے جنگ و تنازع کی ضرورت جس مفہوم مین تسلیم کی ہے وہ اصلاً اخلاقی ہی ہے، ڈکنسن نے افسوس ہے کہ میری تعلیم مردانگی و سختی کے اس پہلو کو نظرانداز کردیا ہے۔

(۳) مسٹر ڈکنسن یہ بھی فرماتے ہین کہ میرے فلسفہ کے اصول اگرچہ عام و عالمگیر ہین لیکن ان کا دائرہ اطلاق مختص و محدود کردیا گیا ہے، یہ خیال بے شبہہ ایک معنی مین صحیح ہے، شاعری و فلسفہ مین انسانی نصب العین ہمیشہ عالمگیر ہی رکھا جاتا ہے، لیکن اس نصب العین کی تحصیل جب عملی زندگی مین کیجائیگی تو لامحالہ اسکا آغاز کسی مخصوص جماعت سے کرنا ہوگا جو اپنا ایک مستقل مسلک اور مخصوص موضوع رکھتی ہو اور جسکے حدود دین تبلیغ عملی و لسانی سے وسعت ہوتی ہو، یہ جماعت میرے عقیدہ مین اسلام ہے، نسلی امتیاز جو اقوام کے اتحاد و اشتراک عمل کی راہ مین سب سے بڑا مانع ہے، اسکی سب سے زیادہ کامیاب مخالف اتبک یہی جماعت رہی ہے، رینان کا یہ مقولہ غلط تھا کہ "اسلام اور سائنس باہم متناقض ہین"، فی الحقیقت اسلام اور امتیاز نسلی باہم متناقض ہین، یہ اصول نسلی نہ صرف اسلام کا بلکہ عام انسانیت کا سب سے بڑا دشمن ہے اور اس وسوسہ شیطانی کی بیخکنی کرنا تمام محبان نوع انسانی کا فرض ہونا چاہیئے، مین نے جب یہ محسوس کیا کہ قومیت کا تخیل جو نسل و وطن کے امتیازات پر مبنی ہے، دنیاے اسلام پر بھی حاوی ہوتا جاتا ہے، اور جب مجھے یہ نظر آیا کہ مسلمان اپنے نصب العین کی عمومیت و عالمگیری کو

چھوڑکر وطنیت و قومیت کے پھندے مین پھنستے جاتے ہین، تو بحیثیت ایک مسلمان اور محبّ نوع انسانی کے مین اپنا فرض سمجھا کہ ارتقاے انسانیت مین اُنہین ان کے اصلی فرائض پر توجہ دلادون، اس سے انکار نہین کہ اجتماعی زندگی کے ارتقاء و نشو و نما مین قبیلہ وار و قومی نظامات کا وجود بھی ایک عارضی حیثیت اور ہنگامی ضروریات کے لئے مفید ہے، اور اگر انکی اتنی ہی کائنات تسلیم کرلیجائے تو مین اُن کا مخالف نہین، لیکن جب اُنہین ارتقاے انسانیت کی آخری و انتہائی منازل قرار دیا جاتا ہے تو مجھے اُن کے بدترین لعنت قرار دینے مین مطلق تامل نہین بے شبہہ اسلام سے مجھے انتہائی شیفتگی ہے، لیکن مین نے جو آغاز کار کے لئے جمعیت اسلام کو منتخب کیا ہے، اسکی محرک کوئی قومی و وطنی عصبیت نہین، جیسا کہ مسٹر ڈکنسن میری جانب منسوب کرتے ہین، بلکہ محض عملی سہولتین ہین، اسلئے کہ دنیا کی مختلف جماعات مین صرف جمعیت اسلام ہی مجھے اس غرض کے لئے سب سے زیادہ موزون نظرآئی، پھر یہ بھی واضح رہے کہ اسلام کے حدود ایسے تنگ بھی نہین، جیسے مسٹر ڈکنسن نے سمجھ رکھے ہین، قرآن جسوقت عامۂ خلائق کو اتفاق و اشتراک کے لئے صلاے عام دیتا ہے تو اُن کے جزئی اختلافات کو بالکل نظرانداز کرکے کہتا ہے قل تعالوا الی کلمۃٍ سواءٍ بیننا و بینکم۔

مین سمجھتا ہون کہ اسلام کو ایک خون ریز مذہب سمجھنے کا جو متعصبانہ خیال یورپ مین قدیم سے چلاآتا ہے، وہ ڈکنسن صاحب کے سر پر بھی سوار ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف مسلمان بلکہ کافۂ انام اسلامی عقیدہ کے رُو سے آسمانی بادشاہت مین داخل ہونے کے لائق ہے، بشرطیکہ نسل و قوم کے اصنام کو توڑ دیا جائے، اور ایک دوسرے کی خودی یا انا کو تسلیم کرلیا جائے مجالس اقوام، تکبر داریان، صلحنامے، اور فرامین شاہی، خواہ ان مین جمہوریت کا کتنا ہی رنگ بھرا جائے کسی طرح نوع انسانی کے لئے باعثِ فوز و فلاح نہین بن سکتے، انسان کی فلاح

صرف اسی مین ہے کہ سب کو بالکل مساوی و آزاد سمجھا جائے، ضرورت اسکی ہے کہ سائنس کا
مصرف جو اب تک دنیا کی ویرانی و بربادی مین ہوتا رہا ہے، سرے سے اسکو الٹ دیا جائے
اور مخفی سیاسیات کو جسکا مقصود ابتک صرف اسقدر رہا ہے کہ جو قومین زیادہ طاقتور اور زیادہ
ہوشیار نہین انہین برباد کیا جائے، ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا جائے، بیشک دوسری قومون کی
طرح مسلمانون نے بھی جنگجوئی و تسخیر ممالک سے کام لیا ہے؟ اور مجھے اس سے بھی انکار نہین کہ
ان مین سے بعض نے اپنی ذاتی حرص و ہوس کو جامۂ مذہب پہنایا ہے. با این ہمہ یہ مین اذعان
کامل کے ساتھ کہتا ہون کہ ملک گیری عقاید اسلام مین ہرگز داخل نہین بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ
مسلمانون کے فتوحات اور کشور کشائیون ہی نے اس مبارک نظام جمہوریت و معاشرت کے
نشو و نما کو روک دیا، جسکی تخم ریزی قرآن و احادیث نبوی کے صفحات مین کی گئی تھی، یہ ضرور
ہوا کہ مسلمانون نے بڑی بڑی سلطنتین قائم کرلین، لیکن اسکے لئے انہین اپنے بعض اہم ترین اصول
قربان کرنے پڑے اور اسلام کے سیاسی مطمح نظر پر قدیم مشرکانہ رنگ پھر دوڑ گیا، اسلام بیشک
دوسرون کو اپنا جزو بنا لینے کے لئے آیا ہے، لیکن کیونکر؟ ملک گیریون کے ذریعہ نہین بلکہ
اپنی تعلیمات کی سادگی، اپنی تعلیمات کی موافقت عقل سلیم، اور فلسفیانہ موشگافیون سے بیگانگی
کی بنا پر۔ چین مین محض دعوت و تبلیغ کے اثر سے آج جو لاکھون کرورون کی تعداد مین مسلمان
موجود ہین وہ اسکا واضح ثبوت ہین کہ بغیر کسی قسم کے جبر و اکراہ اور سیاسی قوت کے شمول کے
بھی اسلام بخوبی پھیل سکتا ہے، مین نے بیس برس سے زاید دنیا کے فلسفہ کا مطالعہ کیا ہے اور
مین سمجھتا ہون کہ اس بنا پر راے قائم کرنے مین بے تعصبی برت سکتا ہون. میری فارسی مثنویون کا
مدعا اسلام کی وکالت نہین، بلکہ مقصود صرف اسقدر تھا کہ دنیا کے سامنے ایک عام و عالمگیر
تعمیری نصب العین پیش کرون، لیکن اس نصب العین کا خاکہ تیار کرتے وقت مجھے ناممکن

معلوم ہوا کہ اس نظام معاشرت کو سرے سے نظرانداز کر جاؤن، جسکی غایت وجود یہ ہے کہ ذات پات، دولت و مرتبہ، نسل و قوم کے امتیازات کو مٹا دیا جائے، اور جسکی تعلیم یہ ہے کہ ایک طرف معاملات دنیوی کو بھی برتا جائے، اور دوسری طرف انسان معاملات مین اغراض دنیوی سے بالکل قطع نظر کرکے محض احکام الٰہی پر نظر رکھے، یورپ اس قدیم تعلیم سے بیگانہ ہے یہ درس ہم اُسکو دیسکتے ہین،

آخر مین صرف ایک بات اور کہنا ہے، مین نے جو یادداشتین آپکو لکھ بھیجی ہین، اور جنھین آپ نے اپنے مقدمۂ اسرار خودی مین شامل کردیا ہے، اُن مین بالقصد مین نے اپنے اور مغربی حکمار کے خیالات کے مابین تعلقات دکہائے تھے، اس خیال سے کہ اس سے انگلستان مین میرے خیالات کے سمجھنے مین سہولت ہوگی، ورنہ اگر مین چاہتا تو بہت آسانی سے اپنے خیالات کے لئے سررشتۂ استناد قرآن اور مسلمان صوفیہ و حکمار کے اقوال سے پیش کرسکتا تھا، بلکہ اسرار طبع اول کے دیباچہ مین جو ہندوستان مین شایع ہوا تھا، مین نے یہی کیا بھی تھا، مین دعوی کے ساتھ کہتا ہون کہ اسرار کا فلسفہ جو کچھ ہے وہ قدیم مسلمان صوفیہ و حکما ہی کی تعلیمات کا تکملہ ہے، برگسان نے دہر و زمان کی جو تشریح کی ہے، وہ تک ہمارے ہان کے تصوف مین بھی موجود ہے، قرآن اگرچہ کوئی فلسفہ کی کتاب نہین، تاہم حیات انسانی کے مقصد و رفتار کے متعلق اسمین بھی متعین ہدایات موجود ہین، جنکا مبنی بالآخر بعض اصول حکمیہ ہی ہین انہین قدیم اصول کا اگر کوئی موجودہ مسلمان متعلم فلسفہ آج اعادہ کرے اور وہ بھی قرآن اور فلسفہ ماخوذ از قرآن کی روشنی مین، تو اس پر "پرانی بوتلون مین نئی شراب بھرنے" کا اطلاق کرنا (جیسا کہ ڈکنسن نے کیا ہے) کسی طرح صحیح نہین ہوسکتا یہ تو محض قدیم متن کی تفسیر جدید تجربات کی روشنی مین ہے، مقام تاسف ہے کہ مغرب اسلامی فلسفہ سے اسقدر ناآشنا ہے، مجھے اس بحث پر ایک ضخیم کتاب لکھنے کی فرصت ہوتی تو مین یورپ کے علماے فلسفہ کو بتا سکتا کہ ہمارے اور اُنکے فلسفہ مین کس بڑی حد تک اشتراک ہے "

# طبِّ عربی

پروفیسر براؤن کی تازہ تالیف طبِّ عربی (Arabian Medicine)

جسکا ذکر پچھلے نمبر کے اخبار علمیہ مین آچکا ہے، ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ مین حسب ذیل ریویو شائع ہوا ہے،

---

طب عربی کے موضوع پر لکچر دینے کے لئے پروفیسر براؤن سے بہتر انتخاب شاید کسی اور کا ہو بھی نہین سکتا تھا، اسلئے کہ وہ نہ صرف ایک ممتاز و نامور مستشرق ہین، بلکہ طبیب بھی ہین جس عالمانہ انداز سے اُنھون نے مسائل پر بحث کی ہے، اُسکا مطالعہ ناظرین کے لئے خاص لطف رکھتا ہے، اور مصنف نے ان اوراق کی محدود گنجائش مین جو ذخیرۂ معلومات فراہم کر دیا ہے، اسپر وہ مستحق تہنیت ہین اُنہین چونکہ چار ہی لکچر دینا تھا، اسلئے انھون نے اپنے دائرۂ نظر کو آٹھوین اور تیرہوین صدی کے درمیان محدود رکھا ہے، اور عربی علوم سے متعلق ہمارے جو کچھ معلومات ہین، وہ بھی گویا اسی دور مین محدود ہین، اُنکے اقوال طبیبانہ و مستشرقانہ، دونون حیثیتون سے استناد رکھتے ہین، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اُنکی کتاب نہ صرف تاریخ طب مین ایک اہم باب کا اضافہ کرتی ہے بلکہ عام علمی ذخیرہ مین بھی۔

یہ ابتدا ہی سے ملحوظ رہے کہ جہانتک اہل عرب کا تعلق ہے، زمانۂ جاہلیت یا عہد قبل اسلام، یعنی ساتوین صدی عیسوی سے قبل کے حالات سے دنیا تقریبًا لاعلم ہے، البتہ مسلمانون کے دفعتہً تمدن اختیار کر لینے کے وقت سے مشرق مین علم کی ایک لہر دوڑ گئی، اور آٹھوین اور نوین صدیون مین بغداد کے خلفائے عباسیہ کی سرپرستی مین بڑی قوت و اہتمام کے ساتھ جملہ علوم و فنون کا احیا، ہونے لگا، اسوقت یونانی علوم کا ریلا اس زور سے آیا کہ اگر قدیم عربی طب کا کچھ وجود رہا بھی ہوگا تو اس

سیلاب کی رو مین بہ گیا، اسی کے ساتھ اس زمانہ مین شاپور ایرانی و حران شامی کے اثرات کافی حد تک پڑتے رہے، بقول پروفیسر براؤن کے، قدیم اہل عرب مین جو چیز بن طب کے نام سے موسوم تھین، اُن مین اور اس نظام طب مین جو بقراط و جالینوس کے اصول پر بغداد مین مرتب ہوا، عظیم الشان فرق تھا، طب عربی کی کتابون کی زبان عربی ضرور ہے، لیکن واقعتہً یہ طب یونانی الاصل ہے، اور اسکی تنظیم مین ہندوستانیون، ایرانیون، اور شامیون کی محنتین شامل ہین، ڈونگلس نے سچ کہا ہے کہ طب یونانی کو، بقراط و جالینوس کے نااہل تلامذہ کے ہاتھون سے نکال کر اس جھلملاتی ہوئی شمع کو روشن رکھنے والے عرب ہی تھے؛

اس دور کی کسی طبی تصنیف کی تفصیلی فہرست مضامین پر نظر کرنے سے حکمت عرب کا صحیح اندازہ کرنے مین مدد ملیگی، اُنکی ترقی کا اصلی مانع یہ امر تھا کہ یہ لوگ اجسام کی چیر پھاڑ نہ کرتے تھے، اور اسلئے تشریح سے ناواقف تھے، بے شبہہ اس امر کی تھوڑی بہت شہادت موجود ہے کہ نوین صدی مین ایک طبیب بندرون کی چیر پھاڑ کرتا تھا، لیکن یہ چند ان قابل وقعت نہین، اصل یہ ہے کہ دوسری قومون کی طرح عربون کو بھی اس باب مین مذہبی حیثیت سے پس وپیش تھا، پھر پروفیسر براؤن، نوین صدی کی ایک طبی تصنیف "فردوس الحکمت" Paradise of wisdom کے تذکرہ مین کہتے ہین کہ اگرچہ اسمین بکثرت امراض کا بیان ہے تاہم بجز خاص خاص علامات امراض اور معالجات کے اور کچھ درج نہین، اور تجربہ مین آئے ہوئے مریضون کے حالات اور اُسکے متعلق یادداشت کہین بھی درج نہین، غرض طب عربی کو اگرچہ اُس نے ابوبکر رازی و ابن سینا کے پایہ کے اشخاص پیدا کئے، افادی نقطہ نظر سے آج صرف کہنہ و متروک نظامات طبیہ ہی کی صف مین جگہ مل سکتی ہے،

موضوع کے سنجیدہ پہلو سے جس پر کتاب مین نہایت مبسوط بحث موجود ہے، قطع نظر کرکے

جب ہم طب کے متعلق افسانہائے کہن پر متوجہ ہوتے ہین، جنکا ایک ذخیرہ ہر قدیم علم سے متعلق ملتا ہے، تو ذیل کے دو دلچسپ واقعات سے دوچار ہوتے ہین، پہلے حصہ کے متعلق ایک دلکش تصویر کتاب کے آغاز مین موجود ہے، یہ قصہ یہ ہے کہ دو طبیبون مین ایک بار زہر کے ذریعہ سے مقابلہ قرار پایا، شرط یہ ٹہری کہ ایک فریق دوسرے کو تیز سے تیز زہر دیگا، تاکہ دوسرا اپنی قابلیت سے اس زہر کا توڑ کرے، پہلے فریق نے اپنے حریف کا دیا ہوا زہر پیا، لیکن معاً اُسکی دوا کامیابی کے ساتھ کر لی، اسکے بعد جب اُسکی باری آئی تو اس نے ایک گلاب کا پھول توڑ کر اور اس پر کوئی عمل دم کر کے اپنے حریف کو سونگھنے کیلئے دیا، اس شامت زدہ طبیب کے پاس اس حربہ کے لئے کوئی سپر نہ تھی، وہم و دہشت نے اُسے ایسا دبایا کہ اس معمولی پھول کے سونگھتے ہی ختم ہوگیا! دوسرا لطیفہ یہ درج ہے کہ دسوین صدی مین بغداد کے ایک مُسن شریف نے اس امر کی درخواست دی کہ اُسے اپنا مطب جاری رکھنے کی اجازت دیجائے، وہ سب سے آخری اُمیدوار تہا، ممتحن نے سوال کیا کہ کیا استعداد و قابلیت رکھتے ہو، اسکے جواب مین ان بزرگ نے ایک کیسۂ زر ممتحن کی میز پر رکہدیا، اور فرمایا "یہ سچ ہے کہ مین نے باضابطہ کچھ بھی تعلیم نہین حاصل کی ہے، لیکن ایک بڑے خاندان کی پرورش کا بار میرے ہی سر ہے" ممتحن کو اسپر ہنسی آگئی، اور اس شرط کے ساتھ اُنہین سند طبابت دیدی کہ آیندہ بجز سکنگبین اور گل عباس کے اور کوئی شئے نسخہ مین نہ تحریر کرین۔

پروفیسر براؤن نے وقت اور صفحات کی محدود گنجائش کے باعث اُنہین پانچ صدیون کو اپنا موضوع بحث قرار دینے کا معقول فیصلہ کیا ہے، لیکن ہماری تمنا تھی کہ طب عربی کا وہ قدیم تر مشرقی نظامات طبیہ سے موازنہ کرنے مین ذرا زیادہ تفصیل سے کام لیتے، خصوصاً مصر و اسیریا کے نظامات طبیہ سے۔ طب مصری کا اُنہون نے بہت ہی مجمل تذکرہ کیا ہے، اور طب اسیریوی کا

سرے سے ذکر ہی نہین کیا ہے، مشرق قریبہ کی قرابادین کی تحقیق مین بھی اگر کچھ اور وقت صرف کیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا، اسلئے کہ (جیسا کہ شام کی کتب طبیہ سے معلوم ہوتا ہے) ان ممالک کے قدیم طبی تجربات کا ذخیرہ بالکل ضائع نہین ہوگیا ہے، افسوس ہے کہ کیمبرج مین اُن مشرقی زبانون کے جنکی عظمت مسلّم ہے، سامی اور پہلو بہ پہلوان زبانون کے مطالعہ پر بھی وقت صرف کیا جاتا ہے، جو محض مجموعۂ اشارات ہین، (اور جن پر "زبان" کا اطلاق بھی بمشکل ہو سکتا ہے) تاہم، ہم آخر مین بغیر اس اعلیٰ کتاب کی ذرا بھی تنقیص کئے ہوئے اُمید کرتے ہین کہ پروفیسر براؤن جب فردوس الحکمت کو اپنی تہذیب کے ساتھ شائع کرینگے تو اُسکی قرابادین کی تاریخ پر بھی ضرور روشنی ڈالین گے۔

(ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

# تلخیص و تبصرہ

## شاعری کی حقیقت اور اسکا اثر

### عرب عربار کی نگاہ مین

جنگ عظیم کے ہیجان نے جن اسلامی ملکون کو بیدار کیا ہے، اور ان مین قومی و علمی ترقی اور سیاسی آزادی کی لہرین پیدا کر دی ہین، ان مین مصر کے بعد تونس کا درجہ ہے، ایک سال سے یہان الفجر کے نام سے ایک علمی رسالہ شایع ہوتا ہے، جسکا نام اس بات کی طرف تلمیح ہے کہ اب ان کے ملک مین شب غفلت کے بعد صبح بیداری نمودار ہو گئی ہے، رسالۂ مذکور کی عربی زبان نہایت فصیح اور عمدہ ہوتی ہے، اور ملک کے مایۂ ناز انشا پرداز اسمین مضامین لکھتے ہین، اس رسالہ کے جولائی نمبر مین شعر و شاعری پر ایک دلچسپ اور پر معلومات مضمون نکلا ہے، اس مضمون کا ایک حصہ خاص طور سے پڑہنے کے لائق ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبتک کوئی علم، علماء اور مصنفین کے تکلفات، تصنعات اور اصطلاحات کے بارِ عظیم کے نیچے دب کر "فن" نہین بن جاتا، وہ کسقدر حقیقت سے قریب تر فطرت کی صحیح مثال، آسان، سادہ اور بے تکلف ہوتا ہے۔

شاعری کی تعریف اور تحدید مین ہمارے علمائے فن نے ورق کے ورق سیاہ کر دیئے ہین، اور جسقدر اصول و اصطلاحات کی وہ پابندی بڑہاتے گئے ہین، اسیقدر اُن کا بیان چیستان، معما، اور حقیقت سے دُور ہوتا گیا ہے، یہانتک کہ "فن" کے مطابق شاعری کی سب سے آخری تعریف یہ

گیگئی ہے کہ وہ کلام ہے جبین وزن ہو، قافیہ ہو، اور متکلم نے بالقصد اُسکو موزون کیا ہو" یہ درحقیقت شاعری کے کالبد کی تعریف ہے، اُسکی رُوح کی نہین،

اسکے برخلاف اس تعریف کو سنو جو اُن لوگون کی زبانون سے نکلی ہے جنکے سینے مصنوعی فن دانی کے داغ سے پاک تھے، بارگاہِ نبوت کے شاعر حضرت عبداللہ بن رواحہ سے کسی نے پوچھا کہ شعر کیا ہے؟ انھون نے جواب دیا ھو شئی یختلج فی الصدر فینطق بہ اللسان یہ وہ چیز ہے جو سینہ مین جب کھٹکتی ہے تو زبان بولنے لگتی ہے" شعر کی وجدانی حقیقت کو کس خوبی سے ان الفاظ مین ادا کیا گیا ہے

حضرت عمر بن خطاب گو خود شاعر نہ تھے مگر شعر و سخن کا نہایت صحیح مذاق رکھتے تھے، اُن سے شاعری کی تعریف پوچھی گئی تو انھون نے فرمایا کہ "یہ وہ چیز ہے جو غصہ کو فرو اور جوش کو ٹھنڈا کر دیتی ہے اور سائل کے مطلب کو پورا کرا دیتی ہے" یہ شاعری کی تاثیری حقیقت کا کتنا سچا بیان ہے،

ہم سمجھتے ہین کہ لکھ پڑھکر اور عروض قافیہ رٹ کر ہر شخص شعر کہہ سکتا ہے، لیکن تم کو سُن کر حیرت ہو گی کہ خلیل بن احمد جو فنِ عروض کا واضع اور بانی تھا وہ شعر نہین کہتا تھا، لوگون نے اُس سے اُسکی وجہ دریافت کی، اُس نے جواب دیا کہ جو مین کہہ سکتا ہون وہ کہنا نہین چاہتا اور جو کہنا چاہتا ہون وہ کہہ نہین سکتا،" اس سے معلوم ہو گا کہ شاعری صرف کلام موزون و مقفی کا نام نہین ہے،

یہ شعر ہی کا اثر تھا کہ آنحضرت صلعم نے اسیرانِ بدر مین سے ابو عزہ جمحی شاعر کو بلا فدیہ چھوڑ دیا، اور صرف اُس سے یہ عہد لیا کہ وہ آیندہ اپنے شاعرانہ اسلحہ سے مسلمانون پر حملہ آور نہوگا، اور یہ عہد اُس سے نہین لیا کہ وہ لوہے کی چمکدار تلوار لیکر مسلمانون کے مقابلہ مین میدان جنگ مین نہین آئیگا، پھر یہ شاعری ہی کا اثر تھا کہ حضرت کعب بن زہیر جب ایک قصیدۂ معذرت لیکر حاضر ہوئے تو آپ نے اُنکی جان بخشی فرمائی، اور ردائے مبارک عطا کی اور پھر یہ شاعری

ہی کا اثر تہا کہ مشہور یہودی شاعر کعب بن اشرف طائی جو اپنی شاعری کے زور سے مسلمانون کے خلاف میدان جنگ مین فوجین بہیجتا تہا، اور مسلمان خواتین کو خطاب کرکے عشقیہ غزلین کہتا تہا وہ مسلمانون کے ہاتہہ سے قتل ہوا، اور یہ بہی شاعری ہی کا اثر تہا کہ نضر بن حارث جو اسیران بدر مین تہا، اور مسلمانون کے خلاف نہایت پرجوش نظمین کہہ کہکر ابہارا کرتا تہا مقتول ہوا، اور یہ بہی شاعری ہی کا اثر تہا کہ جب اس مقتول کی بہن نے اپنے بہائی کا مرثیہ لکہا اور وہ آنحضرت صلعم کے سمع مبارک تک پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ کلام مین پہلے سنتا تو نضر کو معاف کر دیتا"

---

## چند قدیم آلات رصد

حال مین آثار قدیمۂ ہند کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے، اسمین مسٹر جی، آر، کئی نے ان تین اصطرلابون اور ایک کرۂ فلکی پر جو حال مین ڈائرکٹر جنرل آثار قدیمہ نے دلی عجائب خانہ کے لئے دلی کے ایک بزرگ سے خریدے ہین، نہایت دلچسپ مضمون لکہا ہے۔

ان آلات مین کرہ پر بنانے والے کا نام اور تاریخ بہی درج ہے، وہ یہ ہے "بال دین محمد بن ملا قاسم محمد بن حافظ عیسیٰ بن شیخ الہ داد، ہمایونی ۱۰۸۷؁ھ تقریباً ۱۶۷۶؁ع" - یہ شخص لاہور کے ایک اصطرلاب بنانے والے خاندان کا معلوم ہوتا ہے، خود اس نے جے سنگہ کے رصدخانہ کے بہت سے آلے اپنی ذہانت سے بنائے تہے، اور اسی کے ہاتہہ کا ۱۰۷۰؁ کا بنا ہوا ایک اور آلہ بہی برطانوی عجائب خانہ مین موجود ہے،

ان دلی کے اصطرلابون مین نہ تو بنانے والون کے نام ہی ہین، اور نہ کوئی تاریخ ہی ہے البتہ اسکی طرز صنعت سے زمانہ کا پتہ لگایا جا سکتا ہے، ان مین سب سے پرانا اصطرلاب

خط کوفی مین لکھا ہوا ہے، اور تیرھوین صدی کا ہے، اور دوسرا پندرھوین صدی کے آخر کا ہے اور تیسرا جو دیوناگری مین ہے، تقریباً سترھوین صدی کے آخر کا ہے، ان تمام مین علم نجوم و آثار قدیمہ کے لئے بہت کچھ سامان دلچسپی موجود ہے، ان مین سے دو کا کام بہت لاجواب ہے۔

پیتل کا کرہ جو ۶۱ء۶ انچ قطر کا ہے، جو ایک چھوٹی سی لکڑی سے لگا ہوا اور سیدھی لکیر سے گھرا ہے، چار نقطہ عظیم نشان دادہ ہین، اور مشرق و مغرب کی تدریجی ترقی کے لئے ابجد حروف ۶ سے لیکر ۹۰ تک کے مجموعہ کے دیئے ہوئے ہین، کرہ پر ۹۲ ستارون کی جگہین بنائی گئی ہین، اور اُن مین سے گیارہ کے نام بھی بتائے گئے ہین، ستارون کی جگہ اسطرح بنائی گئی ہے کہ ایک چھوٹے سے دائرہ مین ایک باریک نقطہ دیدیا گیا ہے، اصطرلابون مین بھی ستارون کے مقامات بنائے گئے ہین، اور یہ چیزین بہت کچھ ریاضی کے معلومات رکھتی ہین"

شاید ہمارے محکمۂ آثار قدیمہ کے روداد نگار صاحب کو یہ نہین معلوم کہ ہندوستان مین کرہ اور اصطرلاب کے فن کو جس نے ترقی دی وہ شہنشاہ ہمایون تہا، اور اسی لئے ہندوستان مین جو کرہ ساز ہمایون کے طریق پر کرے یا اصطرلاب بناتے تھے وہ اپنے کو ہمایونی کہتے تھے، اور یہی سبب ہے کہ ہندوستان مین جسقدر پرانے اور مستند اصطرلاب اور کرے ملتے ہین اُن پر اکثر ہمایونی لکہا رہتا ہے، لاہور مین ہمایونی طرز کے کرہ اور اصطرلاب بنانے والون کا ایک خاندان آباد تہا، ندوہ کے کتب خانہ مین جو اصطرلاب ہے، اُس پر بھی لاہور کے ہمایونی خاندان کا نام کندہ ہے۔

---

# اخبار علمیہ

سنہ ۲۳ء مین رایل ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹن، جسکا سال افتتاح سنہ ۱۸۲۳ء ہے، اپنی یکصدی کی سالگرہ منائیگی، اسکے لئے وسط سنہ ۲۱ء ہی سے انتظامات شروع ہوگئے ہین بطور یادگار کے ایک ضخیم جلد بھی شایع ہوگی، ایک کمیٹی ان انتظامات کے لئے مقرر کردیگئی ہے، جسکے ارکان مین اصحاب ذیل شامل ہین :-

ڈاکٹر مارگولیتھ، ایم، اے، ڈی، لٹ، پروفیسر عربی کیمبرج،

مسٹر پارجیٹر، ایم، اے، (ایڈیٹر)

ڈاکٹر نکلسن، ایم، اے، ڈی، لٹ، پروفیسر عربی کیمبرج،

پروفیسر میکڈانل، ایم، اے، پی، ایچ، ڈی، پروفیسر سنسکرت آکسفورڈ،

پروفیسر سائیس، ایل، ایل ڈی، ڈی لٹ، آکسفورڈ،

سر ہنری ہوورتھ، ایم، اے، ڈی سی، ال،

(ایشیاٹک سوسائٹی جرنل)

---

ملک سویزرلینڈ مین فی لاکھ آبادی مین ۲۴۵ اشخاص گونگے پائے جاتے ہین،

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| عموماً یورپ | " | " | " | ۷۹ | " | " | " |
| ملک امریکہ | " | " | " | ۶۸ | " | " | " |

(پاپولر سائنس)

اخبارات عالم کی کانگرس کا اجلاس اس سال ہونولولو (مضافات امریکہ) مین قرار پایا ہے، اور تاریخہاے انعقاد ۴۔ اکتوبر سے ۱۴ ر اکتوبر تک ہین، اخبارات ہند کے نمایندہ کی حیثیت سے مسٹر ہارنیمن، سابق ایڈیٹر بمبی کرانیکل شرکت کرینگے۔

---

ڈاکٹر کیلوگ نے "جرنل آف ہیلتھ اینڈ انڈسٹریز" مین موجودہ انسانی ماحول کے غیرطبعی حالت اور نسل انسانی کے زوال و انحطاط پر ایک مبسوط مضمون لکھا ہے، جسمین وہ تحریر کرتے ہین کہ موجودہ تمدنی طرز معاشرت جسکے باعث گویا ہر فرد بشر مقید ہوکر رہجاتا ہے، صحت و درازی عمر کے حق مین سم قاتل ہے، گوریلا جو حیوانات مین سب سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے، قید کی حالت مین دو برس سے زیادہ زندہ نہین رہتا، شہر کے تاجرون اور کاروباری اشخاص کا اوسط عمر بمقابلہ کاشتکارون اور دیہاتیون کے بقدر بیس سال کے کم ہوتا ہے، جزیرہ مارکویشس کی آج سے سو برس اُدھر ایک لاکھ چالیس ہزار کی آبادی تھی، لیکن تہذیب و تمدن کے زیر اثر اب اسکی کل آبادی چند سیکڑہ رہ گئی ہے، شہری اور دیہاتی اوسط عمر مین فرق کا باعث ڈاکٹر موصوف کی تشخیص مین دونون کا اختلاف طرز معاشرت ہے، دیہاتیون کو خواہ کتنی ہی محنت شاقہ پڑے تاہم وہ میدانون اور تازہ ہوا مین رہنے کے خوگر ہوتے ہین، بخلاف اسکے اہل شہر کی ساری عمر تنگ مکانات کے اندر گذرتی ہے، دیہاتیون کے مقابلہ مین شہریون کے جلد مرجانے کا خاص باعث یہی ہے،

---

آگے چلکر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہین کہ دوران جنگ مین جو طبی معاینہ کئے گئے، اُن سے معلوم ہوا کہ ۲۱ و ۳۰ سال کی درمیانی عمر کی آبادی مین جو شباب و قوت کا اصلی زمانہ ہے پوری

نصف تعداد ایسے نحیف الجثہ، ضعیف الخلقت، یا دایم المرض اشخاص کی نکلی جو یہی نہین کہ میدان جنگ پر اُسوقت جانے کے ناقابل تھے، بلکہ تربیت و قواعد دانی کے بعد بھی میدان مین جانے کی سرے سے صلاحیت ہی نہین رکھتے تھے! بقول ڈاکٹر صاحب کے اُن کے وطن (امریکہ) کی جو ۱۰ کرور کی آبادی ہے، اُسمین ہر سال ۵ لاکھ موتین ہوا کرتی ہین، اور ۳۰ لاکھ افراد بارہون مہینہ مریض رہا کرتے ہین! آبادی ملک مین دس فیصدی اشخاص تپ دق کی، اور ۵ فیصدی مرض سرطان کی نذر ہوتے رہتے ہین، اور امراض قلب و دیگر امراض مزمنہ سے بھی کافی تعداد نفوس ہلاک ہوتی رہتی ہے!

---

یہ حالات امریکہ کے تھے، اسی فاضل کی تحقیق کے مطابق انگلستان مین ہر سال دیوانون کی تعداد بمقابلہ ہوشیارون کے دوچند ہوتی رہتی ہے، اور فرانس مین دیوانون اور صحیح الحواسون کا تناسب دس اور ایک کا ہر سال قائم ہونے لگا ہے۔ انگلستان، فرانس، و جرمنی مین شرح پیدائش جس تیزی سے گھٹ رہی ہے، اگر یہی شرح قائم رہی تو آج سے ایک صدی کے بعد ان ممالک مین ایک بچہ بھی موجود نہ ملیگا، اور امریکہ مین بھی اسکے قریب قریب نوبت پہنچ جائیگی۔

---

ڈاکٹر موصوف کی راے مین امراض حادہ سے جو موتین واقع ہوتی رہتی ہین وہ عموماً حوادث اتفاقی یا چھوت لگ جانے کا نتیجہ ہوتی ہین لیکن امراض مزمنہ سے جو کثرت اموات ہوتی رہتی ہین۔ اُسکی ذمہ داری ہمارے مفاسد معاشرت پر ہے، یہ مفاسد معاشرت کیا ہین؟ تمباکو نوشی، میخواری، اور عام عیاشانہ و مسرفانہ زندگی، چنانچہ دوران جنگ مین اکثر

ممالک مین جنکی غذا سادہ و قلیل رہ گئی تھی، امراض و تعداد اموات دونون مین نمایان تخفیف ہو گئی، ڈنمارک مین شرح اموات ۴۰ فیصدی گھٹ گئی، اور وہان کے ایک مستند ڈاکٹر ہنڈ ہیڈ کی راے مین یہ تخفیف نتیجہ تھی، باشندون کی سادہ و قلیل غذا کا، خصوصاً گوشت انڈا وغیرہ ایسی غذاؤن کی تقلیل کا، جنمین اجزاے لحمیہ زیادہ مقدار مین ہوتے ہین، یہی تجربہ جرمنی مین بھی ہوا کہ جب وہ دوران جنگ مین سادہ غذا کے استعمال پر مجبور ہوا تو ذیابطیس نقرس، وغیرہ متعدد امراض ازخود معدوم ہو گئے ۔

---

ہندوستان کی دوسری اورینٹیل کانفرنس کا اجلاس، جسکے کلکتہ مین منعقد ہونے کی خبر معارف مین ڈیڑھ دو سال قبل چھپ چکی تھی، اسکی تاریخین ۲۷ رجنوری سنہ ۲۲ تا ۳۱ رجنوری قرار پائی ہین، لارڈ رونالڈشے گورنر صوبۂ بنگال نے اس کانفرنس کا سرپرست ہونا قبول کیا ہے ۔

---

وائنا (آسٹریا) کی سوسائٹی آف فزیشنس (انجمن اطبا) کے ایک قریبی جلسہ مین ڈاکٹر گوگر نے بیان کیا کہ ایک نوجوان لڑکی کو جسکی شادی عنقریب ہونے والی تھی اسکے منگیتر نے چھوڑ دیا، لڑکی کو اس بدعہدی سے سخت صدمہ ہوا، اور ہر وقت مضمحل و ملول رہنے لگی ۔ لڑکی کے بھائی نے اسکی یہ حالت دیکھکر ایک عامل ہپناٹزم سے اسکا علاج شروع کرایا، اس علاج کا یہ اثر ہوا کہ مریضہ دیوانی ہو گئی، اور مجنونون کی طرح اپنے عزیزون کو مارنے پیٹنے لگی، بالآخر اسپتال مین لائی گئی اور ایک عرصہ کے باقاعدہ علاج کے بعد تندرست ہوئی ۔

---

ٹیگور نے پچھلے دنون یورپ و امریکہ مین جو طویل سیاحت کی، اس سلسلہ مین وسطی ممالک

یورپ مین اُن کا دورہ خاص اہمیت رکہتا ہے کہ ان مین سے اکثر ممالک کچھ ہی روز پیشتر انگلستان اور اسلئے بالواسطہ ہندوستان کے دشمن سمجھے جاتے تھے، ان ممالک کے دورہ کی کسی قدر تفصیل رسالہ کالیجین مین شایع ہوئی ہے جس سے ذیل کے اقتباسات نقل کیے جاتے ہین،

---

ٹیگور نے سب سے پہلے جنیوا مین قدم رکہا اور یہین سے ٹیوٹانک قوم نے اسکا گرمجوشی سے خیر مقدم شروع کردیا، (ٹیوٹانک، ایک مجموعی نام ہے، جسکے تحت مین سوئزرلینڈ، جرمنی، ڈنمارک، سویڈن، زیکوسلاویکا، واسٹریا کی سلطنتین شامل ہین) سوئزرلینڈ اور اُسکے مضافات مین ٹیگور نے جنیوا، لوسرین، بیسل، و زورچ کی دعوت کو قبول کیا، جنیوا مین اُن کا استقبال ڈاکٹر کلاپریڈ نے کیا جو فن تعلیم کے مستند ماہر اور متعدد تصانیف کے مصنف ہین، یہان روسّو انسٹیٹیوٹ مین اُن کا لکچر ہوا، بیسل مین وہان کی یونیورسٹی کے مشہور ماہر سنسکرت پروفیسر ڈاکٹر ہنگل کی سربراہی مین ان کا خیر مقدم کیا، زورچ مین جو مشہور تجارتی مرکز ہے، ٹیگور کی میزبانی ڈاکٹر بوڈمر نے کی، اور اُسکے متعدد لکچر یونیورسٹی اور لٹریری کلب وغیرہ مین ہوئے، ٹیگور لوسرین مین مقیم تھے کہ اُنکی اکسٹھوین سالگرہ کی تاریخ آ پہنچی، اس روز صرف یہی نہین ہوا کہ اُن کے پاس نہایت کثرت سے مبارکباد کے تار اور خطوط پہنچے، بلکہ جرمنی کے مصنفین و ناشرین (پبلشرز) کی جانب سے اُنکی خدمت مین سائنس، فلسفہ، وادب کی بہترین مطبوعات کا ایک مختصر کتبخانہ ہدیہ پہنچا۔

---

اس ہدیہ کے ساتھ جو تہنیت نامہ ٹیگور کی خدمت مین پیش کیا گیا، اُسپر جرمنی کے اساتذۂ فلسفہ وحکمت وادب و جملہ علوم و فنون، مثلاً پروفیسر جیکوبی، ایوکین، کیسرلنگ وغیرہ کے دستخط ثبت تھے، ٹیگور نے اس تحفہ کو قبول کرتے وقت مکتوب ذیل روانہ کیا:۔

"میری اسّٰھوین سالگرہ کے موقع پر جرمنی کی فیاضانہ تہنیت و تحفہ میری ذات کیلئے نہایت پُرمعنی ہے، مین حقیقتہً محسوس کرتا ہون کہ اس عظیم الشان قوم کے جس نے مجھے اپنا بنا لیا ہے، منسوب مین گویا میری آج نئے سرے سے ولادت ہوئی ہے، مغرب و ہندوستان کے درمیان ذہنی و روحانی ارتباط پیدا کرنے مین جرمنی کا ہمیشہ سب سے بڑا حصہ رہا ہے، اور آج اس نے ایک مشرقی شاعر کے ساتھ جس محبت کا ثبوت دیا ہے اُس نے اس تعلق مین ایک شخصی بے تکلفی کی شان کا اضافہ کر دیا ہے،

اسلئے مین یقین دلاتا ہون کہ میرا پیام ممنونیت جو مین اپنے احباب جرمنی کی خدمت مین ارسال کرنا چاہتا ہون، تمام ہندوستان کی جانب سے ہے کہ اُسکے ایک شاعر کی میزبانی گویا اُسی کی میزبانی تھی۔"

---

ملک جرمنی مین (جو اب مختلف حصون مین تقسیم ہو گیا ہے) ٹیگور نے ہیمبرگ، میونخ، برلن، فرانکفرٹ، وڈارمسٹاٹ کو اپنے قدوم سے مشرف کیا، ان تمام مقامات کی یونیورسٹیون نے اسکی میزبانی کی اور ہر مقام کے مشاہیر فن نے اسکا خیر مقدم کیا، ہمبرگ یونیورسٹی نے ٹیگور کی یادگار مین علوم ہندسے متعلق ایک پروفیسری کی جگہ اپنے ہان قائم کر دی، میونخ، فرانکفرٹ، وارمسٹاٹ تینون مقامات پر اس مشرقی شاعر کے کمالات کا نہایت جوش و خلوص سے اعتراف کیا گیا، برلن مین، اسکے لکچر مین شائقین کا وہ ہجوم ہوا کہ یونیورسٹی کا ہال اور صحن ملا کر بھی ناکافی ثابت ہوا، ہزارہا اشخاص سڑکون پر زیارت کے لئے کھڑے رہے، یہین گراموفون مین ٹیگور کی آواز کا ریکارڈ لیا گیا، جسکے لئے اس نے ایک بنگالی ترانہ کا انتخاب کیا، جرمنی مین متعدد مقامات پر "ٹیگور کلب" یا "ٹیگور سرکل" کے نام سے مجلسین قائم ہین، جنہین ٹیگور کی شخصیت و شاعری سے

مذاکرے ہوتے رہتے ہین،

---

استقبال کی شان و شوکت کے لحاظ سے کوپن ہیگن (دار الحکومت ڈنمارک) کا نمبر سب سے بڑھا ہوا رہا، یہان کے اسٹیشن پر جسوقت ٹیگور نے قدم رکھا ہے، معلوم ہوتا تھا سارا شہر "درشن" کرنے کے لئے اُمنڈ آیا ہے، یونیورسٹی مین لکچر کے بعد طلبہ نے علٰحدہ ایک جلوس نکالا۔

---

سویڈن وہ ملک ہے جس نے "نوبل پرائز" کا گرانقدر عطیہ دیکر سب سے پہلے اس جوہر کمال کی قدرشناسی کی تھی، ناممکن تہا کہ یہ ملک ٹیگور کے خیر مقدم کی گرمجوشی مین کسی اور ملک سے پیچھے رہ جاتا، استاکہام مین قدم رکہتے ہی وہان کے اساتذۂ فن جوق جوق ہر طرف سے اُسکی خدمت مین حاضر ہونے لگے جنمین "سویڈش اکاڈیمی" کے ارکان سب سے پیش پیش تھے، مشہور سیاح ہند ڈاکٹر سوین ہیڈن، پروفیسر سلما وغیرہ ملنے آئے، مگر سب سے زیادہ دلچسپ ملاقاتین شاہ سویڈن اور ڈاکٹر برنٹنگ (صدر مجلس اقوام) سے رہین، دوسرے لکچرون کے علاوہ یہان کی پریس ایسوسی ایشن کی فرمائش پر ٹیگور نے ایک لکچر "مشرق و مغرب" پر بھی دیا، دار السلطنت کے علاوہ ٹیگور کا ایک لکچر اُپسالا یونیورسٹی مین بھی ہوا جو یورپ کی قدیم ترین یونیورسٹیون مین سے ہے،

---

اسٹریا نے اس سیاح عزیز کو شاہی مہمان بناکر رکہا یعنی ٹیگور کی میزبانی اسٹری جمہوریت کے صدر صاحب کرتے رہے، وائنا یونیورسٹی کے زیر اہتمام اسکا لکچر ہوا، اسی طرح زیچو سلاف جمہوریت کے بھی پریسیڈنٹ نے اُسے اپنی مملکت مین مدعو کیا اور اپنا مہمان بنا کر رکہا، یہان کے تمام علماے فن خصوصًا وہ جو کچھ بھی مستشرقانہ مذاق رکہتے ہین اُنکی خدمت مین حاضر ہوئے اور اُن سے بنگالی زبان مین تقریرین کرائین۔

# ادبیات

## افاداتِ اکبر مرحوم

میں مصیبتوں میں ہوں اے خدا مرا دل غموں سے دونیم ہے
مرے حالِ زار پہ فضل کر تو رحیم ہے تو کریم ہے
میں بہت ہوں بیکس و ناتوان مری بیکسی کی خبر کے
ترے رحم ہی کی اُمید ہے تو قدیر ہے تو علیم ہے
ترے فضل ہی کا یہ کام ہے مجھے بخشدے مجھے خلد دے
مری معصیت تو کہیگی یہ کہ یہ مستحقِ جحیم ہے

---

شریعت میں ہے "صورتِ فتح بدر" | طریقت میں ہے "معنیٔ شقِ صدر"
نبوت کے اندر ہی ہیں دونوں رنگ | عبث ہے یہ ملّا و صوفی کی جنگ

---

خود پرستی، نظر کی پستی ہے | اصل ہستی خدا کی ہستی ہے
خطرۂ دردِ سر، نہ خوفِ خمار | بیخودی میں عجیب مستی ہے
خوب ہے فیضِ عشق کی بدلی | دل وہ ہے جس پہ یہ برستی ہے

---

گورانہ ترنگوں میں قوت کی کچھ فایدہ اُنکو دینگی نہیں | نقشوں میں لکیریں کھینچنے سے فطرت کی حدیں ملینگی نہیں

ذرّون کو تغیر ہی ہر دم ادراک ہو حس کو خواہ نہو ضایع ہی نظر تیری اکبر، جب پیش نظر اللہ نہو

---

ادہر دیکھو اے طالبانِ معانی یہ مے جوش زن ہی مرے دل کے خم مین
شریعت طریقت کو کیا پوچھتے ہو شریعت ہے "تم پر" طریقت ہی "تم مین"

---

نہ مجنون پر لپکنا ہے، دلیلون مین نہ گہسنا ہے زبانِ عجز ہے اور لذتِ اسماے حسنیٰ ہے

---

## غزل

جناب عزیز لکہنوی

تیرے فراق سے مری ہستی تباہ ہے میرا وجود میرے لئے اک گناہ ہے
ہے سب کا اتفاق مری موت پر مگر جو ضبط آشنا ہین اُنہین اشتباہ ہے
وجہِ خلش ہے نقش سویدا سے آشکار کانٹا چُبھا ہے یا یہ کسی کی نگاہ ہے
ہے بس حقیقتِ دلِ زخمی اِسیقدر گلدستۂ بہارِ فریبِ نگاہ ہے
دنیا کو جانتا ہون مین اک فردِ معصیت جب ہر وجود اسمین سراپا گناہ ہے
آسان نہین ہے بتکدۂ دہر سے عبور ہر ایک گام پر کوئی بت سنگ راہ ہے
گنجائش ایک تل مین کہان تیرے حسن کی نظارۂ جمال سے قاصر نگاہ ہے
لکہدو زمانہ بھر کی خطائین مرے یہان آخر تو فرد میرے عمل کی سیاہ ہے
کہتے ہین آکے لاش پہ اچھا ستائین گے مرنا بھی اِنکے عہد مین گویا گناہ ہے
رحمت پہ تیری ناز ہی ای میرے بے نیاز ہان ہان یہ جانتا ہون کہ میرا گناہ ہے

نقشِ قدم کسی کا دکھا دو ذرا مجھے | دیکھ اے غریب دل یہ تری قتلگاہ ہے
دیکھا نظر اٹھا کے فلک نیلگون ہوا | کس زہر مین بجھی یہ تمہاری نگاہ ہے
یہ منہ چھپائے جاتے ہین جو سوئے بتکدہ | مجھسے بھی ان جناب سے کچھ رسم و راہ ہے

قبرِ عزیز دیکھ کے کہتے ہین اہلِ دل
یہ تو کسی شہید کی آرامگاہ ہے

## پیام کعبہ

جناب شرف دہلوی از مکہ معظمہ

بہ تتبع جگر مرادآبادی

ہم شبِ غم کا نقشِ درد نہان دیکھا کیے | یا اٹھا کر سر تجھے اے آسمان دیکھا کیے
ان اسیرون کی ذرا حسرت قفس مین دیکھیے | دور سے بیٹھے ہوئے جو آشیان دیکھا کیے
آنیوالے کوچۂ دلبر مین آخر کون ہین | رشک سے ہم نقشِ پائے رہروان دیکھا کیے
چھوٹنا ہی تھا قفس سے اور تو سوجھا نہ کچھ | ہم چمن مین آ کے اپنا آشیان دیکھا کیے
دیکھتا تھا دور سے مین رات بزمِ غیر مین | تم انکھیون سے مجھے ای مہربان دیکھا کیے
کیا کہین جو بتان نظرون سے گذرے کسقدر | ہم زمین پر آسمان ہی آسمان دیکھا کیے
دل کی باتین انکی آنکھون سے یہ آنکھین اڑ گئین | خاک بھی سمجھے نہ کچھ سب رازدان دیکھا کیے
جو نہ کرنا تھا کبھی دنیا مین وہ کرتے رہے | جو نہ دیکھنا تھا وہ یہان دیکھا کیے
بڑھ چکی محوِ نشیمن کو اسیری کی تمیز | قید سے بیٹھے تھے قفس مین آشیان دیکھا کیے
کیا مزے کی میکدہ مین دعوتِ واعظ ہوئی | میزبان پیتے رہے اور میہمان دیکھا کیے

اپنی پامالی عدو کی سرفرازی تھی وہ شے　　جسکو حیرت سے زمین و آسمان دیکھا کئے

"سیر مین ہی کنج تنہائی مین مرآۃ خیال　　گھر مین ہم بیٹھے ہوئے سارا جہان دیکھا کئے"

اضطراب دل بھی گویا اک تماشا ہوگیا　　کس مزے سے وہ مری بیتابیان دیکھا کئے

پر سمیٹے سانس روکے، چپکے چپکے بصفیر　　آشیان سے ہم نگاہ باغبان دیکھا کئے"

"ای شرف دنیا نے کیا کچھ کرکے دکھلایا مگر
ہمتو حیرت سے سوئے ہندوستان دیکھا کئے"

## غزل

نواب حسام الملک سید علی حسن خان صاحب المتخلص بہ طاہر

جب بتون کے نذر اپنا دین و ایمان ہوگیا　　پھر خوشی کیا گر کوئی کافر مسلمان ہوگیا

عشق مین احساس خودداری بہت دشوار تھا　　آپکے جور دلشکن سے وہ آسان ہوگیا

سن کے اسکے حسن کا شہرہ ہوا تھا کچھ خیال　　رفتہ رفتہ دل مین رہ کر وہ بھی ارمان ہوگیا

شب کو اس سے گرم تھا ہنگامہ راز و نیاز　　صبح کے ہوتے ہی وہ خواب پریشان ہوگیا

ابر کی ظلمت ہی مین ہوتی ہے بجلی کی چمک　　دود دل مجھکو چراغ راہ عرفان ہوگیا

شاعری طاہر مرے نزدیک اسکا نام ہے
واردات دل ہوئے جب جمع دیوان ہوگیا

---

## سوراج

مہاتما گاندھی کی انڈین ہوم رول کا بہترین ترجمہ از مولوی سید نجیب اشرف ندوی، قیمت ۸ر

# باب التقریظ والانتقاد

## تسہیل البلاغت

مصنفہ پروفیسر مرزا سجاد بیگ دہلوی، حیدرآباد دکن

از مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دارالمصنفین

اردو زبان اس لحاظ سے نہایت کم مایہ تھی کہ اسکا علم ادب فن بلاغت کی ایک جامع کتاب سے خالی تھا، ہمکو نہایت خوشی ہے کہ پروفیسر محمد سجاد مرزا نے تسہیل البلاغت کے نام سے ایک مفید کتاب لکھکر اسکی کم مائگی کو دور کردیا، جس سے ہماری زبان کے ادبی خزانہ مین فن بلاغت کے ہزارون گوہر نایاب داخل ہوگئے ہین،

پروفیسر صاحب چونکہ نہایت ہمہ گیر طبیعت رکھتے ہین، اسلئے اُنھون نے فن بلاغت کا پورا احاطہ کرلیا ہے، انکی کتاب مختلف حصون پر منقسم ہے، اور ہر عنوان کے نیچے اُسکے تمام جزئیات تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہین، مثلاً "علم معانی" کے تحت مین دلالت کے اقسام، ٹکسالی زبان، اسناد خبری، الفاظ، محاورے، روزمرہ، مسند الیہ، اضمار، علم، صلہ، موصول، اسمائے اشارہ اضافت، تنکیر، عطف وغیرہ پر گفتگو کی ہے، اور پھر کلام کے مقتضائے ظاہر کے خلاف ہونیکی صورتین بتلائی ہین، اسکے بعد بلاغت کا عنوان ہے، اسمین مسند، شرط، ظرف، قصر، انشاء، استفہام، امر و نہی، ندا، فصل و وصل، مساوات، ایجاز، اطناب، کے اقسام پر بحث ہی پھر علم بیان کے سلسلہ مین، مجاز، تشبیہ، اطراف تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل، اور کنایہ کا تذکرہ ہے، علم بدیع مین صنائع معنوی، صنایع لفظی، اور عیوب کلام کی تفصیل ہے آخر مین

ماحت، بلاغت، زورکلام، وضاحت، رموزِ اوقاف عبارت، فقرے، پیراگراف، فسانہ
ری، مضمون نگاری کے طریقے بتلائے ہین اور یہین پر کتاب ختم ہوگئی ہے۔
اس تقسیم کے علاوہ کتاب مین ایک تقسیم اور بھی ہے، جو کالجون اور اسکولون کے لئے
ص طور پر مفید ہوگی، اور وہ یہ کہ ہر مسئلہ پر جداگانہ ایک لکچر لکھا گیا ہے، یورپ کے علما کتاب کے
احث کو لکچرون پر تقسیم کیا کرتے ہین،
کتاب مین بعض جگہ جدتین بھی ہین، جنکی پروفیسر صاحب کی ذات سے توقع تھی، مثلاً
قیقت کے اقسام مین بعض علماے بیان نے حقیقت شرعی اور حقیقت عرفی عام کو داخل کیا ہے
یکن پروفیسر صاحب کے نزدیک حقیقت شرعی، حقیقت عرفی خاص کا ایک جزو، اور حقیقت
رفی عام، حقیقت لغوی مین داخل ہے، اسلئے مزید تفریق کی کوئی ضرورت نہین۔
علماے بیان کے نزدیک اطراف تشبیہ (مشبہ اور مشبہ بہ) کی دو قسمین ہین، حسّی اور عقلی،
حسّی کے یہ معنی ہین کہ حواس ظاہری کے ذریعہ سے معلوم ہو، اور عقلی وہ ہے جو حواس ظاہری کے
ذریعہ سے نہ معلوم ہو، لیکن زیادہ غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حسیات کا ادراک بھی قوت
مدرکہ سے ہوتا ہے، جو ایک ذہنی قوت ہے، یعنی مثلاً جب ہم کان، ناک، آنکھ، زبان اور جلد سے
کسی چیز کا ادراک کرتے ہین، تو اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ پہلے اعصاب کے ذریعہ سے دماغ
تک محسوسات کی صورتین پہنچتی ہین، اور قوت مدرکہ انکی تمیز کرتی ہے، اس بنا پر اگر دماغ اور
آلات حس کا تعلق منقطع ہوجائے تو باوجود آلاتِ حس کی صحت کے محسوسات کا ادراک نہوگا
اس سے ثابت ہوا کہ عقل حسیات پر حاوی ہے اور اسلئے کسی شے کو یہ کہنا کہ حسی نہین بلکہ
عقلی ہے، بجنسہ یہ کہنا ہے کہ حسی ہے بھی اور نہین بھی ہے، کیونکہ حسّی کا نقیض غیر حسّی ہے نہ کہ
عقلی، اس بنا پر پروفیسر صاحب اس اصطلاح کے مخالف ہین، لیکن چونکہ وہ عام طور پر

متداول ہو چکی ہے، اسلئے اُسکے بدلنے کی جرات نہین کرسکے،

اطراف تشبیہ کی دو قسمین اور بھی کیگئی ہین، وہمی اور خیالی، لیکن علمائے علم النفس نے قوت متخیلہ اور واہمہ کی جو تشریح کی ہے وہ علمائے بیان کے بالکل مخالف ٹھہرتی ہے، علمائے بیان نے قوت متخیلہ کے نسبت لکھا ہے کہ وہ ان صورتون کو جو خیال مین مجتمع ہوتی ہین مرکب کرتی اور بکھیرتی ہے. بخلاف اسکے قوت واہمہ کا صرف یہ کام ہے کہ خاص خاص صورتون مین جو خاص خاص معنی ہین اُنکو ادراک کرے، حالانکہ علم النفس مین متخیلہ کا کام یہ بتلایا گیا ہے کہ نفس ناطقہ مین تجربات حسیہ کا جو نقش مرتسم ہوجاتا ہے اسکو وہ بلاتغیر و تبدل ذہن مین مستحضر کردیتی ہے، اس بنا پر وہ نہ صور ذہنی کو ترتیب دیتی ہے، نہ اُن کا تجزیہ کرتی ہے، اسی طرح قوت واہمہ کا کام یہ ہے کہ واقعات کی ترتیب بدلتی اُن مین تصرف کرتی، اور ذہن مین ایسی چیز کی تصویر پیش کرتی ہے جو درحصل موجود نہین ہوتی، اس بنا پر علمائے بیان نے جو کام متخیلہ کا بتلایا تھا وہ واہمہ کا ہے، اسکے علاوہ بعض علماء نے وہمی کو عقلی مین داخل کیا ہے، حالانکہ وہ درحصل حسی ہے، کیونکہ وہ کسی ایسی شئے کا تصور قائم نہین کرسکتی جسکے اجزاء حسی نہون ان وجوہ کی بنا پر پروفیسر صاحب کے نزدیک خیالی اور وہمی کی تقسیم صحیح نہین ہے۔

علم بیان مین استعارہ تبعیہ اسکو کہتے ہین کہ لفظ مستعار فعل یا مشتقات فعل ہو، مثلاً مٹی خراب کی"، اس موقع پر استعارۃً بولتے ہین جب یہ کہنا ہو کہ ذلیل و خوار کیا، اسمین اگرچہ درحقیقت تشبیہ مصدرون مین ہے، یعنی مٹی خراب کرنا، ذلیل و خوار کرنا، لیکن بطریق تبعیت فعل کو مستعار کہا گیا ہے، علماء نے اسکے ضمن مین حرف کو بھی داخل کیا ہے، لیکن پروفیسر صاحب اس بنا پر اس رائے کے مخالف ہین کہ حرف کی تعریف یہ ہے کہ جو بغیر کسی دوسرے لفظ کی آمیزش کے کوئی مستقل معنی نہ رکہتا ہو، اور جو شئے مستقل معنی نہ رکہتی ہو اُسکو کسی شئے سے تشبیہ نہین دیجا سکتی اور

جب تک مستعار لہ اور مستعار منہ مین تشبیہ نہو استعارہ قائم نہین رہ سکتا اس بنا پر حروف مین استعارہ نہین ہو سکتا،

لیکن ان خوبیون کے ساتھ کتاب مین بعض فروگذاشتین بھی ہین،

(۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے ہان اُردو مین صرف ونحو یا بلاغت پر جو کتابین لکھی جاتی ہین، اُن مین عموماً لوگ یہ کرتے ہین کہ عربی زبان کے اصول وقواعد کو اُردو مین ادا کردیتے ہین اور صرف فرق یہ ہوتا ہے کہ عربی کے بجاے اردو کی مثالین دیدیتے ہین، حالانکہ ظاہر ہے کہ ہر زبان کے خصوصیات الگ الگ ہین، تسہیل البلاغت کو سامنے رکھیئے تو معلوم ہوگا کہ ہم اُردو مین تلخیص یا مختصر معانی پڑھ رہے ہین،

(۲) عموماً مثالون کو سامنے رکھکر ہر چیز کے اقسام بنائے گئے ہین جس سے اگرچہ اقسام کی تعداد بڑھ گئی ہے، تاہم اُن سے کوئی اصول کلّی معلوم نہین ہوتا، مثلاً متعلقات فعل مین جہان مفعول کے حذف ہونے کی صورتین گنائی ہین، چوتھی صورت یہ بیان کی ہے کہ مقام خطاب مین مفعول کو حذف کردیتے ہین، حالانکہ غائب اور متکلم مین بھی بعینہ یہی قاعدہ جاری ہے، چھٹی صورت یہ بتلائی ہے کہ خوف دلانے کے موقع پر بھی مفعول محذوف ہوتا ہے، حالانکہ حذف کی وجہ خوف دلانا نہین بلکہ خوف کی تعمیم ہوتی ہے، خوف پر کیا موقوف ہے، فیاضی یا کسی اور وصف کی جب تعمیم مقصود ہو تو مفعول کا تذکرہ نہین کیا جائیگا، کیونکہ اس سے تعمیم کا مقصد فوت ہوجاتا ہے۔

تشبیہ واستعارہ کے متعدد اقسام کا بھی حال ہے،

(۳) کہین کہین مسامحات ہوگئے ہین، مثلاً تقدیم مفعول سے حصر کا فائدہ پیدا ہونے کی جو مثال دی ہے، اُسمین خود حرف حصر موجود ہے، اسلئے یہ نہین کہا جاسکتا کہ یہ تقدیم مفعول کا اثر تھا،

کتاب مین ایسی مثالین بھی موجود ہین جو درحقیقت مثل لہ کے مطابق نہین ہین ایسی شعر جو تقدیم مفعول کی مثال مین پیش کیا گیا ہے، حقیقت مین اسکو اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہین،

(۴) بعض جگہ غیر متعلق بحثین چھڑ گئی ہین، مثلاً دہلی اور لکھنؤ کی زبان پر جو مضمون لکھا ہے، اگرچہ نہایت عالمانہ اور منصفانہ ہے، تاہم اسکو سرسری طور سے لکھکر گذر جانا چاہیئے تھا، ہمین اسقدر پھیل پڑنے کی ضرورت نہ تھی، اسی طرح مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی کی عبارتون کے جو اقتباسات دیئے گئے ہین اور اُنکی کمزوریان جو ظاہر کیگئی ہین، اُن مین موقع اور محل کا لحاظ نہین کیا گیا ہے،

کتاب کی زبان نہایت صاف، سادہ، روان اور شگفتہ ہے، اور اگرچہ بعض جگہ بعض سوقیانہ محاورے بھی (مثلاً پیچ کہین بلی تو بلی ہی ہی) آگئے ہین، تاہم کتاب کا اکثر حصہ ان عیوب سے پاک ہے، ہر فصل کا آغاز نہایت دلکش انداز سے کیا گیا ہے، جس سے پڑھنے والے کو یہ بار محسوس نہین ہوتا کہ وہ کوئی علمی کتاب پڑھ رہا ہے، بلکہ اسکو اس پر ایک دلچسپ افسانہ کا دھوکا ہوتا ہے، مثالین نظم و نثر دونون سے دیگئی ہین، اسلئے کتاب کی دلچسپی مین اور بھی اضافہ ہوگیا ہے۔

کتاب کی قیمت ۳؎ رہے، پروفیسر صاحب سے بازار شبلی میان حیدرآباد کے پتہ سے ملیگی۔

## رُوح الاجتماع

مترجمہ مولانا محمد یونس صاحب فرنگی محلی

فلسفۂ اجتماع پر لیبان کی بہترین تصنیف کا سلیس اور عمدہ ترجمہ، اس زمانہ مین خاص طور سے پڑھنے کی چیز ہے، قیمت عہ

# مطبوعاتِ جدیدہ

**تفسیر نظام القرآن**، جناب مولانا حمید الدین صاحب عربی زبان مین قرآن مجید کی جو نئی تفسیر اس نام سے لکھ رہے ہین، افسوس ہے کہ اُنکی صحت کی خرابی کے باعث ابتک تمام نہین ہو سکی ہے، تاہم جو متفرق سورتین ان کے قلم سے تکمیل کو پہنچتی جاتی ہین، وہ وقتاً فوقتاً شایع ہوتی رہتی ہین، چنانچہ اندنون سورۂ ذاریت، اور سورۂ ابی لہب کی تفسیرین چھپ کر شایع ہوئی ہین، قیمت بہ ترتیب ۶ر اور ۴ر، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، دفتر دار المصنفین سے طلب کیجئے

**لغات کبیر**، یہ طبی الفاظ و اصطلاحات کا ایک لغت ہے، جسکو زبدۃ الحکما حکیم محمد کبیر الدین صاحب معلم تشریح مدرسہ طبیہ دہلی نے ترتیب دیا ہے، حکیم صاحب نے درحقیقت بڑی محنت، اور جفاکشی کے ساتھ اس فرض کو انجام دیا ہے، الف سے لیکر یا تک کے تمام عربی الفاظ و مصطلحات طبیہ کے معنی و مقصود کو اُردو مین لکھا ہے، جہان جہان امراض یا طریقۂ علاج یا طریقۂ دوا سازی کے الفاظ آگئے ہین وہان کسیقدر تفصیل بھی کی ہے، کہین کہین اعضا، اور آلات کے نقشے بھی دیئے ہین، اُردو مین یہ ایک مفید خدمت ہے، اور حکیم صاحب کی کوشش لائق مدح و سزاوار تحسین ہے، سرورق پر حکیم صاحب نے لفظ "لغت" کو مونث استعمال کیا ہے، ہم تو حکیم صاحب کے اتنے بڑے کام کو مونث نہین تسلیم کر سکتے، لکھائی چھپائی عمدہ، کاغذ سفید متوسط، تقطیع میانہ، صفحات ۵۲۴، قیمت ۳ر، پتہ: زبدۃ الحکما حکیم کبیر الدین صاحب مدرسہ طبیہ دہلی،

**بیاض کبیر حصہ سوم** یہ بھی حکیم صاحب موصوف ہی کی تصنیف ہے، اسمین دہلی کے

دوا سازی کے طریقے بتائے، آلات کے نقشے دیئے ہین، مختلف دواؤن کی تیاری مین جو تدبیرین اور احتیاطین لازم ہین انکو بتایا ہے، یہ کتاب یونانی عطارون اور ذاتی دوا سازون کے لئے بیحد مفید ہوگی، لکہائی چہپائی کاغذ متوسط، قیمت ۱۲ ر

**تاریخ ملل قدیمہ،** اقوام قدیمہ یعنی مصری، بابلی، کلدانی، یہودی، فنیقی قومون کی مختصر تاریخ جو اصلاً فرانسیسی مین لکہی گئی تہی اور جسکو ذکاء الملک ایرانی سابق وزیر تعلیمات ایران نے فارسی مین منتقل کیا تہا، سید محمود اعظم صاحب فہمی نے اب اُردو مین اسکا ترجمہ کیا ہے، اور انجمن ترقی اُردو نے اپنے سلسلہ مین اسکو شایع کیا ہے، ترجمہ صاف اور سلیس ہے، جا بجا عمارات اور یادگارون کی قلمی تصویرین اور ممالک کے نقشے ہین، لکہائی چہپائی کاغذ عمدہ، تقطیع میانہ، ۷۴۴ صفحات، قیمت مجلد چار، دفتر ترقی اُردو، اورنگ آباد دکن۔

**اسرار شریعت،** ۵۷ صفحون کا ایک رسالہ ہے، جسمین مولوی حکیم عبد الہادی صاحب نے مذہب اسلام کے مختلف فرائض، وضو، نماز، اوقات نماز وغیرہ کے اسرار وحکم بتائے ہین، اور بعض جدید انکشافات و ایجادات کی مصلحتین ظاہر کی ہین، امید ہے کہ عام مسلمانون کو اسکے مطالعہ سے فائدہ ہوگا، لکہائی چہپائی کاغذ معمولی، قیمت ۸ ر، مصنف سے ٹیا محل دہلی کے پتہ سے طلب کیجئے،

**انتخاب گلابی** اُردو اب عام لوگون مین اور خصوصاً جدید النشوء عربی تعلیم یافتون مین یہ مذاق پیدا ہو رہا ہے کہ عجیب وغریب کنیتون اور نامانوس اسماء وانساب کے ذریعہ سے لوگون مین اپنا ایک فرضی بھرم قائم کرین، یہ رسالہ جناب ابو القدس؟ حافظ صدیق رشاد توحیدی؟ عرف ملا رموزی صاحب فاضل الٰہیات نے ظریفانہ رنگ اور قدیم مولویانہ زبان مین لکہا ہے، اور ان مین مختلف سیاسی و اصلاحی مسائل پر بحثین کی ہین، ممکن ہے کہ مصنف کا نام بھی کتاب کے ظریفانہ رنگ اور قدیم مولویانہ طریق تسمیہ کی تقلید ہو، تاکہ تصنیف ومصنف مین حسب اصول بلاغت مقتضاے حال کی مطابقت ہو، قیمت ۸ ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ہندوستانی زبان کا دورِ جدید

جس طرح ہندوستان کی ہر تحریک اور نقل و حرکت مین ایک نیا دور ہو اسی طرح سب سے زیادہ عجیب ترقی اور مذاق کے ساتھ ہندوستانی زبان نے بھی اپنے قدیم دور سے نکل کر نئے دور مین قدم رکھا ہی۔ ذیل کی کتب اس کی زرخیزی اور معنویت کی دلیل روشن ہین جلد منگا لیجئے کہ زمانہ بدل رہا ہی۔

منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

**ہندوستان کی قدیم تہذیب** یعنی سر رومیش چندر دت کی لاجواب کتاب کا اُردو ترجمہ جسکی یہ تعریف کافی ہی کہ الہ آباد یونیورسٹی کے بی اے کورس مین داخل کر لی گئی ہی قابل مترجم منشی ہدایت احمد (مرحوم) کا فاضلانہ مقدمہ لائق دید ہی عہ

**المہدی** - اس کتاب مین بتایا گیا ہی کہ اسلامی فرقون مین سے کون سا فرقہ اسلام کی اصلی حالت پر ہی قیمت عہ

**روحِ ادب** - شبیر حسن خان صاحب جوش ملیح آبادی کے جذبات کا مجموعہ قابل دید ہی طلوع سحر جان بیوہ اور صبح کی عکسی تصویرین تخیل اور شاعری کی دلفریب تصویرین بولتی ہوئی کا غذی ہستیان ہین قیمت ۱۲

**خمخانۂ دل** - حفیظ جونپوری کا مشہور دیوان قیمت عہ

**مناقب رزاقیہ** - یہ رسالہ حضرت نظام الدین (بانی درس نظامیہ) نے شیرین و سلیس فارسی مین حضرت عبد الرزاق بانسوی رح کے حالات اور تعلیمات پر لکھا تھا وہ قریب نایاب ہو گیا تھا قیمت صرف عمر

**حقیقت** جسکو پنجاب کے خون شہیدان کہنا چاہئے اور جسکی بدولت آج ہماری ترقی و آزادی کا سوال ایک دلچسپ پیدا کر رہا ہی قابل مطالعہ ہی۔ یہ یعنی پنجاب کے مظالم اور شہیدان وطن کی خون آمیز تصویرین جنمین گیارہ گیارہ سال کے نوعمر ہین عجب معصومانہ افسانہ بیان کرتی ہین قیمت عہ

**سیرت عائشہ** - حضرت عائشہ صدیقہ کے ولادت الہ بلیان دی قیمت ۱۲ ،ع

**نکات الشعرا** - میر کا مشہور رسالہ بڑی تلاش سے چھاپا گیا ہی قیمت ۸

**دریائے لطافت** - قتیل اور انشا کی بیحد کوشش سے زبان اُردو پر زبردست تالیف قیمت ۸

**شوکت آرا بیگم** - ایک پردہ نشین خاتون کی قابل دید تصنیف جسمین افسانہ کے دلکش پیرایہ مین خواتین کو تعلیم حاصل کرنے اور عمدہ معاشرتی اصول کے مطابق زندگی بسر کرنیکی ترغیب دلائی گئی ہی قیمت ۱۲

**تذکرہ آثار شعرائے ہنود** - ہندو شاعرون کا اردو کلام مرتبہ منشی دیبی پرشاد صاحب بشاش قیمت عمہ

**ہومیوپیتھی** - دنیا کے مشہور طریقہ علاج ہومیوپیتھی کے اصول اور قواعد کا اُردو ترجمہ شیو شنکر لال صاحب نے نہایت سلیس زبان مین کیا ہی قیمت عمہ

**موازنۂ انیس و دبیر** - مولانا شبلی کی نایاب تصنیف اور اُن کا زبردست تبصرہ قیمت سے روپیہ

**ترانۂ شوق** - حضرت شوق کی مشہور مثنوی نئی دلچسپیون کے ساتھ تیار ہی قیمت عمہ

**ترکی خاتون یا خزانۂ غیب** مشہور انگریزی ناول کا ترجمہ ترکی کی معاشرت کا سچا فوٹو حرم سرا کی بیچاریون کا منظر عشق و الفت کی داستان مترجمہ حکیم رفیق احمد علوی تسنیم کاکوروی جلد اول ۸ دوم عمہ

**خونی عاشق** - مرزا رسوا کا نیا ناول قیمت ۸

## مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحات ۲۵۱ عہ

سیرۃ عائشہؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولیٰ کی خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور انکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۲۵۰ صفحہ قیمت عہ

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ

دروس الادب عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۸ر

بہادر خواتین اسلام ۲ر

## مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی و سیاسی کارناموں اور انکے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے ۱۹۰، قیمت عہ

## مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد عہ غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلز کا ترجمہ مع مقدمہ و حواشی، فلسفیانہ و تنقیدی تمہید بر مجلد عہ

مذہب و عقلیات اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل میں تصادم کا امکان ہی نہیں ۶ر

## مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفہ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس عہ

فلسفہ جذبات، طبع جدید مع ترمیم عہ

تاریخ اخلاق یورپ لیکی کی ہسٹری آف یورپین مارلز کا ترجمہ جلد اول قیمت سے

ایضاً، جلد دوم عہ

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ قسم اول عہ

ایضاً قسم دوم عہ

## پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بسیط تبصرہ عہ

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل و قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات درباب جمع قرآن کا جواب قسم اول عہ دوم سے

## مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ صفحہ ۲۳۲، عہ

مولوی عبد الحق بی اے متعلم لکھنؤ

اساس التعلیم، فن تعلیم پر ایک فلسفیانہ تصنیف، عہ

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام اسلامی مسائل کی فلسفیانہ و عقلی تشریح عہ

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کی جامع و مختصر سوانح عمری: عہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۱

# معارف

مجلسِ دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

---

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

---

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہو۔

جلد ہشتم | ماہ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ مطابق نومبر ۱۹۲۱ء | عدد پنجم

## مضامین

# شذرات

مین نے ابتک قصداً اپنے احباب اور عام ناظرین کو اس سے مطلع نہ کیا کہ اثنائے سفر یورپ مین میری صحت کسدرجہ خراب ہو گئی تھی اور جسکا سلسلہ ابتک بدستور باقی ہے، روزانہ دردگردہ و دردجگر کے حملے ہوتے رہتے ہین، وزن ۱۰ پونڈ کے قریب کم ہو گیا ہے، انہین حالات مین انتہائی جانگداز خانگی حوادث بھی پیش آتے رہے، غرض میری زندگی کا یہ پورا سال بیماری اور تیمارداری مین بسر ہو گیا، اس حالت مین کچھ تو اطبا کے مشورہ کی بنا پر اور زیادہ تر خود اپنی پریشان دلی اور پراگندہ خاطری کی باعث اس سال بہت کم دماغی محنت گوارا کر سکا. علاوہ ازین ملکی حالات نے اطمینان و سکون کی دولت سے محروم کر رکھا ہے، یہی وجوہ ہین جنکی بنا پر امسال حسب معمول سیرت کا تیسرا حصہ (معجزات) ابتک پریس مین نہ جا سکا، اب باوجود صحت کی خرابی اور خیالات کی پریشانی کے یہ عزم کر لیا ہے کہ دسمبر تک یہ حصہ پریس مین بھیجدیا جائے -

---

سیرۃ نبوی جلد اول کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا تھا، اکثر شائقین کا اصرار تھا کہ سیرت کا دوسرا ایڈیشن ۲۰ × ۲۶ کی عام تقطیع پر شائع ہو، چنانچہ ۵۰۰ صفحون پر یہ جلد چھپکر ختم ہو گئی ہے -

سیر الصحابہ کی تین جلدین مطبع مین زیر طبع و زیر کتابت ہین، ۲۲ء کے آغاز تک امید ہے کہ یہ

تمام جلدین تکمیل کو پہنچ سکین ۔

---

اس مہینہ کی ڈاک مین یورپ سے جو نئی کتابین موصول ہوئی ہین، ان مین نوین صدی ہجری کے ایک عرب نا خدا ابن ماجد نام ملقب بہ اسد البحر کی تصنیف "الفوائد فی اصول البحر والقواعد" ہے، جو اور ووجز، یہ کتاب پیرس سے شائع ہو رہی ہے، مصنف نے اسپین اسپین و پرتگال سے بحر عرب تک کے بحری راستون کو بیان کیا ہے، اور جہاز رانی کے اصول و قواعد لکھے ہین، دوسری کتاب نجم الدین شیرازی کی الحاوی فی علم التداوی ہے، جو فرنچ ترجمہ کے ساتھ بیروت مین چھپی ہے اور جسمین مصنف نے مرکب ادویات کو جمع کیا ہے، تیسری کتاب براؤن کی طب عربی (انگریزی) ہے جسمین عربی کی ابتدائی پانچ صدیون کی طب کی تاریخ ہے، یہ وہی کتاب ہے جس پر اکتوبر کے معارف مین ریویو نکل چکا ہے ۔

---

یوسف ایک ممتاز چینی مسلمان نے چینی زبان مین آنحضرت صلعم کی سیرت لکھی تھی، جسکے آخر مین چین مین اسلام کی حالت کی تفصیل ہے، مشہور دشمنِ اسلام پادری زویمر نے خدا جانے کس نیت سے اسکا انگریزی مین ترجمہ کرایا ہے، کتاب ابھی چھپکر شائع نہین ہوئی، دیکھنے کی چیز ہوگی، یہ خبر ہندوستان کے ہزارون انگریزی دان مسلمانون کو غور سے پڑھنا چاہیئے، جنکی ہمتین سیرۃ نبوی کے ترجمہ سے قاصر ہین ۔

---

ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ کے ایک نوٹ سے معلوم ہوا کہ مرہٹی انسائیکلوپیڈیا کی جلدین شائع ہونا شروع ہوگئین، مرہٹی قوم مین یہ تخیل پیدا ہوئے بہت زیادہ عرصہ نہین گذرا، ۱۹۱۶ء مین بمقام ناگپور، ایک کمپنی اسکی تالیف و اشاعت کی غرض سے قائم ہوئی، پونہ کے مشہور مرہٹہ عالم ڈاکٹر کیتکر

اسکے جنرل ایڈیٹر قرار پائے، اور یہ طے ہوا کہ کتاب بڑی تقطیع پر پانچ پانچ سو صفحے کی ضخامت کی بیس بیس جلدون مین شائع ہو، جنمین سے ابتدائی پانچ جلدین عام ارتقاے تمدن و علوم و فنون کے لئے وقف ہون، اور باقی پندرہ جلدون مین حروف تہجی کی ترتیب سے مضامین و مقالات ہون، پچھلے دنون پہلی دو جلدین طبع ہوکر شائع ہوگئی ہین، تیسری زیر طبع ہے، اور بقیہ کی بھی جلد شائع ہونے کی توقع ہے، مرہٹی زبان کے فضلا، و اہل قلم اس کامیابی پر سارے ہندوستان کی علمی برادری کی جانب سے مبارکباد کے مستحق ہین، اور ادب اردو کے خدمت گذار بھی بصدق دل اپنا تہنیت نامہ پیش کرتے ہین۔

---

یاد ہوگا کہ عین اسی زمانہ مین جبکہ مرہٹی انسائیکلوپیڈیا کا تخیل قائم ہو رہا تھا، بعض دماغ اردو انسائیکلوپیڈیا کا بھی خواب دیکھ رہے تھے، اسوقت ہم اور وہ تخیل کی ایک ہی سطح پر تھے، لیکن آج اس پانچ سال کے وقفہ کے بعد؛ ان کا منصوبہ عملی شکل مین تبدیل ہوکر ان کا ایک عظیم الشان کارنامہ بنگیا ہے اور ہمارا خواب اب تک خواب ہی ہے، ان کے ہان سر بفلک عمارت تیار ہوگئی ہے، اور ہماری زمین کی سطح بھی ابھی ہموار نہین ہوسکی ہے، وہ سفر کی سختیان طے کرکے منزل مقصود تک پہنچ گئے ہین، اور ہم عالم تصور مین صداے جرس ہی سے لطف اٹھا رہے ہین۔

یاران تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محو نالۂ جرس کاروان رہے

لیکن اس فرق کے اسباب کیا ہین ؟ کیا اردو زبان بمقابلہ مرہٹی کے مفلس و نادار ہے، اور عالمانہ مضامین کی متحمل نہین ہوسکتی ؟ کیا اردو زبان کے اہل قلم بمقابلہ مرہٹی کے نااہل و ناقابل ہین ؟ کیا اردو بولنے والون کی تعداد مرہٹی بولنے والون سے کم ہے ؟ کیا اردو کا حلقۂ اثر مرہٹی سے زیادہ مختصر

محدود ہے، کیا اردو والے مرہٹی والون سے زیادہ بے زر و بے مایہ اور مصارف تالیف و اشاعت کے برداشت کرنے کے ناقابل ہین ؟ اگر ان سب سوالات کا جواب نفی مین ہے تو پھر آخر ہمارے ان کے طرز عمل مین اس بعد المشرقین کا کیا سبب ہو سکتا ہے ؟ وہ قوم جسکو آج سے چند سال پیشتر اپنی سیاسی اہمیت کا دعوی تہا، اور آج بھی اپنے ماضی پر نازان ہے، کاش اس مسئلہ پر کبھی غور کرے !

---

خیر، عقلاے قوم کا تو جو فیصلہ ہوگا وہ ہوگا۔ البتہ عاقل مطلق کی پیشگاہ ازل سے یہ فیصلہ برابر چلا آرہا ہے کہ انسان کو جو کچھ خرابیان پیش آتی ہین، وہ سب خود اسی کے ہاتھ کی پیدا کی ہوئی ہوتی ہین، وَمَا اَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ (نساء - ع ۱۱) اور اگرچہ بہت سی خطاؤن سے درگذر بھی ہوتا رہتا ہے پھر بھی جتنے مصائب جس کسی کو بھی پیش آتے ہین سب اپنی ہی زشتی اعمال کا ثمرہ ہوتے ہین، وَمَا اَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ (شوری، ع ۴) یہ ہمہ گیر قانون افراد کے لئے مخصوص نہین، اقوام کی زندگی کا مد و جزر بھی اسی کلیہ کی ماتحتی مین ہوتا رہتا ہے، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِاَنفُسِهِمْ (رعد - ع ۲) قوم کا بناؤ بگاڑ، آثار چڑہاؤ، عروج و زوال، ترقی و تنزل، سب کچھ اسی کے ہاتھ مین ہے اسوقت جن معاملات مین جو کچھ بھی خرابیان رونما ہو رہی ہین، ان سب کے اسباب کے لئے قوم کو باہر نہین بلکہ اپنے اندر تلاش کرنا چاہیئے۔

---

مملکت روس کا نام آج سے کچھ ہی عرصہ قبل جبارانہ سطوت و اقتدار کے مرادف تہا، غریب ترکی پر تو اسکی خاص عنایت رہتی تھی، لیکن ترکون کے علاوہ بھی ساری دنیا پر اسکی دہاک بیٹھی ہوئی تھی، "زار" کا وجود چنگیز و ہلاکو، نیرو و ہنیبال کی روایات رکھے ہوئے تہا، اور بڑے بڑے تاجدار سلاطین تک اسکے نام سے دہشت کہاتے رہتے تھے، اور تو اور خود برطانیہ عظمی کے قلب پر اس کا خوف

مسلط رہتا تھا اور روسی شقاوت ضرب المثل کے درجہ تک پہنچ چکی تھی، جاپان نے میدان جنگ مین اسکا غرور توڑا، پھر بھی اُسکی ہیبت دلون سے دور نہ ہوئی، اور یہ بدبخت حکومت پورے کروفر اور انتہائی غرور قوت وجاہ کے ساتھ فرعون مصر کی سنت اداکرتی رہی، دنیا اسکے نام سے بدستور لرزتی رہی، اور نیکی وسعادت، ہمدردی وانسانیت اسکے سایہ سے پناہ مانگتی رہی، تاآنکہ ۱۹۱۷ء مین قہر الٰہی انقلاب حکومت کی شکل مین نازل ہوا، اور مجرمین کیفر کردار تک پہنچنے لگے۔

---

سال رواں مین یہ عذاب الٰہی قحط ووبا کی صورت مین نمودار ہوا، اسکی جو ہولناک وعبرت انگیز تفصیلات کئی مہینون تک انگریزی اخبارات کے ذریعہ سے موصول ہوتی رہین، وہ بڑے سے بڑے شقی القلب کا بھی دل ہلا دینے کے لئے کافی ہین، جنوری سے جولائی تک سات مہینے کے عرصہ مین سرکاری اعداد کے بموجب ۱۱۰۸۰۷ وارداتین ہیضہ کی ہوئین، اور قحط زدون کا اندازہ تین کرور نفوس تک کیا جاتا ہے جنمین سے ۹۰ لاکھ صغیرسن بچے ہین، اور بخار، طاعون، وغیرہ دیگر امراض سے جسقدر نفوس نذر اجل ہوتے ہین، اُن کا کوئی شمار نہین، والدین اپنی اولاد کو برائے نام معاوضہ پر فروخت کر رہے ہین، اور متعدد خاندان دن مین ایک وقت پیٹ بھر کر کھانا ملنے کے معاوضہ مین اُمرا کے ہان اپنے لئے خط غلامی لکھے دیتے ہین، درختون کی پتیان تک خشک ہوگئی ہین، اکثر مقامات پر لوگونکی غذا گھاس رہ گئی ہے، اور بعض مقامات پر گھاس تک ناپید ہوگئی ہے، انتہا یہ ہے کہ ڈیان اپنے چہرے ڈھکنے کا کوئی سامان نہ پاکر لاکھون کی تعداد مین مر رہی ہین، قحط زدہ بچون کے چلانے اور بلبلانے کی جانگداز آواز دور دور تک جاتی ہے، اور بعض بعض سڑکین انسانی نعشون سے پٹی ہوئی ملتی ہین، جرمنی، فرانس، وانگلستان مالی وطبی امداد بھیج رہے ہین، لیکن ابتک تمام تدابیر ناکام رہی ہین۔

---

خیال کرو، یہ اس ملک کا حالِ زار ہے جو کل تک اپنے تمدن، اپنی شایستگی، اپنے علوم و فنون اور سب سے بڑھکر اپنی جنگی قوت و فوجی عظمت پر مغرور رہتا، کل تک جو ملک اپنی جبارانہ حکومت و چیرہ دستی کے لئے ضرب المثل تھی، آج وہ نکبت و ادبار کے روح فرسا عذاب میں گرفتار ہے، کل تک جن زبانوں پر مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً (ہم سے بڑھکر قوت میں اور کون ہے) جاری رہتا تھا، آج وہی زبانیں نالہ و فریاد، تضرع و الحاح میں مصروف ہیں، لیکن اب یہ سب بیسود ہے، تمرد و سرکشی فخر و غرور کا یہ نتیجہ لازمًا نکلنے والا تھا اور نکل کر رہا، ذٰلِکُم بِمَا کُنْتُم تَفْرَحُونَ فِی الاَرْضِ بِغَیرِ الحَقِّ وَبِمَا کُنْتُم تَمْرَحُوْن (یہ سزا ہے اسکی جو تم زمین پر ناحق اِتراتے تھے اور اکڑتے رہتے تھے) روس کی مثال دنیا کی تاریخ میں کوئی نہیں مثال نہیں، آج سے قبل جب جب قوموں نے ظلم کیا ہے، یا موجودہ مغربی اقوام کی طرح رعونت و نمود کو جزو زندگی بنالیا ہے تو ہمیشہ اُن کا انجام ہلاکت و بربادی ہی ہوتا رہا ہے

وَتِلْکَ القُرٰی اَہْلَکْنٰھُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا لِمَھْلِکِھِم مَوْعِدًا۔

(کہف - ع ۸)

اور یہ بستیاں اُنہوں نے جب ظلم کیا تو ہم نے اُنہیں ہلاک کردیا، اور ہم نے انکی ہلاکت کا ایک وقت مقرر کر رکھا تھا۔

وَکَم اَہْلَکْنَا مِن قَرْیَۃٍ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَھَا فَتِلْکَ مَسٰکِنُھُم لَم تُسْکَن مِن بَعْدِھِم اِلَّا قَلِیلًا وَکُنَّا نَحْنُ الوَارِثِیْنَ ۔

(قصص - ع ۶)

اور ہم نے بہت سی ایسی بستیوں کو ہلاک کردیا، جو افراط معاش کے باعث غرور کرنے لگی تھیں، تو اب یہ اُنہیں لوگوں کے مکانات ہیں اُنکی ہلاکت کے بعد بجز شاذ و نادر کے آبادہی نہیں ہوئے، اور ہم ہی اُن کے مال و متاع کے وارث ہوئے ۔

---

تمدن جدید نے آخرت و عاقبت کے خیال کو علانیہ ایک وہم پرستی و ضعیف الاعتقادی قرار

دیدیا ہے، اور اپنا تعلق تمامتر دنیوی ترقی و مادی زندگی سے رکھا ہے، لیکن حیات مادی مین بھی جب اسکی بہترین مساعی کا نتیجہ ہلاکت و بربادی کی صورت مین نکل رہا ہے، اور تمام تدابیر تحفظ بہیم ناکام ثابت ہورہی ہین، تو خدارا یہ بتایا جائے کہ ان تجربات و مشاہدات کے ہوتے ہوئے اسی بت کو پوجتے رہنا اور اسی چبائی ہوئی ہڈی کو چباے جانا کونسی دانشمندی و خوش فہمی ہے۔ آپ کہین گے کہ تمدن کو ترک کرکے دنیوی فلاح و ترقی کیونکر ممکن ہے، لیکن عرض یہ ہے کہ تمدن کو اختیار کرکے دنیوی فلاح کیونکر ممکن ہے؟ پہلی صورت کے خلاف تو آپ کوئی تجربہ پیش ہی نہین کرسکتے، لیکن دوسری صورت کا تجربہ تو ہزارون سال سے ہورہا ہے، عہد اساطیر سے قطع نظر کیجئے، اس دور کو لیجئے جسپر یورپ "خالص تاریخی" ہونے کا اطلاق کرتا ہے، یونان، روما، ایران، ہندوستان، ٹرکی، روس، جرمنی، سب کہین جی کھول کر برکات تمدن کا تجربہ کیا جاچکا ہے، اگر کسی ایک مقام مین یہ تجربہ بالآخر مادی حیثیت سے بھی کامیاب رہا ہو تو اس قابل زیارت شہر یا ملک کا نام ارشاد فرمایا جائے۔

---

جب یہ صورت ہے تو کیا ہرج ہے کہ ایکبار ذرا ترتیب عمل کو معکوس کرکے تجربہ کیجئے، یعنی تکلفات کی جگہ سادگی کو، قوانین کی جگہ آزادی کو، تقریر کی جگہ سکوت کو، رعب و داب کی جگہ بے تکلفی کو، عقل کی جگہ نقل کو، انتقاد و ارتیاب کی جگہ اعتماد و اعتقاد کو، فربہی و توانائی کی جگہ ضعف و لاغری کو، بلند نظری و حب جاہ کی جگہ قناعت و توکل کو، سیری کی جگہ گرسنگی کو، تعلیم کی جگہ ناخواندگی کو، اور جسم کی جگہ روح کو دیکر کم از کم ایک بار تو تجربہ کرلیا جائے، اگر ناکامی ہوئی تو جہان اتنی بیشمار ناکامیان ہوچکی ہین، ان پر صرف ایک کا اور اضافہ ہوجائیگا، اور یہ کوئی ایسا نقصان نہین، باقی اگر کامیابی ہوگئی تو جو کچھ مل سکتا ہی سب مل کر رہیگا، عارفِ تونیہ کی آواز سات سو برس سے اس تجربہ کا صلاے عام دے رہی ہے۔

چندگاہے بے لب و بے گوش شو　　　وانگہان چون لب حریف نوش شو

چند گفتی نظم و نثر در رائیگاں باش | خواجہ یک روز امتحاں کن گنگ باش
چند چکھی تلخ و تیز و شور را گر | ہم یکے بار امتحان شیرین بہ پز
چند خوردی چرب و شیریں از طعام | امتحاں کن چند روزے در صیام
چند شبہا خواب را گشتی اسیر | یک شبے بیدار شو دولت بگیر
روزہا بردی بسر در ہزل و جد | روزکے دو جہد را شو مستعد

---

حضرت اکبر الہ آبادی کی وفات کو چند ماہ گذر چکے، انکی سی شخصیت اگر کسی دوسری قوم میں گذر گئی ہوتی تو اسوقت خدا معلوم کتنے تعزیتی جلسے ہو چکے ہوتے، متعدد سوانح عمریاں لکھی جاتی ہوتیں اور کوئی موزوں یادگار قائم ہو چکی ہوتی، لیکن اکبر کا تعلق اس قوم سے تھا، جسکے ہاں اعتراف کمال کا دستور مدت ہوئی مٹ چکا ہے، آج تک کسی نے (الا ماشاء اللہ) اُن کے واقعۂ وفات پر توجہ بھی نہ کی، مرنیوالے ظریف کو اسکی نہ اُمید تھی، نہ پروا، وہ خود صاف کہہ گیا تھا۔

از "کمیٹی" طمع جلسہ نداریم اکبر
شعرم اندر پس من مدح سرایم باقی است

# مقالات

## خلافت عثمانیہ

## اور

## دنیاے اسلام

(۱)

مسئلہ خلافت پر میرے تاریخی مضامین پڑھنے والون کو یہ معلوم ہوگا کہ خلافت اسلامیہ اور دنیاے اسلام کے باہمی تعلقات کا نظام اساسی کیا تہا ؟ اعتقاداً اور ذہناً تو ہمیشہ اور عملاً اکثر یہ سمجہا جاتا تہا کہ تمام دنیاے اسلام کا رئیس و امام اور حاکم اعلیٰ ایک شخصیت ہے جسکا نام امام اکبر یا خلیفہ تہا، تمام دوسرے اسلامی ممالک جو گو براہ راست اسکی حکومت مین نہ تھے، تاہم وہ اسکے مذہبی حیطۂ اقتدار سے باہر نہین سمجھے جاتے تھے، ان ملکون کے مسلمان بادشاہ، امام وقت اور خلیفۂ عصر کے نائب اور قائم مقام مانے جاتے تھے، اس طریقہ پر گویا ایک عظیم الشان اسلامی جمہوریت متحدہ کا دنیا مین وجود تہا اسلام کے تمام مذہبی مقامات، بیت المقدس، حرمین اور دیگر مقدس یادگارون کا وہ حامی اور محافظ اور دنیا مین اسلام کی عزت و حرمت کا امین اور نقیب اور غیر اسلامی ملکون مین مسلمانون کا پشت پناہ اور ملجا ہوتا تہا۔

خلافت عباسیہ مین جب تک دم رہا حتی المقدور وہ اس فرض سے غافل نہین رہی، لیکن اسمین بھی شک نہین کہ تاریخ مین ایسے مواقع بھی آئے کہ خلافت کا مرکز کبھی کمزور ہاتھون مین آگیا، اور کبھی مسلمان سلاطین نے اپنی چیرہ دستی اور غرور و نخوت سے نیابت کا حق ادا نہین کیا، بغداد کی

عباسی خلافت بہرحال ایک سیاسی قوت تھی، مگر مصر آکر اسکا اقتدار بہت حد تک صرف مذہبی اور رسمی رہ گیا، تاہم مصر کے ملوک سلاطین جو عباسی خلفا کے نائب اور تنفیذی (اگزیکیٹو) طاقت تھے جب تک مضبوط رہے، ان کے کارنامے مصر سے باہر دوسرے اسلامی ملکوں مین خلافت ہی کے کارنامے سمجھے جاتے تھے، چنانچہ ہندوستان، ایران، روم، ترکستان وغیرہ مین اُن کا اسی حیثیت سے اعزاز و احترام تھا، اور انہین خلفا کے نام کے خطبے ان ملکون مین پڑھے جاتے تھے، اور اس طرح اسلام کی جمہوریت عظمیٰ کا ایک ڈھانچ قائم تھا۔

نوین صدی کے اواخر مین دنیاے اسلام کے نقشہ پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ اس عظیم الشان جمہوریت کا قالب بیجان ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے، اسکے دماغ و دل (خلافت مصر) کی کمزوری اور ضعف کا یہ حال پہنچا ہے کہ وہ دور کے اجزاے بدن کی تو کیا آس پاس کے اعضا کی قوت کا سہارا بھی نہین رہے ہین، بڑی بڑی سلطنتین اور حکومتین چھوٹی چھوٹی ریاستون، امارتون اور ٹکڑیون مین بٹ گئی ہین، ہندوستان سے لیکر اسپین تک تمکو یہی کیفیت اور یہی نقشہ نظر آئیگا، ہندوستان کی طاقت سندھ، گجرات، مالوہ، احمدنگر، بیجاپور، برہان پور، بیدر، کشمیر، جونپور، بنگال، دہلی وغیرہ صوبہ دار حکومتون مین منقسم ہوگئی ہے، ترکستان مین بخارا، بلخ، خوارزم، مرو، کاشغر مین ہیمبورن خان چھوٹی چھوٹی ریاستون پر حکمران ہین، روس کا علاقہ کریمیا، قازان، استراخان مین بٹ گیا ہے، علاقہ قفقاز مین آذربائیجان، داغستان، گرجستان، سب بکھرے ہوئے اجزا ہین، افغانستان و خراسان مین مختلف تیموری شہزادے اور ترکمانی امرا، ادہر ادہر قسمت آزمائی کر رہے ہین، عراق ایک مستقل حکومت ہے، مصر و شام مین ملوک سلطانون کی سلطنت ہے، عرب چھوٹے چھوٹے شیوخ مین بٹا ہوا ہے، یہانتک کہ یمن مین تو ایک ایک شہر کا الگ الگ امیر ہے، حجاز شرفا کے ایک خاندان کے ماتحت تھا جو کبھی مصر کے زیراثر ہوجاتے تھے اور جب کبھی موقع ملتا تھا، امام یمن سے سازباز کرلیتے تھے، امام یمن اور سلطان مصر مین

ایک سلسلۂ جنگ برپا تھا، مصر کے پار سوڈان، طرابلس، تونس، الجزائر، فاس، کتنی ہی ریاستین تھین اسپین کی ایک سلطنت کے غرناطہ، قرطبہ، طلیطلہ، شاطبہ، حمص، بطلیوس کتنے ٹکڑے ہو گئے تھے جنمین سے اب صرف ایک یا دو باقی تھے، غرض خانوادۂ اسلام کا ایک ایک گھر اجڑ گیا تھا اور جامۂ خلافت کا تار تار الگ ہو گیا تھا۔

لسان الدین خطیب اسلامی دربار اندلس کے آخری وزیر نے نوین صدی کے آخر مین اسی موقع کے لئے یہ اشعار کہے ہین[1]،

حتی اذا سلاک الخلافۃ انتثر　　　　وذہب العین جمیعاً والاثر

جب خلافت کا ہار بکھر گیا ہے　　　　اور صل ونشان دونون مٹ گئے ہین

قام بکل بقعۃ ملیک　　　　وصاح فوق کل غصن دیک

تو زمین کے ہر ٹکڑے مین ایک ایک بادشاہ بن بیٹھا ہے اور ہر شاخ پر ایک ایک مرغ اپنی آواز لگا رہا ہے،

وکثر العادی بہا والخائف　　　　واقتسمت اقطارہا الطوائف

ظالمون اور مظلومون دونون کی کثرت ہے اور ملکون کو چھوٹے چھوٹے جتھون نے بانٹ لیا ہے،

وطمحت للفتنۃ الرقاب　　　　وکثرت فی قومہا الالقاب

گردنین فتنہ کیلئے اٹھ گئی ہین اور لوگون مین صرف بڑے بڑے القاب شاہانہ کی کثرت ہو گئی ہے

والدین فی اشناء ہذا ینتہب　　　　والروم تسد صفی النفوس والذہب

دین اسلام پر اسی درمیان مین ڈاکے ڈالے جا رہے ہین اور یورپ کے عیسائی جان و مال پر قبضہ کرتے جاتے ہین

---

[1] یہ اشعار خطیب کی تصنیف رقم الحلل فی نظم الدول، مطبوعۂ تونس صفحہ ۵۴ مین ہین، خطیب نے اس کتاب مین تاریخ اسلام کے بعض ابواب اور اندلس اور مغرب اقصی کے تمام واقعات کو نظم کر دیا ہے، یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہمارے عربی طلبہ کے نصاب تعلیم مین داخل ہو۔

از صادقت کلمتہ مفرقتہ	وملتہ بادہا ہا مشرقتہ

کیونکہ وہ دیکھتے ہین کہ مسلمانون مین افتراق ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ان مصائب سے دین و ملت کا گلا گھٹ رہا ہے۔

اسوقت مسیحی یورپ کے صلیبی نبرد آزما، مصر کے ایوبی اور مملوک سلاطین کی تلوارون سے شکست کہا کر اسلام کے خلاف اپنی تجویزون کا نقشہ بدل رہے تھے، اُن کا پہلا نقشہ یہ تہا کہ یورپ کے کل مسیحی طاقتین مل کر ارض مقدس کو اسلام کے ہاتہون سے چہین لین، مسلسل دو سو برس کی زور آزمائیون سے انکو یہ معلوم ہوگیا کہ یہ اسطرح براہ راست ناممکن ہے، کامیابی کا اصلی راستہ یہ ہے کہ اسلام کی طاقت کو رفتہ رفتہ کمزور کیا جائے، "ارض مقدس" صرف ایک فلسطین مین نہین بلکہ کرۂ عالم مین زمین کے جس رقبہ پر بہی ہلال کا علم لہراتا ہے وہ سب "ارض مقدس" ہے، اور وہ صلیب کا حصہ ہے! اس تجویز کی کامیابی کے لئے ان کے دو صد سالہ تجربہ نے انکو بتایا کہ "مقصود دلی" کو مذہب کے رنگ کے بجائے، عام سیاست، تجارت، علمی تحقیقات، اور مشرق کی قلیل التعداد اقوام کی حفاظت کے عام انسانی فرائض کے رنگ مین اسکو نمایان کیا جائے، اور بجائے اسکے کہ اپنی فوجون سے دشمنون پر حملہ کیا جائے، صحیح صورت یہ ہے کہ خود دشمنون کے جرگیون سے اپنے لئے ساتہی پیدا کئے جائین تاکہ زیادہ چالاکی اور ہشیاری سے دشمن کو ضعیف و بے قابو اور عاجز کیا جاسکے۔

تجویز کا یہ خاکہ تہا جسپر پہلے کی طرح شور و غل اور اعلان و اشتہار کے ساتھ نہین، بلکہ سکون خاموشی تدریج اور ہم آہنگی کے ساتھ یورپ کے صلیبی نبرد آزماؤن نے آگے قدم بڑہایا، اور چونکہ دنیائے اسلام اسوقت مدت کے جد و جہد سے چور ہوگئی تھی، اور اسکے اتحاد کا شیرازہ بکھر چکا تہا، اسلئے اس کام کے لئے اس سے بہتر کوئی موقع نہین مل سکتا تہا، اس مقدس فرض کا آغاز اندلس کی سرزمین سے ہوا جو مسیحی دنیا سے اس پُرفریب جنگ کا سب سے قریب محاذ تہا، مسیحی دنیا کے مذہبی فرمانروا (پوپ) کے زیر اثر اسپین کی ایک کوہستانی مسیحی ریاست جو مسلمانون کے رحم و کرم سے زندہ بچ گئی تھی، قوت

پانے لگی، اور اب اُس نے اسپین کی اسلامی ریاستون کی باہمی نزاعون مین کبھی اُسکا اور کبھی اُس کا ساتھ دینا شروع کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ نوین صدی کے آخر مین ان مین سے ایک ایک کا خاتمہ ہوگیا۔ اس سرزمین مین اسلام کے جاہ و جلال کی اخیر یادگار غرناطہ تہا، جسکے میدان مین تمام مسیحی دنیا ایک اسپین کے اسلام سے تنہا معرکہ آرا تھی، غرناطہ نے دلدوز اور دولہ انگیز قصیدے خون دل سے لکھکر افریقہ اور مراکش کے مسلمانون کو بہیجے، مصر کے خلیفہ عباسی کے نام کا خطبہ پڑہا لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی، اس غیر متوقع کامیابی نے اسپین اور پرتگال کے حوصلے بڑہا دیئے، چنانچہ یورپ کی اس نئی ترقی کی تاریخ مین یہی قومین یورپ کی دوسری قومون کی رہبر اور رہنما بنین، انھون نے خشکی کو طے کرکے سمندرون مین بھی اپنے جہاز ڈالدیئے، اسپین ارض مقدس کی تلاش مین امرکیہ پہنچا، اور پرتگال نے افریقہ ہوکر مشرق کی راہ لی۔

داستان کی اس منزل پر پہنچکر ناظرین تھوڑی دیر کے لئے میرے ساتھ ٹھہر جائین، مین اُنہین یہ بتانا چاہتا ہون کہ اسوقت اسلام کن مشکلون مین گرفتار تہا، یورپ کے مسیحی سپاہیون نے ایک ہی دفعہ اُس پر چارگوشون سے حملہ کیا، ۹۲۳ھ سے روس نے ایشیاے وسطی کے صحرا سے اسلام پر اپنا حملہ شروع کیا، یہ قازان کی اسلامی ریاست تھی، اور ایک طویل سلسلۂ جنگ کے بعد ۹۹۳ھ مین اسکا خاتمہ ہوگیا، اسکے بعد استراخان اور کریمیا وغیرہ کی باری آئی، یہانتک کہ اسکے ڈانڈے بحر اسود اور سرحد ایران سے آکر مل گئے، اسپین اور پرتگال ملک اندلس مین اسلام کا ۸۹۷ھ مین خاتمہ کرکے آگے کو بڑہے، اسپین نے دوستی کے پردہ مین تونس و الجزائر پر قبضہ کیا، پرتگال نے پورے افریقہ کو ناپ کر بحر عرب اور بحر ہند مین آکر اپنے ڈیرے ڈالے، اور عرب اور ہندوستان کے اسلامی سواحل پر قتل و غارتگری کا آغاز کیا، دوسری طرف مراکش کے سواحل پر آکر وطاسی خاندان پر حملہ آور ہوئے، جو مغرب مین ایک نئی اسلامی حکومت کی بنیاد ڈال رہا تہا، اور آسفی، ازمور، معمورہ پر ۹۰۰ھ مین قبضہ کرلیا، صلیبی سپاہیون کی چوتھی کمین گاہ بحر روم کے جزائر تھے، قبرص (سائپرس) روڈس، مالٹا، اور وینس کے صلیبی دستے مصر و شام کی ناکہ بندی مین

مصروف تھے، خصوصاً قبرص، روڈس اور مالٹا تو سینٹ جان کے صلیبی مجاہدین کے بڑے بڑے مستحکم قلعے تھے، جو دن رات صرف مسلمانون کے خون کے پیاسے رہتے تھے، اور یہی انکی زندگی کا مذہبی فرض تھا، یہ درحقیقت گذشتہ صلیبی سپاہیون کی یادگار اور فلسطین کی مسیحی نود سالہ حکومت کے شکست خوردہ فوج کی نسل تھے، یہ بحر روم کے دربان تھے، جنکے سامنے سے کوئی اسلامی جہاز مسلمان ملکون کو روانہ نہین ہو سکتا تھا، قبچاق، کریمیا اور روم کے مسلمان حج نہین کرسکتے تھے[1]۔ وینس کا بازار مسلمان عورتون کی ناموس اور مسلمان مردون کی آزادی کی خرید و فروخت کی بڑی منڈی بنگئی تھی، جو قیدی کسی حال مین اسلام سے پھرنا گوارا نہین کرتے تھے، اگر مرد ہوتے تو وہ مصر لاکر بیچڈالے جاتے تھے، جہان وہ ملوک سپاہیون مین بھرتی کرلئے جاتے تھے، اور اگر لڑکیان ہوتین تو وہ اٹلی کے امراء اور دولتمندون کے عیش خانون مین بھیجدیجاتین[2]۔ اور جب کبھی موقع ملتا وہ اسکندریہ تک دھاوا کرنے چلے آتے۔

اس سے زیادہ بدقسمتی یہ کہ اسی زمانہ مین ۹۰۵ھ مین ایران و خراسان مین صفوی خاندان کا ظہور ہوا، جس نے تنگ نظری سے اسلام کے بجاے شیعیت کو اپنے سیاسی کارنامون کا مرکز قرار دیا، اہل سنت یا تو اس ملک سے جلاوطن ہونے پر مجبور ہوئے، یا ہنگامون مین قتل ہوئے، یا وہ شیعہ بناڈالے گئے، اس سے بڑھکر یہ کہ صفویون نے سلطنت عثمانیہ کے باغی شہزادون کو اپنے ہان پناہ دی، اور سلطان مصر سے خط و کتابت کرکے سلطنت عثمانیہ کے خلاف ایک متحدہ حملہ کا سامان کیا، اسکا نتیجہ باہمی ہنگامہ آرائیان ہوئین، اور مجموعی حیثیت سے اسلام کی تباہی!!

غرض سلطان **سلیم** نے ۹۱۸ھ مین جب عثمانی تخت پر قدم رکھا تو دنیاے اسلام اس انتشار اور پراگندگی کی حالت مین تھی، اس نے داہنے بائین آگے پیچھے جدھر نگاہ اٹھائی، اسلام کی سیاسی قوت پارہ پارہ نظر آئی، اس نے سمجھا کہ جب تک اسلام کے اصلی عناصر، عراق و شام و مصر و عرب

[1] فتوحات اسلامیہ مفتی دحلان جلد ۲ صفحہ ۳۴۵ [2] مورخین کی تاریخ عالم اٹلی فصل وینس کی تجارت،

ایک مرکز پر جمع ہوجائینگے، اور دائرہ اسلام **خلافت** کے ایک متحدہ نقطہ پر مضبوط ہوجائیگا، اسلام کے یہ بکھرے ہوے اجزا فراہم نہین ہوسکتے، اور نہ ان مین دشمنون کے حملون سے محفوظ رہنے کی طاقت آئیگی، یہ عقیدہ تہا جس نے سلطان سلیم کو دنیاے اسلام کو اپنے ہلالی علم کے نیچے جس سے زیادہ مضبوط، طاقتور اور وسیع کوئی دوسرا اسلامی علم روے زمین پر موجود نہ تہا لانے پر مجبور کیا۔ خلافت اور سلطنت کی دو علحدہ علحدہ شخصیتون مین تقسیم نے خلافت کے اقتدار و ہیبت و سطوت کو سخت نقصان پہنچایا تہا، اسلئے ضرورت تھی کہ یہ دونون شخصیتین ایک ہستی مین مدغم کردیجائین، اور اسکے لئے خود سلطان کی ذات سے زیادہ موزون کوئی دوسری ہستی اس پردۂ امکان مین موجود نہ تھی،

تجویز کا یہ نقشہ تہا جسپر سلطان سلیم نے عمل کرنے کا عزم کیا، اور اُسکا یہ خواب ۱۹۲۳ھ مین پورا ہوگیا، جب عراق و شام و مصر سب اسکے جھنڈے کے نیچے کسی بڑی لڑائی کے بغیر جمع ہوگیا، تمام عرب خون کا ایک قطرہ بہاے بغیر اس علم کے نیچے آکر کھڑا ہوگیا، اور ہر جگہ جامعون اور مسجدون کے منبرون پر سلطان کے نام کا خطبہ پڑہا جانے لگا، اور اب مسیحی دنیا کو اسلام کے قالب بیجان مین زندگی کی ہمہ گیر طاقت کی روح نظر آنے لگی، اور اب اسلام کے قواے باغی مین وہ قوت پیدا ہوئی جس سے دور کے پہلون اور رگون مین جنبش پیدا ہونے لگی،

انگریزی زبان مین اسوقت "مورخین کی تاریخ عالم" سے بڑھکر کوئی جامع اور معتبر تاریخی شہادت نہین، اس کتاب کے مصنفین اس موقع پر لکہتے ہین:-

"سلیم اب اسوقت فی الواقع "مقامات مقدسہ کا محافظ" ہوگیا، اس نے قاہرہ مین ایک بیچارہ بیوقوف شخص کا پتہ پایا، جو **مستنصر باللہ** کے نام سے پکارا جاتا تہا، جسکا وصف امتیازی صرف یہ تہا کہ عباسی خلفا کی دوسری شاخ کا اٹھارہوان خلیفہ تہا، سلیم نے اسپر ہاتھ ڈالا اور اسکو

اُسوقت تک آزادی نہ دی جب تک اس نے خلافت کے تمام حقوق سے دست برداری نہ لکھدی اُسکے معاوضہ مین سلیم نے اُسکو کچھ زرنقد اور ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا، سلیم نے تب اپنے القاب مین اس لقب (خلافت) کا بھی اضافہ کر لیا، مگر اب خلیفہ ایک بوڑھا مسکین شیخ نہین رہا تھا، بلکہ اب وہ ایک بہت بڑی طاقتور فوج کا مالک تھا جو اسلام نے اپنے قبضہ مین کبھی رکھی تھی، اُس دن سے اسلام اپنا صرف ایک امیر رکھتا ہے، جسکے اقتدار کے ماتحت تمام سیاسی اور مذہبی امور ہین"[1]

سلطان سلیم کا جو نقطۂ نظر تھا اُسکی تشریح کے لئے ایک ترک ہی مورخ کا قلم زیادہ موزون ہے، جودت پاشا اپنی تاریخ مین قازان اور حاجی ترخان (استراخان) پر روسیون کے قبضہ اور کریمیا کے خانون کے عدم قدرت اور دولت عثمانیہ کی طرف سے اسکی غفلت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہین:-

"ان دونون ملکون کا روسیون سے چھین لینا اگرچہ کریمیا کے خوانین کے لئے بہت مشکل تھا، لیکن دولت عثمانیہ کی ہمت کے سامنے اسوقت یہ بہت معمولی کام تھا، لیکن باوجود اسکے دولت عثمانیہ نے ادہر توجہ نہ کی، یا اسکی وجہ یہ تھی کہ خوانین کریمیا جو سفدہ پردازی اور فتنہ انگیزی کی طرف مائل تھے، ان دونون ملکون پر وہ قبضہ پاجانے کے بعد اُنکی قوت بڑھجاتی، اسلئے مناسب نہ سمجھا گیا یا یہ کہ اسوقت روسی کسی شمار مین نہ تھے، اسلئے اُنکی ترقی اور قوت کو کوئی اہمیت نہین دیگئی، اور تمامتر توجہ اسٹریا کی سمت مین نئے فتوحات کے حاصل کرنے مین محدود ہو گئی، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان ملکون کی واپسی دولت عثمانیہ کے حق مین سب سے زیادہ مفید اور ضروری تھی، کیونکہ اُسکی سلطنت کی جسامت اور لمبائی چوڑائی کا اُسکی اصلی عناصر قومی کی مناسبت سے ہونا بدیہی تہا، دولت عثمانیہ کا اصلی عنصر اگرچہ آغاز مین صرف ایک (عثمانی) قبیلہ سے تھا، لیکن سلجوقی سلطنت کے زوال کے بعد اناطولیہ کے تمام ترکی قبائل عثمانی بن گئے،

[1] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ، جلد ۲۴، صفحہ ۳۴۰ صفحہ ۳۴۵ و ۳۴۶

اور اس جنسی و قومی اتحاد سے اسکی قوت کو بہت فائدہ پہنچا، اور اب عثمانی حکومت، ترکی سلطنت ہوگئی، پھر جب سلطان سلیم نے بلادِ عرب کو فتح کرلیا، اور تمام کلمہ گو مسلمان اسمین شامل ہوگئے اور اسکے اصلی اجزاء بن گئے تو دولت عثمانیہ اب ایک اسلامی حکومت ہوگئی،

لیکن جب شاہ اسماعیل صفوی ایران مین پیدا ہوگیا، اور ملت اسلامیہ مین ایک تفرقۂ عظیم ڈالدیا، اور مملکت ماوراء النہر اور دولت عثمانیہ کے بیچ مین وہ حائل ہوگئے تو ماوراء النہر والے اس عنصر مین شریک ہونے سے محروم رہ گئے، حالانکہ اس حکومت کا خلافت اسلامیہ کی بنا پر یہ فرض تھا کہ ان تمام اسلامی قومون کو جو مشرق و مغرب اور ہندوستان و سندھ مین ہین، اور جو اسکے اصلی عناصر بن سکتی اُن کے یکجا اور متحد کرنے مین وہ اپنی کوشش اور محنت کو صرف کرتی اور انکو اپنے اقتدار مین لاکر اپنی اجتماعی قوت کو بڑھاتی، خصوصاً کوہ قاف کے باشندون اور ترخان اور قازان کے تاتاریون کو اپنے مین شامل کرنا بہت تھوڑے وقت مین ممکن تھا، اور قومی و مذہبی اتحاد کے سبب سے یہ کام نہایت آسان تھا اور اسوقت کریمیا کا ملک بھی اس سلطنت مین داخل ہوجاتا، اور اس سے کوئی خطرہ و خوف باقی نہ رہتا، سلطان سلیم علیہ الرحمہ کے یہی خیالات تھے، اور یہ کسقدر عمدہ تھے، لیکن اسکی وفات کے بعد یہ نکتہ ذہن سے جاتا رہا، اور یہ عمل چھوڑ دیا گیا، اور بیرونی فتوحات کے پیچھے پڑکر اصل سرمایہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا، اور سلطنت کی وسعت سمٹ کر اصلی عناصر تک محدود رہ گئی اور اسکی وسعت وہی ہوگئی جو سلطان سلیم کے زمانہ مین تھی... حاصل یہ کہ اگر سلطان سلیم کے خیال، مقصد اور تجویز و نقشہ کے مطابق چلاجاتا تو سلطنت عثمانیہ کی قوت و وسعت آج سے[1] بالکل مختلف ہوتی۔"

دنیا کا یہ عظیم الشان انقلاب کیونکر ظہور پذیر ہوا، یعنی یہ کاروبار خلافت خاندان عثمانی مین کیونکر منتقل ہوا، اور سلطان سلیم نے حرمین کی خدمتگذاری کا شرف کیونکر حاصل کیا، مین اپنے قلم سے اسکے متعلق کچھ

[1] تلفیق الاخبار فی تاریخ قازان و البلغار مطبوعہ اورنبرگ جلد اول صفحہ ۵۱۷ و ۱۵۸،

لکھنا نہین چاہتا بلکہ علماے مکہ، اور شیوخ حرمین نے اپنی تصنیفات مین اسکے متعلق جو کچھ لکھا ہے صرف اُسکے ترجمہ کا حق ادا کرتا ہون، شیخ دحلان مکی مفتی شافعیہ اپنی تاریخ فتوحات اسلامیہ مین لکھتے ہین،

"۹۲۲ھ مین سلطان سلیم نے سلطان غوری فرمانرواے مصر و شام کے مقابلہ کا ارادہ کیا جو شاہ ایران کے ساتھ سازباز رکھتا تھا، اور جس نے ایرانیون سے جنگ کے موقع پر سلطانی لشکر مین رسد لیجانیکی مانعت کردی تھی،... ایک معمولی جنگ کے بعد سلطان کامیاب ہوا، اور غوری میدان جنگ مین مارا گیا، سلطان شہر حلب مین داخل ہوا، حلب کے باشندون نے مع علما، اور صلحا کے سرون پر قرآن رکھکر سلطان کا استقبال کیا، فتح کی تہنیت پیش کی، اور رفق و مدارا کی درخواست کی، سلطان نے مہربانی کا سلوک کیا، اور شہر مین داخل ہوا، جامع مسجد مین سلطان کے نام کا خطبہ پڑہا گیا، خطیب پہلے سلاطین مصر کے القاب مین "خادم الحرمین الشریفین" کے الفاظ پڑہا کرتے تھے، جب حلب کی جامع مسجد مین خطیب خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا تو سلطان سلیم کے نام کے ساتھ بھی اس نے "خادم الحرمین الشریفین" کا لقب پڑہا، سلطان اس سے بیحد مسرور ہوا، اور اُسے یقین ہو گیا کہ آخری فتح اُسکو نصیب ہوگی، اور "حرمین شریفین" کی خدمت کا فخر اُسکو حاصل ہوگا، اس خوشی مین خطیب کو وہ حلہ عطا کیا جو خود سلطان زیب بر کئے ہوئے تھا، اُسکی قیمت پچاس ہزار عثمانی تھی، اسکے بعد سلطان شام کی جانب روانہ ہوا، وہان کے لوگون نے دھوم دہام کے ساتھ اسکا استقبال کیا، اور وہ بھی اُن سے مہربانی کے ساتھ پیش آیا، یہان تین مہینے سلطان نے قیام کیا، اس درمیان مین جامع مسجد مین گیا، اور امام نے اُسکے نام کا خطبہ پڑہا، یہان سے بیت المقدس ہوکر مصر کا ارادہ کیا،... اور ۱۳ محرم ۹۲۳ھ کو مصر پہنچا، یہان غوری کے بعد سلطان اشرف کو مملوکون نے اپنا بادشاہ بنایا تھا۔

تاریخ کی دوسری کتابون مین ہے کہ سلطان نے پہلے اشرف کو صلح کا پیام بھیجا اور صرف یہ شرط کی کہ

وہ سلطان کی اطاعت منظور کرلے، اس نے یہ شرط قبول کرلی تھی کہ مملوکوں نے اسکو مار ڈالا، اور اب ایسی طوائف الملوکی پیدا ہوگئی کہ نہ جنگ کا سامان ہوسکا، اور نہ صلح کے شرائط قبول ہوسکے، ناچار سلطان نے مصر پر براہِ راست قبضہ کرلیا، اسکے بعد مفتی دحلان لکھتے ہین:۔

مصر پر قبضہ پانے کے بعد سلطان کو آرزو ہوئی کہ حجاز کا ملک بھی میرے زیر حکم ہو تاکہ حرمین کی خدمتگذاری کا موقع ملے، اسکے لئے اس نے فوج بھیجنا چاہی تاکہ غوری سابق سلطان مصر کے اعمال کے ہاتھ سے اسکو نکال لے، اسوقت شریف برکات بن حسن بن عجلان مکہ معظمہ کے امیر تھے، . . . اسوقت قاضی صلاح الدین (ایک مشہور عالم جو پہلے غوری کی قید مین تھے، اور جنکو تومان بیگ غوری کے بعد عارضی سلطان مصر نے آزاد کیا، یا سلطان سلیم نے ان کو رہا کرایا) وہ قاہرہ مین موجود تھے قاضی نے سلطان کے وزیر کو مشورہ دیا کہ حجاز مین فوج بھیجنے کی ضرورت نہین شریف برکات اس کام کو کرلین گے، اور سلطان کا مقصد حاصل ہوجائیگا، اور شریف برکات کی تعریف کی اور کہا کہ وہ سب سے پہلے سلطان کی اطاعت کرینگے، اور اہل حرمین اور باشندگان حجاز سے سلطان کی بیعت لے لین گے، فوج کے بجائے شریف کے نام صرف ایک فرمان سلطانی بھیجنا کافی ہوگا، وزیر نے اس تجویز کو سلطان کے سامنے پیش کیا اور سلطان نے اسکو بہت پسند کیا . . . اور فرمان سلطانی مع دو گرانبہا خلعتون کے ایک خود شریف برکات کے لئے، اور دوسرا اسکے بیٹے ابونمی کے لئے امیر مصلح بیگ کی معرفت بھیجا، اور حسب انتظام سابق دونون کو مکہ کی امارت مین شریک کیا، قاضی نے شریف برکات کو علحدہ خط لکھا، اور تمام واقعات کی اطلاع دی، حج کے مہینے آچکے امیر مصلح محل شریف، مع خلعت و فرمان لیکر جب قریب پہنچے، تو شریف برکات اپنے بیٹے ابونمی اور دیگر اشراف و معززین وغیرہ کو لیکر ایک بڑے جلوس کے ساتھ زاہر شریف تک اسکے استقبال کو گئے، اور باپ بیٹون نے خلعت سلطانی کو پہنا، اور مکہ معظمہ واپس آئے، اور لوگون سے سلطان کی بیعت لی اور سلطان کے نام کا خطبہ پڑھا،

اور رضامندی اور قبول عام سے لوگون کی اطاعت حاصل ہوگئی، اسکے بعد شریف نے شریف ابونمی کو ۹۲۳ھ مین سلطان کے پاس مصر بھیجا، سلطان نے عزت کی اور بدستور انکو شریک امارت رکھا"

یہ پہلا دن تھا کہ سلطان سلیم نے عبائے خلافت دربر کی، اور دنیا کا اتنا بڑا انقلاب اس صلح و آشتی اور رضامندی و قبول عام کے ساتھ انجام پایا، اور اسلام کے سب سے بڑے دینی مجمع یعنی موسم حج مین جہان دنیا کی مسلمان قومین جمع ہتین اسکا اعلان ہوا، اسکے بعد یہ واقعات سننے کے لائق ہین کہ اس اطاعت و بیعت کے بعد سلطان سلیم نے تین برس کی قلیل مدت مین حرمین کی خدمتگذاری کے کیا فرائض انجام دیئے۔

امیر مصلح جو محمل و فرمان شاہی اور خلعت لیکر آئے تھے، سلطان کے حکم سے وہ حج کے بعد بھی مکہ معظمہ مین مقیم رہے، اور بہت سے نیک کام انجام دیئے، جنکا ثواب سلطان کو پہنچیگا، منجملہ اُنکے ایک یہ کہ سلاطین مصر کی طرف سے شریف کو جو وظیفہ ملتا تھا، اسپر ۵۰۰ دینار (اشرفی) زیادہ کیا، ایک دفتر قائم کیا اور اسمین ان لوگون کے نام لکھے جو حرم محترم کے مجاور تھے، ان مین سے ہرایک کا سو دینار وظیفہ مقرر کیا، جو مصر کے خزانہ سے ادا کیا جاتا تھا، اور تیس آدمیون کی ایک جماعت مقرر کیگئی جو روزانہ قرآن پاک کا ایک ختم پڑھتے تھے، اُن مین سے ہرایک کی بارہ دینار تنخواہ مقرر کی، سلاطین مصر ہر سال فاقہ زدہ بدوؤن اور مکہ کے غریبون کے لئے غلہ بھیجا کرتے تھے، اُسکو "ذخیرہ" کہتے تھے، سلطان نے اس رسم کو بھی قائم رکھا، اور یہ قرار دیا کہ سات ہزار اردب (ایک بڑا پیمانہ شاید کم و بیش من) غلہ حرمین بھیجا جائے، پانچ ہزار مکہ معظمہ اور تین ہزار مدینہ منورہ، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور تمام علما، مشائخ، اور مفتیون کے سامنے سلطان کے حکم سے شریف کے صواب دید کے مطابق یہ تقسیم کیا گیا، سب کی رائے سے غلہ کچھ بھیجا گیا جس سے جدہ سے مکہ تک لانے کا خرچ ادا کیا گیا، اور ہر محلہ کے تمام

گھر اور تاجروں، بازاریوں اور لشکریوں کے سوا ہر گھر کے عورت، مرد، بچے، خادم سب کے نام لکھے گئے، اس طرح کل بارہ ہزار آدمیوں کے نام لکھے گئے، اور ہر ایک کو ۴۴ پیالہ غلہ دیا گیا، جو غلہ فروخت ہوا تھا اُسکے نفع سے ایک ایک دینار بھی دیا گیا، اور چاروں مذاہب کے مفتیوں میں سے ہر ایک کو تین تین اردب غلہ دیا گیا، اور بعض خاندانوں کے مرتبہ کے مطابق اُنکو کچھ زیادہ دیا گیا، شیخ قطبی (مکہ کے ایک مشہور عالم اور معاصر مورخ) کا بیان ہے کہ سلطانی عطیۂ محبت کی یہ سب سے پہلی قسط تھی۔

اسکے بعد مفتی دحلان شیخ قطبی کا یہ بیان لکھتے ہیں کہ

تمام مسلمانوں پر عموماً اور اہل حرمین پر خصوصاً واجب ہے کہ آل عثمان کے دوام سلطنت کی دعا مانگیں، کیونکہ اُنکی سلطنت شریف، اسلام کا ستون ہے، اور ان کے احسانات تمام لوگوں کو پہنچتے رہتے ہیں، خصوصاً بیت اللہ شریف اور روضۂ اقدس نبوی کے ہمسایوں پر اُنکے احسانات پے بہ پے ہوتے رہتے ہیں، اور وہ اسقدر ہیں کہ اس سے پہلے گذشتہ سلطنتوں میں اُن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

ایک دوسرے مکی شیخ و مورخ ابن علان کہتے ہیں کہ

مصر لینے کے پہلے ہی سے سلطان سلیم کو اہل حرمین سے بڑی محبت تھی، اور وہ پہلا سلطان ہے جس نے حرمین میں عطیۂ محبت جاری کیا۔

مفتی دحلان اسکے بعد فرماتے ہیں :۔

" بعد ازین دوسرے سلاطین عثمانی غلہ کی مقدار بڑھاتے گئے، یہانتک کہ اب مکہ معظمہ کے لئے بارہ ہزار اردب اور مدینہ منورہ کے لئے سات ہزار اردب غلہ آتا ہے، خداوند تعالیٰ اس سلطنت عثمانیہ کی عزت اور بقا کو دوام بخشے۔"

سلطان نے بعض عمارتوں کا بھی اضافہ کیا، مقام حنفی کی دوبارہ تعمیر ہوئی، امیر مصلح بن مدینہ منورہ گئے،

اور وہان بھی نیکی کے کارنامے انجام دیئے، ان اصلاحات اور اکرامات کا اثر یہ ہوا کہ اس خشک اور بنجر اور دائمی مبتلاے قحط ملک مین سرسبزی اور فارغ البالی پیدا ہوگئی، اور لوگون کی بے انتہا کثرت ہوگئی ہی شیخ قطبی کی معاصرانہ شہادت ہے کہ مین اپنے بچپن مین (یعنی سلاطین مصر کے عہد مین) حرم شریف کو اکثر خالی پالیتا تھا، اور تنہا طواف کا فخر حاصل کرتا تھا اور بازار سعی کو چاشت کے وقت ہلوگ سنسان دیکھا کرتے تھے، اور اکثر دیکھتے تھے کہ غلہ کے قافلے آئے ہوئے ہین، اور کوئی اُن کا تمام غلہ خریدنے والا نہین ہے، اسلئے وہ مجبوراً مدت معینہ کے وعدہ پر غلہ بیچ جاتے تھے اور قیمت بعد کو آکر وصول کرتے تھے، نرخ بہت نرم تھا کہ لوگ بہت کم تھے اور سکے بہت گران تھے، اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ

"لوگون کی کثرت ہے، روزی وسیع ہے، دولت زیادہ ہے، مخلوق اس بزرگ سلطنت کے زیر سایہ امن و اطمینان مین ہے، اور اسکے انعام و احسان و نعمت کے دریا مین غوطے لگا رہی ہے، اللہ تعالیٰ اسکی دولت قاہرہ کو اور اسکی خلافت باہرہ قائم و دائم رکھے[1]"

افسوس کہ ان واقعات کو یہان زیادہ پھیلانے کا موقع نہین ورنہ بتفصیل یہ دکھایا جاتا کہ سلاطین عثمان نے یہان کیا کیا کارنامے انجام دیئے، کتنے مدرسے یہان قائم کئے، یہان کے علماء، ائمہ، مشائخ اور دیگر مجاورین کے وظائف اور مناصب کیونکر مقرر کئے، یہان کون کون سے چشمے جاری کئے، کتنی بڑی بڑی عمارتین یہان بنائین، بیت اللہ شریف اور روضۂ نبوی کی تقدیس و تمجید اور اہتمام و انتظام اور قافلون اور حاجیون کی آسائش و آرام کی کیا کیا تدبیرین کین جن صاحبون کو شوق ہو وہ مکہ معظمہ کی پچھلی تاریخین مطالعہ کرین اور کم از کم الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام جو تاریخ مکہ مین ایک متداول کتاب ہی اسکے صفحات کی ورق گردانی کرین۔

(باقی)

---

[1] یہ تمام عبارتین فتوحات اسلامیہ مفتی دحلان جلد دوم حکومت سلطان سلیم سے نقل کیگئی ہین،

# سید جمال الدین

(۲)

بعدہ امین الضرب پیرس چلے گئے، اور سید سینٹ پیٹرزبرگ روانہ ہوگئے، ماسکو مین اخبار "ماسکوی" کے ایڈیٹر کاتکوف سے ملاقات ہوئی[1]، اور وہان انھون نے انگریزون کے خلاف روس اور دول اسلامی کے مابین اتحاد کی تجویز پیش کی، لیکن افسوس یہ ہوا کہ ان کے ورود کے چند ہی دن بعد (۱۱- ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ) کاتکوف کا انتقال ہوگیا، اس واقعہ کے بعد سید پیٹرزبرگ چلے گئے اور تقریباً دوسال تک وہان رہے، وہان مشہور مدبرین سے ملاقاتین رہین جنھون نے سید صاحب کا بظاہر تپاک آمیز استقبال کیا"، ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ مین ہم انہین میونخ (Munich) مین شاہ ناصر الدین کے ساتھ (جو اس مہینہ کی ۲۱ و ۲۲ تاریخ کو اس شہر مین موجود تھے) ملاقات کرتے ہوئے دیکھتے ہین، وہان امین السلطنت نے جو دولت روس کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کرنے اور اسکی خوشنودی حاصل کرنے (روسی اس سے اس امر سے ناراض تھی کہ امپریل بنک (بانک شہنشاہی) و معادن اور دریائے کارون مین جسے انگریزی کشتیون کے لئے کھولدیا گیا تھا، انگریزون

[1] ایک اور روایت کے مطابق جو راقم الحروف تک صرف ایک ہی واسطہ سے پہنچی ہے، یہ ہے کہ سید کاتکوف کے تار دیکر بلانے پر روس گئے تھے۔

کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا گیا ہے) کی غرض سے ہر قسم کے ذرائع استعمال کرچکا تھا[۱]
خیال کیا کہ سید جمال الدین کو جنکا اثر واقتدار اعیان روس پر ایک حد تک غالب تھا، اپنے اور
دولت روس کے مابین اصلاح کرانے کے خیال سے پیٹرز برگ بھیجے، سید بھی جو ہر ممکن طریقہ سے
انگریزی اثر کو صدمہ پہنچانے کے آرزومند تھے، اس تجویز سے بیحد خوش ہوئے اور روس روانہ
ہوگئے، جیسا کہ خود انھون نے بیان کیا ہے، اُنھون نے وزیر اعظم و وزیر خارجہ دوگیرس de Giers
وزیر خارجہ کے مشیر زینوویف ( Zinovieff ) اور اغناتیف ( Ignatiew
اور خاتون نوویکوف ( Novikoff ) اور جنرل ریختر وابروچیف سے ملاقات کی اور متعلقہ
معاملات پر بحث کی اور بقول خود روسی صدر اعظم اور اُن کے مشیرون سے بیس مرتبہ ان پر گفتگو
کی اور پیٹرز برگ مین دو ماہ تک اقامت رکھنے کے بعد بہ خیال خود مہم مین کامیاب ہوکر طہران
آئے[۲]۔ اور پھر حاجی محمد حسن (امین الضرب) کے مکان مین فروکش ہوئے، طہران مین تین ماہ تک
رہے اور چونکہ وہ کھلم کھلا استبداد کے خلاف بات چیت کرتے تھے، اِسلئے شاہ نے حکم دیا کہ وہ
طہران سے چلے جائین اور قم مین سکونت اختیار کرین، ناچار اُنھین شاہ عبدالعظیم مین محصور رکھا گیا،
اور حالت نظر بندی مین رہتے ہوئے تقریباً سات ماہ گذر رہے ہونگے کہ جمادی الاخریٰ یا رجب
سنہ ۱۳۰۸ھ مین شاہ کے حکم سے اُنھین شاہ عبدالعزیز مین گرفتار کرلیا گیا، اور انواع واقسام کی
سختیون کے ساتھ اُنھین والی بغداد کے پاس بھیجدیا گیا، اور اس سے تاکید کیگئی کہ اُنھین فی الفور

[۱] امین السلطان انگریزون کی ہواخواہی کے باعث کچھ عرصہ تک معتوب رہنے کے بعد بالآخر ا۔ رجب سنہ ۱۳۰۹ھ کو
روسی سفارتخانہ واقع طہران مین سفیر روس بوتسزوف کے پاس گیا اور کامل تین گھنٹہ تک ملاقات کی اثنائے صحبت مین
اُس نے پختہ طور پر یہ وعدہ کیا کہ مین آج سے روس کا وفادار رہونگا، اور ہمیشہ جان نثاری کا ثبوت دیتا رہونگا۔

[۲] پیٹرز برگ سے سید نیترلی گئے اور وہان قونصل ایران مرزا جعفر خان تبریزی (جو مرزا سید حسین خان عدالت کے
چچا زاد بھائی تھے) کے ساتھ رہے اور پھر عازم ایران ہوئے۔

بصرہ روانہ کردے، اور عراق عرب کی سیاحت کرنے یا وہان کے علماء سے ملنے کی اجازت نہ دے
مشارالیہ بصرہ پہنچے، اور وہان حاجی سید علی اکبر شیرازی (یہ ایک ایرانی عالم تھے، اور بظاہر وہ بھی
خارج البلد ہوچکے تھے) سے ملاقات کی اور اُن کی وساطت سے ایک عربی خط مجتہد اعظم حاجی مرزا
حسن شیرازی (جو سامرہ مین مقیم تھے) کی خدمت مین لکھا، یہ خط خاص شہرت رکھتا ہے اور سید صاحب
نے لندن مین اس خط کی نقل شایع کرادی تھی۔

سید صاحب بصرہ مین کچھ عرصہ تک قیام کرنے کے بعد اپنی صحت درست کرنے کی غرض سے
لندن پہنچے، ۱۸۹۲ء کی ابتدا مین وہ لندن ہی مین تھے، مگر آرام کرنے کی بجائے وہ مسلۂ دخانیات
و مختلف ملکی مسائل مین مصروف رہے، مزید بران پبلک جلسون مین ایرانی معاملات کے متعلق
متعدد لکچر اور ایڈریس دیئے، اور انگریزی جرائد مین مضامین لکھے میرزا ملکم خان سے جو سفارت کے
عہدہ سے معزول ہوچکے تھے غالباً ملاقات ہوتی تھی، رجب ۱۳۱۰ھ مین ایک عربی و انگریزی اخبار
جسکا نام "ضیاء الخافقین" تھا، لندن سے جاری کیا، اس کام مین غالباً دوسرون کی امداد بھی شامل
تھی، اور ہر نمبر مین وہ بالخصوص اسلامی معاملات کے بارہ مین ایک مضمون لکھا کرتے تھے، اس
اخبار کے پہلے پرچہ مین ایرانی خرابیون سے بحث کیگئی تھی اور دوسرے نمبر مین (غرۂ شعبان) مین
سید نے ایران کے تمام جید علماء کے نام ایک خط لکھا تھا، جس مین ناصر الدین شاہ کو تخت سے
اُتار دینے کی تحریک کی گئی تھی، اس پرچہ کی خوب ہی اشاعت ہوئی، بالآخر حکومت انگریزی نے
عجیب و غریب اثرات کو کام مین لاکر اس اخبار کے سر رشتۂ حیات کو منقطع کردیا، مثلاً انگریزی
وزارت خارجہ نے اس پریس سے جہان عربی ٹائپ تھے اور جہان یہ اخبار چھپتا تھا، (یہ مطبع
لندن کے مضافات مین واقع تھا) یہ کہا کہ اگر "ضیاء الخافقین" اخبار وہان چھپتا رہیگا تو حکومت
انگریزی اپنی تمام فرمائشات کو اس مطبع سے واپس لیگی، اور دوسرے کارخانہ کو دیدیگی، اس دھمکی

سے اخبار موت کی نیند سو گیا، اسی سال کے آخری حصہ میں یا سنہ ۱۳۱۰ھ کے ابتدائی ایام میں سید سلطان المعظم کی دعوت پر اسلامبول گئے[۱]۔ چونکہ سلطان بہ نفس نفیس اتحاد اسلام کے لئے کوشاں تھے اسلئے انھوں نے سید کی انتظامی قابلیت اور اسلامی ممالک میں انکے اثر سے فائدہ اٹھانے کی امید میں انہیں اپنے محل کے قریب ٹھہرایا، اور نشان طاش میں ایک مکان رہنے کے لئے دیا، اور ۷۵ لیرۂ عثمانی (تقریباً ۱۰۰۰ روپیہ) ان کے لئے ماہوار مقرر کر دیئے[۲]، اس مہم کی ابتدا میں سلطان عبدالحمید خان سے ان کے مراسم بہت بڑھ گئے تھے، اور سلطان بھی ان کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے، اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ جب اسلامبول میں بلنٹ کی سنہ ۱۳۱۰ھ کے آخر میں ان سے ملاقات ہوئی ہے، تو وہ سلطانی مہمانخانہ (جسے ترکی میں مسافرخانہ کہتے ہیں) میں فروکش تھے، اور سلطان کی خدمت میں انہیں بہت تقرب حاصل تھا، لیکن بعد میں سلطانی دربار کے نام پیر، مرشد اور درویش جنکا کام فال گیری، تعبیر خواب اور غیب گوئی تھا، اور جن سے سلطان عبدالحمید خان ہر وقت گھرے رہتے تھے، بالخصوص ابوالہدی (معروف بہ وسابس) نے سلطان کی نظر میں سید کی قدر کم کر دی، یہانتک کہ ان پر ایک گونہ نگرانی سی رہنے لگی جسکی وجہ سے انہیں بعد میں بہت سی تکلیفیں پہنچیں۔

اسلامبول میں چار سال سے زیادہ عرصہ تک اقامت رکھنے کے بعد سید کی حالت بہت

---

[۱] سید کے ایک دوست کی روایت کے مطابق جس نے ان سے ۱۹۲۰ء میں بمقام لندن ملاقات کی تھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۳۱۰ھ کے وسط تک وہ لندن ہی میں مقیم تھے لیکن ہمیں اچھی طرح سے یہ بات معلوم ہے کہ سال مذکور کے ماہ شوال میں اور نیز اس سے کچھ عرصہ قبل وہ اسلامبول میں موجود تھے، بلنٹ نے بھی اسی سال ان سے ملاقات کی تھی اور وہی اس بات کے ناقل ہیں کہ سید عید فطر یا عید اضحی کے موقع پر سلطان کے حضور میں حاضر ہوئے۔

[۲] مرزا رضا کرمانی کے قول کے مطابق انہیں ماہانہ ۲۰۰ لیرہ (۲۰۰۰ روپیہ) دیا جاتا تھا۔

کچھ کم ہو گئی، اسلئے کہ ناصر الدین شاہ کے قتل (۱۳۱۳ھ) کے بعد (جو سید کے ایک مشہور و معروف مرید مرزا رضا کرمانی کے ہاتھوں ہوا تھا) دولت ایران نے سلطنت عثمانی سے سید کا مطالبہ کرنا شروع کیا، مگر سلطان نے ایران کے پیہم اصرار کے باوجود اس مطالبہ کو مسترد کر دیا، اور سید کو حوالہ کرنے سے قطعی انکار کر دیا، لیکن کچھ ہی عرصہ بعد یعنی رجب ۱۳۱۴ھ میں سید مرض سرطان میں مبتلا ہوئے اور اسی سال شوال کی پانچویں تاریخ کو وفات پائی، ان کے جنازہ کو نہایت شان و احترام کے ساتھ اٹھایا گیا، اور ان کے مکان کے قریب کے قبرستان (شیخلر مزارلقی) میں دفن کر دیا گیا،

سید جمال الدین جو مصر و یورپ میں شیخ جمال الدین کے نام سے مشہور ہیں، جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، نہایت زبردست و عجیب و غریب شخص تھے، ان کے ذریعہ اکثر اسلامی ممالک میں اتحاد اسلام کے جذبات پھیلے، افغانستان، ایران، ہندوستان، مصر اور ترکی میں انھوں نے بہت سے نمایاں کام انجام دیئے، لندن، پیرس، اور پیٹرزبرگ میں وہ سیاسیات میں مشغول رہے، انکی شخصیت نہایت زوردار تھی، وہ نہایت بارعب آدمی تھے، ان کی تحریر و تقریر دلوں میں اثر پیدا کرتی تھی، وہ فی الحقیقت بڑے آدمی تھے، اور لوگوں کے قلوب پر حکومت کرتے تھے، انکی آنکھوں میں مقناطیسی قوت تھی، اور انکی زبردست ایمانی قوت کے بعد اگر کوئی بزرگترین شے ان میں تھی تو وہ ان کی قوت بیانی تھی، ہر مباحثہ اور لکچر یا گفتگو کے وقت انکی نظر لوگوں کے قلوب پر پڑتی تھی، ان کی قوت بیان اور بلاغت ہمیشہ غالب رہا کرتی تھی، عربی تحریر نہایت زوردار تھی، اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے خطبوں سے رسول اللہ صلعم کے خطبوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، فارسی لکھنے اور بول چال میں شاید افغانی محاورون اور لہجہ کا تتبع کرتے تھے، انکی فارسی تحریروں[۱] سے ان کے ایرانی ہونے میں اور زیادہ شبہہ پیدا ہو جاتا ہے

---

[۱] ان کا ایک فارسی خط جو ناصر الدین شاہ کے نام ارسال کیا گیا تھا اور جسے ناظم الاسلام کرمانی نے (بقیہ صفحہ آئندہ)

ان کا سب سے بڑا خیال اسلامی سربزی اور اتحاد اسلام تھا، اسی کو وہ اسلام کی ترقی اور احیاے عظمت کی بنیاد قرار دیتے تھے، اور اسی مین وہ یورپ کے غلبہ اور تسلط سے اسلام کی نجات مضمر سمجھتے تھے، مشارالیہ ہر لحاظ سے ایک زبردست اور جاذب ہستی تھی، لوگ اُن کی صحبت سے خوش ہوتے تھے، لیکن ان مین ایک حد تک تعلّی کی عادت تھی، اور زود خشم بھی تھے، وہ اپنے خیال مین جس امر کو حق خیال کرتے تھے، اُسے کھلم کھلا اور بے محابا بیان کرتے تھے، اور آیندہ خطرات کا بالکل خیال نہین کرتے تھے، وہ کسی چیز سے متاثر ہو کر بعد ان عمل سے نہین ہٹتے تھے لیکن وہ مدبر نہ تھے، اور یہی وجہ ہے کہ جہان جہان وہ گئے، اُنھون نے لوگون کو اپنا حاسد اور دشمن بنا لیا، مگر اُن کے دوست اور مرید اُن کے سچے نام لیوا اور عاشق تھے، اور وہ اُنکی پرستش کرتے تھے جن وحشیانہ سختیون کے ساتھ ان کا اخراج عمل مین آیا تھا اور جس طریقہ سے انکی ٹانگون کو باندہ کر جاڑے کے موسم مین خانقین تک لیگئے تھے، اسکا اثر بعد آخر عمر تک اُن کے دل پر رہا، اور باوجود اسکے کہ اس تاریخ سے پیشتر وہ نہایت چاق و تندرست تھے، لیکن اس واقعہ کے بعد جب وہ لندن پہنچے ہین تو وہ بہت لاغر اور علیل ہو گئے تھے، انکی عمر کا سب سے بڑا کام مصر مین انجام دیا گیا، جہان تقریبًا نو سال تک لوگون کو اُنکی ذات سے فیض پہنچتا رہا، مصر کے مشہور و

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) اپنی تالیف "تاریخ بیداری ایران" مین درج کر دیا ہے، ہمارے بیان پر شاہد ہے، ان کا ایک اور خط بھی جو ان کے ایک دوست کے نام دیکھے ار ہندوستان بھیجا گیا تھا، اسی کتاب مین شایع ہو چکا ہے، وہ خط اصلی حالت مین نہین ملا، اور اسلئے ممکن ہے کہ وہ جعلی ہو، اُن کے ایک قابل اعتماد دوست نے جو دو سال تک اُن کے ساتھ روس مین رہ چکا تھا، راقم الحروف سے یہ بات بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ حسن علیخان (امیر نظام) کو خط لکھنا چاہتے تھے، اول اول اُنھون نے فارسی مین کچھ لکھا، لیکن چونکہ اس سے اُن کا اطمینان نہوا اسلئے اُنھون نے اُسے پھاڑ ڈالا، اور عربی مین خط لکھا کیونکہ فارسی لکھنے پر وہ بہت حاوی نہ تھے۔

معروف مفتی محمد عبدہ اور بہت سے علما و فضلا اور مہدی سوڈانی کے اکثر اصحاب اُن کے شاگرد تھے، عربی، فارسی، ہمدانی ترکی اور اسلامبولی ترکی (عثمانلوجہ) مین وہ خوب ماہر تھے، فرانسیسی زبان مین وہ بقدر کفایت بات چیت کرتے تھے، اور فرانسیسی کتابون اور رسائل کو زیر مطالعہ رکھتے تھے، انگریزی اور روسی جو ٹوٹی پھوٹی اُنھین آتی تھی اسکی وجہ سے لندن اور پیٹرز برگ مین ان کا قیام تھا۔ شاید پشتو اور اردو بھی اتنی ہی آتی ہو گی، کتب عربی و فارسی کو وہ بہت زیادہ پڑھتے تھے، اور کتب فرانسیسی کا بھی ایک حد تک مطالعہ کرتے تھے، اپنی تصنیف "تاریخ الافغان" مین مشہور فرانسیسی عالم لنورمان (Lenorman) کے اقتباسات درج کئے ہین،

ان کی فقط دو کتابین یادگار رہ گئی ہین، ایک فارسی مین "رد نیچریہ" اور دوسری عربی مین "تاریخ الافغان"[1] اخبار عروۃ الوثقیٰ، اور ضیاء الخافقین مین جو مضامین انکے قلم سے نکلے تھے، وہ بھی باقی ہین، مشارالیہ کو زندگی سے کچھ اعتنا نہ تھا، اور یہی وجہ ہے کہ اُنھون نے مال و دولت جمع نہین کی، طہران مین ایک مرتبہ ناصر الدین شاہ نے ہزار تومان اور ایک ہیرے کی انگشتری اُنکے پاس تحفۃً بھیجی، اُنھون نے روپیہ کو واپس کر دیا، اور انگوٹھی کو میزبان کے اصرار سے رکھ لیا اور اُسکو بھی بالآخر اپنے میزبان کے صاحبزادے کو دیدیا، سید جمال الدین ترقی و وجاہت پسند مسلمان تھے، اور اُنھین اسلام کا سچا عشق تھا۔ وہ اگرچہ متعصب نہ تھے لیکن وہ دین مین کسی انحراف کے پیرو نہ تھے،

---

[1] یہ مفید کتاب مصر مین چھپ گئی ہے، کتاب ام القریٰ جو مصر مین چھپی ہے اور محض قصہ کے طور پر لکھی گئی ہے اور جسمین مختلف ممالک اسلامی کے علمار کو باہمی مشورہ کی غرض سے مکہ معظمہ مین مجتمع دکھایا گیا ہے، اور ہر ایک مقرر کی تقریر بھی درج کیگئی ہے، درحقیقت ایک فرضی قصہ ہے، جسکے مصنف مرحوم سید عبدالرحمن کواکبی حلبی ہین نہ کہ جمال الدین۔ بعض حلقون مین اس کتاب کو سید جمال الدین سے غلطی سے اس بنا پر نسبت دیجا رہی ہے کہ اُنھون نے واقعاً مکہ مین اس قسم کی ایک انجمن کی بنیاد ڈالی تھی +

بطرس بستانی کے انسائیکلو پیڈیا مین جو مضمون انھون نے مذہب باب پر لکھا ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس فرقہ کے متعلق اچھے خیالات نہ رکھتے تھے۔

جن یورپین مصنفین نے سید کے حالات قلمبند کیے ہین ان سب نے انکی بزرگی اور بڑائی کا اقرار کیا ہے، لیکن انکی تعریف مین کم و بیش مبالغہ بھی ہوتا ہے، پروفیسر براؤن جنکے مشرق اور ایران کے متعلق خیالات کا سب کو علم ہے اور جنھون نے ۱۳۰۹ھ کے آخر مین مرزا ملکم خان کے مکان مین اُنسے ملاقات کی تھی، اپنی کتاب "تاریخ انقلاب ایران" مین سید جمال الدین کی زندگی کے حالات پوری شرح و بسط سے لکھنے کے بعد نہایت محبت آمیز الفاظ کے ساتھ انکی تعریف کرتے ہین، وہ لکھتے ہین:

"یہ بزرگ شخص ایک زبردست سیاح اور عالم تھا اور، باوجود اسکے کہ دولت دنیا مین سے ایک فصیح زبان وقلم، وسیع علم، سیاسی فہم و فراست، معلومات مختلفہ اور اسلام اسکے انحطاط کو وہ اپنے دل مین محسوس کرتے تھے، کے لئے سچے عشق کے سوا ان کے پاس اور کچھ نہ تھا، تاہم یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے اور حرف بحرف صحیح ہے کہ اُنھون نے بادشاہون کے تخت و تاج کو ہلا دیا تھا اور مدبرین یورپ کی بعض متفقہ تجاویز کو درہم برہم کر دیا تھا، اُنھون نے ان غیر معلوم قوتون کو استعمال کیا جنکی جانب مشرق و مغرب کے سیاست دانون مین سے کوئی شخص بھی ملتفت نہوا تھا اور نہ کسی کے ذہن مین اُن سے فائدہ اُٹھانے کا کبھی خیال ہی آیا۔ انہی کے ذریعہ مشرق مین حب الوطنی اور مذہبی اتحاد کے جذبات پہیلے۔ ۔ ۔ ۔"

ولفرڈ بلنٹ اپنی کتاب "گارڈن خرطوم" مین جمال الدین کے بارہ مین مبسوط حال لکھنے کے بعد کہتا ہے کہ "جمال الدین ایک بڑے شخص تھے، اُن کی تعلیمات مین ایک خاص اثر اور کشش پائی جاتی تھی، یہانتک کہ آخری ۴۰ سال مین دنیاے اسلام مین ان سے بڑھکر کوئی عالم نہین ہوا، مین اپنے تئین بہت زیادہ مفتخر اور مشرف سمجھتا ہون کہ وہ انگلستان مین میرے یہان تین مہینے تک

مقیم رہے، لیکن وہ اپنے خیالات کے پکے تھے، اور پورے طور پر اپنیائی تھے اور آسانی سے ساتھ یورپین رسوم و آداب سے مانوس نہین ہوتے تھے۔

مشار الیہ کی شکل و شباہت اور ذاتی خصوصیات حسب ذیل ہین، وجیہ، توانا اور قوی الجثہ رنگ سیاہی مائل گہرا تھا، صورت مین عرب معلوم ہوتے تھے، آنکھین چمکدار ہنین بہت قریب سے پڑھنے کے عادی تھے لیکن عینک کا کبھی استعمال نہین کیا، ان کے سر کے بال بلند تھے اور خوبصورت زیادہ تر علماے اسلامبول کا لباس زیب تن کرتے تھے، غذا کم تھی اور اکثر دن مین ایکبار کہانا کہاتے تھے مگر چائے کے بہت زیادہ شائق تھے، چرٹ پینے کے عادی تھے مگر صرف یورپ اور ٹرکی مین، سوتے بہت کم تھے، اور آہستہ آہستہ اور رک رک کر باتین کرتے تھے، قوت حافظہ بہت تیز تھی اور فرانسیسی زبان کو کسی استاد کی مدد کے بغیر بقدر ضرورت صرف تین ہینے مین حاصل کر لیا تھا۔

---

سید جمال الدین کے حالات زندگی ختم کرنیکے بعد ہم یہ کہنا چاہتے ہین کہ ہر قسم کی تحقیق و تدقیق اور تجسس و تلاش کے باوجود مشار الیہ کے بہت سے واقعات پردۂ تاریکی مین مخفی رہ گئے ہین، ان مین سے ایک مرزا باقر بوانانی کی روایت ہے جو لندن مین سید کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے تھے، اور جنھون نے راقم الحروف کے ایک دوست سے آسے بیان کیا ہے، یعنی یہ کہ جس زمانے مین مرزا باقر کی عین عالم جوانی مین شیراز مین تکفیر ہوگئی اور وہ بھاگ کر بوشہر چلے گئے اور لوگ انہین پکڑنے کے لئے ان کے پیچھے پیچھے گئے، اور انہین گرفتار کرکے لئے جاتے تھے کہ کسی مولوی سے فتواے قتل حاصل کرکے انہین مار ڈالین، عین اس زمانہ مین سید جمال الدین بوشہر سے آرہے تھے، اور شیراز جانا چاہتے تھے، لوگون کو جب انکی موجودگی کا علم ہوا تو وہ انکی خدمت مین لیگئے، سید نے بلا تامل مرزا باقر کے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور اسکی نسبت "ملعون" "کافر" وغیرہ کے الفاظ استعمال

گئے، اسکے بعد لوگون سے کہا کہ اسے میرے پاس چھوڑ جاؤ تاکہ اس سے قبول جرم کراؤن، اور کل صبح اسکے قتل کا حکم دیدون، مجمع یہ سننے کے بعد منتشر ہوگیا اور مرزا باقر کو سید کے مکان مین محبوس کردیا گیا، نصف شب گذرنے پر سید آہستگی سے مرزا باقر کی کوٹھری مین گئے اور اسے بیدار کرکے کہا کہ فی الفور فرار ہوجاؤ، اور اس طریقہ سے وہ انکی نجات کا باعث بنے، بعد مین مرزا باقر نے سید جمال الدین کو دیکھکر پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے مجھے نجات دلائی تھی، اگر یہ روایت درست ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید ایران مین دو مرتبہ آنے کے علاوہ تیسری مرتبہ بھی ابتداے جوانی مین ایران آئے تھے اور بوشہر کی راہ طہران یا اصفہان گئے تھے۔

علاوہ ازین اعتماد السلطنت بھی اپنی کتاب "المآثر والآثار" مین لکھتے ہین کہ سید ابتداے جوانی مین بمقام قزوین علوم شرعیہ حاصل کرنے کے بعد طہران گئے تھے، لیکن یہ امر پورے طور سے معلوم نہ ہوسکا کہ آیا تحصیل علوم انھون نے ہمدان مین کی یا قزوین، طہران، مشہد، اصفہان یا کابل مین۔

ان کے ایک دوست جو انکی پہلی سیاحت مین مدت تک انکے ہم سفر رہے تھے، اور روس مین ان سے دوبارہ ملاقات کی تھی، یہ بیان کرتے ہین کہ سفر اول مین طہران مین ایک نوجوان شخص جسکی نسبت بعد مین معلوم ہوا کہ وہ سید کا بھانجا ہے، سید کے ساتھ رہتا تھا، اس زمانہ مین سید کے پاس عربی کتابون کے دو تین صندوق تھے جنھین انھون نے جوان مذکور کے ہاتھ ہمدان بھیجدیا تھا، یہی راوی ناقل ہے کہ سید یقیناً ایرانی تھے اور خود اس سے بیان کرتے تھے کہ مین نے اپنی جوانی کے دن افغانون مین بسر کئے ہین، مشار الیہ افغانون سے بہت دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔

---

# فلسفۂ اجتماع پر ایک نظر

از

جناب مقصود ولی الرحمن صاحب بی، اے لاہور

اردو زبان کی کم مائگی کسی دلیل و برہان کی منت کش نہین، ہند کی مروجہ زبانون مین اگر کسی زبان کو بلحاظ قلت کتب علمیہ مفلس و قلاش کہہ سکتے ہین تو وہ یہی اردو زبان ہے، بیہودہ ناول اور لایعنی قصص اور افسانے تو ہزارون نہین تو سیکڑون کی تعداد مین ضرور نکل آتے ہونگے، مگر کتب علمیہ کی تصنیف و تالیف کی طرف بہت کم توجہ ہے، یہی وجہ ہے کہ مصنفین اور مطابع کی کثرت کے باوجود اردو زبان کے ذخیرۂ ادبی مین بہت کم ترقی ہوئی ہے، فی زماننا چند بزرگون نے اس طرف توجہ فرمائی ہے، اور کتب علمیہ کی تصنیف و تالیف مین مصروف ہوئے ہین، انہی مین ایک مولوی عبد الماجد صاحب بی، اے بھی ہین جنکا نام کسی تعارف کا محتاج نہین، آپ اپنی علمی زندگی، علمی تصانیف، اور عالمانہ مذاق کی وجہ سے ہندوستان کے گوشہ گوشہ مین شہرت تامہ حاصل کر چکے ہین، فلسفۂ جذبات، فلسفۂ اجتماع، مکالمات برکلے، تاریخ اخلاق یورپ وغیرہ بہت سی کتب آپکی تصانیف و تراجم سے ہین، اسوقت ہمارے پیش نظر آپکی تصنیف فلسفۂ اجتماع ہے۔

فلسفۂ اجتماع پر مفصل تنقید کرنا مضمون ہذا کی غرض و غایت نہین، یہ کام اس سے قبل ہوچکا ہوگا، ہمکو مولوی صاحب سے چند امور مین جزئی اختلاف ہے، اور ان ہی اختلافات پر بحث کرنا اوراق مابعد کا موضوع ہے۔

مولوی صاحب میراث عمرانی پر بحث کرتے ہوئے صفحہ ۱۳۰ پر تحریر فرماتے ہین،

"لیکن کیا اس میراث عمرانی مین ہر شخص برابر کا شریک ہوتا ہے؟ کیا اس نعمت عظمیٰ کو بھی اس ترکۂ بیش بہا کے حصول کے لئے کسی قید و شرط کی حاجت نہین، کیا ہر وہ ہستی جس پر انسان کا اطلاق ہو سکتا ہے، اسکی مساوی حقدار ہوتی ہے؟ مشاہدہ ان سوالون کا جواب نفی مین دیتا ہے، دار و زندان کا وجود، پاگل خانہ و اصلاح خانہ کا قیام، پولیس و عدالت کی کارفرمائی، یہ تمام واقعات زبان حال سے شہادت دے رہے ہین کہ ہر شخص کو اس ورثہ مین یکسان حصہ نہین ملا، بلکہ بہت سے افراد ایسے ہین جو اس دولت سے ایک بڑی حد تک محروم ہین (مثلاً مجانین، احمقا یا جرائم پیشہ گروہ) اور اس محرومی کی سزا و پاداش کے لئے یہ مختلف ذرایع و مقامات عالم وجود مین لائے گئے ہین"۔

اس بیان مین سب سے پہلے تو اس فقرے کا مطلب ہماری سمجھ مین نہین آیا کہ "کیا اس نعمتِ عظمیٰ کو بھی اس ترکۂ بیش بہا کے حصول کے لئے کسی قید و شرط کی حاجت نہین؟" یہ نہین معلوم ہوتا کہ "نعمتِ عظمیٰ" سے کیا مراد ہے؟ اور اسکا مشار الیہ کون ہے؟ جہان تک ہماری فہم کام دیتی ہے اسکا مطلب و مراد انسان ہے، مگر انسان کو "نعمتِ عظمیٰ" کہنے کا سبب نہ معلوم ہو سکا، "ترکۂ بیش بہا" تو یقیناً میراث عمرانی کے لئے استعمال ہوا ہے، شاید کہ کتابت کی غلطی ہو گئی ہو اور اصل فقرہ اسطرح ہو، "کیا اس نعمت عظمیٰ اور اس ترکۂ بیش بہا . . . وغیرہ" +

اسکے بعد ہمارا پہلا شبہہ یہ ہے کہ یہان مولوی صاحب کو "فردیت" اور "شخصیت" کے استعمال مین التباس واقع ہوا ہے، "شخص" پر ہم دو حیثیتون سے غور کر سکتے ہین، ایک بلحاظ فردیت اور دوسرے بلحاظ شخصیت لفظ فردیت کا اطلاق ان خصائص پر ہوتا ہے، جنکی وجہ سے ایک آدمی عام اس سے کہ ذی عقل ہو یا کم عقل آدمی کہلانے کا مستحق ہے، اسکے برخلاف شخصیت سے مراد وہ خصائص ہوتے ہین

جسکی وجہ سے وہ اپنے افعال و سیرت کو سوسائٹی کے مطابق منضبط کرسکتا ہے، ہر شخص بلحاظ فردیت سوسائٹی کے موجودہ و مروجہ فوائد مین برابر کا مستحق ہوتا ہے، مگر یہ فواید صرف اس شخص کے لئے فواید ہونگے جو صحیح الدماغ اور صحیح النفس ہو، مجنون یا احمق نہو، ان فواید سے فائدہ اٹھانے کے لئے یہ لازمی ہے کہ اس شخص مین اتنی قابلیت ہو کہ وہ اپنے نفع و نقصان کو سمجھے، اگر اسمین یہ قابلیت نہین تو اسکے لئے یہ تمام فواید کالعدم ہین۔

اسکے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ ان فواید کی بذاتہ کوئی قدر و قیمت نہین ہوتی بلکہ یہ قدر و قیمت ایک کیفیت فاعلی ہے، وہ اضافی ہوتے ہین نہ کہ مطلق، ایک مجنون کے لئے زمانۂ حال کی ریلین اور تار برقی وغیرہ اتنے ہی بیکار ہین جتنا کہ ایک صحیح العقل کے لئے ایک تنکا، اسکے برخلاف ایک احمق یا مجنون کے لئے وہ چیز بہت ہی قابل قدر ہوسکتی ہے جسکو صحیح الدماغ لوگ ناکارہ سمجھکر نظرانداز کردیتے ہین، مثلاً اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک دیوانہ شخص اپنے کاسۂ شکستہ کو جام جمشید سے زیادہ قیمتی خیال کرتا ہے، چنانچہ اُسکو یہ گوارا نہین ہوتا کہ اُس سے ایک لحظہ کے لئے بھی وہ جدا ہو، یا ایک زاہد کی مثال لیجئے جو اس دنیا کو ٹھکرا کر زاویہ نشین ہوچکا ہے، اسکے لئے اس دنیائے دنی کی تمام اشیاء بالکل بے قدر ہین، ان تمام واقعات پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ کسی چیز کا "نعمت عظمیٰ" یا "ترکۂ بیش بہا" ہونا اس شخص کی کیفیت فاعلی ہے جسمین ان سے متمتع ہونے کی قابلیت ہے، انکی بذاتہ کوئی قیمت نہین، لہذا "میراث عمرانی" کو "نعمت عظمیٰ" اور "ترکۂ بیش بہا" کہنا فاعلی اور خارجی لفظہائے نظر مین التباس پیدا کرنا ہوگا۔

اسکے علاوہ دوسرا شبہہ یہ ہے کہ آپ اس ترکۂ بیش بہا کے حصول کے لئے "تعلیم پذیری" کی شرط لگاتے ہین، اور اسکی تعلیم پذیری کے لئے زبان نے دو اصطلاحین مقرر کردی ہین، (صفحہ ۳۰۲) ایک محاکات اور دوسرا اثر پذیری، لہذا اسکے حصول کے لئے محاکات اور اثر پذیری کی

شرط ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ مجانین یا حمقاء کی میراث عمرانی سے محروم رہنے کی وجہ کیا ہے، اسکی وجہ خود مولوی صاحب کی زبانی یہ ہے کہ "وہ عقلی خواہ عملی حیثیت سے سوسائٹی کے اثرات اور تعلیمات سے غیر مستفید رہتے ہین" (صفحہ ۴۴) یا بالفاظ دیگر ان مین تعلیم پذیری کا مادہ نہین ہوتا، یا ان مین محاکات اور اثر پذیری مفقود ہوتی ہین، بالکل بجا- مگر اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا اس طرح ان سے غیر مستفید رہنا ان کے بس مین ہے؟ کیا وہ جان بوجھکر ان سے کنارہ کرتے ہین، اور اسطرح حیات اجتماعی سے بیگانہ رہتے ہین؟ صاف ظاہر ہے کہ کوئی شخص جان بوجھکر مجنون یا احمق یا یکے از جرائم پیشہ نہ بنیگا- اسکی حالتِ جنون یا حمق ان تاثرات کا نتیجہ ہوتی ہے جن پر اسکو قابو نہین ہوتا، مثلاً حمقاء کے گھر مین پیدا ہونا، یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسپر اسکو قابو نہین، اگر ہوتا تو وہ ہرگز یہ پسند نہ کرتا کہ ان کے ہان جنم لے، یہی صورت حال مجانین و جرائم پیشہ لوگون کی ہے، طبیعت انسانی کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ وہ کسی طرح بھی اپنے آپکو زدہ و کمتر حالت مین نہین دیکھ سکتی اور اس ردی حالت کو منتخب بھی کرتی ہے تو ان اعلیٰ مراتب کی اُمید مین جسکے لئے وہ حالت ایک طرح کا زینہ ہوتی ہے، یہ صورت ان لوگون کی ہوتی ہے جو اس دنیا کے علائق کو رفع و دفع کرتے ہین، صرف اسلئے کہ ان کے پیش نظر وہ حالت ہوتی ہے جو روحانی ترقی کا نتیجہ ہوتی ہے، اور جو شخص کہ ان اعلیٰ مراتب کو قابل حصول یا انکی طرف سے عدیم الاعتنا ہوتا ہے وہ کبھی بھی اس حالت کو اختیار نہین کرتا اس حالت کے اختیار کرنے کا دوسرا محرک "حصولِ مسرت" ہو سکتا ہے- مگر بقول مل کوئی ذی عقل شخص صرف حصول مسرت کے لئے احمق یا کوئی تعلیم یافتہ شخص جاہل مطلق ہونا پسند نہ کریگا" (رسالہ افادیت صفحہ ۱۲) ان تمام باتون پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ مجانین یا حمقا کسی طرح بھی جان بوجھکر ایسے نہین بنتے، اور اسطرح کسی سزا و پاداش کے مستوجب نہین ہو سکتے +

یہ ایک عام فہم بات ہے کہ سزا یا پاداش اس فعل کی ہوتی ہے جو فاعل کے قبضۂ قدرت

مین ہوتا ہے، اس امر کی توضیح کے لئے کسی منطقیانہ یا فلسفیانہ دلائل کی ضرورت نہین، ایک چور کو چوری کی سزا ہم اسلئے دیتے ہین کہ چوری کرنا اسکے بس مین تہا، مگر فرض کیجیے کہ ایک شخص ٹنڈا یا اندہا پیدا ہوا ہے اور ہم اسکو صرف اس وجہ سے سزا دین کہ وہ ایسا پیدا ہوا تو ہمارا یہ فعل کسقدر خلاف عقل و خلاف انسانیت ہوگا، ہان اگر وہ چوری کرتے ہوئے پکڑا جائے اور دیوار پر سے کود پڑے اور ٹنڈا ہوجائے، تب البتہ اسپر کوئی رحم نہ کیا جائیگا، مگر صرف اسلئے کہ نہ وہ چوری کرتا، نہ اسکو دیوار سے کودنے کی ضرورت محسوس ہوتی اور نہ وہ ٹنڈا ہوتا، مجانین کی مثال لیجئے، یہ فرقہ ہر قسم کی سزا کی دسترس سے باہر ہے، یہانتک کہ اگر وہ کسی کو قتل بھی کردے تب بھی اسکو پھانسی نہ دیجائیگی، بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کیا جائیگا کہ اسکو پاگل خانہ بھیجدیا جائیگا، مگر سزا کے لئے نہین جیسا کہ مولوی صاحب کا خیال ہے بلکہ اسلئے کہ لوگ آیندہ اسکے حملون سے محفوظ رہین۔

اب ظاہر ہے کہ میراث عمرانی مین حصہ دار ہونا کسی فرد کے اختیار مین نہین، یہ تو "اسلاف کا ترکہ یا ورثہ" (صفحہ ۷۹) اور ہمیشہ وہبی اور خلقی ہوتا ہے نہ کہ اکتسابی" یہ تمام چیزین (یعنی میراث عمرانی) افراد کو انکی ولادت کے ساتھ ایک بڑی حد تک بنی بنائی اور تیار شدہ ملجاتی ہین" (صفحہ ۷۴) اگر ہم نے مجانین، حمقا یا جرائم پیشہ گروہ کو صرف اسلئے سزا دی کہ وہ میراث عمرانی سے محروم ہین تو ہمارا فعل یقیناً خلاف عقل کہلائیگا، اسکے علاوہ ہر شخص جانتا ہے کہ پاگل خانے اور اصلاح خانے سزا و پاداش کے لئے عالم وجود مین نہین آئے، مثلاً یہ کہنا کہ ہم پاگل کو پاگل خانے اسلئے بھیجتے ہین کہ وہ وہان رہکر اپنے جنون کی سزا بھگتے، صریحاً غلط ہے،

یہانتک تو صرف ایک عام فہم بات پر بحث تھی، اب ہم اس پر فلسفیانہ نظر ڈالتے ہین، اخلاقیات کا یہ ایک اہم اصول ہے کہ ہم صرف ایسے فعل کو نیک یا بد قرار دیسکتے ہین جو فاعل کی نیت و ارادہ سے صادر ہو، اس اصول کے موافق ہم مجانین کے کسی فعل پر ایسا حکم نہین لگا سکتے،

کیونکہ ان کے تمام افعال بلا کسی نیت وارادہ کے ہوتے ہین، حمقا کے افعال اگرچہ بالارادہ ہوتے ہین مگر وہ عقل کے فقدان کی وجہ سے اکثر ایسے کام کرتے ہین جسمین انکی نیت کچھ اور ہی ہوتی ہے، اسلئے ان کے تمام نہین تو اکثر افعال بلا نیت وارادہ کہے جا سکتے ہین، اور لہذا ہم انکو سزا یا پاداش کا مستحق قرار نہین دیسکتے۔

دوسرا پہلو اس بحث کا یہ ہے کہ ہم سزا کے مقصد ومراد پر غور کرین اور دیکھین کہ مجانین وغیرہ کو سزا دینے مین ہمارا مقصد کیا ہوتا ہے، سزا کے مقصد کے متعلق ماہرین اخلاقیات نے تین نظریئے پیش کئے ہین (مینوئل آف اتھکس مصنفہ میکنزی صفحہ ۳۰۴) اول یہ کہ سزا اسلئے دیجاتی ہے کہ دوسرے لوگ قاتل کے سوء انجام کو دیکھکر قتل کی جرات نہ کرین، دوسرا نظریہ یہ ہے کہ سزا کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے مجرم کی تہذیب نفس اور صلاح ہو جائے، مثلاً چور کو قید خانہ اسلئے بھیجتے ہین کہ وہ وہان کی تکالیف اُٹھا کر پھر چوری کرنے سے توبہ کرلے، تیسرا خیال یہ ہے کہ مجرم کو اسکے جرم کا بدلہ دیا جائے، مثلاً ایک باغی کو سزا اسلئے دیجاتی ہے کہ اُس نے بغاوت کی، نہ اسلئے کہ وہ آیندہ بغاوت نہ کرے، یا اور لوگ اسکا حشر دیکھکر بغاوت نہ کرین، ان تینون نظریون پر مفصل بحث کرنا ہمارے موضوع سے باہر ہے، ہمکو صرف یہ دیکھنا ہے کہ میراث عمرانی سے محرومی کی سزا کا مقصد ان تینون مین سے کونسا ہے، ظاہر ہے کہ ہم اُسکو کسی کے تحت مین بھی نہین لاسکتے، کیونکہ پہلے خیال کے مطابق یہ ہونا چاہیئے کہ ایک محروم میراث عمرانی کی تکالیف اور اسکی ذلتون کو دیکھکر دوسرے اسی قبیل کے اشخاص اُسکو حاصل کرنے کی کوشش کرین مگر دقت یہ ہے کہ یہ انسانی نہین معترض کہہ سکتا ہے کہ دولت وجائداد، علوم وفنون، زبان وادب وغیرہ تمام انسانی ہین، مگر ہمارا خیال یہ ہے کہ ہر شخص دولت وجائداد علوم وفنون وغیرہ حاصل نہین کرسکتا، کیونکہ اُسکے حصول کیلئے ایک ملکہ کی ضرورت ہوتی ہے جو حقیقی ہوتا ہے، غور کیجئے اگر مال ودولت حاصل کرنا ہر شخص کے

نفسیات میں ہوتا تو دنیا میں غریب کون کہلاتا، اگر ہر شخص علوم و فنون سیکھ سکتا تو جاہل عنقا صفت ہوتا وہ اگر ہر شخص ادب حاصل کر سکتا تو بے ادب کا لفظ ہی نہیں ہوتا، دوسرے نظریہ کا اقتضا، یہ ہونا چاہیئے کہ وہ شخص خود ایک دفعہ سزا اٹھالیت کر انکو حاصل کرنے کی کوشش کرے، مگر یہ بھی مندرجہ بالا وجوہ سے ناممکن ہے، تیسرے عقیدہ کے موافق مجانین اور حمقا، یا جرائم پیشہ گروہ کو سزا دینی سخت بیرحمی اور حد درجہ کی کم عقلی کا ثبوت دینا ہوگا -

ان تمام باتوں کو مدنظر رکھکر قارئین خود فیصلہ کرین کہ افراد کو صرف اسلئے سزا دینی کہ وہ ایک وہبی اور خلقی صفت سے عاری ہین، کہانتک درست ہے، ہان اگر یہ اوصاف اکتسابی ہوتے اور وہ اسکے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتے تب البتہ وہ سخت ترین سزا کے مستوجب ہوتے بلکہ اس حالت مین انکو سزا نہ دینا سوسائٹی پر ظلم کرنا ہے، اگر ایک حاکم ایک چور کو سزا ندے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ چوری کے عام کرنے کی فکر مین ہے، اصل مین مولوی صاحب کو نفسیاتی اور اخلاقی نقطہائے نظر مین التباس ہوا ہے ،

جماعت کی تخیل آرائی پر بحث کرتے ہوئے آپ صفحہ ۵۵ کے حصہ زیرین پر ایک مثال اسطرح دیتے ہین :-

"معمولی سیارہ جنگ کے زمانہ مین، جماعت کو جرمن کا ہوائی جہاز نظر آتا ہے جو روزشام کو شمالی ہند کی فضا پر منڈلایا کرتا ہے، اسکی تیز چمک مین صاف برقی روشنی کی جھلک نظر آنے لگتی ہے، بلکہ اکثرون کو اسکے اندر جرمن سپاہیون کی صورتین بھی بہت صاف دکھائی دیتی ہین"

ہمارے نزدیک تخیل آرائی کی یہ کوئی عمدہ مثال نہین، اگر ہم تخیل کو عام اور شاعرانہ معنون مین استعمال کرین تو بیشک اسپر کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا، لیکن ایسی کتاب مین جسکا موضوع نفسیات ہے، تخیل کے لفظ کو اصطلاحی معنون کے بجائے شاعرانہ معنون مین استعمال کرنا بالکل

غیر موزون ہے، تخیل کی تعریف معلم ثانی ابونصر فارابی نے اپنی کتاب "آراء اہل المدینۃ الفاضلہ" مین یون لکھی ہے کہ ھی قوۃ یحفظ بھا، ما ارتسم فی نفسہ من المحسوسات بعد غیبتھا عن مشاھدۃ الحواس بھا، یعنی تخیلہ وہ قوت ہے جسکے ذریعہ سے مشاہدۂ حواس کے بعد ان کے احساسات کا اثر ذہن مین باقی رہتا ہے" بعینہ یہی تعریف زمانۂ حال کے ماہرین نفسیات مثلاً پروفیسر جیمز نے کی ہے، (ٹکسٹ بک آف سائکلوجی صفحہ ۳۰۲) ان الفاظ کے صحیح معنی یہ ہین کہ تخیل ہمارے ذہن مین اس چیز کی تصویر پیدا کرتا ہے جسکا وجود اسوقت ہمارے سامنے نہین ہوتا - مثلاً آپ کی میز پر آپکے سامنے ایک کتاب رکھی ہوئی ہے، اور آپ اسکو دیکھ رہے ہین، آپکے ذہن مین اس کتاب کی ایک تصویر پیدا ہوتی ہے، مگر یہ نہین کہہ سکتے کہ یہ تصویر تخیل کا نتیجہ ہے، ہان کتاب کو ہٹا لینے کے بعد جو تصویر آپ کا ذہن پیش کریگا وہ البتہ تخیل کا کام ہے، مولوی صاحب کی اس مثال مین جماعت "معمولی سیارہ کو جرمن کا ہوائی جہاز تصور کرتی ہے، سوال یہ ہے کہ ہم اسکو کہان تک تخیل آرائی کہہ سکتے ہین، ہمارے نزدیک جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہین اسکو صرف شاعرانہ معنون مین تخیل آرائی کہہ سکتے ہین، ورنہ اصول نفسیات کی رو سے ہم اسکو صرف اسوقت تخیل آرائی کا نام دینگے جبکہ ہم اپنے گرد وپیش کے حالات سے قطع نظر کرلین اور اسپر ان تمام حالات سے علحدہ غور کرین مگر مشکل یہ ہے کہ سطور ہذا (یعنی فلسفۂ اجتماع) کی تحریر کے وقت مصنف اپنے گرد وپیش یہ تماشا دیکھتا ہے کہ یورپ کی ہولناک جنگ کے متعلق ہر طرح کی بے سرو پا افواہین نہایت کثرت کے ساتھ مشہور ہو رہی ہین" (صفحہ ۵۵) اس بیان ۔۔۔ ان تمام افواہون کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم اس مثال کو کسی طرح بھی تخیل آرائی نہین کہہ سکتے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ تخیل آرائی نہین تو اور کیا ہے؟ ہمارے نزدیک یہ مثال ہے توجہ کی اس قسم کی جسکو ڈاکٹر شائٹ نے (Expectant attention) کہا ہے،

(مینوئل آف سائیکلوجی صفحہ ۱۵۹) مثلاً آپ ایک کتاب تلاش کر رہے ہین، آپکے ذہن مین اسکی شکل محفوظ ہے، اور آپ اسی تصویر کی مدد سے اس کتاب کی تلاش کرتے ہین اگر آپ کے ذہن مین کسی قسم کی تصویر نہو تو آپ اپنی تلاش مین کامیاب نہین ہو سکتے، اس قسم کی تصویر اکثر کذب الحواس ( Illusion ) کا باعث ہوتی ہے جسکی اصلی وجہ وہی Expectant attention ہوتی ہے، فرض کیجئے کہ آپ چلے جا رہے ہین اور آپکو یقین واثق ہے کہ زید ملیگا، اتفاق سے کوئی اور شخص سامنے نظر آتا ہے مگر آپکو وہ زید ہی دکھائی دیتا ہے۔

اتنا معلوم ہو گیا کہ ( Expectant attention ) کذب الحواس کا باعث ہوتی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ مثال زیر بحث کذب الحواس کی کس قسم مین سے ہے، پروفیسر جیمز نے اسکو دو قسمون مین منقسم کیا ہے، (ٹکسٹ بک آف سائیکلوجی صفحہ ۳۱۸) ایک تو یہ کہ ایک چیز ہم پر ایک خاص اثر ڈالتی ہے، آیندہ جب کبھی وہ چیز سامنے آتی ہے تو ہم اسی پرانے اثر کے اُمیدوار رہتے ہین اور اسی کو محسوس کرتے ہین، دوسری قسم یہ کہ ہمارے ذہن مین ایک چیز کا خیال عارضی طور پر مضبوطی کے ساتھ جاگزین ہوتا ہے، اسلئے ہمکو ہر چیز وہی خاص چیز دکھائی دیتی ہے، مثلاً فرض کیجئے کہ آپ کبوتر کے شکار کو نکلتے ہین، آپ کے ذہن مین کبوتر کا خیال نہایت مضبوطی کے ساتھ جاگزین ہے، اور آپ ہر طرف اُسکے متلاشی رہتے ہین، اتفاقاً آپکو فضا مین ایک پرندہ دکھائی دیتا ہے جو کبوتر کے برابر ہے، آپ کا ذہن کبوتر کے دیگر صفات ذاتی مثلاً اسکا رنگ، اسکی سرخ آنکھین وغیرہ اپنے پاس سے ملاکر اُسکو کبوتر کی شکل دیدیتا ہے اور آپ اسی خیال پر اسپر بندوق چلا دیتے ہین، بعینہ یہی حال اس سیارہ کا ہوتا ہے جسکو جماعت جرمن کا ہوائی جہاز تصور کرتی ہے، "جنگ کے متعلق ہر قسم کی بے سروپا خبرین مشہور ہو رہی ہین" ان خبرون کی تکرار، اور مختلف اشخاص اور مختلف ذرایع سے اُنکی تشہیر کا اثر عوام پر یہ پڑتا ہے کہ

ان کے ذہن مین وہ تمام باتین جڑ پکڑ لیتی ہین، لہذا وہ ہر چیز کو اسی رنگ مین دیکھتے ہین، انہی خبرون کی وجہ سے وہ ہر وقت جرمن ہوائی جہاز کے منتظر رہتے ہین، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رات کے وقت اچانک اُنکی نظر ایک سیارہ پر پڑتی ہے، جرمنی ہوائی جہازون کا خیال اسکو ہوائی جہاز کی شکل مین پیش کرتا ہے، اور اسکے ساتھ ہی ذہن جہاز کے لوازمات یعنی برقی روشنی اور سپاہیون کی شکل بھی مہیا کر دیتا ہے، اور لوگ اسکو جرمن کا ہوائی جہاز یقین کر لیتے ہین، اب اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ ذہن کے اس تمام فعل مین تخیل کی بھی مدد ہوتی ہے، ہم اسکو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہین، تخیل کا اسمین بالکل دخل نہین ہوتا، تمام تصور اور تمام رنگ آمیزی عقل کی طرف سے ہوتی ہے، کیونکہ بقول جیمز کذب الحواس مین تمام فتور عقل ہی کا ہوتا ہے، عقل مقدمات حسی کے جوڑ توڑ مین دھوکا کھاتی ہے جسکا نتیجہ ایک غلط ادراک ہوتا ہے جسکو اصطلاح مین "کذب الحواس" کہتے ہین۔

جماعت کے تخیل کو متاثر کرنے کے لئے مولوی صاحب نے چار طریقے بیان کئے ہین، ان مین سے تیسرا صفحہ ۶۶ پر بیان کیا گیا ہے، وہو ہذا:-

"تیسرا اصول تخیل کو متاثر کرنے کا وہی ہے جسے ہم ایک ہی آدھ صفحہ اوپر بیان کر چکے ہین، یعنی ہر واقعہ کو حتی الامکان تصاویر و مناظر اصلی کے ذریعہ ظاہر کرنا"۔

جہان تک ہم سمجھ سکتے ہین، مولوی صاحب کا مطلب اور تمام استدلال یہ ہے کہ اس قسم کی متحرک اور جیتی جاگتی اور کالاصل تصاویر و مناظر دکھانے سے جماعت کے افراد کا ذہن فوراً اس چیز کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، جنکی وہ یادگار بن ہوتی ہین، مثلاً آپ کو سلاطین مغلیہ کی شوکت وعظمت دکھانی مقصود ہے، آپ کسی بائسکوپ یا سینما مین ان کے محلات، ان کے باغات، اُنکے دربار غرض انکی زندگی کے ہر شعبہ کی تصاویر دکھاتے ہین، اُنکو دیکھکر ناظرین کا ذہن فوراً ان سلاطین کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور وہ انکی شوکت وعظمت کے قائل ہوجاتے ہین، بالفاظ دیگر

یہ تضاد یا ائتلاف افکار کی وساطت سے ہمکو اصلیت کی طرف راجع کرتی ہین،

ہمکو مولوی صاحب کے اس بیان غیر مشروطہ پر اعتراض ہے، کیونکہ یہ دکہایا جاچکا ہے کہ تخیل کو اس طریقہ سے متاثر کرنے مین تمام کہیل "ائتلافِ افکار" کا ہے، اور ائتلاف افکار کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ ایک چیز کو دیکہکر ہمکو اسکی ضد کا خیال آتا ہے، مثلاً سفید کو دیکہکر سیاہی کا خیال آنا غیر معمولی بات نہین، اسی طرح بیان بھی ہوسکتا ہے کہ تصویر کو دیکہکر بجائے اسکے کہ سلاطین مغلیہ کی شوکت وعظمت کا احساس ہو، ہوسکتا ہے کہ انکی طرف سے انکی عیش پرستی اور آرام طلبی کی وجہ سے اور نفرت ہوجائے، اس قسم کے ائتلاف بالتضاد کا ظہور پذیر ہونا اسوقت بہت قرین قیاس ہوتا ہے جبکہ جماعت کے دل مین گروہ ثانی کی طرف سے نفرت تامہ موجود ہو، مثلاً آپ ایک متعصب غیرمسلم سے جسکے دل مین مسلمانون اور اسلام کی طرف سے نفرت کلّی ہو یہ بیان کرین کہ تم نیکی کے کام کروگے اور اسلام لے آؤگے تو مرنے کے بعد تمہین بڑی اور چمکدار آنکھون والی اچھوتی حورین ملین گی، کہانے کے لئے دودھ، شہد، انار اور ہر طرح کے تر وتازہ میوے ملین گے، خدمت کے لئے ہر وقت خوبصورت غلام کمربستہ رہین گے" (صفحہ ۶۷) تو آپ خیال کرسکتے ہین کہ اسکے دل مین ان الفاظ کا کیا اثر ہوگا؟ بجاے اسکے کہ وہ مسلمان نیک مردون کی حیات اخروی کی آسائش کا قایل ہو، اسکو ان کے تعیش کا یقین ہوجائیگا، اس قسم کی ورشالون کی کمی نہین، آجکل ہماری آنکھون کے سامنے اکثر اسی اصول پر کاربند ہونے کی کوشش کیجاتی ہے، جسکا نتیجہ ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ ناظرین بجائے رعب مین آنے کے نفور ہوجاتے ہین، متجسس طبایع کے لئے ایسی امثلہ کا قحط نہین۔

ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کا یہ اصول معیار گرا ہوا ہے، کیونکہ ہر اصول کے کلّیت و وجوب کیلئے شرط ہین اور وہی بیان مفقود ہین، اگر اسکو کچھ اس طرح مشروط کردین کہ "جماعت مین گروہ

ثانی کی طرف سے کوئی نفرت اور عداوت جاگزین نہو" تب البتہ ہم اسکو ہر موقع وعمل پر کام مین لاسکتے ہین، جن الفاظ مین مولوی صاحب نے بیان کیا ہے، ان مین اُسکو "اصول" قرار نہین دیا جاسکتا -

جماعت مین جذبات کے جزو غالب ہونے پر بحث کرتے ہوئے صفحہ ۹۷ پر تحریر کیا ہے

"××× ورنہ کائنات کی مشینری جس کمانی سے چل رہی ہے، وہ جذبات کی قوت ہے، جذبات کی جدہر رفتار ہوتی ہے، اسیطرف انسان جاتا ہے، جذبات کا جو تقاضا ہوتا ہے اسی کے مطابق انسان سے افعال واعمال صادر ہوتے ہین"

پھر صفحہ ۸۰ پر دوبارہ اسکا اعادہ کیا گیا چنانچہ لکھتے ہین :-

"کردار وسیرت کی کنجی جذبات ہی کے ہاتھ مین ہے"

ان جملون کا صریح مطلب تو یہ ہے کہ انسان کے من حیث الفرد تمام افعال واعمال کا محرک جذبات ہین، ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ مولوی صاحب نے "جذبات" کو کن معنون مین استعمال کیا ہے، اگر یہ وہی ہین جنکو انگریزی مین (Emotions) کہتے ہین تو ہم کیطرح بھی مولوی صاحب کے ساتھ متفق نہین ہوسکتے، اسمین شک نہین کہ منجملہ اور محرکات عمل کے جذبات بھی ہین، مگر صرف جذبات ہی کو محرک عمل قرار دینا غلطی پر مبنی ہے۔ "جذبات" کو کائنات کی مشینری کی کمانی" نہین کہہ سکتے ہین، اگرچہ اسمین بھی کلام نہین ہے کہ اس مشینری کے مختلف پرزون مین سے یہ ایک پرزہ ہے بشرطیکہ ہم پروفیسر میکڈوگل کے ہمخیال ہوکر جذبہ کو جبلت (Instinct) کے اجزا ثلاثہ مین سے ایک تسلیم کرلین، جبلتون کے محرکات عمل ہوتے ہین، کسی کو کلام نہین اور ان ہی کی وجہ سے جذبات بھی محرکات عمل ہوسکتے ہین -

اصل یہ ہے کہ "جذبات" کا استعمال مولوی صاحب نے مختلف معنون مین کیا ہے،

کہین اس سے مراد (Emotions) ہے اور کہین (Sentiments) مثلاً صفحہ ۹۳ و ۹۴ پر آپ نے "جذبۂ حب وطن" اور "جذبۂ تحقیق فن و تفتیش علوم" کا ذکر کیا ہے، ظاہر ہے اس قسم کے جذبات کا وجود نہین یہ محض (Sentiments) ہوتے ہین، اسکے علاوہ بعض بعض جگہ "جذبات" کو ان عام معنون مین استعمال کیا گیا ہے جنہین کہ ناول نویس استعمال کرتا ہے، اس اختلاف مفاہیم مین اصلی مراد کو سمجھنا بہت مشکل ہوجاتا ہے، بہرکیف معلوم یہی ہوتا ہے کہ عبارت منقولہ بالا مین "جذبات" کو (Emotion) کا ہم معنی قرار دیا گیا ہے۔

اسی صفحہ پر مولوی صاحب لکھتے ہین:۔

"اور جذبات کی جو نوعیت ہوتی ہے اسی طرز پر انسان کی سیرت اور کیرکٹر کی تشکیل ہوتی ہے۔"

یہ بیان بھی ہمارے نزدیک قابل اعتراض ہے، انسان کی سیرت اور کیرکٹر کی تشکیل کو جذبات کی نوعیت کے تابع کرنا خالی از خطا نہین، اس بات کو واضح کرنے کے لئے فلسفیانہ دلائل کی ضرورت نہین کہ کسی چیز کی قلب ماہیت صرف اسطرح ہوسکتی ہے کہ ایک دوسری چیز اسکی صحبت مین ہمیشہ یا تا دیر رہے، ایک ایسی چیز جو کبھی آئے اور کبھی غائب ہوجائے، اور جب کبھی آئے تو صرف چند لمحون کے لئے۔ کسی دوسری چیز پر اثر نہین ڈال سکتی، اور لہذا اسکی قلب ماہیت کامیاب نہین ہوسکتی، بجلی کی چمک سے کوئی تاریک کمرہ مستقل طور پر یا ایک کافی عرصہ کے لئے روشن نہین ہوسکتا۔ برخلاف اسکے ایک چراغ خواہ وہ چراغ سحری کی طرح ٹمٹماتا ہوا ہی کیون نہو ایک کمرہ کو روشن رکھہ سکتا ہے، جذبات کی حیثیت بھی "چشمک برقی" یا "تبسم شرار" سے زیادہ نہین ہوتی، اس سے ظاہر ہے کہ یہ انسان کی قلب ماہیت مین مدد

نہین ہوسکتے اور اسلئے اُنکی سیرت اور کیریکٹر کی تشکیل اُسکے تابع نہین ہوسکتی ۔

آگے چل کر اسی صفحہ ۹۷ پر لکھا ہے :-

البتہ عقل کا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ جذبات کے غیر محدود زور وقوت کو ایک حد تک محدود و مقید رکھتی ہے، سیرت انسانی کی تشبیہ اگر ایک سوار سے دیجائے تو کہا جاسکتا ہے کہ اسکا رہوار جذبات ہین، اور عقل بجائے لگام کے ہے جو راہوار کو قابو سے باہر نہین ہونے دیتی ۔

ہمارے نزدیک یہ بہت مشکل ہے کہ عقل کو جذبات پر ہر قسم کی قدرت حاصل ہو، یہ بالکل اسکی دسترس سے باہر ہوتے ہین، قبل اسکے کہ عقل اپنا عمل تحدید و تقیید شروع کرے، جذبات طاری ہوتے اور زائل ہوجاتے ہین، اور اگر وہ اتنا عرصہ ٹھہرتے بھی ہین کہ عقل ان پر اپنا اثر ڈال سکے تو عقل اسوقت اپنے آپکو بالکل بے بس پاتی ہے، کیونکہ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ جذبات ہمارے شعور کی طاقت کو اگر بالکل نہین تو بہت بڑی حد تک سلب کرلیتے ہین اور جب شعور ہی تقریبًا سلب ہوگیا تو عقل کس راستے سے داخل ہوسکتی ہے، شعور اور اِسلئے عقل کا زور صرف اسوقت تک ہوتا ہے جب تک کہ جذبات نمودار نہین ہوتے، جذبات گویا "بلی کی میاؤن" ہوتے ہین جسکو عقل کے چوہے نہین پکڑ سکتے ۔

ادعا و تحکم پر غور کرتے ہوئے صفحہ ۱۶۲ پر ایک "پیکر ادعا" اور "مجسمۂ تحکم" کے طبقے کے سب سے زیادہ مشہور شخص کی انداز تحریر کا ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے، یہ نمونہ صفحہ ۱۶۳ سے شروع ہوکر صفحہ ۱۶۷ تک پھیلتا چلا گیا ہے، طوالت کے خوف سے ہم اسکو قلم انداز کرتے ہین، قارئین کرام خود تکلیف گوارا فرماکر اسکو ملاحظہ کرلین، ہمکو اس تحریر مین کسی قسم کا ادعا یا تحکم نظر نہین آتا، صفحہ ۱۶۷ کا نمونہ البتہ ادعا و تحکم کا اچھا نمونہ ہے، مگر یہ خاص تحریر ہمارے خیال مین ادعا و تحکم سے

بالکل معرا ہے، اسمین شک نہین کہ اس عبارت مین جماعت کے جذبات کو برانگیختہ کیا گیا ہے اور اسطرح کہ یورپین مال کے بائیکاٹ کرنے کی تحریض کی گئی ہے، مگر دقت یہ ہے کہ مولویصاحب نے یہ مثال ادّعا و تحکم کی دی ہے نہ کہ جذبات کے برانگیختہ کرنے کی،

منجملہ اور امور کے جن پر ہمکو اعتراض ہے اور جنکو ہم بالفعل نظرانداز کرتے ہین، یہ چند امور ہین جنمین ہمکو مولوی صاحب سے اختلاف ہے، ہم ادّعا و تحکم کے ساتھ یہ نہین کہہ سکتے کہ ہمارے خیالات و استدلالات کہانتک درست ہین، ہم خواہشمند ہین تو صرف اس بات کے کہ مولوی صاحب یا کوئی اور صاحب خواہ بذریعہ رسالہ ہذا اور خواہ بذریعہ خط کے ہماری تشفی کردین یہ ایک علمی بحث ہوگی جسکی کہ ہمارے اُردو رسائل مین بہت کمی ہے -

---

# موازنۂ انیس و دبیر

## مصنفہ مولانا شبلی مرحوم

کا

ایک معمولی اڈیشن لکھنؤ کے ایک مطبع کا چھپا ہوا تیار ہے، جن صاحب کو ضرورت ہو طلب فرمائین، قیمت ہے -

"منیجر"

# مترجمات

ہفتہ وار رسالہ نیشن، اسوقت انگلستان کی سنجیدہ و آزاد خیال جماعت کے خیالات کا ترجمان سمجھا جاتا ہے، ذیل مین اسکے ایک مضمون کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے، جو حال کی ایک اشاعت مین اُس نے ٹیگور، اور اسکے کارنامون پر شائع کیا ہے، اس سے مغرب کے شرقی نقطۂ نظر پر روشنی پڑیگی۔ (معارف)

عین اسوقت جبکہ ساری دنیا جنگ و پیکار مین مصروف ہے، تسکین و تسلی کے لئے یہ کافی ہو کہ کم از کم ایک آواز تو ایسی ہے جو خواہ کتنی ہی پست و نارسا ہو، برابر امن و صلح کا پیام گنگنا رہی ہے، سارے شور و شغب، چیخ و پکار کے درمیان مین بھی ایک ہندی کی خاموش آواز برابر چلی آرہی ہے کہ تباہ کن جنگ و فساد نہین بلکہ مصالحت، محبت و تحمل، دنیا کی قدرتی نعمتین ہین، اسی پیام کی منادی کے لئے رابندر ناتھ ٹیگور، ایک ملک سے دوسرے ملک، اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم کی دبے پاؤن خاک چھانتے رہے ہین، اور ایک انٹرنیشنل یونیورسٹی (جامعۂ بین الاقوامی) کا منصوبہ باندھتے رہے ہین، ان کا استقبال جسطرح کیا گیا ہے، وہ ٹھیک اُسی طرح کا ہے جیسا کہ اس جہنم ارض مین کسی فرشتۂ آسمانی کا کیا جا سکتا ہے، حکومت نے اُنکو باغیانہ شورش کا مرتکب سمجھا، سرکاری جاسوسون نے اُنکا تعاقب کیا، حکام نے ان سے بدگمانی رکھی، اور بہت عنایت کی تو اُنھین ایک منصوبہ باز شیخ چلی قرار دیا، غرض اب تک تمام پیامبران روح کے ساتھ دنیا کی جو روش رہی ہے، وہی سنت اُسکو بھی ادا کرنی پڑی، لیکن با این ہمہ یورپ یا امریکہ مین جہان کہین بھی اُسکے قدم پہنچے، وہ ایک آواز، کتنی ہی پست و نارسا سہی، مسلسل امن و امان کا پیام دیتی رہی ہے، اور انٹرنیشنل یونیورسٹی کا تخیل

اسی جادہ پر گام زنی کرتا رہا ہے -

یہ راستہ شکلات کے پہاڑ تک گیا ہے، اسکے آغاز ہی مین ایک عظیم الشان سد راہ کی حیثیت سے وہ سرکاری نظام تعلیم ملتا ہے، جسے باشندگان ہند کے سر حکومت انگریزی نے منڈھا ہے اس نظام کی اہمیت ناقابل انکار ہے، اسی نظام تعلیم نے ہندوستان کے تعلیم یافتہ گروہ کو ایک مشترک زبان مہیا کردی ہے، جس سے خواہ وہ کسی نسل کے ہون، باہم تبادلہ خیالات کرسکتے ہین، اسی نے ہندوستان مین احساس اتحاد پیدا کیا ہے، اور اسی نے تعلیم یافتہ ہندوستانیون کو ملک کے باہر آزادانہ سفر و سیاحت پر آمادہ کیا ہے، اسی نے ہندوستان کے انگریزی لٹریچر کے خزانہ تک رسائی کرائی، اور اسی نے اسے انگریزون کے مخصوص اخلاق و آداب سے روشناس کرایا ہے، پھر جب تک ہمارے ہان کے مشہور سیاسی مصنفین کی تصانیف داخل نصاب درس رہین یہی نظام تعلیم، آزادی کی خواہش، اور حکومت خود اختیاری کے منافع کے احساس کا بھی نشوونما کرتا رہا، لیکن ان سب اعترافات کے باوجود یہ نظام تعلیم ہے اسی مطمئن و پرجمود عہد وکٹوریہ کی ایک یادگار جبکہ ہمارے سیاسی ارباب حل و عقد کو توقع کیا معنی یقین تھا، کہ جس قوم کی تعلیم و تربیت انگریزی نمونہ پر ہوگی، وہ بھی انگریزہی بنجائیگی، اور اس سے زیادہ کیا چاہیے تھا؟ لیکن ایک بالکل مختلف المزاج و مختلف الخصائل قوم پر اپنی تہذیب کے خواہ مخواہ سر منڈھنے کا جو نتیجہ پیدا ہوا، اور بالکل قدرتی طور پر پیدا ہوا، وہ ہم سب کے سامنے ہے، ہم مین سے بعض اشخاص واقف ہین کہ آج سے بیس بائیس سال پیشتر ایک تعلیم یافتہ ہندی کے کیا اوصاف و خصائل ہوتے تھے؟ اسکے فخر کی چیزین یہ ہوتی تہین کہ وہ اعلیٰ درجہ کی انگریزی لکھہ سکتا ہے، انگریزون کی ایک ایک بات اس نے اخذ کرلی ہے، وہ سوئبرن اور شیلے کی طرز مین انگریزی شاعری کرسکتا ہے، اور گلیڈاسٹن یا کسی اور قدیم تر خطیب کے انداز مین لچھے دار فصاحت کے دریا بہا سکتا ہے، اس نظام تعلیم کے

وزن سے دب کر بہت سے افراد خود اپنی ہی قوم کی زبان و خیالات سے بیگانہ ہو گئے، اسکی ایک مثال مشہور مقنن راش بہاری گہوش تھے جنھون نے حال ہی مین وفات پائی ہے، انگریزی لٹریچر پر انکو اس درجہ عبور حاصل تہا کہ انکی گفتگو انگریز مصنفین کے اقتباسات کا مجموعہ ہوتی تھی، اور انگلستان کے فلسفۂ سیاسیات کا رنگ اُن پر اسقدر غالب آگیا تہا کہ گویا پٹ کی تقریرین ہوتی تہین، لیکن دوسری جانب وہ اپنے ہموطنون کے خیالات سے بالکل ناآشنا ہو گئے تھے، اور اپنی مادری زبان مین شاید ہی تقریر کر سکتے۔

ہم لوگ اس طرز کے ہندوستانیون سے خوب واقف ہو چکے ہین، جو اگرچہ ہمارے شاعرون اور خطیبون کے کلام کے حافظ ہوتے تھے، اور جنکی زبانون پر ہر وقت برک، مل، یا مارلے کے ارشادات رہتے تھے، (مارلے کے حوالے اکثر اس وزیر ہند کی بے اصولی کے ثبوت مین بھی پیش کئے جاتے تھے) تاہم ہم ساتہہ ہی یہ بھی محسوس کرتے رہتے تھے کہ یہ چیزین عموماً رٹ کر ازبر کر لیگئی ہین، اور شیر مادر و روح آبائی کی طرح جزو دماغ نہین ہوئی ہین، راقم مضمون کو ایک مرتبہ یہ بڑا ہی پُر درد و حسرتناک نظارہ دیکھنا پڑا تہا، کہ ایک ہندوستانی جو حقیقی معنی مین شاعر تہا، بحیثیت کلکتہ یونیورسٹی مین ادبیات کے پروفیسر ہونے کے ہندی نوجوانون کو ٹینیسن کی مشہور نظم پرنسس (Princess) کی تعلیم دے رہا ہے، حالانکہ یہ ایسی کتاب ہے کہ جسکے نہ صرف نکات بلاغت، ہندوستانی معاشرت، ماحول و روایات کے لحاظ سے ناقابل فہم ہین، بلکہ جسکے صاف و سادہ معنی بھی سمجھ مین نہین آسکتے تھے، یہ ہرگز نہ خیال کرنا چاہیئے کہ ہم لوگ اپنے قائم کردہ نظام سے خواہ مخواہ برداشتہ خاطر ہو گئے ہین، (اور اسلئے اسمین ڈہونڈہ ڈھونڈہ کر عیب پیدا کر رہے ہین) نہین بلکہ خود اہل ہند بھی یہی صدا دے رہے ہین، مین اپنی تائید مین ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندوستانی کے الفاظ پیش کرتا ہون، جو یورپ و امریکہ دونون جگہ کے مغربی خیالات کا گہرا

رمز شناس تھا، لالہ لاجپت رائے نے گذشتہ دسمبر مین بمقام ناگپور، بحیثیت صدر کانفرنس طلبہ کے فرمایا:۔

"یاد رکھو کہ موجودہ نظام تعلیم کے بزرگ ترین خرابیون مین سے یہ ہے کہ اس سے طلبہ مین نہ از خود سوچنے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور نہ از خود عمل کرنے کی۔ ۔ ۔ ۔ میری نگاہ مین ایمانداری سے اور خدمت ملک کی خاطر سڑک بنانے کا کام کرنا ڈپٹی کلکٹری سے بدرجہا زیادہ معزز ہے، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زندگی کی یہ غایت ہرگز نہین ہوسکتی کہ روپیہ کمایا جائے، یا انسان ایک پڑھا لکھا جانور ہوکر رہجائے، آج ہر وہ شخص جو انگریزی اچھی بول لیتا ہے، اپنے تئین روشنخیال اور ایک ممتاز ہستی سمجھنے لگتا ہے، مین نے اس جماعت مین جو انگریزی لکھنے پڑھنے مین خوب طاق ہے، بہ کثرت احمق پائے ہین۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

خود رابندر ناتھ ٹیگور اپنی مغربی تعلیم کے متعلق لکھتے ہین کہ اس سے وہ اپنی حالت مثل اس درخت کے محسوس کرتے ہین، جسکو کھلے میدان مین آزادانہ نشو و نما کا موقع نہ ملے، بلکہ جسے اکھاڑکر اسکے صندوق تیار کئے جانے لگین، ایک پمفلٹ مین جو اپنے بولپور والے اسکول کے متعلق انھون نے لکھا ہے اور ہنوز شایع نہین ہوا ہے وہ تحریر کرتے ہین:۔

ذہن کو جب عرصہ تک اسکی قدرتی غذا، صداقت، نہین ملتی، نیز آزادی نمو سے اُسے محروم رکھا جاتا ہے، تو اسمین کامیابی کی غیر قدرتی ہوس پیدا ہو جاتی ہے، چنانچہ ہمارے طلبہ اسی کامیابی امتحان کے خبط کے شکار ہوگئے ہین، اس کامیابی کے معنی یہ ہین کہ کم سے کم علم پر زائد سے زائد نمبر مل جائین، یہ نفس کو حق و صداقت سے بالقصد غداری ذہنی بددیانتی کی اور اس حماقت کی تعلیم دیتا ہے، کہ نفس خود اپنا قزاق بنجائے، ساتھ ہی چونکہ ذہن و نفس کے وجود ہی سے ہم غافل کر دئے جاتے ہین، اسلئے ہم اس نتیجہ پر پہنچکر نہایت مسرور رہتے ہین ہم امتحانات

پاس کرتے چلے جاتے ہین، خوشی، خوشی کلرک، وکیل و پولیس انسپکٹر بنتے چلے جاتے ہین، اور

نوعمری مین مرتے چلے جاتے ہین"

ٹیگور نے یہ دکھایا ہے کہ ہندوستان بھر مین بلا استثنا ایک بھی ایسی یونیورسٹی عہد حاضر مین

ہنین قائم ہوئی ہے جو کسی ملکی یا غیر ملکی طالبعلم کو ہندی دماغ کے بہترین کارنامون سے روشناس کر سکے،

"اس غرض کے لئے ہکو سمندر پار کر کے جرمنی، فرانس کے دروازے کھٹکھٹانا پڑتے ہین"

اس موقع پر ٹیگور کے ذہن سے آکسفورڈ کی وہ عجیب و غریب عمارت نکل گئی، جو دریا کے کنارہ

شرقی تعلیم کے لئے مخصوص کیگئی ہے، یا شاید یہ بات ہو کہ کوئی بھی شخص یہان ویدک علوم کی تحصیل

کے لئے نہ داخل ہوتا ہو، بہرصورت ٹیگور کا شکوہ بالکل واجبی ہے، اور یہ محض اس غلطی کا کہ مشرقی

نفس پر خواہ مخواہ مغربی تعلیم ٹھونس دیگئی ہے، اور بقول ٹیگور تعلیم کو جیلخانہ کی تعلیم بنا دیا گیا ہے، خمیازہ

یہ بھگتنا پڑ رہا ہے، کہ قدیم ہندی طریق تعلیم کی از سر نو ترویج کی، پوری کوششین مختلف سمتون سے

شروع ہو گئی ہین، اس کوشش کی ایک مثال گروکل ہردوار ہے جو عین اس مقام پر واقع ہی جہان سے

مقدس گنگا پہاڑون سے پاک و صاف نکلتی ہے، یہان آریہ سماج کے ایک سخت فرقہ کے قواعد کے

مطابق نوجوانان ہند کی تعداد کثیر آٹھ برس کی عمر سے لیکر پچیس سال کی عمر تک رہتی ہے، جسپر اس

سولہ سال کی مدت مین عورت کا سایہ تک بھی نہین پڑنے پاتا، بجز اسکے کہ ماں کی زیارت کر یجائے،

اور وہ بھی سال بھر مین صرف ایکبار۔ یہ لوگ مسلسل آٹھ سال تک قواعد زبان سنسکرت کے ازبر

کرنے، اور بعد کی مدت مین ویدک دھرم کی کتب مقدسہ کے مطالعہ مین مشغول رہتے ہین، اور غذا،

لباس، تربیت ہر شے مین قدیم ہندی طریقہ کی سختی سے پابندی کرتے رہتے ہین، یہی رد عمل ہے جو

ایک اجنبی نظام تعلیم کے خلاف پیدا ہوا ہے، جس نے گذشتہ جنوری مین مرزاپور اسکوائر (کلکتہ) کے

ایک عام جلسہ مین مہاتما گاندہی کی زبان سے یہ کہلایا:-

"میں موجودہ تمدن کا ممنون ہون جس نے مجھے یہ سبق دیا ہے کہ اگر ہندوستان کو اوج کمال پر پہنچانا مقصود ہے تو مجھے اپنے ہموطنون سے صاف صاف کہدینا چاہیئے کہ جدید تمدن کے سالہا سال کے تجربہ کے بعد مجھے صرف ایک ہی سبق اس سے ملا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس سے بہرصورت محترز رہنا چاہیئے ...... میں اپنے تعلیم یافتہ لیڈرون سے کہہ دینا چاہتا ہون کہ جدید تمدن کی بہترین مثالون کے تجربہ کے بعد بھی مین ۱۹۰۸ء میں اس نتیجہ پر پہنچگیا تھا کہ خدا ہندوستان کو اس جدید لعنت سے محفوظ رکھے۔

ہم سب اس حقیقت سے واقف ہوچکے ہین کہ مغرب کے خلاف رد عمل نے مہاتما گاندھی کے اثر کو کسقدر وسیع بنا دیا ہے، یہ اسی کا اثر ہے کہ اسوقت ہندؤن اور مسلمانون سب پر گاندھی کو گویا اختیارات مطلق حاصل ہین، یہانتک کہ جو لوگ انکی تحریکِ ترک موالات سے اختلاف رکھتے ہین، وہ بھی انکی قوت اور انکی روحانی عظمت کو تسلیم کرتے ہین، ٹیگور نے انکو "عہد حاضر کا بزرگ ترین شخص" قرار دیا ہے، لالہ لاجپت راے نے سال گذشتہ ہندوستان واپس پہنچتے ہی بمبئی مین کہا کہ "مین تمام دنیا کو مقابلہ کی دعوت دیتا ہون کہ وہ مہاتما گاندھی کا کوئی نظیر کہین دکھلا دے" بہت بڑی آبادی اصول ترک موالات کی قوت کو تسلیم کرتی ہے، اور اسکی اس دلکشی پر تو تقریباً سب ہی متفق ہین کہ یہ تحریک اسقدر صاف وسادہ، اسقدر دور رس اور بظاہر تشدد سے اسقدر پاک ہے، پچھلی فروری مین مہاتما گاندھی نے ڈیوک آف کناٹ کے نام جو خط لکھا تھا اسمین کہتے ہین:-

عدم تشدد کی دعوت اور اسکا راز اب لوگون کے ایسا دل نشین ہو گیا ہے، جیسا اس سے پیشتر کہین نہین ہوا تھا، جو لوگ سرسری وسطحی نظر رکھتے ہین وہ بھی سمجھ گئے ہین کہ یہ تحریک مذہبی اور پاک کرنے والی ہے، ہم نے نوشی ترک کرنے لگے ہین، اور ہم سرزمین ہند کو اچھوت پن کی لعنت سے آزاد کرا رہے ہین، بدیسی چمک کو رفتہ رفتہ ہم دور کرتے جاتے ہین اور چرخہ کی ترویج سے

ہم قدیم وقابل رشک سادہ زندگی کو از سر نو واپس لے آنا چاہتے ہین، اور اس ذریعہ سے ہم موجودہ نظامات کے مضر اثرات کا توڑ کر دینا چاہتے ہین۔"

اس روحانیت نے ہندوستان مین جو شعلہ بھڑکا دیا ہے، اسکی نظیر اس سے قبل کسی زمانہ مین نہین ملتی، یہانتک کہ آج سے پندرہ سال قبل والی سودیشی تحریک کے زمانہ مین بھی نہین ملتی، مہاتما گاندھی جینی ہین، اور اسلئے کسی قسم کا تشدد ان کے نزدیک جائز نہین، ننھے سے ننھے کیڑے کی بھی جان لینا حرام سمجھتے ہین، لیکن دوسری طرف کیا یہ ترک موالات، عظیم الشان مقاطعہ کی تحریک بجائے خود ایک ذہنی و اخلاقی تشدد نہین، حکمران قوم سے قطع تعلق کر لینا، بغاوت سے بھی زاید شدید قسم کا انتقام ہے، اسلئے امن وصلح کی راہ مین صحیح تر قدم رابندرناتھ ٹیگور کا اٹھا ہے، جو انٹرنیشنل یونیورسٹی (جامعۂ بین الاقوامی) کا ڈیچ ڈال رہے ہین، جسکے دروازے عربی قومون کے ساتھ انگریزون پر بھی بند نہ رہین گے، اس یونیورسٹی کی بنیاد بین ایک اسکول کی صورت مین پہلے سے موجود ہین، جو ٹیگور ہی کا قائم کیا ہوا یونیورسٹی مین بیس برس سے موجود ہے، یہ سنسان مقام، شہرون کے شور وغل سے الگ، کلکتہ سے سو میل کے فاصلہ پر شمال مین صحت بخش آب وہوا، اور پر فضا مناظر کے ساتھ واقع ہے، اسکا نام "شانتی نکیتن" (تسکین منزل) ہے، یہان جھگڑا ایک سچے مغربی کیلئے ممکن ہے کہ وہ ایک طرف اپنے وطن والون کی خوش دماغیون اور نکتہ سنجیون کی غیر محسوس طور پر اشاعت کرتا رہے، اور دوسری جانب آہستہ آہستہ ان قدرتی مناظر کے درمیان مشرق ہند کے علوم وفنون، و حکمت کے جواہر ریزون سے اپنی روح کے خزانہ کو مالا مال کرتا رہے، اس یونیورسٹی کا دائرہ محض کتابی اور درسی تعلیم تک محدود نہین آس پاس کے گاؤن والون کے ساتھ مل کر کھیت جوتنا، مویشی چرانا، سوت کاتنا، تلی سے تیل نکالنا، اور اسی قسم کی سادہ ضروریات زندگی کا پورا کرنا یہ سب یونیورسٹی کے دائرہ مین داخل ہے، اور اس کاروبار مین مرد اور عورت دونون

شریک رہتے ہیں، لڑکیوں کا داخلہ بالکل لڑکوں ہی کی طرح ہوتا ہے، جو ہندوستان میں ترقی کی جانب ایک بالکل غیر معمولی قدم ہے، ٹیگور کا ارادہ بہت جلد ایک عمارت مغربی مردوں کے لئے اور ایک عمارت مغربی خواتین کے لئے بنانے کا ہے، امن و مصالحت کا راستہ یہی ہے، اسلئے کہ بقول ٹیگور،

تعلیم کی غایت صرف یہ ہونا چاہیئے کہ تمام علوم اور مشاغل حیات اجتماعی و روحانی کے اندر ہمیں ایک رشتۂ اتحاد محسوس ہونے لگے "

(نیشن اینڈ اتھینیم)

---

# سیرۃ نبوی

## کی

پہلی جلد کتابی تقطیع ۲۰ × ۲۶ پر چھپکر تیار ہے صفحات ۵۰۵، لکھائی چھپائی اعلیٰ، قیمت باختلاف کاغذ۔

درجہ اوّل ے،

درجہ دوم للعہ،

منیجر

# تلخیص و تبصرہ

## ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن

منجلہ ان متعدد انجمنون اور مجالس کے جو مغرب مین مسائل مشرقی کی تحقیق و تفتیش کے لئے قائم ہین، ایک قابل ذکر مجلس ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن کے نام سے موسوم ہے جسکو قائم ہوئے نصف صدی سے زاید عرصہ ہو چکا ہے، اس مجلس کے بھی قیام کی یہ اصلی غرض، مثل اس قسم کے دوسری انجمنون کے سیاسیات مشرق کا کھوج لگانا ہے، تاہم ضمناً مشرقی (خصوصاً ہندی) علوم و فنون کے متعلق بھی یہ انجمن فی الجملہ مفید خدمات انجام دیتی رہتی ہے۔

انجمن کا مستقر لندن (ویسٹ منسٹر چیمبرز، وکٹوریہ اسٹریٹ) ہے، اور اسکے ارکان مین انگریزون اور ہندوستانیون کی ایک تعداد کثیر شامل ہے، کچھ ارکان دوسرے ممالک مشرقی کے بھی باشندہ ہین، عام رکنیت کا چندہ ۲۵ شلنگ (۱۲ روپیہ) سالانہ ہے، اور لائف ممبری (رکنیت تاحیات) کا چندہ ۱۴ پونڈ (۲۱۰ روپیہ) ہے، انجمن کے نائب صدر انجمن بکثرت ہین، جنکا تعلق یا شاہی خاندان سے ہے یا طبقۂ والیان ملک و امراسے، مثلاً ڈیوک آف کناٹ، لارڈ کرزن، لارڈ چیمسفورڈ، لارڈ ہارڈنگ، لارڈ رونالڈشے، ہزہائنس آغاخان، مہاراجہ اندور، مہاراجہ دربھنگہ، مہاراجہ بیکانیر، وغیرہ، صدر انجمن لارڈ رے تھے، جنکا حال مین انتقال ہو گیا ہے، اور اسلئے اسوقت صدر کا عہدہ خالی ہے۔

ایک انتظامی کونسل ہے، جسکے صدر لارڈ لیمنگٹن ہین، اور نائب صدر رائٹ آنریبل سید امیر علی و سر کرشن گپتا۔ اور ارکا ارکان ہین، سر جان ریس، منوچہر جی بھاؤنگری، وغیرہ ہین، بیشتر حصہ

انگریزون کا ہے، ہندوستانی خال خال ہین، آنریری سکریٹری مسٹر اسٹیپلٹن رایس ہین، عام ارکان مین بھی انگریزی عنصر غالب ہے، سال گذشتہ عام ارکان مین ہندوستانی عنصر کا جو اضافہ ہوا، اس سلسلہ مین مسلمانون کے چند قابل ذکر نام یہ ہین، سید مہدی حسن بلگرامی (حیدرآباد) نواب عقیل جنگ بہادر، (فرزندان نواب عماد الملک بہادر) سید راس مسعود (ناظم تعلیمات مملکت آصفیہ) و ڈاکٹر سراج الحسن (رکن عدالت العالیہ دکن)

انجمن کے عام جلسے، بجز اگست و ستمبر کے ہر مہینے ہوتے ہین، جنمین اہم و دلچسپ عنوانات پر مضامین پڑھے جاتے ہین، اور بحث و مباحثہ ہوتا ہے، سال گذشتہ ان جلسون کی کارروائی حسب ذیل ہی:

۱۷-مئی ۱۹۲۰ء کے جلسہ مین سر ہاردی ایڈمن صدر رہے۔ مضمون یہ تہا "تامل زبان کی ضرب المثلین، باشندون کے خیالات و زبان کی کنجی" سر رابرٹس نے اس عنوان پر لکچر دیا۔

۲۲-جون ۱۹۲۰ء کے جلسہ کی صدارت لارڈ لیمنگٹن نے کی، عنوان تہا "کلکتہ یونیورسٹی کمیشن کا کام" ڈاکٹر ہارٹگ نے مضمون پڑہا۔

۱۲-جولائی ۱۹۲۰ء کا جلسہ لارڈ مسٹن کی صدارت مین ہوا، مسٹر مورلینڈ نے "مسئلہ افلاس ہند" پر مضمون پڑہا۔

۲۵-اکتوبر ۱۹۲۰ء کا جلسہ لارڈ کارمائیکل کی زیر صدارت ہوا، پادری شورن نے "اونچے ہندوستانی خاندانون کے لڑکون کی تعلیم" پر مضمون پڑہا۔

۲۲-نومبر ۱۹۲۰ء کو سر منوچہر جی بہاؤنگری کی زیر صدارت جلسہ ہوا، اور ڈاکٹر دوگل نے "تحفظ آثار قدیمۂ ہند" پر مضمون پڑہا۔

۲۴-جنوری ۱۹۲۱ء کے جلسہ کے صدر نشین سر رونلڈ راس تھے، عنوان "ہندوستان مین پیشۂ طب" تہا، ڈاکٹر ڈِب جانسن نے مضمون پڑہا۔

۲۱- فروری ۱۹۲۱ء کا جلسہ سرایڈورڈ ہنری کے زیرِ صدارت ہوا، اور سرجان کننگ نے "ہندوستان مین جرائم اور پولیس" پر مضمون پڑھا،

۱۲- مارچ ۱۹۲۱ء کو جلسہ کے صدرنشین لارڈ لیمنگٹن تھے، عنوان یہ تھا:- "ہندوستان کے اتحاد سیاسی پر ایک نظر" مسٹر بپال چندر چتامن وادیا نے مضمون پڑھا۔

۲۵- اپریل ۱۹۲۱ء کا جلسہ سرفرانسس ینگ ہسبنڈ کے زیرِ صدارت منعقد ہوا، اور مسٹر طونی نے "کشمیر کی قدیم ہندو تہذیب" پر مضمون پڑھا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ انجمن کا دائرۂ نظر بہت وسیع ہے، اور اُسکے تحت مین ہندوستان کے متعلق ہر قسم کے تاریخی، سیاسی، معاشری، اقتصادی و تعلیمی مباحث آجاتے ہین۔

انجمن کے پاس دو رسالے ہین، ایک جرنل جسمین صرف جلسون کی روئداد ہوتی ہے، دوسرے سہ ماہی رسالہ ایشیاٹک ریویو، جسکی ضخامت ڈیرہ سو اور دو سو صفحون کے درمیان ہوتی ہے، اس رسالہ مین علاوہ جلسون کی روداد کے ایک اہم حصہ مقالات کا ہوتا ہے، سال روان کی چار اشاعتون کے بعض مقالات کے عنوانات حسب ذیل تھے:-

(۱) بغاوت ہند،

(۲) ہندوستان مین صحافت کی ایک صدی،

(۳) فلسطین، ماضی و مستقبل،

(۴) علاقۂ کوہ قاف اور سیاسیات مغرب،

(۵) جاپان اور امریکہ کے تعلقات،

(۶) مسئلہ کوریا،

(۷) مصر و ہندوستان کا موازنہ،

(۸) برہما مین حکومت دوعلی،

(۹) ڈیوک آف کناٹ کی سیاحت ہند،

(۱۰) دارالعوام اور ہندوستان کی قانونی کونسلین،

مقالہ نویس زیادہ تر انگریز اعلیٰ پنشن یاب عہدہ دار ہوتے ہین، کبھی کبھی چینی، رومی، جاپانی، واطالوی ارباب قلم نے بھی دوران سال رواں مین مقالات شائع کرائے ہین،

مقالات و روئیداد انجمن کے بعد باب التجارت ہوتا ہے جسمین تجارتی، حرفتی و کاروباری مسایل پر بحث ہوتی ہے، اسکے بعد باب التعلیم ہوتا ہے، جسمین ہندوستان و دیگر ممالک مشرقی کے تعلیمی مسائل پر مضامین ہوتے ہین، باب الادب جو بہت مفصل ہوتا ہے، کئی حصون مین تقسیم ہوتا ہے، مثلاً مشرق بعید مشرق قریبہ، ہندوستان، شعر و شاعری وغیرہ، اور ہر حصہ مین تصانیف متعلقہ پر ریویو ہوتا ہے، اس باب کو باب الانتقاد و التقریظ بھی کہہ سکتے ہین، اسکے بعد باب المراسلت ہوتا ہے، اور سب سے آخری باب اثریات کے متعلق ہوتا ہے۔

## پرتگالی زبان کا اثر

## ہندوستانی زبان پر

ٹائمس آف انڈیا کے ایک مضمون نگار نے اخبار مذکور مین ہندوستانی زبانون پر اور خصوصاً دکن کی زبان پر پرتگالی کا جو اثر پڑا ہے اُسپر ایک نہایت دلچسپ مضمون لکھا ہے، جس سے ہماری اُردو زبان کے بہت سے گمنام الفاظ کی اصلیت، قومیت اور وطنیت کے اسرار معلوم ہوتے ہین، مضمون نگار مذکور لکھتا ہے،

اگرچہ مشرق مین پرتگالیون کا عہد حکومت بہت کم رہا ہے، لیکن ان لوگون پر جنمین وہ رہے

انکا بہت بڑا اثر پڑا، اسکا پتہ اس ملک کی زبان سے چلتا ہے، جسمین وہ اپنے ناقابل فراموش
اثرات چھوڑ گئے ہین، جب ایک آدمی یہان کی دیسی زبانون کا مطالعہ کرتا ہے، تو اُسکی حیرت کی
کوئی انتہا نہین رہتی، جب وہ دیکھتا ہے کہ کسقدر پرتگالی الفاظ ان زبانون مین استعمال کئے جاتے،
اور دیسی بنائے گئے ہین، مثلاً جب ایک شخص کسی بازار مین جاتا ہے اور میوہ فروش کی دوکان پر
پہنچتا ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ وہ سنترہ، انناس، پیرو، آفوس (آم) پیپری، پوپیا، (پپیتا)
کاجو، نیمبو بیچتا ہے، یہ تمام الفاظ، پرتگالی الفاظ سنترہ Centra) اناناس (Ananao
پیرا (Pera) آفونسو (Affonao) پیرس (Rres) پوپیاسنہ Popaina) کاجو
(Caju) اور لیماؤ (Limoa) سے ماخوذ ہین، ایک بنیا دعوی کرتا ہے کہ وہ "بٹاٹا" اور
"ساگو" سب سے کم دام پر بیچتا ہے، اور اُسکا "اچار" خوشبو اور ذائقہ مین بے مثال ہے، یہ
تینون الفاظ بھی پرتگالی ہین، بٹاٹا (آلو) (Batata) ساگو (Sago) اور اچار
(Achar) وہ اپنی چیزون کو رطل (پرتگالی ارٹیل (Arretal) سے تولتا ہے اور اُنکے
عوض مین روپیہ (پرتگالی روپلہ Rupala) جسپر شہنشاہ جارج کا چھاپ (چاپ Chap)
ہوتا ہے پاتا ہے،

اب ذرا قدم بڑھا کر کسی ہوٹل مین چلئے، وہان ایرانی آپکی خدمت کے لئے تیار نظر آئینگے،
وہ سپت (پرتگالی سپتاس Saptas) پہنے ہونگے، اُن کے جسمون پر قمیص (پرتگالی
کمیسہ Hamisa) ہوگی، اور اسپر استری (استرار Estirar) کیگئی ہوگی، آپ
ایک بنچ (بنکو Banko) پر تشریف رکھتے ہین، اور وہ آپکی خدمت مین چا، یا کافی (ابا
پیش کرتے ہین، وہ اُسے ایک باسی (طشت) (ابیا Baaia) مین رکھکر میز (میزا Meza
پر رکھتا ہے، اس نے برتنون کو اُسکے قبل بالٹی (بالڈی Balde) یا پیپے (پیپیل Pipial)

سے پانی لیکر دیتا ہے، اور اس تووال (تولیہ) (ٹوالہو Toalho) سے جو اسکے کندہے پر ہے پوہنچتا ہے،

گرجا (اگریجا Igreja) مین داخل ہوتے ہی پادری (پادرے Padre) صاحب سے ملاقات ہوتی ہے، اور کرس (کرز Cruz) وغیرہ مقدس اشیاء پر نظر پڑتی ہے عدالتین اپنے مقدمے لوداو (لودیدو Louvado) کے پاس بہیجتی ہین، اور ملزمون کی چیزون کو لیلام (نیلام) (لیلاؤ Leilão) کرتی ہین، سڑکون پر ہکو پان والا، بموالا (بمبہ Bomba) کال پٹی (کالافیٹ Calafate) پولیس (پولیٹیا Politica) اپنی پگڑیون پر پیلا فیتہ (فیتا Fita) لگائے ہوئے نظر آتی ہے، وفادار لوگ انگریز (انگریز Ingrez) سرکار کے برکات کا اعلان کرتے اور مہاتما گاندہی اور انکے پیروؤن کے ہندوستان مین طوفان (ٹوفیک Tofac) اٹھانے کی کوشش کو برا بھلا کہتے ہین، ہم ایک اورت (باغ) (ہورتا Horta) مین رہتے ہین، اور "فزندری" محصول ادا کرتے ہین آپ اپنے کمرہ (کمرا Camra) مین رہتے ہین، اسمین چابی یا چابی (کنجی) (چادی Chave) سے تالا لگاتے ہین، اور ایک الماری (امیریو Armario) مین اپنے قیمتی مال کو بند کر دیتے ہین"۔

"اب خواہ پرتگالی حکومت کے تمام اثرات ہندوستان سے غائب ہوجائین اور اس محل کے نکڑے جنکو فادر ہل (Fr. Hill) پرتگالی فن تعمیرات کی آخری یادگار کے نام سے یاد کرتے ہین بمبئی سے مٹ جائے تو بھی پرتگالی الفاظ جو دیسی زبانون مین داخل ہوگئے ہین ہمیشہ کے لئے مشرق پر پرتگالی حکومت کی یادگار کی حیثیت سے باقی رہین گے"۔

**معارف**: یہ الفاظ گو خاص دکن و بمبئی مین مستعمل ہین، لیکن چونکہ اردو بھی دکن ہی سے آئی ہے، اسلئے

اردو مین بھی یہ الفاظ مل گئے ہین، پرتگالی ہندوستان کے پہلے یورپین تاجر ہین، اور پہلی قوم ہے جو یورپین چیزون کو ہندوستان لائی ہے، اسلئے ان چیزون کے ساتھ اُن کے نامون کا بھی ہندوستان آنا ضرور تھا، سنترہ، اننّاس وغیرہ پھل، اور استری (کپڑے پر) نیلام، میز، بالٹی، پپا، گرجا، پادری، انگریز، بمبہ، فیتہ، کمرہ، الماری، چابی، تو خیر پرتگالی لائے ہین، پاوُروٹی، جو صل مین (پون) ہے وہ بھی پرتگالی ہے، پون کے معنی روٹی کے ہین، ہمارے زندہ دل شاعر غالب کی شراب پرتگالی کا نام بھی آپ نے سُنا ہوگا، تعجب ہے کہ یہ بھی ہندوستان کی پیداوار نہین، مضمون نگار نے بعض عربی وفارسی الفاظ کو بھی پرتگالی شمار کرایا ہے، مثلاً دکن مین ایک قسم کی زمین (جائداد) کا نام "فرزندی" ہے اسکو بھی اس نے پرتگالی بتایا ہے، مگر اُسکی صل نہین بتائی ہے، حالانکہ یہ "فرزندی" ہے، جو اُس زمین (جائداد) کو کہتے ہین، جو سرکار کی طرف سے نسلاً بعد نسلٍ ملی ہو، گاندہی کے پیرو جو طوفان اُٹھا رہے ہین، وہ ہمارے مضمون نگار کو یورپین نظر آتا ہے، مگر ایک مسلمان سے پوچھو تو وہ خالص اسلامی (عربی) بتائیگا اور حضرت "موسیٰ" اور "فرعون" کی "روحانی جنگ" کے واقعات مین قرآن کی یہ آیت پڑھ دیگا، فَاَرْسَلْنَا عَلَیْہِمُ الطُّوفَانَ (اعراف) قمیص بھی عربی ہے، اور قرآن مین مستعمل ہے۔ لیمو (لیمون) فارسی ہے، اصل مین عربی ہی، مضمون نگار نے اس سلسلہ مین ایک بڑی حقیقت کو فراموش کردیا ہے، اسپین وپرتگال پر عربون کا صدیون تک اثر رہا ہے، اس بنا پر سیکڑون، ہزارون عربی وفارسی الفاظ اسپینی، پرتگالی، مین چلے گئے ہین، چنانچہ ڈاکٹر انگلمین نے ان الفاظ کا ایک فرنچ لغت ترتیب دیا ہے، جو اسوقت ہمارے سامنے ہے، کتاب کا نام یہ ہے، Glossaraire Des moot Espagnals Et Portugais Derives De L'Arabe یعنی اسپینی اور پرتگالی کے ان الفاظ کا لغت جو عربی سے ماخوذ ہے، اسطرح عربی وفارسی کے بہت سے الفاظ ہیر پھیر کر مغرب جاکر پھر مشرق آئے ہین،

# اخبار علمیہ

نیویارک (امریکہ) سے ایک ماہوار رسالہ منسٹرل نکلتا ہے، حال میں اس نے اپنا ایک انڈین نمبر شائع کیا ہے جو تمامتر ہند و مسائل ہند پر مشتمل ہے، مناظر ہند کے متعدد مرقعے اور تصویریں درج ہیں، آغاز ٹیگور کی ایک نظم سے ہے، ایک ایک مضمون ٹیگور و گاندھی کے متعلق ہے، ایک مضمون خود ٹیگور کے قلم کا ہے۔

---

ٹیگور اپنی حال کی سیاحت یورپ کے زمانہ میں ایک مرتبہ صوبہ السیس سے گذر رہے تھے، یہ وہی صوبہ ہے جو ایک زمانہ میں فرانس کے قبضہ میں تھا، مگر ۱۸۷۰ء میں جرمنی کے ہاتھوں مفتوح ہو گیا تھا، اور اب پھر از سر نو فرانس کے قبضہ میں آیا ہے، اسٹراسبرگ کی مشہور یونیورسٹی اسی صوبہ میں ہے، ٹیگور کی ٹرین جسوقت اسٹراسبرگ اسٹیشن پر پہنچی، شب کے دو بجے تھے، یونیورسٹی کے طلبہ کو پہلے سے سُن گُن لگ گئی تھی، انکی ایک جماعت کثیر نے آکر اسوقت حملہ کیا، اور ٹرین کا محاصرہ کر لیا، بالآخر ٹیگور کو ٹرین سے اترکر ایک دن کے لئے یہاں قیام کرنے کا وعدہ کرنا پڑا، جب جاکر ٹرین آگے بڑھنے پائی۔

---

اسی اسٹراسبرگ یونیورسٹی نے وعدہ کیا ہے کہ ڈیکارٹ سے لیکر برگسان تک فرنچ زبان کے تمام اعلیٰ مطبوعات کا ذخیرہ ٹیگور کے مدرسہ بولپور کے نذر کریگی، فرانس کی وزارت تعلیم بھی غالباً اپنے حدود اقتدار کے اندر تمام مطبوعات کا ایک ایک نسخہ عنقریب مدرسہ بولپور کی زینت کے لئے ارسال کرے۔

---

لندن مین مسائل طبعیات کے مطالعہ وتحقیقات کے لئے اسوقت متعدد انجمنین اور مجلسین قائم ہین، مثلاً فزیکل سوسائٹی، فیراڈے سوسائٹی، رونتجن سوسائٹی وغیرہ، اب ان سب کی ترکیب وشمول سے ایک عظیم الشان ومرکزی انسٹیٹیوشن، انسٹیٹیوٹ آف فزکس کے نام سے قائم ہوا ہے، جسکے صدر مشہور ماہر سائنس سر رچرڈ گلیز بروک قرار پائے ہین، امید کیجاتی ہے کہ اب سائنس کی اس شاخ کو انگلستان مین نمایان ترقی حاصل ہونے لگیگی۔

---

ڈین انگ نے جو انگلستان کے ایک مستند فاضل اور ارسٹاٹیلین سوسائٹی کے صدر رہین، کچھ روز ہوئے ایک لکچر "مطالعۂ مذموم وستحسن" کے عنوان سے دیا، اسمین انھون نے فرمایا کہ اخبار بینی کی زیادہ عادت ذہن واخلاق انسانی کے لئے مضر ہے، عموماً لوگ روزانہ کئی کئی گھنٹے ان چیزون کے پڑھنے مین صرف کردیتے ہین، جن سے ذہن واخلاق کسی کو نفع نہین حاصل ہوسکتا۔

---

لاجرنل لکھتا ہے کہ لارڈ ایلنبائی کے اقدام قتل کے الزام مین ایک البانوی امیر جو جیسپر مین ماخوذ ہوا ہے، اس نے اپنی طرف سے پیروی مقدمہ کے لئے انگلستان کے نامور بیرسٹر بیرنگٹن وارڈ کو دس ہزار گنی (کچھ اوپر ایک لاکھ روپیہ) کی فیس پر طلب کیا ہے، اسقدر گران فیس گو حیرت انگیز ہے تاہم اسکی نظیر سابق مین بھی ملتی ہے، ۱۸۷۵ء مین جب مہاراجہ بڑودہ کرنل فیرے رزیڈنٹ کے زہرخورانی کے الزام مین ماخوذ ہوئے تھے تو انکی طرف سے پیروی کے لئے سرجنٹ بیلنٹائن بھی اسی قدر فیس پر لندن سے ہندوستان آئے تھے، بلکہ اس زمانہ کی شرح تبادلہ کے لحاظ سے ہندوستانی سکہ مین انکی فیس ڈیوڑھی کے قریب زاید تھی، جرنل مذکور لکھتا ہے کہ فیسون کی یہ حیرت انگیز گرانی کوئی بالکل جدید امر نہین بلکہ آج سے تقریباً سو برس پیشتر بھی بعض مقدمات کی فیس خاص لندن مین تین ہزار اور چار ہزار گنی ادا کیجا چکی ہے۔

ٹوکیو دار السلطنت جاپان مین بیرونی زبانون کی تعلیم کا جو کالج قائم ہے، اُسمین جتنے طلبہ نے مختلف زبانین لی ہین، اُن کے اعداد درج ذیل ہین، ان اعداد سے ارباب سیاست یکا اندازہ لگاتے ہین کہ جاپان کے سیاسی و تجارتی تعلقات کس کس قوم سے کس درجہ کے ہین:-

| | |
|---|---|
| انگریزی زبان کے طلبہ | ۴۳۹ |
| اسپانوی " | ۱۰۹ |
| چینی " | ۱۰۵ |
| فرنچ " | ۹۶ |
| جرمن " | ۹۴ |
| روسی " | ۹۸ |
| منگولی " | ۸ |

جنگ سے قبل جرمن و روسی زبانون کے سیکھنے والے طلبہ کی تعداد موجودہ تعداد سے بہت زیادہ تھی

---

توام (جڑیا) بچون کی طویل العمری کی ایک دلچسپ مثال کا ذکر آجکل اخبارات مین ہو رہا ہے، لارڈ لٹن سابق والیسرائے ہند کی خاتون، لیڈی لٹن جنکی ہشتاد سالہ سالگرہ ۱۵ ستمبر کو پڑی تھی، اور لیڈی لاش، یہ دونون توام بہنین ہین، یہ دونون آج سے ۸۰ برس پیشتر ایک ساتھ پیدا ہوئی ہتین اور صورۃً باہم اسقدر مشابہ ہتین کہ بالغ ہوکر اُن کے منگیترون کو اکثر دہوکا ہوتا تہا کہ وہ اپنی منظور نظر ہی سے گفتگو کر رہے ہین، یا اُسکی بہن سے، یہ ہم شکلی آج تک قائم ہے، یہانتک کہ قریب کے اعزہ کو بھی شناخت دشوار رہتی ہے، البتہ دونون کی سیرت، خیالات وغیرہ مین بعید فرق ہے۔

---

مار گزیدہ کے علاج کے ایک ماہر نے بیو امپائر مین سانپ کے کاٹنے کی دو نہایت مجرب و سہل الحصول دوائین شائع کی ہین، ان مین سے ایک دوا کیلے کا پانی ہے، سانپ کیلے سے بھاگتا ہے، چنانچہ کیلے کے درخت خواہ کتنے ہی گھنی جھاڑیون کے درمیان ہون (بجز ایک خاص قسم کے سانپ کے جو سبز رنگ کا ہوتا ہے اور ملک کے صرف چند مخصوص حصون مین پایا جاتا ہے) سانپ اُن مین کبھی نہ ملیگا، جسوقت کسی شخص کو سانپ کاٹے، چاہیئے کہ کیلے کے درخت سے فوراً تازہ عرق نکالین اور اوراسکے دو پیالے مار گزیدہ کو پلادین، یہ علاج تجربہ سے ۹۴ فیصدی کامیاب ثابت ہوا ہے، دوسری دوا یہ ہے کہ جو لوگ گانجہ پیتے ہین، انکی چلم کی تہ مین ایک سیاہ تکیہ جم جاتی ہے، اس تکیہ کو پانی ملاکر کسی پتھر پر گھس لینا چاہیئے، اور اس گہرے بادامی رنگ کے پانی کو مار گزیدہ کے جسم مین داخل کرنا چاہیئے، سانپ جسوقت چوٹ کرتا ہے، تو مقام زخم اور اُسکے حوالی پر نیلا نشان پڑجاتا ہے اسلئے کہ زہر کے اثر سے خون کا رنگ نیلا ہوجاتا ہے، چاقو یا نشتر سے زخم سے کچھ اوپر ہٹ کر ملکا سا شگاف دیکر سرخ خون کی تلاش کرنا چاہیئے، اورجس جگہ پر بھی سرخ خون نکل آئے، اس شگاف زدہ حصہ مین وہی گانجہ کا پانی ڈال دینا چاہیئے، مریض اگر بیہوش بھی ہوچکا ہے تو تھوڑی دیر مین ہوش درست ہوجائیں گے، اور اچھا ہوجائیگا -

---

ڈاکٹر موصوف اپنے تجربہ کی بنا پر لکھتے ہین کہ یہ دوائین جسقدر جلد استعمال کرائی جاسکین، اسیقدر ان کے موثر وکارگر ہونے کی زیادہ توقع ہے، کیلے کا تازہ عرق اگرچہ بدمزہ ہوتا ہے لیکن نہایت مجرب علاج ہے، علی ہذا گانجہ کی چلم کی تکیہ کا عرق بھی نہایت مفید ثابت ہوا ہے، کئی سال ہوئے ہزاری باغ (اڑیسہ) مین ایک عورت کو ایک کالے سانپ نے ڈس لیا، وہان کے ایک سائنٹسٹ کو پورے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد خبر ہوئی، اُس نے آتے ہی مار گزیدہ کے زخم کے اردگرد شگاف دینا شروع کئے

لیکن سرخ خون کی چھینٹ بھی نظر نہ آئی، رفتہ رفتہ اس نے تمام اعضائے جسم مین تلاش کی، لیکن سراور کھوپری تک کا خون نیلا پڑ چکا تھا، سرخی کا مطلق نشان نہ تھا، بالآخر پپوٹون کے نیچے خون کی سرخی نظر آئی اور وہین معالج نے شگاف دیکر گانجہ کا پانی داخل کردیا، عورت اُسوقت بے ہوش اور بیحس پڑی ہوئی تھی، لیکن دو گھنٹہ گزرنے کے بعد اُسکے ہوش وحواس درست ہوگئے اور اچھی طرح چلنے پھرنے لگی، یہانتک کہ اب کئی برس ہوگئے ہین اور مار گزیدگی کا کوئی ضعیف سا اثر بھی اُسکی صحت پر نہین،

---

ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ کے ایک مضمون نگار نے جو جاپان کی سیاحت سے واپس آیا ہے، اخبار مذکور مین جاپانیون کے نظام تعلیم پر ایک مفصل مضمون تحریر کیا ہے، اسمین وہ لکھتا ہے کہ جو شے ایک سیاح کی توجہ کو سب سے زیادہ اپنی جانب کھینچتی ہے وہ اس ملک مین تعلیم کی عمومیت ہے، جس لڑکے یا لڑکی پر نظر پڑتی ہے، وہ مدرسہ کی طالب العلم ہی نکلتی ہے، اور شاید ایک متنفس بھی ایسا نہ نکلے، جو لکھنے پڑھنے سے ناآشنا ہو، ایک خاص بات یہ ہے کہ تعلیم کا شوق زمانۂ طالبعلمی تک محدود نہین رہتا بلکہ اسکے بعد بھی برابر قائم رہتا ہے، چنانچہ مجھے ریل یا ٹراموے مین جب اُن کے ساتھ ہمسفر ہونے کا اتفاق ہوا تو عموماً مین نے انہین جرمن یا فرنچ زبان کی دقیق کتابین مطالعہ کرتے پایا، دسائل ہند و یورپ کے متعلق معلومات بہم پہنچانے والی کتابون کو وہ خاص ذوق سے پڑھتے رہتے ہین، ایک روز پایۂ تخت کے نام ٹوکیو کی امپیریل یونیورسٹی مین گیا، اور یہ دیکھکر حیران رہ گیا کہ ایسے نازک وقت بھی ۵۰ طلبہ غایت انہماک و یکسوئی کے ساتھ مشغول مطالعہ ہین، جاپان وانگلستان کے نظامات تعلیم مین خاص فرق یہ ہے کہ انگلستان مین تعلیم کی اصلی غایت شخصیت وانفرادیت کا نشوونما سمجھا جاتا ہے، بخلاف اسکے جاپان مین قومی اغراض واجتماعی مقاصد کا خیال سب پر غالب رہتا ہے، چنانچہ اسوقت ۹۹ فیصدی لاکھہ کی تعداد مین

جو طلبہ زیر تعلیم ہین، معلوم ہوتا ہے کہ مختلف فرائض و مناصب ملکی کے لئے ان سب کی جگہین متعین ہو چکی ہین -

---

جاپان کی کل تعلیم گاہون کو چار طبقون مین رکھا جا سکتا ہے :

(۱) کنڈر گارٹن مدرسہ - یہ بالکل بچون کی تعلیم کے لئے ہوتے ہین، جنمین کہیل کود کے ذریعہ سے تعلیم دیجاتی ہے، ان مین تین برس کے سن سے بچون کا داخلہ ہونے لگتا ہے -

(۲) مدارس ابتدائی، ان مین عموماً چھہ سال کی عمر کے بچے لئے جاتے ہین، اور اُن کی مدت درس بھی چھہ سال کی ہے -

(۳) مدارس ثانوی، ان مین عموماً بارہ سال کی عمر کے بچے لئے جاتے ہین، اور اُنکی مدت درس پانچ سال کی ہے -

(۴) مدارس اعلیٰ، یا ہائی اسکول، اُنکی مدت تعلیم تین سال کی ہے، اور ان مین عموماً سترہ برس کی عمر کے طلبہ لئے جاتے ہین، تعلیم یونیورسٹی مین داخل ہونے کا یہ پہلا دروازہ ہے، ان مدرسون مین داخلہ انتخاب مقابلہ سے ہوتا ہے، اور مقابلہ بہت سخت ہوتا ہے، چنانچہ اُمیدواران داخلہ کا صرف ۱/۴ حصہ کامیاب ہوتا ہے، اور باقی ۳/۴ حصہ منہ دیکھکر رہجاتا ہے -

اس طرح یونیورسٹی مین داخل ہونے سے قبل پورے چودہ برس کی مدت تعلیم (علاوہ کنڈر گارٹن تعلیم کے زمانہ کے) درکار ہوتی ہے، ملک مین عام و ابتدائی تعلیم کی جسقدر سہولتین ہین، ویسی ہی اعلیٰ یونیورسٹی تعلیم کے لئے شرائط و قیود ہین، چنانچہ بہت ہی محدود تعداد مین ایسے خوش نصیب ہوتے ہین جو یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم سے بہرہ مند ہو سکین -

---

امپریل یونیورسٹی کے گریجویٹون نے، بعد تکمیل تعلیم جس جس تعداد مین جن جن مشاغل کو اختیار کیا
اُسکی تفصیل حسب ذیل ہے :-

| | |
|---|---|
| پیشہ معلمی | ۳۰۰۰۰ |
| وکالت | ۷۰۰ |
| تجارت وکاروبار | ۴۰۰ |
| ملازمت سرکاری | ۴۰۰ |

بہترین دماغ عموماً تجارت یا معلمی کے پیشہ کو انتخاب کرتے ہین جو لوگ فرائض درس وتدریس مین لگے رہتے ہین، حکومت کی جانب سے اُن کا خاص اعزاز واکرام ہوتا رہتا ہے -

---

انگلستان کی طرح جاپان مین بھی اکثر دقت یہ پڑجاتی ہے کہ طلبہ کی تعداد کی مناسبت سے مدارس موجود نہین ہوتے، اسلئے گنجائش کی سخت قلت ہوجاتی ہے، اسکا علاج یہ نکالا گیا ہے کہ اکثر تو درجہ مین اس تعداد سے زیادہ طلبہ داخل کرلئے جاتے ہین، جسکی اجازت سررشتہ تعلیم سے ہوتی ہے، دوسرے ایک ہی عمارت مین مدارس کے اوقات دن مین کئی کئی بار کردیئے جاتے ہین، گویا ایک عمارت دو دو مدرسون کا کام دیتی ہے، مدارس کی عمارتین عموماً چوبین ہوتی ہین، کمرے ہمیشہ نہایت روشن، بلند، اور ہوادار ہوتے ہین، طلبہ کی ورزش جسمانی اور مردانہ کھیلون پر خاص توجہ رہتی ہے -

---

ملک ہالینڈ مین گایون کی یہ کثرت ہے کہ ہر شخص کے پرتہ مین ایک ایک گائے پڑتی ہے -

# ادبیات

## افاداتِ اکبر مرحوم

### غیر مطبوعہ

دانت کا درد بدستور چلا جاتا ہے　　وہی مازو وہی کافور چلا جاتا ہے

ڈاروِن کے اسی لکچر کا سبق ہے اب تک　　وہی بندر وہی لنگور چلا جاتا ہے

برق کے لمپ سے آنکھون کو بچائے اللہ　　روشنی آتی ہے اور نور چلا جاتا ہے

شیخ صاحب کی کمر جھک گئی اور دل نہ جھکا　　آج تک شوقِ سقنقور چلا جاتا ہے

---

ارمان بقدرِ طاقت ہر سو نکل رہے ہین　　صاحب تو اُڑ رہے ہین اور ہم اُچھل رہے ہین

غصہ مین ہین ہم اُن پر وہ ہم پہ ہنس رہے ہین　　دامِ فریبِ دنیا مین دونون پھنس رہے ہین

دونون کو چاہیئے یہ طاعت سے مُنہ نہ موڑین　　وہ اپنا جبر چھوڑین ہم صبر کو نہ چھوڑین

---

حامی جنون کی راہِ خدا ہو تو کیا کرون　　ہوش آفرین ہی ہوش ربا ہو تو کیا کرون

الفاظ پر مرے ہے بجا اعتراضِ شیخ　　مطلب مگر جو یونہی ادا ہو تو کیا کرون

دلِ شکستہ مین اک سازِ جان نواز بھی ہے　　لرز رہا ہون مین جس سے اُسی پہ ناز بھی ہے

---

یہی الفاظ کہکر ذہن خفتہ کو جگاتا ہے
"شریعت" سرجھکاتا ہی "طریقت" دل لگاتا ہی

---

تنخواہ کے لئے ہے نہ ہے واہ کے لئے
ہے میری شاعری دلِ آگاہ کے لئے

ہے یہ دعا کہ ترک فضولی نصیب ہو
جو کچھ کہوں وہ ہو فقط اللہ کے لئے

اک عمل مچا کہ اسکو بھی لیسنس ہے ضرور
نشہ کہل چکا تہا در نہ مرا آہ کے لئے

---

# غزل

جناب عزیز لکھنوی

لوحِ حیات آپکی تقدیر ہو گئی
جو بات کی نوشتۂ تقدیر ہو گئی

جتنی مصیبتیں تہیں وہ لکھدیں مرے یہاں
بس ختم سعیِ کاتب تقدیر ہو گئی

تہا نزع میں بھی سلسلۂ قیدِ غم وہی
اینٹھی جو رگ وہ حلقۂ زنجیر ہو گئی

دل کو جلا کے دولتِ جاوید پا گیا
اتنی سی خاک مایۂ اکسیر ہو گئی

ناسور آج ہر بُن مو ہی نہ ہے نصیب
اے کاوشِ مژہ تری تفسیر ہو گئی

اے سعیِ نامراد بتا کیا ہوا ب تو دن
تقدیر پوچھتی ہے کہ تدبیر ہو گئی!

کہئے کہ اب میں اپنی حقیقت کو کیا کہوں
جو سانس لی وہ آپکی تصویر ہو گئی

ہاتھوں سے میرے دامنِ حسرت چھڑا لے
ہاں ہاں یہ جانتا ہوں کہ تقصیر ہو گئی

کیا واسطہ بتوں سے دلِ بت شکن تجھے
یہ بھی کوئی خلیل کی تعمیر ہو گئی

آزاد ہوں قیودِ جہنم سے دوستو!
میری حیات ہی مجھے تعزیر ہو گئی

یہ کہکے میری روح نے منزل تمام کی
اے میرے ساتھیو! ابتو مجھے تاخیر ہو گئی

آتا ہی کوئی گورِغریبان پر اس طرح زندہ اگر یہ محفلِ تصویر ہوگئی

ہستی کی شرح نزع مین کرتا اگر عزیز

دو ہچکیون مین ختم یہ تفسیر ہوگئی

---

# غزل فارسی

حسام الملک نواب سید علی حسن خان طاہر

رسیدہ دل زتو ابروئی یار نزدیک است کمان کشیدہ بیا کین شکار نزدیک است

حیاتِ عاشق دلِ خستہ گر وفا نکند وصالِ یار بصد انتظار نزدیک است

چو گل کشادہ گریبان بہ سیر باغ بیا زدند زمزمہ مرغان بہار نزدیک است

بدیر و کعبہ مرد راہِ گوشۂ دل گیر مقام دوست ازین رہگذار نزدیک است

ز واعظان مطلب صاف گوئی رندان کلامِ بے طرف از اعتبار نزدیک است

قرار عیش بہ فردا منہ چو وقت رسد بہ ہوش باش غمِ روزگار نزدیک است

ندیم دوست اگر غیر شد چہ غم طاہر

مرنج گردشِ لیل و نہار نزدیک است

---

## روح الاجتماع

جماعتہاے انسانی کی نفسیات (سایکالوجی) پر بہترین کتاب، جو موجودہ عہد جماعت سازی مین قابل مطالعہ ہے، قیمت عہ

"منیجر"

# باب التقریظ والانتقاد

## رسائل عماد الملک

نواب عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی اپنی علمی جامعیت وفضیلت کے لحاظ سے ہماری قوم کے ان مستثنیٰ بزرگون مین ہین، جنکی مثال کے اعادہ کی مسلمانون کا انحطاط دیکھتے ہوئے کسی مستقبل قریب مین توقع نہین قائم ہوتی، اُنکی ذات مشرق ومغرب دونون کے علوم والسنہ کا سنگم ہے، زیب عنوان مجموعہ اسی محیط علم کے چند قطرات پر مشتمل ہے۔

چار سو صفحات کی وسعت مین چھوٹے بڑے سب ۱۹ مقالات وخطبات شامل ہین، ان مین دو یعنی "سقراط" اور "گذارش بحضور امیر حبیب اللہ خان" علی الترتیب عربی اور فارسی مین ہین، عربی وفارسی کی تحریر قدیم شگفتہ وسلیس طرز انشا کا ایک عمدہ نمونہ ہے، ایک مضمون "علمی مصطلحات دیسی زبانون مین" ہے، یہ اصل مین نواب صاحب نے انگریزی مین لکھا تھا، جسکا ترجمہ حال مین رسالہ اُردو مین نکلا تھا، وہی اب اس مجموعہ مین داخل کر لیا گیا ہے، یہ مضمون اگرچہ آج سے ۱۶، ۱۷ برس پہلے لکھا گیا تھا، لیکن اس سے استفادہ کی حاجت اسوقت بھی اُسی طرح قائم ہے، جسطرح کہ بوقت تحریر تھی۔

ان تین مضامین کے علاوہ جو آخر کتاب مین شامل ہین، رسائل کا بقیہ حصہ (بجز ایک خطبۂ صدارت کے) براہ راست اُردو کی ملک ہے۔ سب سے پہلے ابن رشد اور اوس کے معصر ابن زہر، عبد الملک ابن زہر، ابو بکر ابن زہر، ابن ماجہ، اور ابن طفیل، اکابر حکمائے اسلام کے تراجم درج ہین، ان کے بعد "راستی اور راستبازی" کے عنوان سے ایک اخلاقی مضمون ہے،

ہیں سچائی کے وسیع معنی کی تشریح کیگئی ہے، پھر "اقبال و ادبار" پر ایک مضمون ہے، جسمیں ان الفاظ کے غلط استعمال پر تنبیہ اور ان کے صحیح مفہوم کی توضیح ہے، کہ اقبال و ادبار کسی قوم کے اسباب نکبت نہیں (جیساکہ عام زبانوں پر جاری ہے) بلکہ نتائج نکبت ہیں۔

"رسائل عماد الملک" کا سب سے بڑا مضمون "ہوا اور پانی" ہے، جو کتاب کے ۷۸ صفحات میں آیا ہے، اور سب سے زیادہ دلچسپ و پُر معلومات مضمون بھی یہی ہے، اسکو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ جس کرۂ ارض پر ہم آباد ہیں، اسکے حوادث و کائنات کا کتنا بڑا حصہ صرف ہوا اور پانی کے تعامل یا باہمی فعل و انفعال کا کرشمہ ہے، یہ مضمون اگرچہ شروع سے آخر تک جدید طبعیات و جغرافیۂ طبعی کے خالص علمی مسائل کا بیان ہے، لیکن کہیں سے کھٹک نہیں پیدا ہوتی، کہ اردو جو ایک بے ابہ زبان خیال کیجاتی ہے، اُسکے لئے یہ مطالب کچھ بھی اجنبی و نامانوس ہیں، کاش جو قلم بہ اعجاز دکھا سکتا ہے، اگر اُس نے حکمیات جدیدہ کے مختلف مباحث پر ہزار پانچسو صفحے لکھدیئے ہوتے تو ہماری زبان کا راستہ یقیناً بہت کچھ صاف و ہموار ہوجاتا! اور محض انگریزی کی ادہوری تعلیم پانے والوں کا قلم جو اپنے بیجا حوصلہ کی بدولت اس وادی میں قدم قدم پر ٹھوکریں کہاتا ہے، اسکو ایک شمع راہ ہات آجاتی۔

"ہوا اور پانی" کے بعد "غذاے نباتات" اور "زمین کو کیونکر درست کرنا چاہیئے"؟ پر جو دو مضمون ہیں وہ بھی معلومات افزا اور زمینداروں یا کاشتکاروں کے لئے خاص طور پر مفید ہیں، ان کے بعد ایک چھوٹا سا مضمون "کیتکی، یعنی ہاتھی چنگھاڑ کے درخت" پر ہے۔

ان رسائل میں ایک خط موسومۂ سر سید متعلق "نیشنل کانگرس" بھی شامل کردیا گیا ہے، اسمیں نواب صاحب نے کانگرس کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، اور سید صاحب مرحوم کی راے سے اس بارے میں نہ صرف معمولی طور پر اتفاق ظاہر کیا ہے، بلکہ تقریباً پورے ۲۰ صفحوں میں انکی نہایت شد و مد سے تائید کی ہے، اس تائید کے صواب و خطا سے ہیاں گفتگو نہیں۔

البتہ یہ انقلاب کسقدر عبرت انگیز ہے کہ اس خط کا لکھنے والا قلم جو تفت ان فقرون پر تہا کہ "مین خوشی سے دیکہتا ہون کہ عموماً ہمارے ہم ملت اس چاہ خس پوش (کانگرس) مین دیدہ و دانستہ گرنے سے احتراز کرتے ہین"۔ اسوقت کاتب کے حاشیۂ خیال مین بھی یہ بات نہو گی کہ خود اُسی کی زندگی ہی مین واقعات وحوادث کا ایسا زبردست سیلاب آنے والا ہے، جو "دیدہ و دانستہ" کی فرصت ہی نہ دیگا، اور جس کانگرس مین صرف "بعض ناتجربہ کار نوجوان مسلمانون کی صورتین نظر آجاتی تہین" اُسی کو طنزاً سنہ ۲۰ مین "مسلمانون کی کانگرس" کہا جائیگا!

لیکن سچ پوچھو تو یہ واقعہ عبرت سب سے زیادہ "شملہ" اور "ڈاوننگ اسٹریٹ" کے درماندہ تدبیرون کے لئے سبق آموز ہے کہ جس قوم کے اکابر صرف چند سال پہلے انگریزی حکومت کو مسلمانون کا سب سے بڑا دوست سمجھتے تھے، وہی قوم اُسی حکومت کو آج اپنا سب سے بڑا دشمن جانتی ہے!

نواب عماد الملک بہادر اگرچہ قومی زندگی مین کبھی طبل و علم لیکر نہین داخل ہوئے لیکن مسلمانون کی علمی اور تعلیمی خدمت اُن کا مشغلہ رہا ہے، اور قومی تعلیم کے بارہ مین اُنکی فکر صائب نے چوتہائی صدی پیشتر مسلمانون کو جو مشورہ دیا تہا اُسکی صحت روز بروز نمایان ہوتی گئی، وہ انگریزی تعلیم کی ضرورت کے جسقدر زبردست حامی رہے ہین، اُسیقدر بے باکی سے اُنہون نے اسکے موجودہ نظام مین جو نقائص ہین اُنکی پردہ دری بھی کی ہے، اُن کے نزدیک انگریزی تعلیم اُسوقت تک برابر بجائے مفید ہونیکے مضر ثابت ہوتی رہیگی، جبتک مذہبی تعلیم و تربیت اُسکا غیر منفک جزء نہو، اور عربی زبان و علوم نصاب تعلیم کے لازمی عناصر نہ بنجائین۔

سنہ ۱۸۹۷ء اور سنہ ۱۹۰۰ء کی "محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس" مین بحیثیت صدر، نواب صاحب نے جن خطبات مین ان خیالات کا اظہار فرمایا ہے، وہ اُن رسائل مین شامل ہین، نیز تعلیمی موضوع پر

سب سے آخری خطبۂ صدارت، جو اُنھون نے سنہ ۱۹۱۹ء مین حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس مین ارشاد کیا تھا، وہ بھی اسی مجموعہ مین داخل ہے، ان خطبات کے خیالات ممکن ہے کہ اب اچھوتے نہ رہے ہون، لیکن ان پر عمل کا "ہنوز روز اول" ہے۔

اور ہم اس موقع پر علی گڈہ مسلم یونیورسٹی کے ارباب بست وکشاد کو یہ یاد دلائے بغیر نہین رہ سکتے کہ اسکے وجود وقیام سے نواب صاحب نے قوم کو کیا اُمید بندھائی تھی[۵]:-

"اسی مدرسہ کو وسعت دیکر قریب زمانہ مین ہم ایک یونیورسٹی مسلمانون کے لئے قائم کرسکین جسمین مثل قدیم مدارس کلیۂ قرطبہ وبغداد وسمرقند کے اگر تمام اسلامی بلاد دنیا سے نہین توخیر تمام ہندوستان کے اقطاع وصوبہ جات سے طلبہ آکر تحصیل علم کرسکین، اور جو رفتہ رفتہ ہند کی اسلامی دنیا کے علمی واخلاقی جذبات وخیالات کا ایک مرکز عظیم بنجائے، کیا عجب ہے کہ پھر اس مدرسہ کی بدولت ہمارے ہان ایک نیا ابن رشد یا ابوعلی سینا پیدا ہو، جو فلسفۂ جدیدہ کے شکوک کو حل کرتا رہے، طب مین نئی طبیعات وعلم حیات وعلم کیمیا ونباتات کی مدد سے ایک نیا ابوزکریا رازی یا نیا ابن زہر نئی نئی تحقیق کرکے نئے نئے علاج نکالے، ایک نیا ابن موسیٰ نئے نئے حیل اختراع کرے، ایک نیا طوسی نئے نئے سیارے اور نادیدہ اقمار ہمکو دکھائے،"

اسی خطبہ مین چار صفحے آگے یونیورسٹی ہی کے سلسلہ مین ارشاد ہے کہ "ہماری مذہبی تعلیم جسکو ہم کسی عنوان سے نہین چھوڑ سکتے، اُسکا بندوبست مسلمانون کے واسطے جیسا کہ اب کیا جاتا ہے بہت کچھ اضافہ کے ساتھ اُسوقت (یعنی جب یونیورسٹی قائم ہوجانے پر) کیا جائیگا، اور دینیات مثلاً کلام تفسیر وحدیث وفقہ واصول وغیرہ کے لئے ایک فیکلٹی علٰحدہ ہوگی"۔

اس ضمن مین یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ باعتبار مقاصد قومی سب سے زیادہ مہتم بالشان یہ تجویز سید صاحب کی وفات کے بعد پیش اور منظور ہوئی کہ "مدرسۃ العلوم کی تکمیل کرکے اُسے یونیورسٹی کے درجہ تک پہنچا دیا جائے، اور اسکے لئے کم سے کم دس لاکھ روپیہ جمع کیا جائے"۔ (صفحہ ۲۷۴)

مسلمانون نے اس مطالبہ کو سہ چند اولوالعزمی کے ساتھ پورا کیا، اب دیکھنا ہے کہ اُن کی توقعات کس حد تک پوری ہوتی ہین؟

"رسائل عماد الملک" کے شروع مین صاحب رسائل کی سوانح زندگی کا ایک تذکرہ (نوشتۂ مولوی عبدالماجد بی، اے) بھی مع تصویر شامل ہے، بڑون کی زندگی سے یون تو ہر شخص اپنی

[۵] خطبہ افتتاحی ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ سنہ ۱۹۱۰ء بمقام رامپور صفحہ ۲۵،

بصیرت کے مطابق کچھ نہ کچھ سبق حاصل کرتا ہے، لیکن نواب صاحب کی زندگی مین جو سبق افراد کے لئے نہین بلکہ کل قوم کے لئے ایک زندہ سبق ہے، وہ یہ ہے کہ تعلیم کا جو نصب العین اُنہون نے ہمیشہ مسلمانون کے سامنے پیش کیا ہے، خود اُنکی ذات مین وہ مجسّم ہوکر موجود ہے، وہ نہ صرف انگریزی زبان کے اس پایہ کے عالم وانشا پرداز ہین کہ ہندوستان مین چند ہی مثالین اُنکی ہمسری کا دعوی کرسکتی ہین بلکہ جیسا کہ تمکو اُوپر معلوم ہو چکا ہے وہ عربی و فارسی کے بھی جید عالم وانشا پرداز ہین "تذکرہ" مین اُنکی تعلیم کا حال پڑھوگے تو معلوم ہوگا کہ جس عمر مین لوگ علی العموم محض بی، اے تک پہنچتے ہین اُسی عمر مین وہ بی، اے ہونے کے ساتھ عربی مین بھی اس درجہ قابلیت رکھتے تھے کہ کیننگ کالج لکھنؤ مین عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

ان کو چودہ برس کے سن تک خالص عربی کی تعلیم دیگئی، جب اُنکی بنیادی استعداد مستحکم ہولی تو انگریزی شروع کی اور ۱۸، ۲۰ سال مین انٹرنس سے لیکر بی، اے تک تمام امتحانات پاس کئے اور سب مین بدرجۂ اول کامیابی حاصل کی، کیا یہی جزئی مثال مسلمانون کی تعلیم کے لئے کلی اصول کا کام نہین دیسکتی؟

"رسائل عماد الملک" کے ملنے کا پتہ: الیاس قریشی صاحب وکیل ہائیکورٹ، افضل گنج، حیدرآباد (دکن) ہے، قیمت چار روپیہ ہے، لکھائی چھپائی وغیرہ کی ظاہری زیبائش کے لحاظ سے بھی کتاب پسندیدہ ہے۔

---

## تسہیل البلاغۃ

# مطبوعات جدیدہ

**سرمایۂ اشک**، مختلف اہل قلم کے ترجمہ کئے ہوئے چار مختصر افسانون کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً ایک موقت الشیوع رسالہ مین چھپے تھے، اور مقبول عام ہوئے تھے، مشرقی کتبخانہ لاہور نے چھوٹی تقطیع پر اسکو شایع کیا ہے، قیمت ۶ ر،

**سمرنا کی خونین داستان**، منشی مشتاق احمد صاحب میرٹھی، ناظم قومی دار الاشاعۃ محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ ہمارے شکریہ کے مستحق ہین کہ وہ خلافت اور متعلقات خلافت پر ملک کے اکثر مستند علما اور ارباب قلم کے لکھے ہوئے مضامین کو چھوٹے چھوٹے رسائل مین چھپوا کر شایع کرتے رہتے ہین اور ان سے عام مسلمانونکو فائدہ پہنچاتے رہتا ہے، یہ رسالہ بھی انہین نے شایع کیا ہے، یہ ان مضامین کا مجموعہ ہے جسکو ترکی مجلس دفاع ملی نے شایع کیا تھا، اور جسمین یورپین اور ترکی افسرون کی سمرنا کے یونانی مظالم کی شہادتین درج ہین، ۴۲ صفحے، قیمت ۳ ر،

**حادثۂ نجف اشرف**، اسکو بھی قومی دار الاشاعہ میرٹھ نے شایع کیا ہے، اسمین نجف اشرف پر گولہ باری اور وہان کے دیگر مصائب و بربادی کا تذکرہ ہے، قیمت ۲ ر۔

**جذبات الصداقہ**، جناب مولانا عبد الماجد صاحب القادری البدایونی نے طلبای مدرسۃ العلوم علیگڈھ کے استفتاے ترک موالات کا جواب لکھا تھا، قومی دار الاشاعۃ میرٹھ نے اسکو اس نام سے شایع کیا ہے، قیمت ۳۰ ر،

**مولانا محمد علی**، جناب محمد حسن صاحب نے اس نام سے محترم محمد علی کے حالات و سوانح مین ایک مختصر رسالہ لکھا ہے، سرورق پر انکی تصویر ہے، پتہ: ہندوستان ریویو، لاہور، قیمت ۴ ر،

**گلزار اولیا**، جناب اہلیہ مولوی عبد القادر صاحب مرحوم سابق رجسٹرار حیدرآباد دکن نے متعدد بزرگون اور برگزیدون کے اخلاقی واقعات اور اقوال اس کتاب مین یکجا کئے ہین، اُن کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہین، تالیف سے زیادہ اس کتاب کی طباعت کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ قدیم طریق پر ہاتھ سے بنائے ہوئے کاغذ پر چھپی ہے، چار آنہ کے ٹکٹ بھیجنے پر یہ کتاب اس پتہ سے ملیگی - نصیر الدین صاحب ہاشمی، گٹلمنڈی، حیدرآباد دکن،

**العقد المنضد**، شام کے ایک شاعر خلیل مطران (غالباً عیسائی) نے عربی مین ایک قومی نظم لکھی تھی، جو قاہرہ کے مختارات الزہور مین چھپی تھی، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے عربی پروفیسر شیخ عبد الحق حقی، اعظمی، البغدادی نے اسکی تخمیس کی ہے، اور اب اُسکو مطبع الہلال مصر سے چھپوا کر شایع کیا ہے -

اس نظم کا تخیل یہ ہے کہ ایک ترقی طلب قوم تمامتر اپنے حرکات، جذبات، اور ارادات مین ایک بچہ کے مانند ہوتی ہے، وہ عجیب عجیب خواب دیکھتا ہے، اپنے ننھے ننھے ہاتھون سے وہ چاند کو پکڑ لینا چاہتا ہے، لیکن فطرت اسکو اسکی جذبات وارادون کے مطابق نہین، بلکہ بڑے صبر آزما طریق سے رفتہ رفتہ اور بتدریج اُسکو قوت وطاقت بخشتی ہے، اور آخر وہ جوان ہو کر اپنے خواب کی تکمیل کرتا ہے، اسی طرح ایک ترقی طلب قوم جو ابھی آزادی کے رتبہ کو نہین پہنچی ہے، اُسکو دفعتہً نہین بلکہ آہستہ آہستہ اپنے منازل کو طے کرنا پڑیگا -

نظم کے اس سادہ نقشہ مین رنگ بھرنا ناظرین کے لئے نہایت آسان ہے، اور یہ کام ہم انہین پر چھوڑتے ہین، اور صرف یہ کہنا چاہتے ہین کہ ساحران یورپ کے سحر سیاسی کا یہ پہلا منتر ہے جو ہر نئے ملک مین پھونکا جاتا ہے، والعیاذ باللہ منہ -

**گلابی اُردو**، کے نام سے اکتوبر مین جس رسالہ پر ریویو کیا گیا ہے، اُسکی قیمت ۸ر ہے، اور نقیب پریس بدایون سے ملیگا -

## مولنا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ — عہ/۱۲ر

سیرۃ عائشہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولیٰ کی خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب و اونکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۲۵۰ صفحے قیمت — عہ/۸ر

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری ۸ر

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر، طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر، طبع دوم ۳ر

رسالہ اہل سنت و الجماعت فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۸ر

بہادر خواتین اسلام، ۲ر

## مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی و سیاسی کارنامون اور انکے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے ۱۹۰ قیمت عہ/۸ر

## مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد عا/ غیر مجلد عہ/

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت سلیس اور سنجیدہ ترجمہ مجلد عا/

مذہب و عقلیات، اس مین ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین ۶ر

## مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس عہ/

فلسفۂ جذبات۔ طبع جدید مع ترمیم عا/

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جلد اول قیمت سے

ایضاً، جلد دوم عا/

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ قسم اول عہ/

ایضاً قسم دوم ۸ر

## پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۱۲ر

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول ۸ر قسم دوم ستے

## مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ صفحہ ۲۳۲، عا/

## مولوی عبد الحق بی اے منصف لکھنو

اساس التعلیم، فن تعلیم پر ایک فلسفیانہ تصنیف، عا/

## مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عا/

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کی جامع مختصر سوانح عمری، عہ/

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس وعام فہم زبان میں قیمت ۸/

رموز فطرت، طبعیات، طبقات الارض، ہیئت و جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم و سلیس عبارت میں ۸/

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور، مجلد سے

انبا و قصص، اخلاقی، معاشرتی و مذہبی ۸/

نعت پیمبر، عربی، فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظموں کا مجموعہ ۸/

کیفیات سلیس زبان اور دلکش طرز سے بیان کیے گئے ہیں صفحے ۱۰۰ قیمت

الانسان، اس میں انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۱۱۲ قیمت ۱۲/

مولانا سید عبد الحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء

نزاد یاران سلف، جواب پیرایہ میں پچھلے بزرگان اسلام کی تعلیم

یاد ایام، گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے گئے ہیں، وہاں کے امراء و وزراء، علماء اور مشائخ کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی غایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے لکھی گئی ہے صفحے ۱۴۴، قیمت عہ/

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس میں علم منطق کے اصول نہایت خوبی سے

## قواعد رکنیت دار المصنفین ترمیم جدید

۱۔ ہر شخص جو دار المصنفین کو یکمشت ادا کریگا وہ "رکن دائمی" قرار دیا جائیگا، اور وقت رکنیت سے دار المصنفین کی تمام مطبوعات ماہانہ و سالانہ اس کو ہدیۃً دیجایا کرینگی،

۲۔ جو دار المصنفین کو عہ سالانہ ادا کریگا وہ "اول رکن اعانت" ہوگا اور اس کو سال بھر تک مجلس کا ماہوار رسالہ (معارف) اور سال کی تمام مطبوعات بلاقیمت نذر کی جائینگی،

۳۔ عہ سالانہ ادا کرنیوالا "دوم رکن اعانت" ہوگا، اسکو معارف بلاقیمت اور دیگر مطبوعات نصف قیمت پر دیجائینگی،

## معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت عہ ہے اور قیمت فی پرچہ ۸/ (۲) نمونہ کا پرچہ ۸/ میں وی پی ہوگا، (۳) رسالہ ہر ماہ کے آخر میں شائع ہو جاتا ہے، اس میں عموماً تاخیر نہیں ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۲۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ تک وہ اطلاع دیں ورنہ بعد کو اگر پرچہ بقیمت بھیجا جائیگا، ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی آخر تاریخ تک اطلاع کریں

(۴) خریداران معارف خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر کریں، ورنہ تعمیل میں وقت اور بسا اوقات مجبوری ہوتی ہے،

(۵) قومی انجمنوں اور کتبخانوں سے اکثر مفت کی یا تخفیف قیمت کی درخواستیں آتی ہیں، افسوس ہے کہ انکی تعمیل کی قدرت نہیں۔

منیجر دار المصنفین مسعود علی ندوی

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۰

# معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہو

# کتبخانہ دارالمصنفین اعظم گڈھ

## علامۂ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ دوم درجہ اعلیٰ عقہ،

ایضاً حصہ دوم درجہ دوم مقہ، درجہ سوم للعہ،

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت عہ

الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور اونکا فلسفہ عہ

شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت فارسی شاعری کا

آغاز و قدما کا دور صفحہ ۲۵۰ سے،

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین صفحہ ۲۲۰ عہ

حصہ دوم اور چہارم و پنجم زیر طبع ہین

الکلام جدید علم کلام، عہ

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن

اسلامی پر عربی مین ریویو مہ

سوانح مولنا روم مولنا کی سوانح عمری اور اونکا فلسفہ و تصوف

اور مثنوی پر تبصرہ، قیمت عہ

مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر پر اعتراضات

اور اوسکے جوابات، قسم اول عہ دوم ۱۲ر

مکاتیب شبلی، مولنائے مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو

علمی، قومی، ادبی، اخلاقی معلومات

کا خزانہ ہے جلد اول عہ

ایضاً جلد دوم عہ

رسائل شبلی، مولنا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا

مجموعہ، قیمت عہ

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء مین

مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا

مع زنگین واعلیٰ ۲ر

مجموعۂ کلام شبلی، اُردو ۱۲ر

مثنوی صبح اُمید، اُردو ۴ر

نوحۂ اسحاق، مولنا کا اپنے بھائی کی وفات پر پُر درد

مرثیہ، ار

## مولنا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی مین قرآن مجید کی تفسیر ۴ر

تفسیر سورۂ قیامہ " " ۴ر

تفسیر سورۂ والشمس " ۴ر

تفسیر سورۂ والکفرون " ۴ر

تفسیر سورۂ والعصر " ۴ر

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی مین حضرت اسمٰعیل

کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل

اور پُر زور رسالہ ۱۰ر

اسباق النحو سہل طرز پر عربی گرامر، اُردو ۵ر

دیوان حمید، مولنا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ر

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان مین امثال سلیمان کا

ترجمہ ۸ر

تحفۃ الاعراب، عربی کی نحو جدید اُردو نظم مین ۲ر

دیوان الفیض، ہندوستان کے ایہ نازاستاد ادب

مولنا فیض الحسن سہارنپوری کا عربی

کلام صفحہ ۶۲، قیمت عہ

مجلد ہشتم | ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۱ء | عدد ششم

## مضامین

# شذرات

ماہ گذشتہ مین ایم مہدی حسن ("افادی الاقتصادی") کا انتقال، ادبیات اُردو کے لئے ایک سخت حادثہ ہوا، مرحوم ایک سحرنگار ادیب اور ایک خاص طرز انشاء (اسٹایل) کے موجد تھے، معارف کے افق پر یہ برق ایک سے زاید بار چمکی، اور یقین ہے کہ ناظرین کے دلون مین "شبلی سوسائٹی" اور "معاصرانہ چشمک" کے لکھنے والے کی یاد ابھی بالکل تازہ ہوگی، مرحوم کو مولانا شبلی کی ذات، انکی تصانیف، اُنکے تلامذہ، اور انکی یادگار کی چیزون، سب سے گہرا تعلق تھا، اسی لئے وہ معارف کو بھی بہت عزیز رکھتے تھے، اور دارالمصنفین کی مجلس انتظامی کے رکن تھے، ادب و انشاء کا ایسا ذوق سلیم رکھنے والے افراد مدتون مین پیدا ہوتے ہین، افسوس ہے کہ ۲۲ ر نومبر کو یہ ماہتاب کمال پیوندخاک ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون،

---

کانگرس ورکنگ کمیٹی کے اس فیصلہ کی تائید یقیناً ہر محب وطن کریگا کہ آیندہ سے "قومی پارلیمنٹ" کی تمام کارروائیان حتی الامکان "ہندوستانی زبان" مین ہوا کرینگی، اور تحریرین بھی علی العموم اسی زبان مین اُردو و ناگری خطون کے ساتھ شایع ہوتی رہین گی، ملکی حکومت کی پہلی شرط ملکی زبان ہے، افسوس ہو کہ برطانوی مدبرین سو ڈیڑھ سو برس کے تجربہ کے بعد بھی اتنی موٹی بات نہ سمجھ سکے، یا قصداً اُس سے بے اعتنائی کرتے رہے، دنیا مین کوئی شے شر محض نہین، انگریزی تعلیم سے جو فواید ملک کو پہنچے، ان سے انکار نہین،

لیکن ملکی زبانون کو پامال کرکے ایک اجنبی زبان کو حاکم بنا دینے کا جواز خدا معلوم کس عقل، کس شریعت، اور کس ضابطۂ اخلاق سے ثابت کیا جاسکتا ہے؟ مقام مسرت ہے کہ کانگرس کمیٹی نے اس نکتہ کو اسقدر جلد سمجھہ لیا، اور تمام ملک کی ایک مشترک زبان ہندوستانی باضابطہ تسلیم کرلی۔

---

ہماری مسرت یقیناً بہت زاید ہوتی، اگر وحدت زبان کے ساتھ وحدت رسم الخط پر بھی مہرِ استناد لگادی گئی ہوتی، لیکن اس راہ مین جو دشواریان ہین، ان کے لحاظ سے دو تحریری خطون کے قائم رکھنے کی ہی تجویز نہایت مناسب ہوئی، امید ہے کہ اگر تعصبات اور غلط فہمیون کو دخل نہ دیا گیا تو اردو رسم الخط کی سہولتین اور خوبیان رفتہ رفتہ سارے ملک کے ذہن نشین ہوتی جائینگی، اور ایک روز فرزندان وطن اسی کے مشترک رسم الخط ہونے پر متفق ہوجائین گے، اسوقت تک کے لئے کوئی مضایقہ نہین، اگر بجاے توحید کے "تنویت"، ہی کا عقیدہ رکہا جائے، جو احباب اسمین شبہہ کرتے ہین کہ ایک ملک مین دو رسم الخط پہلو بہ پہلو عملاً بھی چل سکین گے، انہین معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا مین بعض ملک ایسے ہین جنکی مادری زبانین ایک وقت مین ایک سے زاید موجود ہین، اور کاروبار مین کوئی دقت نہین ہوتی، سوئیزرلینڈ کا ملک ایسا ہے جو اپنی کوئی ایک مخصوص زبان نہین رکہتا، سرکاری زبان جرمن ہے لیکن ملک کی ایک بڑی آبادی فرنچ و لاطینی زبانین بھی بولتی ہے، اور یہ تینون زبانین "مادری زبانین" سمجھی جاتی ہین، سرکاری کاغذات، اعلانات، فرامین وغیرہ جرمن و فرنچ دونون زبانون مین شایع ہوتے ہین، اور قومی پارلیمنٹ مین ارکان ان دونون زبانون مین تقریر کرسکتے ہین، غرض ہندوستان مین بھی دو رسم الخط بلا دقت چل سکتے ہین، بشرطیکہ (اور یہ شرط نہایت اہم ہے) فریقین خلوص، دیانت، رواداری کو ملحوظ رکہین، اردو رسم الخط دونون، ہندوؤن اور مسلمانون کے ارتباط و اتحاد کی یادگار ہین، ان کا قائم رکہنا ہندو مسلم اتحاد کا سب سے بڑا اور مستحکم ضمانت نامہ ہے۔

ہندوستان کی حکمران قوم کو ہندوستان کی زبان سے آج جو مغائرت و بیگانگی ہے وہ اسوقت بہت زیادہ حیرت انگیز ہو جاتی ہے، جب یہ حقیقت پیش نظر رکھی جاتی ہے کہ آج سے سو، سوا سو برس پہلے انگریزون اور دوسرے فرنگیون کو اسی "پست و حقیر" زبان اُردو کے ساتھ غیر معمولی شغف و انہماک تھا اسوقت بڑے سے بڑے انگریز بھی نہین کہ خود اُردو سیکھتے تھے، بلکہ اردو زبان، ادب و شاعری کی سرپرستی کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے، مصارف کثیر برداشت کرکے اردو مین ترجمہ کراتے تھے، اور خود اردو صرف و نحو و لغت پر محققانہ تالیفات کرنے مین اپنی عمرین صرف کر دیتے تھے، گلکرسٹ، ٹیلر، رچرڈسن، ڈی تاسی، شیکسپیر وغیرہ نے اٹھارہوین صدی عیسوی کے خاتمہ اور انیسوین صدی کے آغاز مین جو احسانات اردو پر کئے ہین، اُن سے قیامت تک سبکدوشی نہین ہو سکتی، انیسوین صدی کے وسط تک بھی فیلن، لاٹیز، ہالرائیڈ وغیرہ کے سے اصحاب ذوق اور اردو کی واجبی قدر کرنیوالے افراد، حکمران قوم مین پیدا ہوتے رہے، لیکن آج؟ آج ہندوستان کے سارے طول و عرض مین چند ایسے فرنگیون کا بھی وجود دکھایا جا سکتا ہے جو اس ملک کی زبان سے ماہرانہ واقفیت یا گہرا ذوق رکھتے ہین؟ خدانخواستہ کہین اس بے اعتنائی و بے پروائی کا محرک استحکام حکومت کا جذبۂ غرور تو نہین؟ سُنتے ہین کہ جو لوگ بے زبان جانورون کو پالتے اور اُن سے کام لیتے رہتے ہین، وہ بھی انکی زبان سے امکان بھر واقفیت حاصل کر لیتے ہین، ممکن ہے "عقل فرنگ" نے باشندگان ہند کو بے زبان جانورون سے بھی زیادہ بے زبان سمجھ لیا ہو!۔

---

غالبًا بہت کم اشخاص کو اسکا علم ہوگا کہ اس دور مین متعدد فرنگی ایسے گذرے ہین جو اُردو نثر، صرف، نحو، و لغت تو الگ رہی، اُردو نظم مین بھی ایک بڑی حد تک در آئے تھے، یہ لوگ اُردو مین شعر کہتے تھے، اور اپنے وقت کے کسی استاد سے باقاعدہ اصلاح لیتے تھے، چنانچہ بعض تذکرون مین

ان حضرات کے اسماء مع نمونۂ کلام محفوظ ہیں، ایک صاحب کا تخلص اسفان تھا، نام کی تحقیق نہ ہوئی، تذکرۂ شیفتہ میں ہے:-

"غالباً نامش ہم ہمین باشد، نصرانی بودہ، اصلش از فرنگ و ولادتش بہ ہندوستان اتفاق افتادہ" (گلشن بیخار صفحہ ۲۲)

اور ان کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے ؎

خط کا یہ جواب آیا جو لکھا کبھی پھر خط | کر ڈالوں گا اکدم میں ترے آن کے پرزے

اسی طرح ایک صاحب بہادر "صاحب" تخلص فرماتے تھے، جنکا پورا نام مع القاب مظفر الدولہ ممتاز الملک نواب ظفریاب بہادر خان تھا، یہ شمرو فرانسیسی کے صاحبزادہ، اور دلسوز کے شاگرد تھے، نوجوانی میں رحلت کر گئے، اُنکے یہ دو شعر محفوظ رہ گئے ہیں،

نظر آیا مجھے شب بام پہ پیارا اپنا | بارے اب کچھ ہے بلندی پہ ستارا اپنا

ہے زلف حلقہ زن خط دلبر کے آس پاس | یا اژدہا ہے فوج سکندر کے آس پاس

ایک اور فرنگی شاعر طوماس تخلص رکھتے تھے، غالباً ٹامس نام ہو، شاہ نصیر کے شاگرد تھے، انکا یہ شعر ہے،

سودا ہے زلف یوسف ثانی کا اسقدر | روتے ہیں ہم کھڑے سر بازار زار زار

---

تذکرۂ گلشن بیخار میں دو اور "نصرانی" شاعروں، اسیر و فراسو کا بھی ذکر درج ہے معلوم نہیں، یہ لوگ خالص فرنگی تھے یا اسی ملک کے مسیحی باشندے تھے، بہرحال اردو کی مقبولیت کی شہادت دونوں صورتوں سے نکلتی ہے، ایک اور صاحب مسٹر والر نامی تھے، اُنکے متعلق تذکرہ فرح بخش مطبوعہ ۱۲۸۰ھ میں بہ تصریح موجود ہے:-

"متوطن شہر لندن، انگریز، شہر کلکتہ میں تھے، زبان اُردو خوب بولتے تھے، شعر بھی کہتے تھے یہ اُنکا کلام ہے"،

(بقیہ)

اسکے آگے انکی ایک پوری غزل درج کی ہے، جسکے ابتدائی دو شعر یہ ہین،

رخ شعلہ ہے، تن نور ہے، بلور کی ہڈی ... کیون رشک سے تیرے نہ جلے حور کی ہڈی

او طالب دنیا تجھے عبرت نہین آتی ... کہائی دہن خاک نے فغفور کی ہڈی

---

ان واقعات کے تذکرہ سے مقصود اصلی تو اس انقلاب روزگار کو دکہانا تہا کہ کل تک جو اغیار نیاز بنا چاہتے تھے، آج کسقدر اجنبی و بیگانہ ہوگئے ہین، اور اس بیگانگی سے خود اپنے ہی مقاصد کو نقصان پہنچا رہے ہین، لیکن ضمناً ایک سوال بھی ذہن کے سامنے آجاتا ہے، فرنگی شاعرون کے کلام کا جو نمونہ اوپر درج کیا گیا، ٹھیک اسی طرز کا ان کا دوسرا کلام بھی ہے، ان حضرات مین بعض وہ تھے، جنکی ولادت بھی ہندوستان مین ہوئی، اور ایسے تو سب تھے جنکی عمرین ہمارے ہان کے اہل زبان بزرگون کے درمیان گذرین، بااین ہمہ انکی پرواز شاعرانہ اس پست سطح سے جسکی جہلک اوپر کے کلام مین نظر آگئی ہے، بلند نہ ہو سکی، لیکن جن فرزندان و دختران ہند نے بغیر اہل زبان انگریزون کی صحبت سے کامل استفادہ کئے انگریزی زبان مین فکر سخن کی ہے، کیا ان کا معیار بھی اسیقدر پست رہا ہے؟ اسکا جواب ٹیگور، ہرندر ناتھ چٹوپادھیا، سزنائیڈو، دس تارادت، نظامت جنگ و محمد علی کی زبان دے سکتی ہے۔

---

شاہزادہ ولیعہد بہادر اسوقت سیاحت ہند مین مصروف ہین، اس سیاحت کے سیاسی پہلو سے یہان غرض نہین، البتہ اسکے اس پہلو پر دو لفظ کہتا ہون، جسکا تعلق عام انسانیت و اخلاق سے ہے شاہزادہ ممدوح جس مقام پر جاتے ہین وہان شاہانہ ضیافتین تناول فرماتے ہین، روشنی آتشبازی وغیرہ سے محظوظ ہوتے ہین، فوج اور فوجی اشخاص کا معاینہ کرتے ہین، شکار کہیلتے ہین، بعض سرکاری

دیم سرکاری جماعتون کو شرف باریابی بخشتے ہین) اور پولو، گھوڑ دوڑ، اور مدارس کے کھیل کود کے جلسون کو اپنے قدوم سے مشرف کرتے ہین، ممدوح کے دورہ مین ایک مقام اجمیر بھی تھا، یہان ایک دن قیام رہا، بارہ دری مین نزول اجلال، میو کالج کا معاینہ، والیان ریاست سے ملاقات، میو کالج کے ایڈرس کا جواب، منوسپلٹی کے ایڈرس کا جواب، بوائے اسکاوٹس کا معاینہ، یہ تمام مشاغل اپنے اپنے وقت پر انجام پائے، لیکن اس شہر مین ایک روضہ بھی ہے، جسمین ایک زندۂ جاوید ہستی کا جسد خاکی مدفون ہے، جسکا سنگِ در کرورون انسانی نفوس کا مرکز ہے، اور جسکی پرخلوص عقیدت صرف مسلمانون ہی کے نہین بلکہ دوسرے مذہب والون کے بھی تعداد کثیر کے قلوب مین اسقدر راسخ ہے جو کسی دنیوی بادشاہ کو نصیب نہین ہوسکتی، یہ وہ آستانہ ہے جسکی زیارت کے لئے ہندوستان کے شاہان عظام دہلی سے اجمیر تک صدہا میل کی مسافت پاپیادہ طے کرنا اپنے لئے باعث فخر و اعزاز سمجھتے تھے، کیا اس درگاہ مین حاضری دینا یا کم از کم اپنے جوابی ایڈرس مین اسکا تذکرہ کرنا ولیعہد بہادر کے جلال مرتبت کے کچھ بھی منافی تھا؟ -

- - - - -

شہزادہ کے جوابی ایڈرسون مین اجمیر کی قدامت کا ذکر ہے، اسکی تاریخی عظمت کا اعتراف ہے، اسکی سیاسی مرکزیت و اہمیت کی تصریح ہے، اسکی خوش سوادی کی تعریف ہے، میو کالج کی عمارتون کی مدح و ثنا ہے، اسکے طرز تعلیم کی ستائش ہے، اسکے اشتیاق دید کا اظہار ہے، یہ سب کچھ ہے، لیکن خواجہ اجمیر اور انکے مرقد مبارک کی بابت سرسری اشارہ تک نہین! ولیعہد بہادر اپنے زبردست والیان ریاست کے لڑکون سے ملے، انکی تعلیمگاہ مین گئے، انکو انعامات تقسیم کئے، انکی جانب سے ایڈرس قبول کیا، یہ سب کچھ ہوا لیکن ایک پرعظمت روحانی تاجدار کی آرامگاہ تک جانے کا وقت انکے پروگرام مین نہ نکل سکا! -

- - - - -

ظاہر ہے کہ شاہزادہ خود اپنا پروگرام نہیں مرتب کرتے، اور نہ اپنے ہاتھ سے ایڈریسون کا مسودہ تیار کرتے ہیں، یہ کام ان کے مشیرون کا ہوتا ہے، ان روشن خیال بزرگون کے نزدیک کسی درگاہ کی حاضری یقیناً ایک ناقابل عفو جہالت، تاریک خیالی و وہم پرستی کی مثال ہوتی، لیکن کہین اسکی تہ مین یہ سبب مخفی تو نہین کہ داعیٔ حق کے قرب و صحبت کے تحمل کا ظرف موجود نہ تھا؟ اہل حق اپنے اندر ہیبت حق رکھتے ہین، اسکا متحمل ہونا ہرکس و ناکس کا کام نہین ہوتا، آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر دنیا کا سب سے بڑا داعیٔ حق جب مکہ کی گلیون مین اپنے پیام کی منادی کرتا پھرتا تھا، تو اسوقت کے بہت سے ذی شغال ارباب جاہ و وجاہت اپنے منہ دوسری جانب پھیر لیتے تھے، یا دور ہی سے راستہ کترا کر نکل جاتے تھے، کہ کہین ایک "ساحر" و "مجنون" کی صدائین اُنکے توازن دماغی کو برہم نہ کردین، آفتاب کی ضیا پاشی کو ہم آپ باعث برکت قرار دین لیکن کیا عالم حیوانات کی ہر نوع اُسکی تصدیق کے لئے تیار ہوگی؟

---

ٹیگور نے پچھلے دنون جو چند مضامین سیاست حاضرہ پر تحریر کئے، اور ان مین گاندھی جی کی بعض تجاویز سے اختلاف کیا، اسپر بعض حلقون مین بڑی مسرت کا اظہار ہو رہا ہے، اور ٹیگور کو گاندھی کا بالکل مخالف قرار دیا جا رہا ہے، حالانکہ دونون مین اصولاً مطلق تناقض نہین، دونون طبیب حاذق ہین، مرض کی تشخیص پر دونون متفق ہین، البتہ طریق علاج دونون کا جداگانہ ہے، ایسی صورت مین مریض کو دونون مین سے ہر ایک کے مجوزہ علاج سے شفا کامل کی توقع رکھنا چاہیئے، البتہ شرط یہ ہے کہ علاج کسی کا بھی ہو، معالج کے تبلائے ہوے پرہیز اور ہدایات پر عمل پوری پابندی کے ساتھ ہو، اہل طریقت کے ہان جذب و سلوک، سکر و صحو دونون اپنی اپنی جگہ پر نفع بخش و مؤثر ہین، لیکن یہ کیسی دیدہ دلیری ہوگی اگر کوئی دنیا پرست ان دونون کو متناقض قرار دیکر ان پر محاکمہ کرنے لگے، عارف رومی نے ایسے ہی لوگون کو مخاطب کرکے ارشاد کیا ہے

> ایکہ نارستہ ازین فانی رباط      تو چہ دانی صحو و سکر و انبساط

# مقالات

## خلافتِ عثمانیہ

## اور

## دنیاے اسلام

## (۲)

بہرحال سلطان سلیم نے دنیاے اسلام کو یورپ کے مہلکۂ عظیم سے بچانے کے لئے اور تمام اسلامی ممالک کو ایک نقطۂ اتحاد پر جمع کرنے کے لئے جو کام اُٹھایا تھا وہ اس حد تک انجام پا چکا تھا کہ ترکمانون، کردون، اور مملوکون کی چھوٹی چھوٹی ریاستین ٹوٹ کر ایک بڑی سلطنت مین منضم ہوگئین اور اسطرح عراق و شام و مصر و عرب اسلام کے اصلی عناصر اب ایک طاقتور خلیفۂ اسلام کے زیر تصرف آ گئے،

یورپ کے صلیبی نبرد آزماؤن کے مقابلہ کے لئے تنہا بری فوج ناکافی تھی، زیادہ ضرورت بحری فوج اور جہازون کے بیڑون کی تھی، چنانچہ سلطان سلیم اور سلطان سلیمان کی ہمت سے یہ مہم بھی سر ہوئی، اور سلطنت عثمانیہ کے ماتحت دنیا کا ایک عظیم الشان بیڑہ ترتیب پا گیا، جسکے جہازات ایک طرف باسفورس کے ساحل سے چل کر بصرہ اور سورت پر آ کر دم لیتے تھے، تو دوسری طرف بحر اٹلانٹک سے گذر کر شمالی افریقہ کے کنارون پر لنگر انداز ہوتے تھے،

فضل الٰہی جب کسی قوم کے شامل حال ہوتا ہے تو خود بخود ضرورت کے آدمی اس قوم مین پیدا ہونے لگتے ہین، خیر الدین باربروسہ، طرغوت پاشا، سنان پاشا، سلیمان پاشا، پیری رئیس، سیدی علی چلپی پاشا وغیرہ ترکی امیر البحر پیدا ہوگئے، جنہون نے ہندوستان کے ساحل سے لیکر تونس کے کنارون تک

تمام دریاؤن اور سمندرون کے گوشہ گوشہ کو ناپ ڈالا،

یاد ہوگا کہ آغاز مضمون مین مسیحی حملہ آورون کے چو طرفہ حملون کا ذکر کیا تھا،

(۱) بحر روم اور اٹلی کے بقیۂ صلیبی مجاہدین جنھون نے روڈس، سائپرس، مالٹا، وینس اور جینوا کو اپنا مرکز بنا رکھا تھا، خصوصاً روڈس، سائپرس، اور مالٹا کے سپاہی جو نائٹس آف سینٹ جان کے لقب سے ملقب تھے، اور جنکی شب و روز زندگی کا مقصد ہی مسلمانون کا قتل و غارتگری تھا، اور جنکو تمام دنیاے مسیحیت اور خصوصاً یورپ کے خزانہ سے برابر گران بہا امدادین ملتی رہتی تھین، انکے جزیرے قلعہ بند اور مضبوط اور توپون سے مسلح تھے، اور جہازات کا بیڑہ اپنے پاس رکھتے تھے،

(۲) اسپینی جو اندلس کو تباہ کرکے شمالی افریقہ کی اسلامی ریاستون کو ایک ایک کرکے نگل رہے تھے، اور طرح طرح کے ایسے عذابون سے کلمہ گویان توحید کو ہلاک کر رہے تھے، جنکے بیان مین مسیحی مورخین کو اب بھی رحم آجاتا ہے،

(۳) پرتگالی جو مراکش کے سواحل کو برباد کرکے مشرق مین عرب اور ہندوستان کے سواحل کو تاخت و تاراج کر رہے تھے،

(۴) روسی جو تاتاری ریاستون کو ایک ایک کرکے ہضم کر رہے تھے،

سلطان سلیم اور اسکے بیٹے سلیمان اعظم اور اسکے پوتے سلیم ثانی نے دنیاے اسلام کو ان چو طرفہ حملون سے بچانے کے لئے اپنی بہترین قوت صرف کردی، اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھین خود مسیحی مورخین کے بیان پر نظر ڈال لینا چاہیے کہ اسوقت مسیحی دنیا مسلمانون کی خون آشامی کے لئے کیونکر اور کس طرح تیار تھی، "تاریخ عالم" کے مورخین اس عہد کا نقشہ ان الفاظ مین کھینچتے ہین:-

سلطنت ۱۵۱۲ء کا زمانہ نہ صرف تاریخ عثمانیہ کے لئے بلکہ تاریخ عالم کے لئے ایک اہم ترین دور ہے، عالم مغرب کی مسیحی حکومتین ابھی ابھی نیوڈل خرابیون سے نکلی تھین، انہون نے اپنے ذرائع مضبوط، اور اپنی

قوتین مستحکم کر لی تہین، اب یہ تمام قوتین اس دور سے جسکو ہم عہد متوسط کے نام سے موسوم کرتے ہین، زیادہ قوت برداشت کے اظہار، اور منظم قبضہ غاصبانہ کی ترکیبون کے عمل کے لئے تیار تہین، اس عہد کے آغاز کے وقت (۱۴۹۲ء) تقریباً چالیس سال گذر گئے تھے کہ آل عثمان وسطی و مغربی یورپ کی سلطنتون سے برسر پیکار تھے، مگر دور بایزید ثانی کے وقت مین یہ یورپین جنگین عالم مسیحی کی چھوٹی چھوٹی حکومتون کے خلاف جاری رہین، اور اُسکے بیٹے سلیم کا تمام زور اسلامی اقوام کی فتوحات مین خرچ ہوا۔

ان دو سلاطین کے عہد حکومت مین یورپ کی تمام موجودہ حکومتین طفولیت سے نکل کر میدان بلوغت مین داخل ہو چکی تہین، اسپین نے اپنے ملک سے آخری اسلامی آثار بھی نکالدیئے تھے، اور تمام مسیحی ریاستون کو متحد کرکے ایک سلطنت بنالی تھی، فرانس نے اپنے تین جنگجو بادشاہون، چارلس ہشتم، لوئس دوازدہم، اور فرانسس اول کے ماتحت ان غیر مطمئن اور منتشر قوت کو جنکو لوئس یازدہم نے مجتمع کیا تہا، ممالک غیر پر قبضہ کرنے مین صرف کرنا سیکھ لیا تہا، انگلستان اور اسٹوری خاندان کی حکومت مین بھی اسی قسم کی مرکزی و اجتماعی ترقیان شروع ہو گئی تہین، علاوہ ازین جہان پندرہوین صدی کے اختتام پر ان فنون کو جو عالم مسیحی کے مختلف اقوام کے خزانہ کو آراستہ و مالامال کرتے ہین، ایک بے مثال و لاجواب عروج حاصل ہوا تہا، وہان فن حرب بھی بہت زیادہ ترقی کر گیا تہا، اب بڑی بڑی مسلح اور مرتب فوجین مستقلاً رکہی جاتی تہین، آتشین اسلحہ کی صنعت اور خصوصاً توپون کی بناوٹ اور استعمال کو لوگ اچھی طرح سمجھ گئے تھے، اور یہ چیزین اکثر کام مین لائی جاتی تہین، اور ماہر فن و باہمت افسرون کا ایک اسکول قائم ہو گیا تہا، جسمین لوگ فن جنگ مین قرطبہ کے گون سلود کے "گریٹ کیپٹن" کے طرز پر تعلیم پاتے تھے، پندرہوین صدی کے اواخر اور سولہوین صدی کے اوائل مین جبکہ دور متوسط عہد موجود سے منقلب ہوتا ہے،

نہ صرف فرانس و اسٹریا کی اطالیہ کے لئے رقیبانہ جنگ ہی ایک اہم شے ہے بلکہ دوسرے اور بہت سے واقعات بھی اس زمانہ کو ممتاز بناتے ہین، یہ تمام واقعات جنگ وجدال ہی سے متعلق نہین ہین، بلکہ یہ وہ واقعات ہین جنھون نے نہایت مضبوط اور موثر بیداری عالم مسیحی مین پیدا کردی اور اسلامی قوتون کے مقابل مین انکو اور زیادہ طاقتور و قوی تر بنا دیا۔

مشرقی جزائر اور نئی دنیا مین اسپین و پرتگال کے عظیم بحری انکشافات و فتوحات، علوم قدیمہ کا احیار، ادبیات جدیدہ کا طلوع سنور، فن طباعت کی وجہ سے روشنخیالی، مباحثہ اور معلومات نو کی ترقی، ان تمام کی تمام چیزون نے عالم مسیحی کی رُوح کو زیادہ اور بلند تر ہونے مین مدد دی، تاکہ اُن کے جذبات زیادہ باہمت ہون اور وہ عمل کے وقت تحمل مصائب اور برداشت مصائب کے لئے زیادہ تیار رہین، اسکے علاوہ دوسرے ایسے اسباب بھی موجود تھے جن سے پتہ چلتا تھا کہ اہل فرنگ کی یہ نئی قوت اسلامی ممالک کے فتوحات مین کام آئیگی، کیونکہ اس عہد مین بھی مذہبی جوش عام اور تیز تھا، بحری سیاحون کی محنت، فیلسوفون کی جد وجہد، طلبا کی مساعی، مدبرین کی دماغ سوزی اور سپاہیون کی جانبازی، سب کی سب صرف اسی مقصد وحید یعنی عروج صلیب کے لئے تھین، جہان ایک طرف کولمبس کو بحر زخار کے خطرون مین یہ خیال تھا کہ ان سیاحتون سے جو کچھ خزانے ہاتھ آئین گے وہ ارض مقدس کو بے دینون کے قبضہ سے نکالنے کے کام آئین گے، وہین چارلس ہشتم کے دل مین جبکہ وہ الپس اور نیلیس کے درمیان میدان جنگون مین ہوتا یہ جذبہ موجزن تھا کہ وہ فتح اطالیہ کے بعد قسطنطنیہ کو ترکون سے آزاد کرائیگا

اسلام و مسیحیت کے توازن قوت مین ایک انقلاب عظیم کے آثار سولھوین صدی عیسوی کے وسط سے ظاہر ہونے لگتے ہین کیونکہ ایک بڑی مسیحی حکومت اپنے اطراف کی تمام مضبوط ریاستون کو ایک حکومت بنا رہی تھی، چارلس پنجم نے نہ صرف شارلمین کی اتنی وسیع سلطنت پر حکومت کی،

بلکہ دولت و قوت کے لحاظ سے اس سے بہت کچھ بڑھا ہوا تھا، اُسکو بلجیم، اسٹروی، یاسپین اسپینی، متحدہ حکومت، نیپلس و سسلی کی خوبصورت ریاست، اور امریکہ کے جدید معلوم شدہ ممالک، وراثۃً ملے تھے، وہ انتخاب کے ذریعہ جرمنی کے تخت شاہی کا مالک بنا، اور کورتس و پیزارون نے اُسکو ماوراء اطلانٹک کی دو حکومتیں میکسیکو اور پیرو مع اُنکی لاتعداد سونے اور چاندی کی کانون کے دیدین، بہت ممکن ہے کہ لوگون کو یہ نظر آرہا ہو کہ ان تمام وسیع ممالک کا مالک آل عثمان کا مقابلہ نہ کرسکیگا، کیونکہ فرانس کی حریفانہ رقابت اور جرمنی کا مذہبی اختلاف اُسکے لئے بڑی رکاوٹ تھی، لیکن اُسکے ساتھ ہی عثمانی حکومت بھی اس بات کے لئے تیار نہ تھی کہ وہ عالم مسیحی سے جنگ کرے، کیونکہ اسکو بھی انہین خطرات کا سامنا تھا، ایران رقیب تھا، شیعہ و سنی مین سخت نفرت تھی، اور شام و مصر مین بغاوت کا خوف تھا،

تاہم خاندان عثمانی اس کامل صدی مین تمام خطرات کے باوجود سربلند رہا اور اُسکی اپنی وسیع سلطنت کے باوجود مسیحی حکومتون کے خوبصورت و زرخیز صوبے اسکو وسیع تر کرتے رہے، بلاکسی بحث کے کہا جاسکتا ہے کہ اس فضیلت کے اسباب، اُن کا مضبوط فوجی نظام، بلند قومی رُوح، اور اُن کے ممالک کے مفید مواقع تھے، لیکن عثمانی عظمت کی اصلی وجہ یہ تھی کہ اُس پر ایک بڑا آدمی حکومت کر رہا تھا، وہ بڑا اسلئے نہ تھا کہ حالات و واقعات اُسکے موافق تھے اور نہ اسکی عظمت اسلئے تھی کہ وہ اپنے عہد کی اسپرٹ کا صحیح مصرف لیتا تھا بلکہ اسکی بزرگی اسمین پوشیدہ تھی کہ حال کا بہترین مصرف لینے والا اور مستقبل کا اعلیٰ ترین دور اندیش شخص تھا"

اس تمہید کے بعد یہان سب سے پہلے اندلس اور شمالی افریقہ کا نظارہ پیش کیا جاتا ہے، اندلس کی آخری اسلامی حکومت غرناطہ کی ریاست تھی، ۱۴۹۱ء کو اس ریاست کا خاتمہ ہوا، ۲۵- نومبر ۱۴۹۱ء کو عہدنامہ پر دستخط ہوئے، اور ایک مدت متعین کر دیگئی، کہ اگر اسکے اندر امن و صلح رہی اور باہر سے کمک

نہین آئی تو اس مدت کے گذرنے کے بعد غرناطہ عیسائیون کے حوالہ کردیا جائیگا، غرناطہ کے مسلمانون نے سلطان عثمانی اور سلطان مصر کے پاس اعانت طلبی کے قاصد بھیجے تھے، مگر جب اودھر سے مدد نہ آئی تو ایک مہینہ کے بعد دسمبر کے آخر مین انھون نے غرناطہ عیسائیون کے حوالہ کردیا، غرناطہ کا بادشاہ مع اہل وعیال اور خدم وحشم کے اندلس کی سرزمین سے نکل کر مراکش چلا گیا، شرائط معاہدہ مین اگرچہ مسلمانونکی کامل مذہبی آزادی کی دفعہ شامل تھی، لیکن اسپر بہت کم عمل کیا گیا، یا تو انہین قتل کرڈالا گیا، یا جبراً عیسائی بناڈالا گیا، یا وقتاً فوقتاً انکو ملک سے جلاوطن کیا گیا، اس اخراج کا سلسلہ تقریباً سوا سو برس تک قائم رہا، یعنی مسلمانون کا آخری قافلہ سنہ ۱۰۱۸ھ (مطابق سنہ ۱۶۱۰ء) مین اس ملک سے نکالا گیا، جہان نو سو برس تک انھون نے اقامت کی تھی، اُن حشر انگیز واقعات پر آج تین برس سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے تاہم تمام دنیاے اسلام آج تک اسکے ماتم مین سوگوار ہے۔

اسپین نے اسی پر قناعت نہین کی بلکہ تمام عیسائی دنیا کی ہمدردی واعانت اور پوپ کی برکات اور دعاؤن کے جلوس مین مراکش، الجزائر، تونس اور طرابلس تک وہ مسلمانون کے نقش قدم کو دیکھتے چلے آئے، اسپین کی ایک ریاست پرتگال تو دریاؤن کو چیر کر سوردن (مسلمانون) کی تلاش مین ایشیائی سواحل تک چلی آئی، بحر روم وشام کے سواحل مصر سے لیکر اٹلی تک عیسائی بہادرون کے جہازات مسلمانون کا ناکہ روکے کھڑے تھے،

جس وقت غرناطہ کا تخلیہ ہوا ہے، قسطنطنیہ کے تخت پر سلطان سلیم کا باپ بایزید ثانی جلوس فرما تھا گو یہ ایک اپاہج اور کمزور سلطان تھا، اسپر بھی اول تو تری یا خشکی کا کوئی راستہ ایسا نہ تھا جس سے اندلس کے مسلمانون کو وہ مدد پہنچا سکتا، دوسرے ایک دو مہینہ کی مدت مین وہان ترکی فوجین پہنچ بھی نہین سکتی تھین، تین برس مین تو ہندوستان سے قسطنطنیہ قاصد پہنچے ہین، غالباً اس سے کم زمانہ اندلس سے تمام افریقہ کو طے کرکے اور مصر وشام کو عبور کرکے روم پہنچنے کے لئے نہین چاہیئے، اور پھر وہان سے ایک

عظیم الشان فوج کی روانگی اور درمیان کے روکنے والے ملکون کو فتح کرکے یا دریا کے راستہ سے قبرص، روڈس، مالٹا، اور وینس وجنیوا کی بحری حکومتون کی ناکہ بندیون کو توڑ کر وہان پہنچنے کیلئے ایک زمانہ دراز درکار تھا۔

تاہم یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان سلیم کے دل مین اپنے باپ کے خلاف جو جذبات اُمنڈ رہے تھے اور جو ولولے اُٹھ رہے تھے ان مین دنیائے اسلام کی اس پراگندگی وتباہی کا غم وغصہ بھی کچھ کم نہ تھا اور آخر اسی غم وغصہ کی حالت مین سلیم نے باپ کے خلاف بغاوت کی، ناکام رہا، لیکن چونکہ فوج کا بڑا حصہ اُسکا طرفدار تھا، اسلئے بایزید خود اُسکو اپنی جگہ پر بٹھا کر آپ الگ ہوگیا، یہ ۹۱۸ھ کا واقعہ ہے، اب سلطان سلیم کو اپنے ارادون کے حیز عمل مین لانے کا موقع ملا، چنانچہ اس نے سب سے پہلے اسلام کے اصلی عناصر کو اپنے مین شامل کیا جسکی تفصیل پہلے گذر چکی ہے، اسکے بعد اُسکو دور افتادہ اسلامی ملکون کی طرف توجہ کرنے کی فرصت ہاتھ آئی،

یہ معلوم ہوچکا ہے کہ نہ تو بحری راستہ سے، اور نہ خشکی کے راستہ سے ترک اپنی فوجین اسپین کے مقابلہ مین لاسکتے تھے، اسکے لئے اللہ تعالیٰ نے مظلومون کی بیکسی، بیچارون کی فریادرسی، اور بیکسون کی یاوری کے لئے خود آذر کے خانوادہ سے ابراہیم کو پیدا کیا، سلطان کی رعایا مین سے ایک نومسلم خاندان غالباً البانی اور رومیلی، یونانی جزیرون مین سکونت پذیر تھا، جہازرانی اور بحری تجارت پیشہ تھا، باربروسہ (سرخ داڑھی والے) کے نام سے یہ مشہور ہوا، یہ چار بھائی تھے، اروج، اسحاق، خضر، الیاس، خضر بعد کو خیرالدین کے نام سے دنیا مین روشناس ہوا، اور سب سے زیادہ نامور ہوا، اروج، اور الیاس روڈس کے صلیبی سپاہیون سے جنکا لقب "نائٹس آف سینٹ جان" تھا دست وگریبان ہوئے، الیاس اس لڑائی مین مارا گیا، اور اروج قید ہوگیا، اور بالآخر ایک ترکی افسر کی مدد سے رہا ہوا، اور پھر بدستور وہ سمندر مین آزاد تھا، سلطان سلیم کے زمانہ مین بقیہ یہ تینون بھائی اروج، اسحاق اور

خیرالدین عیسائی جہاز رانون سے بچکر کسی طرح شمالی افریقہ کے سواحل پر پہنچ گئے، یہان آکر انھون نے دیکھا کہ مسلمان اسپین مین گرفتار مصائب ہین، مراکش کے سواحل اور الجزائر، تونس، طرابلس کی اسلامی سلطنتین حالت نزع مین ہین، اور اسپینی گدھ ہر طرف سے اُن پر منڈلا رہے ہین،

بار بروسہ نے اپنے ٹوٹے پھوٹے جہازون کے بیڑے کو درست کیا، اور سلطان سلیم کے نام کا جھنڈا بلند کیا، اور سلطان نے بھی اُسکو اپنی اعانت اور نیابت کا شرف بخشا، سلطانی دستگیری سے مطمئن ہوکر وہ سمندر مین اسپین کی بحری قوت کے مقابلہ کو اُترا، ستر ہزار بے خانمان اندلسی مسلمان جلا وطنون کو اُس نے اسپین سے لیکر افریقہ پہنچایا، یہ مہاجر اُسکی فوج کے سپاہی بن گئے اور دونون نے ملکر سواحل اسپین پر متواتر بحری حملے شروع کر دیئے، خلیج گابس کے جزیرۂ جرجہ کو اپنا مستقر بنایا، اسی اثنا مین متفرق طور سے ترک دستے یکے بادیگرے بیچ بچکر آنے لگے، ۱۵۱۲ء مین انہون نے بوگی (Bougie) کو اسپینیون سے لینا چاہا مگر ناکام رہے، ۱۵۱۴ء مین جنیوا والون سے جیجلی (Djidjelli) کو چھین لیا، ۱۵۱۵ء مین دوبارہ اُنھون نے بوگی پر حملہ کیا، اور ناکامی ہوئی، اسی سال الجزائر کے مسلمان اسپین کے خلاف ان سے مدد کے طالب ہوئے، اُنھون نے آکر اسپینیون کو الجزائر سے نکالدیا، اور اسطرح الجزائر مین آکر ان کے پاؤن ٹکے، اور یہان خشکی مین بھی انھون نے قوت پیدا کرلی، اُسکے بعد تلمسان جاکر اسپینیون سے لڑے مگر کامیاب ہوئے۔

خیرالدین کا ستارۂ اقبال بلند تھا، اُسکے بحری کارنامون نے سلطان سلیم کو اپنی طرف متوجہ کرلیا، سلطان نے اسکو اپنے عہدہ دارون مین داخل کرلیا، اور اُسکو خلعت اور علم اور بیلر بے کا خطاب دیا، اور کچھ کشتیان بھیجین، ۱۵۱۹ء مین اس نے اسپین کے الجیریا پر ایک اور حملہ کو رد کیا، مگر ۱۵۲۹ء تک سواحل سے اُنکو ہٹا نہ سکا، الجیریا کے سامنے ایک جزیرہ تھا، جسپر چودہ برس سے اسپین والون نے قبضہ کر رکھا تھا، اُسکو اُن سے چھڑایا، اور ایک پورے اسپینی بیڑے کو گرفتار کرلیا، خیرالدین برابر اپنے

کا سون کی رپورٹ قسطنطنیہ بھیجا کرتا تھا، اور وہان سے جو احکام آتے تھے انکے مطابق عمل کرتا تھا۔

سلطان سلیم کی جگہ اب سلطان سلیمان تخت عثمانی پر جلوہ فرما تھا، اسکے عہد مین دو اور ترکی امیرالبحر جہازی میدان مین اترے، طرغوت پاشا اور پلیلی پاشا، طرغوت نے اپنا کارنامہ نہایت چھوٹے درجہ سے شروع کیا، پہلے یہ ترکی بیڑے مین ایک معمولی ملاح تھا، اسکے بعد تیس جہازون کا افسر ہوا، پھر اس نے تیس کشتیون کا ایک بیڑہ بنا کر جزیرۂ کورشیا پر حملہ کیا، لیکن وینس اور جنیوا کے امیرالبحر نے اسکو گرفتار کر لیا، اور آخر باربروسہ کی دھمکی سے اسکو آزادی ملی، اور پھر باربروسہ کے ساتھ مل کر اس نے بھی اسپینیون اور اٹلی والون پر حملہ کرنا شروع کر دیا، اور صرف بیس جہازون کے ایک مختصر بیڑے سے اٹلی اور اسپین کے ساحلون مین تہلکہ برپا کر دیا۔

پلیلی پاشا کا کارنامہ بھی کسی سے کم درجہ نہین، اس نے اوران کو فتح کیا، اور ۱۵۶۰ء مین عیسائی دنیا کی متفقہ بحری قوت کو جو طرابلس اور اسلامی جزیرہ جربہ کے مقابلہ مین جا رہی تھی شکست فاش دی، یہ عیسائی بیڑا دو سو جہازون پر مشتمل تھا، اور اسمین خاص پوپ کے حکم سے جنیوا، فلارنس، مالٹا، سسلی، نیپلس، اور مشوقہ کے عیسائی امراء کے جہازات یکجا تھے، یہ متحدہ عیسائی بیڑا اپنے زمانہ کے ایک مشہور عیسائی امیرالبحر کے ماتحت تھا، اور بیڑا خیر و خوبی کے ساتھ جربہ تک پہنچ چکا، اور عیسائی فوجین خشکی مین اتر چکی تھین کہ پلیلی پاشا کو اسکی خبر ملی وہ فوراً اپنا بیڑا لیکر دردانیال کے ساحل سے توکلاً علی اللہ چل کھڑا ہوا، اور جھپٹ کر عیسائی بیڑے کو اس نے آلیا اور اسکی قوت کو پارہ پارہ کر دیا[1]

صلیبی مجاہدین کا سب سے بڑا بحری مرکز جزیرۂ روڈس تھا، جہان پوپ کی سرپرستی مین تمام عیسائی دنیا کی مالی اعانتین آتی تھین اور ان سے یہان ایک زبردست بحری فوج اور ایک طاقتور

[1] یہ تمام واقعات حرف بحرف انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا طبع جدید، مضمون باربروسہ اور رسو فرمین کی تاریخ عالم جلد ۸ کی فصل بحری طاقت سے ماخوذ ہین،

بیڑا تیار کیا گیا تھا، اُسکے قلعے لوہے اور پتھر سے اسقدر مضبوط بنائے گئے کہ فوج کا ساحل تک پہنچکر بھی شہر کے اندر جاکر انکی فوجی قوت کو توڑنا مشکل تھا، توپون اور بندوقون اور دیگر اسلحۂ حرب سے اُسکے ایک ایک گوشہ پر گویا ملک الموت کا پہرہ تھا، بڑی بڑی زنجیرون سے سمندر مین گویا قفل ڈالدیئے گئے تھے، تمام عیسائی دنیا کی طرف سے ان صلیبی مجاہدون کو یہ خدمت سپرد تھی کہ وہ اسلامی جہازون کو ادہر سے اُدہر نہ جانے دین، اُن کے تجارتی جہازون کو لوٹ لین، اور نہ صرف یہی کہ اسلامی فتوحات کے سیلاب کو آگے نہ بڑھنے دین، بلکہ اس دروازہ پر پہرہ دیتے رہین اور دیکھتے رہین کہ ارضِ مقدس کی نگہبان طاقت کب غفلت مین ہے کہ اُسپر حملہ کیا جاسکے، مسلمان ان مذہبی ڈاکوؤن کے حملے سے عاجز آگئے تھے حج کے لئے بھی نہین نکل سکتے تھے، جو مسلمان اُنکے ہاتھون مین پڑجاتے وہ لونڈی غلام بناکر بیچڈالے جاتے[1]

رجب ۹۲۸ھ مین سلطان سلیمان دو لاکھ فوج اور ۲۲۰ جہازون کا بیڑا لیکر جنمین ۴۰ مصر کے جہاز تھے قسطنطنیہ سے نکلا، اور رہوڈس کا محاصرہ کرلیا، روڈس کے بہادرون نے فرانس اور اسپین سے کمک طلب کی، پوپ نے بھی اُنکو تاکید لکھا، مگر دین سے کسی نے انکی مدد نہ کی، مہینون کے محاصرہ اور بیشمار مسلمانون کی قربانی کے بعد جزیرہ فتح ہوا، مسلمانون کو اس سے بہت خوشی ہوئی اور "یفرح المومنون بنصر اللہ" اسکی تاریخ ہوئی، کثیر التعداد مسلمانون کو جو سالہا سال سے ان لوگون کے ہاتھون مین قید تھے، اور جو اپنی آزادی سے تقریباً مایوس ہوچکے تھے، انکو خدا نے اپنے فضل و عنایت سے خلیفۂ اسلام کی فاتح فوجون کی معرفت آزادی کا پیام سُنایا، شرائط کے مطابق سینٹ جان کے بہادرون کو اپنا یہ مستقر چھوڑنا پڑا، پوپ نے اُن کے سردار اور اُن کے چار ہزار نائٹون کو اٹلی مین جگہ دی، پھر اسپین نے انکو مالٹا مین لاکر بدستور ان کا دوسرا بحری مستقر بنادیا۔

[1] دیکھو فتوحات اسلامیہ مفتی دحلان اور الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام ذکر سلطنت سلطان سلیمان و فتح جزیرۂ روڈس۔

اب مسلمان فوجون کے لئے دریائی راستہ کے خطرات کچھ کم ہو گئے، اور اسپین کے مقابلہ کے لئے ان کا جانا ممکن ہوا، خیرالدین پاشا الجزائر کے بعد تونس کو بھی اسپینون کے دستبرد سے بچا کر سلطان اسلام کے زیر تصرف لے آیا، طرغوت پاشا طرابلس سے اسپینون کو باہر کیا، اور اسطرح افریقہ کے یہ صوبے دشمنان اسلام کے پنجون سے آزاد ہوئے،

ان مقامات پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے اسپینون نے بڑی بڑی کوششین کین مگر تونس کے سوا ہر جگہ ناکامی ہوئی، تونس کا سابق حفصی سلطان اسپینون سے سازباز کرکے ان سے ملگیا، اسپینون نے تونس کے سواحل حلق الوادی پر اپنے جہازی مورچے اور بحری استحکامات قائم کرلئے تھے، یہین سے ان کے بیڑے نکل نکل کر دشمنون پر حملے کرتے تھے حفصی سلطان بھاگ کر یہین چلا گیا اسپین کی جو فوج مالٹا کے مجاہدین کو لیکر اسکی مدد کو آئی تھی، وہ اپنے ساتھ شہنشاہ اسپین کا شرائط نامہ بھی لائی تھی، شرائط نامہ کو پڑھکر سلطان کے ہوش اڑ گئے، اسکا ماحصل یہ تہا کہ حفصی سلطان برائے نام سلطان رہیگا، لیکن حکومت کے تمام اختیارات اسپین کو رہین گے، اسپین کی فوج نے تونس پر حملہ کیا، خیرالدین پاشا کی چھوٹی سی فوج نے شکست کہائی پاشا لڑتے بھڑتے تونس سے نکل کر قسطنطنیہ چلا گیا، اور اسپین نے تمام ملک پر قبضہ کرلیا، قبضہ کے ساتھ اس نے وہ تمام کہیل کہیلنے شروع کر دیئے جو اندلس مین کہیل چکا تہا، مسلمانون کا قتل عام، عمارات اور مساجد کا انہدام، کتبخانون کی بربادی، عورتون کی آبروریزی، لوگون کو جبرًا عیسائی بنانا، جامع مسجدون کو گرجون کی شکل مین تبدیل کرنا، لکہا ہے کہ اتنی کتابین بر سر راہ پڑی تہین کہ جامع مسجد تک کتابون کے ڈہیرون کو روندے بغیر آدمی نہین پہنچ سکتا تہا، اذان کی منارون مین کلیسا کے گہنٹے لٹکائے گئے، مسلمانون کے مکانات اور جائدادین زبردستی چہین چہین کر عیسائیون کو دی جانے لگین، ابن ابی دینار تونسی مورخ نے بڑے دردناک واقعات لکھے ہین،

غرض چند ہی سالون مین اسلام اپنے وطن مین غریب الدیار ہوگیا، اسپینون کی اس جیرہ دستی کا

متزلزل، اس پاس کے ترکی اسلامی مقبوضات پر پڑنے لگا، قیروان میں حیدر پاشا تہا وہ مرعوب ہو چلا تھا لیکن شہر کے اعیان وعلماء نے اسکی ہمت بندہائی، آخر خدا نے قیروان کے مسلمانوں پر اپنی سکینت نازل کی اور انھوں نے تمام افریقہ میں جہاد عام کا اعلان کر دیا، الجزائر و طرابلس سے جوق جوق مسلمان مجاہدین جمع ہوگئے، قیروان، طرابلس اور الجزائر کے ان اسلامی مجاہدین نے مل کر تونس کا رخ کیا اور اسپینون سے جا کر ٹکرائے، لیکن چونکہ اسپینون کی مدد کو دم بدم تازہ فوجیں آتی رہتی تہیں، مرتد عرب قبائل بھی اُن کا ساتھ دے رہے تھے، اسلئے ان اسلامی مجاہدین کو شکست نہیں ہو رہی تھی تو وہ کامیاب بھی نہیں تھے، کچھ دنوں کے بعد انکی ہمتوں میں پستی اور ارادوں میں سستی آنے لگی، اور آخر ایک دن انھوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ شب کے وقت اپنے مورچوں کو خالی کر کے اپنے اپنے ملکوں کو ناکام لوٹ جائیں گے، یہ ارادہ ہی تہا کہ سمندر کے افق سے ایک عظیم الشان فوجی بیڑا ساحل کو نظر آیا، فریقین کو یقین تہا کہ یہ اسپین کا نیا بیڑا کمک کو آیا ہے، مسلمان مجاہدین نے کل کے فرار کا عزم مصمم کر لیا، لیکن پردۂ شب میں معلوم ہو گیا کہ یہ کوکبۂ اسلام مغرب کے بجائے مشرق سے طلوع ہوا ہے، یعنی قسطنطنیہ سے عثمانی بیڑہ مسلمانوں کی امداد کو آیا ہے، سواحل کے چند مسلمان ملاح یہ بشارت نامہ لیکر جب شکستہ دل مجاہدین کے خیموں میں پہنچے، تو یکبارگی سب کے دلوں سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہو گیا، علی پاشا اور سنان پاشا اس بیڑہ کے اعلیٰ افسر تھے، چھوٹے بڑے ڈیڑہ ہزار جہاز بیڑہ میں شامل تھے، جس دن یہ بیڑا قسطنطنیہ سے روانہ ہوا، ساحل پر مسلمانوں نے بڑی امیدوں کے ساتھ اسکو رخصت کیا،

نصرت الٰہی کا کرشمہ دیکھو کہ عین اسی صبح کو قیروان سے حیدر پاشا اور طرابلس سے مصطفیٰ پاشا فوجیں لیکر تونس پہنچ گئے، اور اسطرح خشکی اور سمندر دونوں طرف سے مجاہدین بنی عثمان نے اسپینون پر حملے کیے، اسپینون نے سخت خونریزی اور معرکوں کے بعد شہر کو خالی کر دیا، اور اس مشہور قلعہ میں پناہ لی

پر ۹۴۷؁ مین اُنہون نے قبضہ کیا تہا، اور پورے ۴۳ برس اسکی تعمیر مین مصروف رہے تھے، ترک مجاہدین نے ۴۳ ہی دن مین اس قلعہ کو فتح کر لیا، اس قلعہ کی فتح مین ترکون نے بہادری اور فنون جنگ مین مہارت کا جو کمال ظاہر کیا، افریقی مورخین نے اسکی بڑی داد دی ہے، اور اس طرح سخت و شدید معرکون اور سیکڑون ہزارون ترکون کی عزیز قربانیون کے بعد کفر کی نوت کا گہنگھور بادل تونس کی سرزمین سے پہٹ گیا، اور کلمۂ اسلام نے دوبارہ اس ملک مین فروغ پایا،

تونس کے مسلمان مورخ ابن ابی دینار نے اس واقعہ کو جس مسرت اور شادمانی سے ادا کیا ہے، ظلم ہوگا اگر اس موقع پر ہندوستان کے مسلمانون کے کان آج اُن سے آشنا نہون، مورخ مذکور کہتا ہے،

"اللہ تعالی اس سلطنت عثمانیہ کی عزت کو دوام بخشے کہ اس سے مسلمانون کی عزت کو دوام نصیب ہو، اور اُسکی تلوار کی دہار کو مشرکون اور منافقون کی گردنون کی کاٹنے والی بنائے...

اگر اللہ تعالی اس عظیم الشان بادشاہ کے ذریعہ سے اس ملک کو نہ بچاتا تو کفر اسکے اکثر حصون پر مستولی ہوجاتا، اور اسپین کوئی مسلمان باقی نہ رہتا، (صفحہ ۱۸۳)

چونکہ ترکون کا یہ بیڑا عین وقت پر تونس پہنچا تہا، اسلئے لوگون مین اسکے متعلق عجیب وغریب تخیل پیدا ہوگیا تہا، بعض تو یہ کہتے ہین کہ یہ اصل مین غرناطہ کے مسلمانون کی اعانت کے لئے نکلا تہا، مگر جب یہ معلوم ہوا کہ غرناطہ کا خاتمہ ہوگیا تو وہ ادہر چلا آیا، بعض یہ کہتے ہین کہ تونس کی خاک مین محرزین خلف جو ایک بزرگ آسودہ ہین، اُنھون نے سلطان کو خواب دیکہایا اور یہان فوج بہیجنے کی ہدایت کی، بہرحال واقعہ یہ ہے کہ ترکون کا یہ کارنامہ دنیاے اسلام ابدالآباد تک یاد رکہیگی -

اسپین سے بدلہ لینے کا اللہ تعالے نے ایک اور نیا سامان پیدا کردیا، اسلام کی خونریزی وسفاکی مین جو جوہر کمال دکہایا تہا، اس نے اُسکو یورپ کی نظرون مین بہت عزیز و محبوب بنا دیا تہا،

---

[1] فتح تونس کے یہ تمام واقعات المونس فی اخبار افریقیہ و تونس لابن ابی دینار مطبوعۂ تونس سے ماخوذ ہین،

اسلئے اُسکو اسٹریا، جرمنی، بلکہ اٹلی تک کے علاقے اُسکول گئے تھے، یہانتک کہ جنوآ، فلارنس، سسلی، اور وینس تک اُسکے ماتحت تھے، امپراطور یعنی شہنشاہ اسکا لقب قرار پایا تہا، فرانس اسکی اس وسعت کو دیکھکر گھبرا رہا تہا، ناچار اس نے آل عثمان کے دامن مین آکر پناہ لی، خیر الدین پاشا جو اسپینون کے حملہ سے بہاگ کر تونس سے نکلا تو راستہ مین اسپینون پر بحری حملے کرتا ہوا جزیرۂ مینورقہ کو اُن کے ہاتھون سے چہینکر سیدہا قسطنطنیہ آیا، سلطان نے فرانس کی حمایت کے دعوی کی بنا پر اسپینی مقبوضات اور استحکامات پر بحری و برّی دونون طرف سے حملے شروع کئے، ہنگریا اسپین کا حلیف تہا اور اسپین کے ملوکات اسٹریا تک پہیلے تھے، سلطان نے خشکی کی طرف سے ہنگریا پر حملہ کیا اور اُسکو پامال کرکے اسٹریا کے پایہ تخت تک پہنچ گیا، فرانس نے دوسری طرف سے اسپین پر حملہ کیا، خیر الدین نے اسپین کے مملوکہ جزیرون اور بحری استحکامات پر بے پناہ ضربین لگانا شروع کین، مجمع الجزائر مین وینس سے تقریبًا تمام جزیرے چہین لئے، اور اہل اسپین سے کولرون کو دوبارہ لیلیا، اور ۱۵۳۹ء مین ایک مختصر سی بحری طاقت کے ساتھ پوپ، وینس اور شہنشاہ اسپین کے متفقہ بیڑے کو ہزیمت دی، اور اس فتح مین بحری جنگ کا وہ کمال نمایان کیا جسکی بعد مین نلسن وغیرہ نے تقلید کی، ۱۵۴۱ء مین اسپین نے الجزائر پر پھر حملہ کرنا چاہا تو سلطان سلیمان نے ایک بیڑہ دیکر خیر الدین کو اودہر بہیجا، سن چکے ہوکہ فرانس کی مدد کے لئے جب سلطان نکلا تو خیر الدین عثمانی بیڑہ کی کمان اپنے ہاتہ مین لیکر فرانسیسیون کے ساتھ اسپین اور اُسکی زبردست اٹالین ریاستون سے ہنگامہ آرا ہوا اور فرانسیسی بیڑہ کی بدترتیبی کے باوجود اس نے دشمنون کو زیر کیا۔

فرانس جسکو کیتھولک فرقہ کا فرزند اول ہونے کا فخر حاصل تہا، اسکا خلیفۂ اسلام کے زیر سایہ ہوکر اپنے زمانہ کی مشہور و محبوب مسیحی سلطنت اسپین کی بربادی کا تہیہ کرنا ایک ایسا واقعہ تہا جس نے اُسکو مسیحی دنیا مین بدنام کردیا، اور آخر اُسکو مسلمانون کی اعانت و امداد سے دست برداری داخل

کرنا پڑی، اگر یا این ہمہ اس نے سلطنت عثمانیہ سے معاہدون کی وہ دستاویز حاصل کرلی جو آج یورپین قومون کے امتیازات مخصوصہ کی صورت مین ترکی کے لئے بالاے سرم ثابت ہو رہی ہے ،

۹۳۷ھ مین سنان پاشا نے جزیرۂ جربہ پر جو اسپینون کے قبضہ مین ہو گیا تھا، اور افریقہ کے لئے بمنزلہ صدر دروازہ کے تھا حملہ کیا، تین مہینے کے محاصرہ کے بعد جزیرہ فتح ہوا، اسپین نے جلکر الجزائر کے عثمانی سواحل اور ترکی جہازات پر حملہ کر دیا، سلطان نے اسکے مقابلہ مین مالٹا پر فوج کشی کی، مالٹا کو اسپین نے جیسا کہ پہلے پڑھ چکے ہو، مسیحی صلیبی مجاہدین کا مستقر بنا یا تھا، ۹۷۳ھ مین سنان پاشا ۱۸۱ جہازون کا بیڑہ لیکر مالٹا روانہ ہوا، لیکن تیز و تند حملون اور سخت و شدید محاصرون کے باوجود جزیرہ فتح نہوا، اس جنگ مین سینٹ جان کے مسیحی مجاہدین نے مسیحی اخلاق کا بہترین نمونہ یہ دکھایا کہ اسیرد قیدی مسلمانون کے سر کاٹ کر توپون مین بجاے گولون کے رکھکر اُن کے بھائیون کی گود مین پھینکا۔

سلطان سلیمان کے بعد سلطان سلیم ثانی نے وینس کے مقبوضہ جزیرون پر جو ایک طرف مصر و شام کا سلسلہ جوڑتے تھے تو دوسری طرف شمالی افریقہ کے اسلامی ممالک کا راستہ روک رہے تھے فوج کشی کی، ۹۷۸ھ (۱۵۷۰ء) مین پیلی پاشا اور مصطفی پاشا نے قبرص (سائپرس) پر حملہ کیا، اور وینس سے چھین لیا، یہان سے لوٹ کر کریٹ کے سواحل پر مسلمانون نے ڈیرے ڈالے، عثمانی بیڑہ مین ۳۰۰ جہاز تھے، مگر جہازون کے لئے بحری موسم چونکہ اچھا نہ تھا، اسلئے کریٹ کا محاصرہ چھوڑکر واپسی کا ارادہ کیا، موسمی ہوا کی موجون سے عثمانی بیڑہ منتشر ہو گیا، ادھر عیسائیون کا ایک متحدہ بیڑہ تیار ہو رہا تھا، جسکی کمان شہنشاہ اسپین کے اس ناجائز لڑکے کے ہاتھ مین دیگئی جس نے مسلمانان اندلس کے قتل وخونریزی مین بڑی ناموری حاصل کی تھی، مسیحی بیڑہ مین ۷۰ اسپین کے، ۱۴۰ وینس کے، اور ۱۲ پوپ کے اور ۹ مالٹا کے مسیحی جانبازون کے جہاز تھے، ان جہازون نے اچانک نمودار ہوکر اسلامی بیڑہ پر حملہ کیا، باوجود بے ترتیبی کے فرار کے بجاے مسلمانون نے دشمنون کے مقابلہ کو ترجیح دی، لیکن انکو کامل شکست ہوئی، انکے ۱۴۰ جہاز عیسائیون کے

ہاتھ مین گرفتار ہوگئے، اور ۴۹ جہاز ڈوب گئے، ۴۰۰ توپین دشمنون نے لین اور تیس ہزار مسلمان گرفتار ہوگئے، تمام عیسائی دنیا مین اس فتح پر بڑی خوشی منائی گئی، اور اسپین نے اس دن کو یوم العید اور قومی و مذہبی روز جشن قرار دیا، جسمین ہر سال اسکی یادگار مین خوشی منائی جانے لگی، پوپ نے سینٹ پیٹر کے گرجے مین جاکر تقریر کی اور ناجائز شہزادہ کا شکریۂ فتحمندی ادا کیا،

اس حادثہ کی خبر جب قسطنطنیہ پہنچی تو مسلمانون کو سخت رنج ہوا، اور غصہ مین آکر چاہا کہ عیسائیون پر حملہ کردین لیکن سلطنت نے بڑی حکمت و دانائی سے اُسکا انتظام کیا، اور اسی سال عثمانیون نے ۲۵۰ بحری جہازون کا ایک اور بیڑہ تیار کرلیا، ابھی یہ نکلا بھی نہ تہا کہ اللہ تعالے نے انتقام معنوی کا ایک اور سامان کردیا، یعنی اسپین اور وینس کا اتحاد ٹوٹ گیا، وینس نے اپنے بعض جزیرون کی نذر دیکر ٹرکی سے صلح کرلی، اسپین نے تونس کا رخ کیا، لیکن تھوڑے دنون کے بعد وہان اسکا جو حشر ہوا وہ پہلے سن چکے ہو، اسی اثنا مین اسپین کا ایک نیا دشمن انگلستان نکل آیا، اس نے بھی اسپین کی بحری قوت کے مقابلہ کے لئے سلطنت عثمانیہ سے درخواست کی اور آخر انہین لڑائیون مین اسپین کی حوصلہ مندیون کا خاتمہ ہوگیا[1]-

اب افریقہ کی تمام اسلامی ریاستین، الجزائر، طرابلس، تونس، تلمسان، قیروان دولت عثمانیہ کے زیر سایہ تھین، اور خلیفہ عثمانی کا نام ہر جگہ خطبون مین پڑھا جاتا تہا، اور اسوقت سے لیکر آج تک پڑھا جاتا ہے، مونس فی الاخبار تونس (صفحہ ۱۸۹) مین ہے،

ترنم الخطباء علی المنابر باسم السلطان العثمانی　　　اور خطیبون نے ممبرون پر سلطان عثمانی کے نام کا خطبہ پڑھا،

شمالی افریقہ مین اب صرف ایک سلطنت مراکش رہ گئی تھی، اُسکے سواحل پر گو اسپین و پرتگال نے قبضہ کرلیا تہا مگر اندرون ملک محفوظ تہا، ایک ترکی امیر البحر نے ان سواحل سے بھی اُنکو نکالنا چاہا، مگر چونکہ خود اہل مراکش سے انکو مدد نہ مل سکی اسلئے زیادہ کامیابی نہوئی، پہلے یہ بتایا جاچکا ہے کہ اسوقت مراکش مین دو مسلمان خاندان

[1] یہ واقعات تاریخ دولت عثمانیہ فریدبے، اور "مورخین کی تاریخ عالم" سے ماخوذ ہین،

طاسین اور سعدیین حکومت کے لئے باہم دست وگریبان تھے، اور پرتگالی آہستہ آہستہ سواحل پر قبضہ کرتے جاتے تھے، اسی دوران مین افریقیہ کے دیگر سواحل سے عثمانی مجاہدین مسیحی فوجون کو نکال چکے تھے، ایک درویش وعالم خاندان نے جہاد کے نام سے اپنا جھنڈا بلند کیا اور لوگ اُنکے چارون طرف آکر جمع ہوگئے یہ سلطان شیخ سعدی تھے، ابوحسون وطاسی بادشاہ مغرب نے ان سے بھاگ کر الجزائر مین ترکون کے ہان پناہ لی، اب سلطان شیخ کو یہ فکر ہوئی کہ کسطرح ان مقامات سے ترکون کو نکالا جائے، تلمسان خیرالدین پاشا کے بیٹے حسن پاشا کے ہاتھ مین تھا، سلطان شیخ نے حملہ کیا اور نو مہینے کے محاصرہ کے بعد فتح کیا لیکن ترکون نے پھر بہت جلد اُسکو واپس لیلیا، سلطان شیخ نے دوبارہ حملہ کرنا چاہا، چونکہ سلاطین عثمان کے پیش نظر جیسا کہ ہمارے ناظرین واقف ہین ایک اور نقشۂ جنگ تھا اسلئے مسلمان سلطنتون کی باہم منازعتین اُنکو ناپسندیدہ تھین اسلئے ترکون نے اپنی طرف سے امام ابوعبداللہ الخروبی الطرابلسی ان اطراف کے ایک مشہور عالم کو سلطان شیخ کے پاس بھیجا، اور صلح وآشتی کا پیام دیا، سلطان شیخ نے امام کا خیرمقدم کیا لیکن مصالحت کے پیام کو نامنظور کردیا،

ابوحسون وطاسی نے سلاطین بنی عثمان کی حمایت اور خطبہ اور سکہ قبول کرلیا، گویا خلافت تسلیم کرلی اسلئے ترکون نے وطاسی کو مدد دی، اور انکی مدد سے وہ ۹۶۱ھ مین فاس پر قابض ہوگیا، اور سلطان شیخ سعدی کو وہان سے نکال دیا، لیکن سعدی نے اسی سال دوبارہ فاس واپس لیلیا، وطاسی کے ساتھ جو ترک افسر اور سپاہی فاس آئے تھے اُنہون نے سعدی کی نوکری اختیار کرلی، سلطان سلیمان کو جب یہ معلوم ہوا کہ وطاسی خاندان مٹ گیا اور سعدی سلاطین نے تمام ملک پر بلاشرکت غیرے قبضہ کرلیا، اور وہان کے مسلم فرمانروا ہوگئے تو اس نے سلطان شیخ سعدی کو اپنی طرف سے تہنیت نامہ بھیجا اور مصالحانہ نامہ وپیام کے لئے ایک سفیر روانہ کیا اور خط مین لکھا ہی کہ وطاسیون کی طرح آپ بھی میرے نام کا خطبہ پڑھوائین، اور سکہ پر میرا نام لکھین، سعدی نے یہ سن کر غصہ مین سلطان سلیمان کو بہت بُرا بھلا کہا، اور سفیر سے کہا کہ سلطان سے کہدینا کہ "مین خود مصر پہنچکر اسکا جواب دونگا" اور سلطان سلیمان کی بحری طاقت کی بنا پر اُسکا نام "مچھلیون کا بادشاہ"

دربار مین کہا، سلطان سلیمان اس تلخ و تند جواب کو سن کر پیچ و تاب ہوگیا، اور حکم دیا کہ ابھی عثمانی بیڑہ
مراکش کی طرف لنگر اٹھا دے، وزیر اعظم نے عرض کیا کہ اس معمولی کام کے لئے فوج کی ضرورت نہین بحضور کے
چند جان نثار اس بدتمیز کا سر اتار کر آپ کے قدمون کے نیچے ڈالدینگے، آخر واقعہ یہی ہوا کہ چند ترکون نے
موقع پاکر وطاسی کا سر کاٹکر قسطنطنیہ بھیجدیا، یہ ۹۶۵ھ کا واقعہ ہے، سعدی کی جگہ پر غالب باللہ کے لقب سے
اسکا بیٹا اسکا جانشین ہوا، حسن پاشا والی تلمسان نے غالب باللہ پر فوج کشی کی، لیکن غالب، غالب
رہا، اور حسن ناکام واپس آیا،

یہی واقعات ہین جنکو "مورخین کی تاریخ عالم" کے مصنفین نے ان الفاظ مین ادا کیا ہے کہ مراکش
مین سعدی اور عثمانی سلاطین مذہبی برتری کے لئے آپس مین نزاع و رقابت رکھتے تھے، (جلد ۲۴ صفحہ ۲۰)
ترکون کو اس مذہبی برتری کے فیصلہ کا بہت اچھا موقع ہاتھ آگیا، غالب باللہ کا بھائی معتصم باللہ اپنے
بھائی سے رنجیدہ ہوکر قسطنطنیہ چلا گیا اور سلطان سلیم ثانی سے جاکر عرض پرداز ہوا کہ اسکو فوج سے مدد دیجائے
کہ اپنے باپ کا ملک وہ حاصل کرلے، سلطان نے پہلے بہت ٹالا، لیکن وہ اسقدر مصر ہوا کہ اسکو منظور کرنا پڑا،
معتصم ترکون کی فوج لیکر مراکش مین داخل ہوا اور اپنے بھائی کو شکست دیکر خود تخت نشین ہوا، معتصم کے بعد
منصور آیا اور پرتگالیون کے مقابلہ مین اسکو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی، یہ بشارت نامہ اس نے قسطنطنیہ
سلطان مراد بن سلیم کے پاس بھیجا، سلطان مراد نہایت خوش ہوا، اور جواب مین بہت سے تحائف اس نے
منصور کو بھیجے، لیکن منصور نے مراد کے فرستادہ تحائف اور وفد کی جیسی عزت کرنی چاہیئے تھی نکی، بعض درباریون
نے مراد کو بھڑکایا اور غصہ مین آکر اس نے حکم دیدیا کہ منصور کی تادیب کے لئے ایک بیڑا روانہ کیا جائے
یہ خبر منصور کو پہنچی تو وہ بہت متفکر ہوا اور آخر بعض علما اور امراے دربار کو اپنی طرف سے سفیر بناکر قسطنطنیہ
روانہ کیا، یہ سفرا جب سلطان مراد کے دربار مین پہنچے تو وہ بہت خوش ہوا اور بیڑے کو واپسی کا حکم بھیجدیا،
اور اسی کے ساتھ اپنے دربار کے سفرا منصور کے پاس بھیجے، اور اسکی معذرت کو قبول کیا، منصور نے ان سفرا کی

بڑی خاطر مدارت کی، اور انہین بغیروں کے ساتھ اپنے ملک کے مشہور قاضی امام ابن علی شاطبی اور سپہ سالار عبدالرحمن قسنطلی کو بھیجا، امام شاطبی نے اپنے فرض کو بلکہ اسلام کے حق کو اس خوبی سے ادا کیا، اور اتحاد اسلام کے فضائل اور اہل بیت نبوی کے مناقب اس عمدگی سے بیان کئے کہ سلطان مراد نہایت مسرور ہوا، اور اسکے بعد منصور اور سلاطین عثمانی مین اسدرجہ اتحاد و اعتماد بڑہا کہ آپس مین خط و کتابت رسل و رسائل اور تحفہ و تحائف کی رسم ہمیشہ کے لئے قائم ہوگئی، یہانتک کہ سلطان مراد نے ایک دفعہ منصور کو خط لکھا کہ "مین نے عہد کرلیا ہے کہ مین تمہاری طرف مصافحہ کے سوا کسی اور غرض سے ہاتھ نہ بڑہاؤنگا" دونون سلطنتون کے قاصد ہمیشہ آتے جاتے رہتے تھے،

اسکے بعد مراکش مین سادات کی دوسری سلطنت قائم ہوئی جو ابتک برائے نام قائم ہے، اور اُنکے درمیان مین نامہ و پیام اور تحفہ و تحائف کی رسم قائم رہی، ایک دوسرے پر دوستانہ اعتماد قائم رہا، سلطان مصطفیٰ خان عثمانی نے ۱۱۸۰ھ مین مراکش کو سب سے بڑا تحفہ بھیجا، مراکش کی جنگی ضعف و کمزوری کو دیکھکر سلطان نے اپنی فوج کے چند تجربہ کار جنگی اور بحری افسر اور ملاح اور توپین اور آلات بحریہ اور معلم و صناع و جہاز ساز و بمب ساز اور دیگر آلات جدید اور اُنکے طریق استعمال کو سکہانے والے معلمین مراکش کو روانہ کئے مگر یہ انتہائی بدقسمتی سمجھی جائیگی کہ سلطان مراکش اتنی بڑی نعمت سے متمتع نہو سکا، یہ تمام سرمایہ اُسکی غفلت کے نذر ہوگیا، اور آج اسکا نتیجہ ہمارے سامنے ہے تاہم سلاطین بنی عثمان نے دنیای اسلام کے اس اہم حصہ کی نسبت اپنے فریضۂ خلافت کو فراموش نہین کیا تھا۔[1]

(باقی)

[1] یہ واقعات الاستقصا لاخبار دول المغرب الاقصیٰ کی جلد ۳ و ۴ سے ماخوذ ہین،

# ابن باجہ اور اسکا فلسفہ

از

مولانا محمد یونس صاحب فرنگی محلی

(۱)

مسلمان حکماے اندلس مین ابن رشد کا نام سب سے زیادہ روشن ہے، لیکن فضل و کمال کے اس چاند نے جس آفتاب سے کسب ضیا کیا اس کے سوانح و حالات سے بہت کم لوگون کو آگہی ہے، بلکہ یہ کہنا سچ ہے کہ عربی تذکرہ نویسون نے بھی چند سطرون سے زیادہ اس موضوع پر صرف نہین کیا، ہمارے فاضل دوست مولانا محمد یونس صاحب انصاری ایک مدت سے ابن رشد اور اسکے فلسفہ پر ایک خاص کتاب لکھ رہے ہین، اسی تقریب سے ابن رشد کے باکمال استادون ابن باجہ اور ابن طفیل کے حالات بھی لکھے ہین، اور ازراہِ عنایت ان کو معارف مین شایع کرنے کے لئے بھیجا ہے، ابن باجہ اور ابن طفیل کے سوانح اور انکی تصنیفات کے اکثر اوراق مفقود ہین با این ہمہ ہمارے دوست کی یہ کامیابی بھی سزاوار تحسین ہے۔ (معارف)

ابن باجہ ساراگوسا (اندلس) مین قبیلۂ بنی تجیب مین پیدا ہوا، یہ قبیلہ ایک عورت تجیب نامی کے جانب منسوب ہے، جو ثوبان بن سلیم بن مذحج کی دختر تھی[1]۔ ابوبکر کنیت، محمد بن یحیٰی بن باجہ نام اور ابن الصائغ عرف ہے، سنہ ولادت نامعلوم ہے، اتنا پتہ چلتا ہے کہ ۵۳۳ھ مین عنفوان شباب مین انتقال کیا اور پیدائش پانچوین صدی کے آخر کی ہے، انگریزی مین اسکو

[1] ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۱۱،

(Avempace) کہتے ہین، طب، ریاضیات، علم ہئیت، فلسفہ، موسیقی، اور منطق مین یگانۂ روزگار رہتا، حافظِ قرآن اور ادیب وشاعر بھی تہا، چنانچہ ابن ابی اصیبعہ نے اطبا کے ذیل مین اور فتح بن خاقان اور ابن خلکان نے شعراء کے ذیل مین اسکا تذکرہ لکھا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابن باجہ نے بہت نوعمری مین شہرت حاصل کی، سرقسطہ (ساراگوسا) کا رئیس ابوبکر بن ابراہیم صحراوی گو بجائے خود علماء و فضلا کا قدردان نہ تہا، لیکن اس زمانہ مین چونکہ یہ مشہور تہا کہ امراے بنی ہود عوام کی نارضامندی کے باوجود فلسفہ دانون کی سرپرستی کرتے ہین، اور ابوبکر کو امراے بنی ہود کی ہمسری کا دعوی تہا، اس بنا پر ابوبکر نے باوجود اس علم کے کہ ابن باجہ پر فلسفہ کا رنگ چہایا ہوا ہے، اور اُسکے عقاید عام پسند نہین ہین، عوام کی نارضامندی سے بے پروا ہوکر ابن باجہ کو قلمدان وزارت سپرد کیا[1]، چنانچہ ایک عرصہ تک ابن باجہ ابوبکر بن ابراہیم کے دربار مین ملازم رہا، ابوبکر اور امراے بنی ہود مین صفائی نہ تھی اور پیچیدہ معاملات چلے جاتے تھے، اکثر ابن باجہ دونون کے درمیان سفارت کی خدمت انجام دیتا تہا، ایک مرتبہ عماد الدولہ بن ہود نے کسی بات پر ناراض ہوکر ابن باجہ کو اپنے ہان قید کرلیا، اور اسکی جان لینے کے درپے ہوا، ابن باجہ کو جو اسکی اطلاع ہوئی تو کسی حیلہ سے بہاگ کر ابوبکر بن ابراہیم کے دامن عافیت مین پناہ لی[2]۔

ابوبکر بن ابراہیم اسکی بڑی قدر کرتا تہا اور اُسکو اپنا ندیم وجلیس بنایا تہا، عوام ابن باجہ کے دشمن تھے، بارہا اسکی جان لینے کا قصد کیا، مگر ہمیشہ ابوبکر نے اُسکی طرفداری کی، لیکن جب عوام کی نارضامندی زیادہ بڑہی، اور ابن باجہ پر اُن کا کچھ زور نہ چلا تو فوج مین برہمی پیدا ہوئی اور ایک جماعت کثیر ترک ملازمت کرکے چلی گئی، شمال کے عیسائی زور پکڑ چکے تھے، اور اسلامی ریاستین آپس کی نااتفاقی کی باعث ایک ایک کرکے تباہ ہوتی جاتی تہین، عیسائیون نے جو یہ دیکہا کہ فوج نے ساراگوسا کے

---

[1] آثار الادہار صفحہ ۱۴۶ [2] قلائد العقیان صفحہ ۳۰۲۔

رئیس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے، تو سارا گوسا پر حملہ کر دیا، ابو بکر مارا گیا یا مر گیا، بہر حال سرقسطہ (سارا گوسا) اب عیسائیوں کے قبضہ مین تھا، چار و ناچار ابن باجہ کو بھی اپنا وطن چھوڑنا پڑا اور اسلامی شہر بلنسیہ مین آکر اقامت اختیار کی[1] اس واقعہ کا ابن باجہ کو بیحد صدمہ تھا، چنانچہ سارا گوسا کی بربادی پر اسکے متعدد مرثیے ہین جنہین اس واقعہ کے ذکر کے ساتھ اپنے ولی نعمت ابو بکر بن ابراہیم کی مدح وثنا کی ہے، یہ واقعہ ۵۱۲ھ کا ہے، اسکے بعد سے اسکی زندگی کے حالات پردۂ خفا مین ہین، ۱۱۱۸ء مین وہ پھر نمودار ہوتا ہے، اس زمانہ مین اسکی سکونت اشبیلیہ مین تھی منطق کے اکثر رسائل یہین تصنیف کئے، چنانچہ ان رسائل مین اس نے اشبیلیہ کی سکونت کا تذکرہ کیا ہے[2]۔

ایک عرصہ تک مفلسی اور گمنامی کی حالت مین رہنے کے بعد اس نے مرابطین کے دربار کا رخ کیا، اور کچھ دنون شاطبہ مین ابراہیم بن یوسف بن تاشفین کی سرکار مین مقیم رہا، ابراہیم کے ہان بھی اسکو امن نصیب نہوا، اور بیدینی کے الزام مین ابراہیم نے اسکو قید کر دیا، یہان بھی کسی تدبیر سے اس نے نجات حاصل کی، اور اندلس چھوڑ کر سمندر پار مراکش مین پناہ لی، اس واقعہ کو بھی ابن باجہ نے نظم کیا ہے[3]، یہان آکر یحییٰ بن یوسف بن تاشفین کے دربار مین وزارت کے عہدہ پر ممتاز ہوا، اور بیس برس تک اس خدمت کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتا رہا، بادشاہ بھی اسکے حسن خدمت پر اس سے بہت خوش تھا، اور اسکو اپنا معتمد علیہ بنا یا تھا، یہ دیکھکر امرائے دربار کو اس سے حسد پیدا ہوا، اور زہر دیکر اسکا کام تمام کر دیا، ۵۳۳ھ مطابق ۱۱۳۸ء مین نوعمری مین اس نے وفات پائی[4]، اور رفقیہ ابو بکر بن عربی کے پاس دفن ہوا۔

ابن باجہ اپنے زمانہ مین فلسفہ کا امام تھا، چنانچہ اسکے ہمعصرون کی بھی شہادت اسکی

---

[1] قلائد العقیان صفحہ ۳۰۰ و ۳۰۱، [2] آثار الادہار صفحہ ۱۴۶، [3] قلائد العقیان صفحہ ۳۰۲

[4] ابن خلکان صفحہ ۱۰ و زبدۃ الفکر و آثار الادہار۔

بارہ مین اُسکی تائید مین ہے، ابن ابی اصیبعہ نے اُسکو ان الفاظ سے یاد کیا ہے (وکان فی العلوم الحکمیۃ علامۃ وقتہ واوحد زمانہ) لسان الدین بن الخطیب الاحاطہ فی اخبار غرناطہ مین اُسکو اندلس کے آخری فلاسفر کا لقب دیتا ہے[1]، رکن الدین بیبرس اپنی کتاب زبدۃ الفکرہ فی تاریخ الہجرۃ مین اُسکو علامۂ عصر اور عالم وفاضل وغیرہ الفاظ سے یاد کرتا ہے[2]، مورخ ابن سعید اُسکو فلسفہ وحکمت مین ابونصر فارابی کے ہم پلہ قرار دیتا ہے[3]، اور شقندی اُسکی موسیقی دانی اور فلسفہ وحکمت کی واقفیت کو بہت زیادہ سراہتا ہے[4]، ہان البتہ اُسکی دینداری مین عوام کو شبہہ تھا، اور اپنے زمانہ کا ملحد و بے دین مشہور تھا، کئی بار عوام نے اُسکو گرفتار کیا، چنانچہ ایک مرتبہ خود ابن رشد کے باپ کی سفارش سے اُسکو نجات ملی، ابن ابی اصیبعہ کہتا ہے:-

"عوام نے کئی مرتبہ اُسکو قید کرکے ہلاک کرنا چاہا، لیکن خدا نے ان بلاؤن سے اسکو ہمیشہ محفوظ رکھا"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی زندگی مین کئی مرتبہ ابن باجہ کو یہ واقعہ پیش آیا۔

ابن باجہ کی بیدینی کی شہرت کا باعث زیادہ تر فتح بن خاقان ہے، یہ افریقہ کا باشندہ تھا، اندلس کی سیاحت متعدد بار کی تھی، اور ایک ایک شہر کی بہترین سوسائٹیون مین شریک رہا تھا، اس نے دو کتابین لکھی ہین، قلائد العقیان، اور مطمح الانفس، قلائد العقیان تو بہت مشہور ہے اور میرے پیش نظر ہے، لیکن مطمح الانفس سے مقری نے نفح الطیب مین بہت کچھ نقل کیا ہے، قلائد العقیان مین فتح بن خاقان نے ابن باجہ کا جو تذکرہ لکھا ہے اسمین اسکو بہت بُرا بھلا کہا ہے، اُسکی اصلی عبارت بیحد بلیغ و مسجع و مقفّٰی ہے، اسکا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

ابن باجہ پرہیزگارون کے دل کا کانٹا ہے، سخیف و مجنون مشہور اور سنن وفرائض کا تارک تھا کبھی استنجا نہین کرتا تھا حق یہ ہے کہ چوپاے بھی طہارت کو اس سے زیادہ پسند کرتے ہین قرآن حکیم کو

---

[1] نفح الطیب جلد چہارم صفحہ ۲۰۱، [2] ایضاً صفحہ ۲۰۶، [3] ایضاً جلد دوم صفحہ ۱۳۷، [4] ایضاً صفحہ ۱۴۱،

چھوڑکر وہ فلسفہ کی الحاد آمیز کتابون کا کیڑا بنا رہتا تھا، اور اکثر قرآن سے استہزا کیا کرتا تھا، ہر
سود لعب اور گانے بجانے مین مشغول رہتا تھا، ساتھ ہی بدصورت اور کریہ المنظر بھی تھا،[1]

غرض فتح بن خاقان نے ابن باجہ کی ہجو مین ورق کے ورق سیاہ کردیئے ہین، اسکی شاعری
مین اسکو سرقہ کی مثالین نظر آتی ہین، اُسکے کبر کبرا مین اُسکو بدوضعی اور رندی کے آثار دکھائی دیتے ہین،
یہانتک کہ وہ ایک حبشی غلام پر عاشق ہوتا ہے، اور کمال بیقراری مین رندانہ نظمین کہتا ہے، جہان جاتا ہے
قید کی سختیان برداشت کرتا ہے،

لیکن حق بات کبھی چھپی نہین رہتی، اور "دروغگو را حافظہ نباشد" ایک مشہور مثل ہی، قلائد العقیان
مین اتنی ہجو کرنے کے بعد مطمح الانفس مین یون مدح طراز ہوتا ہے:-

"ابن باجہ عقل و فہم کا نور ہے، برہان سے اس نے تقلید کو فنا کردیا ہے، اسکے کلام کا عطارد
مشتاق ہے، اور اسکے خیالات دریافت کرنے کا مشتری کو شوق ہے"[2]

اسکے بعد اُسکے اشعار اور نظمین نقل کی ہین، اصل یہ ہے کہ فتح بن خاقان کے ہجو آمیز فقرون کے
اندر کوئی بھید ہے[3]، آدمی کو اپنے دل کا کانٹا نظر نہین آتا مگر دوسرون کی آنکھ کا خس و خاشاک جلد دیکھ

---

[1] قلائد العقیان صفحہ ۹۰ [2] نفح الطیب جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ [3] لسان الدین بن الخطیب نے اس بھید کی خوب قلعی کھولی ہے، وہ بعض شیوخ سے
روایت کرکے بیان کرتے ہین کہ فتح بن خاقان نے ابن باجہ کی جو ہجو کی ہے، اُسکا سبب یہ ہے کہ کسی مجلس مین
فتح بن خاقان مبالغہ کے لہجہ مین فخریہ یہ بیان کررہا تھا کہ جہان مین گیا شاہان اندلس نے میری بڑی قدر کی، اور
مجھے بے نظیر و نادر تحفے عنایت کئے، چنانچہ (زمرد کا ایک ٹکڑا دکھا کر) فلان بادشاہ نے زمرد کا یہ ٹکڑا مجھے عنایت کیا،
جو تمام جہان مین اپنا آپ ہی نظیر ہے، ابن باجہ بھی اس مجلس مین بیٹھا ہوا تھا، اسکو یہ فخریہ مبالغہ آمیز گفتگو ناگوار ہوئی،
اور بگڑ کر فتح بن خاقان پر ایک فقرہ چست کیا، جو مناسب حال تھا، چنانچہ ابن باجہ کا یہ فقرہ اُسکو ناگوار ہوا اور مجلس سے
جب اُٹھا تو بہت ناراض و رنجیدہ تھا، آدمی کبھی اپنے دشمنون کے ذریعہ سے بھی شہرت حاصل کرلیتا ہے، (بقیہ برصفحہ آیندہ)

پہنچاہے، فتح بن خاقان نے ابن باجہ کی بدوضعی اور رندمشربی پر صفحے کے صفحے سیاہ کرڈالے ہین مگر اپنی بدوضعی اور عیوب کو پی گیا۔

ابن باجہ کو موسیقی مین اتنا کمال حاصل تھا کہ کئی طرح کے راگ ایجاد کئے تھے، ایک مرتبہ اپنے آقا ے نعمت ابن تیفلویت کی مجلس مین اپنا تصنیف کردہ قصیدہ جسکا مطلع یہ ہے،

جرّر الذیل ایما جرّ | وصل الشکر منک بالشکر

ایسی پاکیزہ دُھن مین گایا کہ ابن تیفلویت وجد مین آکر اپنے کپڑے پھاڑنے لگا اور قسم کھائی کہ ابن باجہ کے مکان تک راستہ مین سونا بچھا دونگا، ابن باجہ کو یہ سُن کر جان کا خوف پیدا ہوا، فوراً پہلو بدل کر

---

(سلسلۂ صفحۂ گذشتہ) چنانچہ ابن باجہ کی شہرت کا باعث اسکا یہی دشمن فتح بن خاقان ہے، اس نے قلائد العقیان مین جو کچھ لکھدیا بعد کے لوگون نے اصلیت سے قطع نظر کرکے سارا کا سارا نقل کردیا ہے، یہی وجہ ہے کہ مشاہیر اسلام کے جس تذکرہ کو اٹھا کر دیکھو اسمین ابن باجہ کے متعلق فتح بن خاقان کا پورا ہذیان نقل ملیگا:۔ ؎ فتح بن خاقان کی یہ عادت تھی کہ جس سے خفا ہوجاتا اسکا تذکرہ اپنی کتابون مین ہجو آمیز صورتون مین کرتا، چنانچہ لسان الدین بن الخطیب نے خود اسکے تذکرہ مین یہ ایک عجیب واقعہ درج کیا ہے کہ فتح بن خاقان شراب نوشی کا بہت عادی تھا، اتفاق سے ایک مرتبہ قاضی ابو الفضل عیاض کی مجلس مین بھی شراب پیکر گیا، بعض حاضرین مجلس بدبو سے سمجھ گئے، اور قاضی صاحب کو اسکی اطلاع ہوئی، جرم یقینی ثابت تھا، قاضی صاحب نے حد جاری کی، فتح بن خاقان پر اس واقعہ کا اتنا اثر ہوا کہ قاضی صاحب سے بگڑ گیا، اور اپنے دوستون سے یہ کہنے لگا کہ مین قلائد العقیان مین قاضی صاحب کا تذکرہ اڑادونگا، دوستون نے منع کیا اور کہا ممکن ہی اس واقعہ کو لوگ فراموش کرجائین، لیکن تمہارے اس طرز عمل سے بہولنے نہ پائینگے، کیونکہ جب قاضی صاحب کے اقران و امثال کا تذکرہ تمہاری کتاب مین پائینگے تو لوگون کو تعجب ہوگا کہ ان قاضی کا تذکرہ کہین نہین ہے، لہذا خوامخواہ انکی نظر اس واقعہ پر پڑیگی، اور اس سے تمہاری بددیانتی کا بھی پتہ چلیگا، دوستون کی یہ نصیحت اسکو پسند آئی اور قلائد العقیان مین قاضی صاحب کا تذکرہ اڑادینے سے باز رہا لیکن سارے تذکرہ مین اس واقعہ کو ایسا پی گیا کہ کہین اسکا گمان تک نہین ہوتا۔

لیتے لگا کہ میرے جوتے مین سونا بھر دیا جائے تو امیر المومنین کی قسم پوری ہو جائیگی، ابن تفلویت کو یہ بات پسند آئی اور ابن باجہ خوش خوش گھر واپس آیا،[1]

موسیقی مین کمال رکھنے کے باوجود منطق و فلسفہ و طب و ہیئت و ریاضی مین بھی ماہر تھا، اور قریب قریب ان سب فنون مین اُسکی تصنیفات ہین، ابن ابی اصیبعہ نے اسکی تصنیفات کی فہرست حسب ذیل دی ہے:-

فلسفہ، شرح کتاب السماع الطبیعی لارسطاطالیس، شرح بعض کتاب الآثار العلویۃ لارسطاطالیس، شرح بعض کتاب الکون والفساد لارسطاطالیس، شرح علی بعض المقالات الاخیرۃ من کتاب الحیوان لارسطاطالیس، شرح علی بعض کتاب النبات لارسطاطالیس، ایک رسالہ مین شوق طبعی کی ماہیت بیان کی ہے، رسالۃ الوداع، ضمیمہ رسالۃ الوداع، کتاب اتصال العقل بالانسان، قول علی القوۃ النزوعیہ، فصول تتضمن القول علی اتصال العقل بالانسان، کتاب تدبیر المتوحد، کتاب النفس، حیوۃ المعتزل، تعالیق علی کتاب الفارابی فی الصناعۃ الذہنیۃ، تعالیق حکمیہ، کلام فی الغایۃ الانسانیۃ، کلام فی الاسطقسات، کلام فی الفحص عن النفس النزوعیہ وکیف ہی ولم تنزع وبما ذا تنزع، کلام فی الامور التی بہا یمکن الوقوف علی العقل الفعال -

منطق - کلام فی الاسم والمسمی - کلام فی البرہان - کتاب اسباب البرہان وحقیقتہ، رسائل فی المنطق -

ہیئت - بذلیسیر علی الہندسہ والہیئۃ - ہیئت مین ایک رسالہ جو اپنے دوست یوسف بن احمد بن حسدای کے نام پر معنون کیا - جوابہ لما سئل عن ہندسہ بن سید المہندس وطرفہ -

طب - کلام علی شیٔ من کتاب الادویۃ المفردۃ بجالینوس، کتاب التجربتین علی ادویۃ ابن وافد

---

[1] مقدمۂ ابن خلدون صفحہ ۳۰۵،

کتاب اختصار الحاوی للرازی، کلام فی المزاج،

اسکے فلسفہ کی بعض کتابین بہت مشہور ہین، مثلاً رسائل المنطق، تدبیر المتوحد، حیوۃ المتعزل، اور رسالۃ الوداع وغیرہ، رسائل منطق اسکوریال لائبریری مین محفوظ ہین، اور رسالہ الوداع کا یہودیون نے عبرانی مین ترجمہ جو کیا تھا، اسکا ایک نسخہ پبلک لائبریری پیرس مین ہے، اس رسالہ مین اس نے اس بات سے بحث کی ہے کہ انسان کی قوت محرکہ کی حقیقت کیا ہے اور تقرب خداوندی کے حاصل کرنیکے کیا ذرایع ہین، نیز ابن رشد کے خلاف یہ ثابت کیا ہے کہ نفس ذاتی بعد مرگ باقی رہتا ہے جو ارسطو کا مذہب ہے، یہ رسالہ اس نے ایک طویل سفر کے دوران مین تصنیف کیا تھا، اور اسی لئے اُسکا نام الوداع رکھا۔[۱]

ابن باجہ کی تصنیفات اکثر ناقص ہین، اُسکی وفات کے بعد اُسکے ایک شاگرد سید ابو الحسن علی غرناطی نے بعض نادر مسودات کو ترتیب دیکر ایک مجموعہ شایع کیا تھا اور شروع مین مقدمہ کا بھی اضافہ کیا تھا جسمین ابن باجہ کے فلسفہ پر بالاجمال ریویو بھی ہے، چونکہ یہ مقدمہ بعض نادر معلومات پر مشتمل ہے اسلئے ہم جابجا سے اسکے اقتباسات درج کرتے ہین:-

"جس زمانہ مین ابن باجہ نے فلسفہ کی تحصیل شروع کی ہے، اسوقت گو ملک کے تعصب مذہبی کی حالت جیسی کی تیسی تھی مگر ابن باجہ نے اُسکا کچھ خیال نہ کیا، وہ برابر ان اطوار و کیفیات کو جو اُسپر وقتاً فوقتاً طاری ہوتی تھین لوگون سے بیان کرتا تھا، اور اپنی کتابون مین فلسفہ کے دقیق مسائل پر بحث کرنے سے گریز کرتا تھا، چنانچہ طبیعیات اور منطق کی بعض تصنیفات سے پتہ چلتا ہے کہ ان علوم مین تبحر کا درجہ اُسکو حاصل تھا، ہان البتہ الٰہیات مین اسکی کوئی کامل تصنیف نہین ہے، متفرق مسائل پر بعض چھوٹے چھوٹے رسالے ہین، لیکن ان رسالون سے بھی اُسکی

---

[۱] طبقات الاطبا صفحہ ۶۲ و ۶۳ [۲] آثار الادبا صفحہ ۱۴۶،

علمی حالت پر کافی روشنی پڑتی ہے، الہیات تمام علوم کا منتہیٰ ہے، اور طبیعیات محض اسکی فروع ہین، ان فروع ہین جو تبحر اسکو حاصل تھا وہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ الہیات مین کیا کچھ اسکو تبحر حاصل ہوگا، اساطین فلسفہ تین بزرگ ہین، ابن سینا، فارابی، غزالی، لیکن ابن باجہ کا رتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے[1]"

اسمین شک نہین جیسا کہ ابو الحسن علی غرناطی نے لکھا ہے کہ ابن باجہ کا رتبہ فلسفہ مین فارابی اور ابن سینا سے بھی بڑھا ہوا ہے، علوم عقلیہ مین جو کمال اسکو حاصل تھا اُسکے لحاظ سے وہ اندلس کا ارسطو کہا جا سکتا ہے، فلسفہ مین اُسکے کارنامے تین ہین،

(۱) اس نے ارسطو کی تصنیفات کی شرحین لکھین،

(یہ شرحین ناتمام تھین، ابن رشد نے یہ کام انجام کو پہنچایا)

(۲) فلسفہ کی شاخون پر مستقل کتابین لکھین جنمین اپنی ذاتی تحقیقات درج کین۔

(ان تحقیقات کی نوعیت و اہمیت آگے چل کر معلوم ہوگی)

(۳) قدیم زمانہ مین فلاسفہ کے درمیان یہ سوال نہایت اہمیت رکھتا تھا کہ انسان کے پاس، علم حقیقی حاصل کرنے کا کیا ذریعہ ہے، قائلین وحدت الوجود (پنتھیست) اور دیگر فرق فلاسفہ یہ مانتے چلے آرہے تھے کہ انسان کا کمال مطلق تحصیل علم حقیقی مین مضمر ہے، لیکن سوال یہ تھا کہ یہ حقیقی علم حاصل کسطرح ہوتا ہے؟ افلاطون، ارسطو اور قدیم تنویین اس بات کے قائل تھے کہ انسان کو حقیقی علم صرف ادراک و نظر سے حاصل ہو سکتا ہے، انسان کی عقل خود اس حد تک پہنچ سکتی ہے کہ عقل فعال کے علوم حقہ سے اُسکے علوم کو مطابقت ہو جائے، اس مرتبہ پر آکر نفس ناطقہ کی شخصیت فنا ہو جاتی ہے، اور عاقل و معقول و عقل سب متحد ہو کر عقل فعال مین جذب ہو جاتے ہین۔

---

[1] طبقات الاطباء صفحہ ۶۳،

نیوپلیٹونزم (فلسفہ افلاطونیہ جدیدہ) والے یہ کہتے تھے کہ ادراک ونظر یا بالفاظ دیگر عقل ادراک اشیا مین اسی طرح قاصر ہے جسطرح حواس قاصر ہین، البتہ کشف وذوق کی کیفیات جب انسان پرطاری ہوتی ہین تو بیخودی کے عالم مین آکر انسان ازخود ایسی باتون کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے جو اُسکی عقل وحواس دونون کی دسترس سے باہر ہین، یہ مشاہدہ عقل کا مشاہدہ نہین ہے، حواس کا مشاہدہ نہین ہے بلکہ یہ چشم بصیرت کی قوت کشفی وذوقی ہے جو انسان کی آنکھون پرسے پردہ اٹھا دیتی ہے

مسلمانون مین امام غزالی پر نیوپلیٹونزم کا اثر بہت غالب تھا، اُنکو پہلے حواس کے مشاہدہ مین شک پیدا ہوا، رفتہ رفتہ ادراک ونظر یا بالفاظ دیگر خود عقل کے مشاہدات کے انکار تک نوبت پہنچی، یہانتک کہ آخر مین اُنھون نے تسلیم کرلیا کہ حقیقی علم عقل سے حاصل نہین ہوسکتا بلکہ کشف وذوق سے حاصل ہوتا ہے۔

امام غزالی نے ارسطو کے فلسفہ پر جو حملے کئے تھے، اُن سے اس فلسفہ کی بیخ وبن مین خامی پیدا ہوگئی تھی، یہ کچھ قابل افسوس بات نہ تھی لیکن غزالی کے کشف وذوق کی ضرب نے عقلیت کو بھی کمزور کردیا تھا، اور تشکک کے حملہ کے مقابلہ مین عقلیت کی یہ بےبسی انسان کی علمی دنیا کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتی تھی، ابن باجہ یہ دیکھکر غزالی کے مقابلہ کو کھڑا ہوگیا، اور عقلیت کی حمایت مین ضخیم کتابین لکھڈالین، چنانچہ رسالۃ الوداع، تدبیر المتوحد، حیوۃ المعتزل، وغیرہ اسی خیال کے ثابت کرنے کے لئے لکھی گئی ہین کہ انسان کا ناخن عقل حقائق اشیار کی مضبوط گرہون کو کھولنے کے لئے کافی ہے[۱]۔ ابن باجہ کہتا ہے کہ فکر ونظر کے مقابلہ مین کشف وذوق محض خیال آرائیون کے ذریعے ہین، حقیقی علم جو کچھ حاصل ہوتا ہے، فکر ونظر سے حاصل ہوتا ہے، آدمی فکر ونظر سے وہ دیکھتا ہے جو واقع مین ہے اور کشف وذوق سے وہ چیز دکھائی دیتی ہے جو اُسکے خیال مین ہے، اسلئے کشف وذوق کا

---

[۱] "ابن رشد" رینان صفحہ ۵۹،

محض خیال کی ترقی پر منحصر ہے۔

ابن باجہ کے بعد ابن الطفیل اور ابن رشد نے بھی اس بات پر زور دیا کہ انسان کا کمال کشف وذوق سے نہین بلکہ ادراک و نظر سے وابستہ ہے، ابن الطفیل اور ابن باجہ ہمعصر تھے، اور کشف وذوق کے مقابلہ مین ادراک و نظر کے پرستار تھے، لیکن باوجود اسکے ایک دوسرے سے شناسائی نہ تھی[2]، البتہ ابن الطفیل نے ابن باجہ کی تصنیفات کا مطالعہ کیا تھا، اور اسکے نظریات کو پسند کرتا تھا، اسی بنا پر ابن الطفیل ابن باجہ کا تذکرہ جا بجا کرتا ہے، رسالہ حی بن یقظان کے مقدمہ مین ابن الطفیل نے فکر و نظر اور کشف وذوق کی تشریح کرکے فلاسفۂ اسلام کی تصنیفات اور انکے مذاہب پر یاجمال ناقدانہ نظر ڈالی ہے، چنانچہ اس سلسلہ مین ابن باجہ کے متعلق کہتا ہے کہ:-

وہ کشف وذوق کے طریقے کو ناپسند کرتا تھا، اسکی رائے تھی کہ کشف وذوق محض خیالی باتین ہین، اور ان کا تعلق قوت خیال سے ہے، اس نے اپنی کتابون مین وعدہ کیا ہے کہ ادراک و نظر کی راہ سے تمام اسرار عالم کے کھولنے کی کوشش کرونگا، لیکن کچھ تنگئ وقت کے باعث اور کچھ کسب معیشت اور حصول جاہ و دولت کی فکرون مین مبتلا ہوکر وہ اپنا وعدہ پورا نہ کرسکا[3]۔

پھر فلاسفۂ اندلس کے تذکرہ کے ذیل مین لکھتا ہے:-

"جن فلاسفہ نے فکر و نظر کے ذریعہ سے اسرار عالم کو حل کیا ہے، انکی کتابین اندلس مین نادر و کمیاب ہین، اور ارسطو، فارابی، اور ابن سینا کے ذریعہ جو کچھ سرمایہ ہم تک پہنچا ہے وہ ناکافی ہے، خود اہل اندلس نے بھی اس جانب کچھ زیادہ توجہ نہین کی، فلسفہ کی عام اشاعت کے پیشتر زیادہ تر لوگ علوم ریاضیہ مین وقت صرف کرتے تھے، اور جب سے فلسفہ کی عام اشاعت ہوئی اسوقت سے کوئی ماہر فلسفی ابتک اندلس مین پیدا نہین ہوا، ہان البتہ ابو بکر بن الصائغ مستثنیٰ ہے وہ

[1] رسالہ حی بن یقظان لابن الطفیل صفحہ ۳، [2] ایضاً صفحہ، [3] ایضاً صفحہ ۵،

نہایت ماہر فلسفی تھا، اسکے خیالات سب سے زیادہ صحیح ہوتے تھے، اور اسکی راے سب سے زیادہ صائب ہوتی تھی، لیکن افسوس یہ ہے کہ اسکی مختصر زندگی دنیا کے قضیون بکھیڑون مین پھنسی رہی اور اور اپنے خیالات حیز تحریر مین لانے سے پیشتر ہی وہ مرگیا، اُسکی بہترین تصنیفات مثلاً کتاب النفس، تدبیر المتوحد، حیوة المعتزل، اور رسائل منطق وغیرہ بیشتر ناقص ہین، اور اُن بڑی کتابون کے علاوہ کچھ کچھ چھوٹے رسالے ہین جنہین اس نے از خود اول تو اپنے فلسفہ کی تشریح سے احتراز کیا ہے، دوسرے ان رسائل کا اسلوب تحریر بھی پیچیدہ ہے، اور اگر اُسکو وقت ملتا تو وہ اپنی تصنیفات پر نظر ثانی کرکے انکو درست کردیتا جیسا کہ اس نے وعدہ بھی کیا تھا، لیکن بیوقت موت نے تمام امیدون پر پانی پھیر دیا۔[1]

ابن باجہ کی بہترین تصنیف جسمین اس نے اپنے فلسفہ کی تشریح کی ہے، (جیسا کہ ابن الطفیل نے لکھا ہے) تدبیر المتوحد، اور حیوة المعتزل ہین، چونکہ ابن رشد بھی ابن باجہ کے مسلک کا پیرو تھا، اور افلاطون کے سیاسی نظریات کا مؤید ہونے کے باعث ابن باجہ کی سیاسی تھیوری کا بھی قائل تھا، (ابن باجہ اور افلاطون کے نظریات کی مماثلت آگے چل کر معلوم ہوگی) اس بنا پر ابن باجہ کی خاص کتاب یعنی حیوة المعتزل (جسمین اسکے سیاسی نظریات کی تشریح و تفصیل مذکور ہے) کا تذکرہ کتاب الاتصال مین اسطرح کرتا ہے :-

"ابن الصائغ نے اس کتاب مین ایک سیاسی تھیوری پیش کی ہے، جسکا تعلق ان انسانی جماعتون سے ہے جو نہایت امن و امان کے ساتھ بسر کرنا چاہتی ہین، لیکن افسوس یہ ہے کہ کتاب ناقص ہے، یہ سیاسی نظریہ جسپر متقدمین نے بھی کم لکھا ہے، اُسکی ایک اور کتاب مین شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے۔"

[1] رسالہ حی بن یقظان صفحہ ۷،

یہ کتاب ناقص ہونے کے علاوہ اُسکی دیگر تصنیفات کی طرح اب مفقود ہے، موسیٰ بزبونی نے چودہویں صدی عیسوی میں ایک مشہور یہودی فلسفی ہوا ہے، شرح رسالہ حی بن یقظان میں اُس سے اکثر فوائد نقل کئے ہیں، موسیٰ کے بیان کے مطابق ابن باجہ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انسان محض اپنی فطری نشو و نما کے بل پر کسطرح عقل فعال سے اتصال حاصل کرسکتا ہے، قریب قریب یہی مقصد ابن الطفیل کا حی بن یقظان میں بھی ہے، انسان ہیئت اجتماعی سے الگ ہوکر گو اجتماعی مفاسد سے بچا رہتا ہے، لیکن دماغی تربیت کے سلسلہ میں وہ بالواسطہ یا بلا واسطہ سوسائٹی سے جلب منفعت بھی کرتا ہے، بالفاظ دیگر ابن باجہ کے نظریہ کے مطابق انسان کے لئے بحیثیت انسان ہونیکے سوسائٹی کے اثرات سے محفوظ رہنا قطعاً ناممکن ہے، ایک عزلت گزین شخص سوسائٹی کے گندے اخلاق سے گو حفاظت میں رہتا ہے، لیکن اُسکا اندرونی جوہر انسانیت سوسائٹی کے بہترین اخلاق حسنہ کے جلب واکتساب سے اُسکو باز نہیں رہنے دیتا، سوسائٹی سے جلب منفعت کی اسی قدرتی قوت کی بنا پر ابن باجہ عزلت گزینی کی صلاح نہیں دیتا، بلکہ یہیں سے وہ اپنے مکمل سیاسی نظریہ کی داستان شروع کردیتا ہے، جسکے متعلق اسکا دعوی ہے کہ بد سے بدتر سوسائٹی بھی اس سیاسی نظام کے ماتحت آکر انسانیت کے اصلی سیاسی نصب العین کو حاصل کرسکتی ہے،

ابن باجہ نے اس نظریہ کی داستان لفظ "تدبیر" کی فلسفیانہ تشریح سے شروع کی ہے،[1] اُسکی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ تدبیر کا جو مفہوم ہے اُسکے لحاظ سے کسی ایک شخص کے فعل کو خواہ وہ کیسا ہی منتظم اور باقاعدہ ہو تدبیر نہیں کہہ سکتے بلکہ تدبیر چند باقاعدہ اور منتظم اعمال کے مجموعہ کو کہتے ہیں جنکی ترتیب و تنظیم میں کوئی خاص غایت ملحوظ ہوتی ہے، اور اُسکے ساتھ کسی ذی شعور ہستی کا دست قدرت اُن پر کارفرما ہوتا ہے، انتظام مملکت تدبیر کا ایک ادنی کرشمہ ہے کہ انسانی ارادہ بساط عالم پر ہر لحظہ نئے نئے

---

[1] افلاطون نے عدل و انصاف اور حق کی تشریح سے ابتدا کی ہے۔

ٹھہرے بدلا کرتا ہے، اور تدبیر کون قدرت کی کارفرمائی کا جلوہ گاہ ہے کہ یہان ہر روز ایک نیا تماشہ نظر آتا ہے،

غرض تدبیر کی لفظی تشریح سے یہ بات بھی روشن ہوگئی کہ تدبیر کا جلوہ یا قدرت کے اعمال مین نظر آتا ہے، یا انسان کے مصنوعی اعمال و افعال مین، اسکے علاوہ اور کہین تدبیر کا نام و نشان نہین پایا جاتا، کیونکہ انسان کے علاوہ تمام مخلوقات کے افعال مین بصیرت وارادہ کو بالکل دخل نہین ہوتا، حالانکہ تدبیر کے مفہوم مین ارادہ و غور و فکر کو خاص طور پر ملحوظ رہنا چاہیئے، اب تدبیر کی لفظی و معنوی تشریح سے ایک نیا سوال یہ پیدا ہوا کہ انسان کی سیاسی تدبیر کی داغ بیل کسطرح ڈالی جائے، اور انسان کا طریق مملکت کیا ہو، لیکن تدبیر سیاسی چونکہ ایک ادنیٰ کرشمۂ عمل ہے، اسلئے قبل اسکے کہ کسی مکمل سیاسی نظریہ کی داستان شروع کیجائے، حیوانی اور انسانی اعمال کے باہمی فرق کو سمجھ لینا بھی ضروری ہے،

قدرت نے حیوان و انسان کی تخلیق مین خاص خاص اغراض ملحوظ رکھی ہین، اور انہین اغراض کی بنا پر انکی دماغی ساخت، نیز اُن کے دائرۂ عمل مین بھی نمایان فرق موجود ہے، حیوانی اعمال ہدایت فطری کے ماتحت انجام پاتے ہین، ہدایت فطری سے مراد یہ ہے کہ قدرت نے خود اپنی جانب سے حیوانات کو اپنے منافع و مضرات کا شعور تام عطا کردیا ہے، اور یہی شعور ان کے تمام اعمال کا مبدا ہے، بخلاف انسان کے کہ اسکے اعمال تمامتر مبنی ہوتے ہین تجربہ و تصفیح پر، اسکو قدرت کی جانب سے کوئی شعور نہین دیا گیا، وہ اپنے منافع و مضرات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اپنی دماغی تربیت کا محتاج ہے، اس بنا پر انسان سے جتنے افعال صادر ہوتے ہین، ان کا مبدا خود اُسکا ارادہ ہوتا ہے، ارادہ سے مراد یہ ہے کہ اُسکی عقل نشو و نما پاکر اسکے دماغ مین ذمہ داری کا احساس پیدا کرتی ہے، اور یہ احساس علم و ادراک اور تجربہ و نظر کے ذریعہ سے پھلتا پھولتا اور مضبوط ہوتا ہے، مختصر الفاظ مین یون سمجھو کہ حیوانی افعال محض حواس خمسہ ظاہری کے مختلف علائم و آثار پر مبنی ہوتے ہین،

یعنی حواس ظاہری تمیز طبعی حیوانی کی معلم ہیں، اور انسانی اعمال ان علائم و آثار کے حدود سے گذر کر تجربہ استقرار اور احساس فرض کے حدود میں داخل ہوتے ہیں، یعنی تجربہ تمیز طبعی انسانی کا معلم ہے۔

اسکے علاوہ حیوانی اور انسانی افعال میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ حیوان کے محرضات عمل پست درجہ کے ہوتے ہیں اور انکی غرض محض جلب منفعت ہوتی ہے، بخلاف اسکے انسان کے محرضات عمل نفع وضرر کے احساس نہیں ہیں، بلکہ ان حدود سے گذر کر اعلیٰ اغراض اُسکی تحریک کے باعث ہوتے ہیں، اس فرق کو ابن باجہ مثال کے ذریعہ سے یوں واضح کرتا ہے کہ فرض کرو ایک شخص راہ میں جارہا تھا، اتفاقاً ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا، اور جو اذیت اُسکو پہنچی اس سے متاثر ہو کر اس نے پتھر کو راستہ سے دور پھینکدیا، اُسکے مقابل دوسرا شخص فرض کرو جسکو پتھر سے اذیت تو نہیں پہنچی لیکن محض اس خیال سے کہ مبادا اس پتھر سے کسی کو اذیت نہ پہنچے، اس نے پتھر کو راستہ سے ہٹا دیا، یہ دو مثالیں ہیں جو دو مختلف اعمال انسان کی تصویریں پیش کرتی ہیں، لیکن غور کرو پہلی مثال میں جو اس شخص نے پتھر کو راستہ سے ہٹا دیا تو کیا اُسکی جگہ پر اگر اور کوئی حیوان ہوتا تو یہ نکرتا، کون جانور ایسا ہے جو مضرت کو محسوس کرکے اُسکو ہٹاتا نہیں، اور مسرت محسوس کرکے اسکی جانب راغب نہیں ہوتا، بخلاف دوسری مثال کے کہ اسمیں جس عمل انسانی کی تصویر پیش کیگئی ہے وہ ایک ارادی عمل ہے جو شعور عقلی کی ماتحتی میں انجام پایا ہے، اور عاقبت اندیشی مآل بینی اور استقامت پر مبنی ہے، پہلا عمل بھی بلاشبہہ عمل نافع ہے، لیکن دوسرے عمل کی مزید مزیت یہ ہے کہ وہ عمل نافع ہونے کے باوجود عمل مستقیم بھی ہے، یعنی ایسا عمل ہے جو فطری تقاضے کے مطابق صادر ہوا ہے، یہی اعمال مستقیمہ ہیں، جن سے انسان کی اخلاقی اصلاح ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ انسان ملکوتیت کے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔

غرض حیوانی اور انسانی اعمال کا یہ فرق بتاکر ابن باجہ اس نتیجہ تک پہنچا کہ انسان کی سیاسی فلاح صرف اس بات پر منحصر ہے کہ حکومت کی بنا منفعت ومضرت کے سطحی احساس پر نہ قائم کیجائے۔

بلکہ باقاعدگی و انتظام کے ساتھ طریق حکومت مین فطرت کی نقالی کا لحاظ رکھا جائے، مثال مین دیکھو سوسائٹی کو ججون اور طبیبون کی ضرورت کیون ہوتی ہے؟ اسلئے کہ لوگ ذرا ذرا سی منفعتون کے خاطر ایک دوسرے کے حقوق پر تعدی کرتے ہین، اور بامزہ اور خوش ذائقہ چیزون سے لذت حاصل کرنے کی غرض سے اپنی صحت کو خطرہ مین ڈالتے ہین، لیکن اگر یہ اصول ملحوظ رہے کہ ہماری زندگی کا مقصد التذاذ مادی نہین بلکہ اصول فطرت کی پابندی ہے تو لوگون کی نہ صحتین خراب ہون اور نہ آئے دن کے باہمی جھگڑے فساد پیدا ہون، لیکن اگر کسی جماعت کی اخلاقی سطح اس حد تک بلند ہو گئی تو تمہین بتاؤ کہ اس جماعت کو طبیبون اور قاضیون کی کیا ضرورت رہیگی[1]، پس فطرت کی نقالی اور التذاذ مادی سے بے پروائی یہی دو اصول ہین جنکو ملحوظ رکھکر باامن اور صلح جو طریق حکومت سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے ورنہ ہر وہ طریق سیاست جسمین یہ اصول نظر انداز کر دیے گئے ہین جبرو

---

[1] افلاطون نے بھی قریب قریب اپنی جمہوریت کے یہی اصول بتائے ہین، وہ کہتا ہے حکومت کو قاضیون کی ضرورت تو بیشک ہے مگر شاعرون اور طبیبون کی بالکل ضرورت نہین، لوگون کو قانوناً اصول حفظان صحت پر عمل کرنے کا عادی بنانا چاہیئے، اور اسکے بعد طبیب بالکل بیکار ہین، شاعری تین طرح کی ہوتی ہے محض محاکات محض تخیل اور دونون مخلوط، لیکن اُن مین سے صرف پہلی قسم مفید ہے، باقی اور دونون قسمون کا اثر انسانی کیرکٹر پر کچھ اچھا نہین پڑتا، اسلئے محض محاکات کی تعلیم نہ صرف اور دون کے لئے ضروری ہے بلکہ قانوناً شاعرون کو بھی اس بات پر مجبور کرنا چاہیئے کہ وہ تخیل کو چھوڑکر محض محاکات پر قناعت کرین، ہان البتہ شاعرون طبیبون اور قاضیون مین صرف قاضیون کی جماعت انسان کے لئے ضروری ہے، مگر نہ اس وجہ سے کہ وہ تعزیر جاری کرتی ہے بلکہ اسلئے کہ وہ سوسائٹی کے اخلاق کی نگرانی کرتی ہے، اس بنا پر دنیا کے جس قانون مین تعزیر کے ساتھ نیکوکاری کی عملی تعلیم کا لحاظ نہ کیا گیا ہو، وہ سوسائٹی کے لئے آزار استبداد سے زیادہ کوئی قیمت نہین رکھتا۔

استبداد کا آلہ با آسانی بن سکتا ہے[1]۔

آخر مین سیاسی نظریہ کی تشریح سے فراغت پانے کے بعد افلاطون کی طرح ابن باجہ کو بھی بھولا ہوا سبق یاد آتا ہے، یعنی یکبارگی سیاست کو چھوڑ کر وہ صور و معقولات روحانیہ کی بحث چھیڑ دیتا ہے، لیکن افلاطون اور ابن باجہ کے صور روحانیہ مین بڑا فرق ہے، افلاطون کے کلیات مجردہ عالم عقلی کے بسنے والے اور چشم بصیرت سے نظر آتے ہین، اور ابن باجہ کے کلیات صرف ظرف ذہن کے اندر بند ہین، یہان آکر ابن باجہ ارسطو کا پورا مقلد نظر آتا ہے، یہ بحث ابن باجہ کے فلسفہ مین بہت طویل ہے لیکن باوجود اسکے ابن باجہ یہ بتانے سے قاصر رہا کہ عقل فعال سے عقل مادی کا اتصال کیونکر ہوتا ہے، اور حق یہ ہے کہ اس راز کے انکشاف کا قرعۂ فال ازل سے ابن رشد کے نام پڑا تھا، یہانتک کہ خود ارسطو بھی اس عقدہ کو حل نہ کر سکا تھا۔

---

[1] قدما کی سیاسی نظریات کی یہ خصوصیت تھی کہ ان مین علم اخلاق اور علم سیاست کے حدود ملے جلے ہوتے تھے، افلاطون کے سیاسی نظریات بعینہ اسکے اخلاقی نظریے ہین، افلاطون کے بعد ارسطو نے اس نقص کو رفع کرکے دونون علمون کے حدود کو الگ الگ کیا، لیکن ابن باجہ کے سیاسی نظریہ مین پھر یہ دونون علم مل گئے، تاہم ابن باجہ اور افلاطون کے نظریات مین تھوڑا فرق اب بھی باقی رہا، افلاطون نے کلیات مجردہ کے اصول کی بنا پر پہلے انسان کو بحیثیت مجموعی لیا ہے، اور اسکے بعد ان اصولون کو افراد پر الگ الگ منطبق کیا ہے، بخلاف ابن باجہ کے کہ وہ ابتدا سے اصول سیاست کو اخلاق و روحانیت کی بنا پر قائم کر رہا ہے، گویا افلاطون کا سیاسی نظریہ الٰہیات کے نقطۂ نظر سے ترتیب دیا گیا ہے، اور ابن باجہ کا نظریہ محض اخلاقی حیثیت رکھتا ہے،

# پاپایانِ مقدس

از مولوی خلیل الرحمن صاحب مترجم نفح الطیب، تاریخ اندلس مسٹر اسکاٹ

ستمبر کے معارف کے شذرات مین ایک شذرہ تہا کہ پوپ نے موجودہ یورپ کی اخلاقی پستی پر توجہ کیا ہے، اسی سلسلہ مین لکہا گیا تہا کہ پوپ صاحب اپنی جن آستینون سے یورپ کی بداخلاقی کی کہیون کو ہنکانا چاہتے ہین انکو غور سے دیکہنا چاہیئے کہ خود اُنکی قبا ے پاپائیت کی لمبی آستین تو شیرہ مین لت پت نہین ہے، جو کہیون کی افزائش کا سبب بنجائے، ہمارے ایک دوست نے اعتراض کیا کہ اس دعوی پر تاریخی سند درکار ہے، ہم مولوی خلیل الرحمن صاحب کے شکر گذار ہین کہ انہون نے معترض دوست کی تشفی کی خاطر ہمکو تلاش سند کی زحمت سے نجات بخشی۔

مسٹر اسکاٹ امریکی نے اپنی عدیم النظیر تاریخ مین ایک باب آٹہوین صدی سے سولہوین صدی تک یورپ کی حالت قائم کیا ہے۔ یہ باب اسقدر دلچسپ ہے اور اسمین ایسی معلومات کا ذخیرہ ہے جسکو مسلمانون کو بار بار پڑہنا چاہیئے، اور اس سے وہ باتین معلوم ہونگی جو بغیر ہزارہا اوراق پڑہے دوسری جگہ نہین معلوم ہوسکتین، اگرچہ مین نے کل کتاب کو ایک ایک باب کر کے شایع کردینے کا قصد کرلیا ہے مگر اس باب کی نوبت اتنے عرصہ کے بعد آئیگی کہ جی نہین چاہتا کہ شائقین اتنا انتظار کرین، سردست اس باب مین سے پوپون کے متعلق جو کچہ اُنہون نے لکہا ہے، اسکا اختصار ناظرین معارف کی خدمات مبارک مین پیش کرتا ہون،

خیال ہوسکتا ہے کہ تاریخ اندلس کو اس باب سے کیا تعلق ہے، اسلئے مسٹر اسکاٹ کی تمہیدی عبارت

ذیل مین لکھتا ہون :

"اس خیال سے کہ ناظرین اندلسی عربون کے تفوق و اولیت کو سمجھ سکین، اور انکی اخلاقی و ذہنی ترقیات کا کچھ اندازہ کر سکین، اور علوم و فنون مین جو کچھ اُنہون نے کمال دکھلایا تھا اُسکو جانچ سکین، مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مین صرف مقابلہ کے لئے ان کے سامنے اس زمانہ کے یورپ کی دینی و تمدنی و ملکی حالت کا ایک سطحی نقشہ پیش کر دون"۔

یہ نقشہ اگر کسی مسلمان قلم سے کھنچیگا تو تعصب کی حرفگیری سمجھی جائیگی، اسلئے بہتر ہے کہ خود ایک عیسائی قلم کا کھینچا ہوا نقشہ آپ کے سامنے پیش کرون، مسٹر سکاٹ کہتے ہین :-

"علم تاریخ کا کوئی شعبہ انسانی دغا و فریب اور انسانی کمزوری کی ایک بھی ایسی مثال پیش نہین کر سکتا جیسی کہ پوپون کے حرص و آز یا سازشون اور عیوب کے قصے، اس خصوص مین یہ امر ہمیشہ اور ہر وقت ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اصول مذہب مسیحی کے مطابق پاپاے مقدس کمال روحانی کا ایک فانی مجسمہ اور خداے قادر مطلق کا نائب فی الارض ہے، یہی وجہ ہے کہ خواہ قوت فیصلہ کی کوئی غلطی ہو یا عقاید کے متعلق ایک حقیر بحث، اگر اسکو ایک پوپ منظور کر جائے، اور اسکا جانشین اُسکو مشکوک قرار دیدے تب بھی دونون کی معصومیت کا دعوی برابر قائم رہ سکتا ہے، یہی دعوی وہ بنیاد ہے جسپر تمام کلیسائی عمارت کا قیام ہے، اس حیثیت سے کہ پوپ بعینہ اسی طرح مسیح کے جانشین ہوتے ہین جیسے کہ آپ کے حواری تھے اسلئے ان (پوپون) کو عالم اکمل ہونے کا درجہ حاصل ہے، ان گنوارون کی نگاہ مین جو پوپ کے حلقہ ارادت مین داخل تھے یا ہین، (خواہ وہ کتنے ہی دور افتادہ ممالک مین بستے ہون) پوپ کی تمثیل، اپنے ارکین دربار سے اسکے تعلقات، اُسکے اشغال، اُسکی سیر و تفریح، اسکا مذاق، اسکی عادت و خصلت، اور اُسکی گفتگو، غرض ہر چیز جو پوپ سے تعلق رکھتی ہے، اسکی وہ وقعت تھی اور ہے کہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کی نہین ہو سکتی، پوپ کے جیسے رتبہ و اقتدار پر پہنچنے کے امکانات زمانہ اصنام پرستی مین ہو ہی

نہین سکتے تھے، جو شخص ذراچست و چالاک اور لائق ہوتا خواہ وہ ایک کمینہ نسل کا فرد ہوتا، اسکو سینٹ پیٹر کے تخت پر جلوہ گر ہونے کی امید ہوسکتی تھی، ایسے آدمی بھی اس رتبہ پر پہنچ سکتے تھے جنکے عیوب کو اس زمانہ کی سامحت نے اسلئے معاف کردیا ہو یا کم از کم اُن سے چشم پوشی کی ہو کہ وہ اپنی رلشیہ دوانیون سے کامیاب رہا ہو، اور پھر اپنے پیشہ کے تقدس کو اُس نے کامیاب رکھا ہو۔

غرض یہ کیفیت تھی روم کی پاپائی کی جو دنیاوی طاقتون مین سب سے بلند درجہ رکھتی تھی، سب سے زیادہ اُسکا اقتدار بڑھا ہوا تھا، اور سب سے زیادہ بدنام تھی، یہ دینی بادشاہ اسکی بہت ہی کم پروا کرتے تھے کہ صحت عقاید قائم رہے، یا نہ رہے، بہرحال اس شخص کی زبان دنیاے مسیحی کا قانون یا شریعت تھی، کلیسائی تواریخ کا مطالعہ کرنے والے حضرات کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ ابتدائے زمانۂ مسیحیت مین دین مسیحی پر اصول یہودیت زیادہ غالب تھے، اور یہی اصول پادریون کی پالیسی کے رُوح رودان تھے اور ان ہی بازون پر وہ اُڑتے تھے، اُنکو زمانۂ اصنام پرستی کے خیالات اور مراسم کو جو اُنہین رومیون سے ملے تھے، وہ کسی طرح اپنے سے الگ نہین کرسکتے تھے، مختلف زمانون مین ہر ایک پوپ کے خیالات ایسے تھے جو صاف طور پر عقاید دین مسیحی کے بالکل خلاف تھے، مثلاً سینٹ کلےمنٹ از روے عقاید اریوسی (منکر لاہوت مسیح) تھا، انسٹی سی ایس نسطوری تھا، آنوری اس تثلیث کو نہین مانتا تھا بلکہ عقیدۃً موحد تھا، جان بست و دوم کھلا کھلا ملحد تھا، اور وجود باری تعالیٰ کا انکار کرتا تھا، متضاد اصول مذہب، تند و ترش مباحث، خوفناک لعنتین اور بددعائین، جوان بے دینانہ اصول وضوابط کے تسلیم کرلینے کا نتیجہ تھین وہ تمام دنیاے مسیحی مین ایک طوفان بے تمیزی بپا کئے ہوئے تھین، اور انکی وجہ سے ہر طرف سے لعنت و ملامت کی بوچھار ہوتی تھی، جیسے جیسے پوپون کی طاقت و اقتدار بڑھتے گئے، بلند نظر اور خود غرض، آوارہ گرد اور قسمت آزما لوگ اس جلیل القدر منصب کے لئے کوششین کرنے لگے، لوگون نے اس رتبہ پر پہنچنے کے لئے نہایت ذلیل اور مفسدانہ تدابیر اختیار کین

اور کامیاب ہوئے، ایک پوپ نے اپنا تخت دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا، تاج شاہی کی طرح ایک نے دوسرے سے چھینا، پادریون نے اسکو نیلام پر چڑھایا، اور کسی دولتمند نے اسکو خرید البعض پوپون نے حکم خدمت دین بھی حاصل نہین کیا، بعضون کا اس درجہ پر پہنچنے سے پہلے اصطباغ لینا بھی ثابت نہین ہوتا، ایسی مثالین اکثر موجود ہین کہ "اکلیل پاپائی" اور "تاج تثلیثی" بچون اور نابالغون کے سر پر رکھا گیا، چنانچہ جان دوازدہم اور بینے ڈکٹ یازدہم ابھی تیرہ ہی برس کے بھی ہنوئے تھے کہ اُنکے ہاتھون مین عیسائیون کی دینی و روحانی حکومت دیدیگئی۔

بعض نائبان مسیح ازروے نسب نہایت گمنام خاندان سے تھے، اور بعض کی پیدائش کے قصے نہایت شرمناک تھے، سٹی فن ہفتم، جان دہم، یازدہم، دوازدہم، بونی فیس ہفتم، اگریگوری ہفتم سب کے سب فاجرہ عورتون کے بطن سے تھے؛ بعض بعض پوپون کے دامن پر تو صاف صاف اولاد حرام ہونے کا دھبہ ہے۔ مشہور بیسوا امروزیہ، عمر بھر تخت پاپائی کو اپنی انگلیون پر نچاتی رہی ہے، آٹھہ ایسے پوپون کو اس نے تخت پاپائی پر بٹھایا جو اُسکے آشنا تھے یا بطنی بیٹے، ان مین سے ایک رشتہ مین اُسکا بیٹا بھی تھا اور پوتا بھی ۔

اسکے زمانہ کا ایک قصہ مشہور ہے جسکو مصنفین نے محض فرضی افسانہ کہا ہے لیکن اسکے ثبوت مین ایسی قوی شہادتین موجود ہین، جنکو منکرین کے سخت جرح وتعدیل بھی سقیم نہین کرسکتے، دین قدیم (مسیحی) کے مورخین مدتون سے یہ کہہ رہے ہین، اور عام طور پر انکی تائید کیجاتی ہے، کہ دنیاے مسیحی کے دارالسلطنت مین جو بے شمار شہداء کے خون سے مقدس ہوچکا تہا، جو پاپاؤن کے مایۂ ناز عروج سلطنت روحانی کی سیکڑون یادگارین اپنے گود مین لئے ہوئے ہے، اور کلیسا کی بہت سی فتوحات سے معراج کمال پر پہنچا ہوا ہے، ایک نہایت عجیب وغریب معجزہ ہوا، کہتے ہین کہ پوپ جان ہفتم جسکا عورت یا مرد ہونا سواے اس خوش قسمت کے اور کسی کو معلوم نہ تہا جو اُسکا آشنا تہا، ایک دینی و روحانی تہوار کے

مراسم ادا کر کے واپس آرہے تھے، بڑے بڑے اساقفہ تجمل و شان کے ساتھ اسکے جلو میں تھے، پاپائی کے نشانات قوت و صولت سے آنکھیں چوندھیائی جاتی تھیں کہ جناب پوپ کو درد زِہ ہوا اور روم کے ایک بارونق شارع عام پر اس نے وضع حمل کیا،

اس فضیح مصیبت کا ثابت شدہ تسلیم کرلینا اور پھر اسکی تردید کرنا کلیسائی فن تاریخ کے نہایت لطف انگیز واقعات میں سے ایک ہے،.... بہرحال نتیجہ یہ ہوا کہ لیو دہم کے زمانہ تک جب کوئی نیا پوپ تخت پاپائی پر بٹھایا جاتا تھا تو کچھ ایسی رسمیں (جو کہی نہیں جاسکتیں) علی رؤس الاشہاد کیجاتی تھیں، جن سے تمام حاضرین کو معلوم ہوجاتا تھا کہ وہ شخص مرد ہے یا عورت،.... لیکن یہ واقعہ فی نفسہ صحیح ہو یا غلط، جو کچھ اس اشاعت و فضیحت کا نتیجہ ہوا، اگر اسکا مقابلہ ان جرائم سے کیا جائے جو کئی صدیاں برابر تاریخ پاپائی روم میں درج ہوتے چلے آئے ہیں، اور جنھوں نے فی الحقیقت پاپائی کے درخشندہ چہرہ کو کالا کیا ہے، تو ایک زنانہ پوپ کا تخت نشین ہونا کچھ زیادہ وقیع نہیں معلوم ہوتا، شاہان کلیسا کی بے شرمانہ دنائت نفس نے ایک زمانہ سے ان ضوابط کو بدنام کیا تھا کہ جسکے موافق خدا کی یہ نیک مخلوق مسیح کے حواریوں کے تخت پر بیٹھکر خدا کے نائب بنتے ہیں، دارالسلطنت پاپائی کے پادریوں کے فسق و فجور کی یہ کیفیت تھی کہ جو پوپ اپنی زندگی بے لوث گزارنا چاہتا تھا، وہ ایک گھنٹہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا تھا چنانچہ پوپ سی لسٹائن کو پادریوں کے اشارہ سے تخت مسیح پر بیٹھنے کے اٹھارہ روز کے بعد زہر دیدیا گیا، ایڈرین پنجم ابھی تخت پاپائی پر بیٹھنے کی رسمیں ادا کر رہا تھا کہ پادریوں کے مجمع میں کھڑے کھڑے ایک زہر ہلاہل سے مار ڈالا گیا،

امیدوار پاپائی کے حامی ایک دوسرے کے ایسے خون کے پیاسے ہوتے تھے کہ سیاسی معاملات میں بھی ایسی دشمنیاں بہت کم پائی جاتی ہیں، پاپائی کا امیدوار اپنے مخالف کو بہت برے الفاظ سے مشتہر کیا کرتا تھا، ایک دوسرے کو پاپائی کا معاند بتلاتا تھا، پادریوں کے لغات کی کتاب

ضخیم ہے، ان کے یہان لعن طعن کی کمی نہین، وہ اس قبیل کے تمام الفاظ کی مشق اپنے مخالف پر کرتے تھے، اور آخر مین تنگ کر ایک دوسرے کو غضب الٰہی کے حوالہ کر دیتے تھے، ناکامیاب اُمیدوار کو ہر قسم کی ایذائین دیجاتی تہین، کبھی اُسکے ناک، کان کاٹ ڈالے جاتے تھے، کبھی آنکھین پھوڑدی جاتی تہین، کبھی زبان نکال ڈالی جاتی تھی، بعض قید خانون مین سڑ سڑ کر مرے ہین، بعض بھوکون مار ڈالے گئے ہین، اُن کے حامیتیون کی اس سے زیادہ دُرگت بنتی تھی، اپنے خوفناک اور متمرد مدمقابل کے ساتھ تو کوئی قبیح سے قبیح فعل کرنا بھی بُرا نہین سمجھا جاتا تہا۔ انوسنیٹ چہارم نے شاہ فریڈرک کے خاص معتبر طبیب کو اپنے بادشاہ اور آقا کے مار ڈالنے کے لئے متعین کیا تہا، کلے منیٹ پنجم نے شاہ ہنری ہفتم کو زہر دیا تہا، میڈیسی کے قتل کی تدابیر پوپ سکٹس چہارم نے کی تہین، چنانچہ وہ عین قربانگاہ کے سامنے قتل کیا گیا، لطف یہ ہے کہ رسم ذبیحۃ القدس کو اسکے قتل کا اشارہ مقرر کیا گیا تہا، اور یہ رسم ادا کرنیوالا بھی ایک اسقف ہی تہا، روم کی نصف آبادی فارنوسس کی کینہ توزی کی نذر ہوگئی، یہ تباہی اُسکے مرنے کے بعد بھی جاری رہی، اور اس نے اٹلی کے ایک بہترین صوبہ کو بالکل برباد کردیا۔ ۔ ۔ ۔

جن مختلف طریقون اور انواع و اقسام کے مکروفریب سے نائبانِ مسیح کا خزانہ بھرا جاتا تہا اُسکی برابری دنیا کا لائق ترین وزیر مال بھی نہ کر سکا ہے، نہ کر سکیگا، ان ناک مین دم کردینوالی بے رحمانہ ضروریات کا جوان لامحدود اختیارات رکھنے والے حضرات کو لاحق رہتی تہین پورا کرنا لازمی اور فرض تہا جناب پوپ وہ وہ ترکیبین ایجاد کرتے تھے جو ہر ایک قانون اخلاق کو توڑ پھوڑ کر رکھدیتی تہین، مگر جب وہ فوری سے فعل مین آتی تہین تو وہ دماغ قابل داد معلوم ہوتا تہا جس سے وہ تدابیر نکلتی تہین، سیمونیۃ یعنی عہدہ ہائے کلیسا کی بیع نہ صرف اکثر ہوتی تھی بلکہ اُسکے دلائل جواز وہ لوگ بیان کرتے تھے کہ جنکے ذمہ اُسکی حفاظت ہوتی تھی۔ جو اُمیدوار پاپائی سب سے زیادہ دولتمند ہوتا تہا خواہ وہ ایسی بیماری مین مبتلا ہو کہ اسکا جلد مرجانا سب کے نزدیک متیقن ہوتا، مگر وہ ضرور اپنی آرزو مین کامیاب ہوجاتا تہا، ایک

پادری کی ٹوپی کی قیمت ایک ہزار سے دس ہزار روپیہ تک ہوتی تھی، اور ایک اسقف کی چادر کی قیمت کلیسائی بازار مین اس سے بھی زیادہ اٹھتی تھی، اسکی وجہ یہ تھی کہ جس عہدہ کا وہ چادر نشان ہوتی تھی، اسکی آمدنی کسی طرح تیس ہزار اشرفیون سے کم نہوتی تھی، ہرایک اسقف اعظم کی موت پر اس ٹیکس کے ادا کرنے کے لئے ہر ایک نئے امیدوار کو اکثر قربانگاہ کا سامان تک کسی یہودی سودخوار کے پاس گرو رکھنا پڑتا تھا کیونکہ یہی لوگ اتنی رقم خطیر کسی کو قرض دینے کی حیثیت رکھتے تھے، دیندار عیسائیون کو اکثر یہ شکایت کرتے ہوئے سنا جاتا تھا کہ یہودیون کے بچے ان برتنون سے کھیلتے پھرتے ہین جو دینی ضرورتون کے لئے بالخصوص پاک کئے جاتے ہین، نیز یہ کہ ان کے یہودی والدین اپنے ناپاک گھرون مین ان برتنون کا استعمال کرتے ہین جو معمولی طور پر مسیح کا پاک خون اور مسیح کا مقدس جسم رکھنے کے لئے مخصوص ہین، جب کبھی پوپ کو ضرورت پڑتی تھی تو چند پادریون کو قربان کردینے سے پاپائی خزانہ بآسانی لبریز ہوجاتا تھا۔ خالی اسامیان معمور کرنے مین بہت اچھی قیمت وصول ہوجاتی تھی، اور معزول پادریون کی جائداد خزانۂ پاپائی مین منتقل کرلیجاتی تھی۔

ایک پوپ کسی شخص کو سخت بددعائین اور لعنتین دے گیا تھا، اس پوپ کے جانشین نے اس شخص کے ہاتھ "پروانۂ غفران" بہت بڑی قیمت پر فروخت کیا، اب کیا تھا یارون کو ایک ترکیب ہاتھہ آگئی، اور ہرگناہ کے نجات نامے اور ہر جرم کے برات نامے بکنے لگے، جان لسبت دوم نے مختلف جرائم کے لئے مختلف جرمانون کا ایک جدول بنادیا، جس سے یہ آسانی ہوگئی کہ بڑے سے بڑے اخلاقی اور دینی جرم اور گناہ کے بدلہ مین خفیف سا جرمانہ دیکر چھٹکارا ہوجاتا تھا، اور پوپ کا خزانہ قطرہ قطرہ کرکے ابل پڑتا تھا۔

مسیحی دنیا کے ان معصوم اور ملہم مرشدون کے ذاتی چال چلن کا حال بوجہ اسکی شناعت و فحش ہونے کے مفصل طور پر بیان نہین کیا جاسکتا، از روئے عقیدہ ہر عیسائی کو یقین رکھنا چاہیئے کہ پوپ کے

اخلاق دنیا بھر سے افضل ہین، کیونکہ وہ روحانی و دینی سلطنت کے مالک و وارث ہین یہی وجہ ہوگئی کہ وہ کھلے خزانے ایسے عیوب اور بدکاریون کے مرتکب ہوتے تھے کہ جنکو ایک انتہا درجہ کا شہوت پرست دنیوی بادشاہ اگر چھپا کر بھی کرے تو پھر بھی شرمندہ رہے، دو صدیون سے زیادہ تقریباً مسلسل زمانہ پوپ کا دربار، اور محل فسق و فجور و بدکاری کا ایک عجائب خانہ رہا ہے، جس سے بڑے بڑے نگے دیندار بگڑ گئے، یہ دیندار وہ تھے کہ جنکی نظرون مین پاپائے مقدس مجسم خدا تھا، بہت سے نیک پادریون کے خیالات خراب ہوگئے، یہ پادری وہ تھے کہ جو بڑی بڑی آزمائشون مین ثابت قدم رہے تھے۔

محل پاپا فاجرہ عورتون اور مفعول امردون سے بھرا رہتا تھا، سیکڑون راہبات پوپ اور اسکی خاص پادریون کی آشنا ہوتی تھین، اور سینٹ پیٹر کے بڑے گرجا کے ہمسایہ مین رہتی تھین، دربار پاپائی کی ماہوش عورتین اور قبول صورت امرد نہایت فاجرانہ خلاف وضع فطری افعال کے ذریعہ سے بڑی بڑی عزتین پاتے تھے، کلیسائی فرائض انتہا سے زیادہ بری طرح ادا کئے جاتے تھے، چنانچہ پادریون کو "اصطباغ تقدیس" اصطبلون مین اکثر دیا گیا ہے، بڑے گرجا کو بطور تھیٹر کے استعمال کیا جاتا تھا، وہان نقلین ہوتی تھین اور ناچ کرائے جاتے تھے، دوشیزہ لڑکیان زبردستی خانقاہون سے نکال کر پوپ کے محل مین پہنچا دیجاتی تھین، پوپ جان دوازدہم کے زمانہ مین کوئی عورت خانۂ خدا مین اہانت اور عصمت دری سے محفوظ نہ تھی، پوپ بونی فیس ہفتم نے ایک فحاش موسومہ لبسل زرکو ساکے ہاتھ اپنے ایک خاص پادری کی ٹوپی بیچ دی، بعد مین اس شخص نے پوپ کا تاج بجبر چھین لیا، اور حوارئین کے تخت پر متمکن ہو کر جان لبست و دوم اپنا خطاب اختیار کیا، چند سال مین اس نے وہ شہرت حاصل کی جو تاریخ کلیسا کی ذلیل ترین یادگار ہے، دینی کونسل منعقدہ کانس ٹینس نے اسکو ان جرائم کا مرتکب ثابت کیا جو کسی انسان کے ذہن مین آسکتے ہین، اور آخر اسکو معزول کرایا چونکہ وہ بے قاعدہ اور خلاف ضابطہ طور پر پاپائی تخت پر بیٹھا تھا، اسلئے اسکے ماتحتون ہی نے اسکو تخت سے اتار دیا، مگر غنیمت ہو کہ

اسکی معصومیت پر کوئی دہبہ کسی نے نہین آنے دیا کیونکہ دینی قانون کا یہ اصول تہا کہ پوپ کا کوئی جرم یا ضلالت وگمراہی کا فعل اسکے روحانی اختیارات کا منافی نہین ہے، نہ اس سے اسکی تقدیس کو نقصان پہنچتا ہے جو اسکو بحیثیت نائب خدا حاصل ہوتی ہے۔

پوپ کے فسق وفجور کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ وہ ہمیشہ اصول اخلاق کو توڑتے رہتے تھے، بونی فیس نہم علی رؤس الاشتہاد مسیح کو سب وشتم سے یاد کرتا تہا، جان لسبت ودوم عشاء ربانی کا مذاق اڑایا کرتا تہا، جان دوازدہم کی دعوتون مین شراب پی جاتی تھی، اور فاجرہ عورتون کے دیوتاؤن کا جام صحت نوش کیا جاتا تہا، پائیس دوم کی خط وکتابت ابتک محل پاپائی مین محفوظ ہے، اُس کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہر قسم کے فسق وفجور کا معترف ہے، بے نے ڈکٹ دوازدہم کی شرابخواری سے "پوپ کی طرح متوالا" ہونا ایک ضرب المثل بنگئی تھی، سکس ٹس چہارم نے روم مین بذریعہ اجازت نامۂ پوپ کسبی خانے کہولنے کا قاعدہ نکالا تہا، جس سے کہ اسکو تیس ہزار اشرفی سالانہ کی آمدنی ہوا کرتی تھی، سکسٹس چہارم نے نہایت سختی کے ساتھ یہ حکم نافذ کیا تہا کہ پوپون کی اولاد حرام کو بوجہ اسکے کہ وہ پوپ کے نطفہ سے ہوتے ہین، وہی رتبہ حاصل ہے کہ جو اٹلی کے صحیح النسل شاہزادون کو،

پادری رونی اس نے بہت صحیح کہا ہے کہ "پوپ وہ ہیبت ناک مخلوق ہین کہ جو عوام کو قتل کرکے اور کلیسا کا مال لوٹ کر زبردستی مسیح کے تخت پر بیٹھ جاتے ہین"۔

---

# مترجمات

## ٹیگور کا مدرسۂ شانتی

### (ایک امریکی معلم واہل قلم کی نظر مین)

مین ابھی ٹیگور کے مدرسہ واقع بنگال سے واپس چلا آرہا ہون، جہان مین کئی ہفتہ سے سیاحت اور سکہانے اور اس سے بڑھکر سیکھنے مین مشغول تہا، کاش ہمارا ملک امریکہ شانتی نیکیتان سے واقف ہوتا! ہندوستان کی تمام قابل دید چیزون مین اسکا درجہ سب سے اونچا ہے، یہان معاشرت جسقدر سادہ ہے، کام جس ذوق و رغبت سے کیاجاتا ہے، اور آپس مین لوگ جسقدر خلوص ومحبت رکہتے ہین، اسکا شاہدہ خستہ و ماندہ امریکہ والون کے لئے فرحت وحیرت دونون کا باعث ہوگا، شانتی نکیتان (جسکے لفظی معنی مسکن امن کے ہین) کے مقابلہ مین ہمارے ہان کا سادہ ترین مدرسہ بھی دکاندارانہ اور پرپیچ محسوس ہوگا، یہان کے لوگ رسوم وغیرہ سے بالکل آزاد رہتے ہین، ان کے لئے نہ الماریون کی ضرورت ہوتی ہے، نہ کوٹھریون کی، اسلئے کہ ان کے پاس زاید از ضرورت کپڑے ہی نہین ہوتے، ان کے لئے درزی خانہ کی کوئی ضرورت نہین، اسلئے کہ ان کا لباس ہاتھ کے کتے ہوئے تہانون کا بُنا ہوا ہوتا ہے، جسمین بوتام، کانٹے کچھ نہین ہوتے، اور کاتنے اور بُننے کے کام یہ لوگ اپنے ہاتھ سے کرلیتے ہین، اُنکو موچی کی کوئی حاجت نہین اسلئے کہ یہ لوگ برہنہ پا رہتے ہین، ان کے لئے کرسیان بالکل غیرضروری ہین، اسلئے کہ یہ زمین و فرش پر نشست رکہتے ہین، ان کے لئے چھری کانٹے بیکار ہین اسلئے کہ کہانا یہ لوگ اپنے ہاتھ سے کہاتے ہین، ان کے لئے غسلخانون کی حاجت نہین، اسلئے کہ یہ لوگ کنوئین کے کنارہ کھڑے ہوکر اپنے ہاتھ سے پانی بھرکر ہر روز صبح نہالیتے، اور اپنے کپڑے دھو لیتے ہین، انہین عبادت یا تعلیم

کے لئے کسی عمارت کی حاجت نہین، ستارون کی چھانون انکی عبادت گاہ اور درختون کا سایہ ان کا مدرسہ ہے
ان لوگون کو جب باہر کا سفر کرنا ہوتا ہے تو یا تو پیدل جاتے ہین، اور یا اگر بہت دور جانا ہوتا ہے تو بیل گاڑیون پر
بیٹھکر جاتے ہین، ان کا دل اگر ناچ مجرا دیکھنے کو چاہتا ہے تو خود ہی گا بجا لیتے ہین، اور اگر تھیٹر کے تماشہ کی
خواہش ہوتی ہے تو خود ہی ڈراما لکھکر اسے ایکٹ کر ڈالتے ہین، انکی معاشرت کی یہ سادگی مصنوعی اور بناوٹی
نہین، ان کے بزرگون کا یہ شعار ہزارون لاکھون برس سے چلا آتا ہے، ان کے لئے یہی راستہ خوشنما، صحیح اور
مطابق فطرت ہے، آجکل کے کسی زر بہ دخوارہ جنٹلمین کا جو بد قطع لباس شام مین ملبوس ہو، مقابلہ کسی یونانی
پہلوان کے برہنہ مجسمہ سے کیجئے بس یہی فرق ہم مین اور ان مین نظر آئیگا، شانتی نکیتان مین قدم رکھتے ہی سب سے
پہلی کیفیت جو مجھے محسوس ہوئی وہ شرمندگی کی تھی جو اپنے ہمراہ کثیر سامان سفر لانے سے مجھپر طاری ہوئی، یہان کے
لوگ مجھے دیکھہ دیکھکر زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ "ہا! اس بیچارہ کو دیکھو، یہ کتنی چیزون مین مقید ہے"! مین یہ
نہین کہتا کہ امریکہ کو درختون کی پتیان کہا کر بسر ہونے والی زندگی کی طرف رجعت کرنا چاہیئے، اسلئے کہ ہندوستان کے
اکثر قدیم رسوم ہمارے لئے ناموزون ہونگے، تاہم ہمکو ان سے سبق ضرور حاصل کر لینا چاہیئے، معاشرت مین سادگی
قطعاً پیدا کرنا چاہیئے، فضولیات کو یقیناً نذر آتش کر دینا چاہیئے، اور شکم کی غلامی سے بہرحال آزادی حاصل
کرنا چاہیئے۔

ٹیگور کے مدرسہ کی بہت چیزین ایک امریکن کو ناگوار گذرینگی، اور وہ بہت سی باتون پر کاہلی و تضییع
وقت کا اطلاق کریگا، لیکن ان لوگون کے نزدیک وقت روپیہ کا مرادف نہین، بلکہ وقت ہی سرے سے
ان کے لئے ایک معدوم شئے ہے، اسکا باعث خواہ ان کا افلاس کہیئے خواہ اشیاء سے بے تعلقی کہیئے بہرحال
واقعہ یہ ہے کہ ان لوگون کے پاس نہ جیبی گھڑیان ہین نہ بڑی گھڑیان، ان کا سارا حساب گردش آفتاب سے
ہوتا رہتا ہے، اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد گھنٹہ بجتا رہتا ہے، جو اس امر کا اعلان ہوتا ہے کہ اب دوسرا
کام شروع کرنا چاہیئے، فوجی اصطلاح مین ضبط و نظم کے جو معنی ہین ان کے لحاظ سے نہ یہان کسی قسم کا ضبط ہے

اور نہ اسکے ہونے کی حاجت ہے، اور نہ یہان کسی قسم کی عادت طلبہ مین پیدا کیجاتی ہے، بجز اس عادت کے کہ خدا کی عظمت اور انسان کی محبت کے عادی ہو جائین، لڑکے جو کچھ ان کا جی چاہتا ہے کرتے رہتے ہین اور استاد یہ دیکھہ دیکھکر خوش ہوتے رہتے ہین، سفید فام قوم کے صرف ایک فرد مجھے یہان دکھائی دیئے، اور وہ مسٹر اینڈریوز تھے، جو انگریزیت سے معرّیٰ ایک بے نظیر انگریز ہین، اور جو مسیح کی طرز کے ایک بالکل بے نفس انسان ہین، ایک روز مین نے اُن سے کہا کہ افسوس ہے آج میرے درجہ کے طلبہ بہت شور مچاتے رہے اور مین اُنہین خاموش نہ رکہہ سکا، اُنہون نے جواب دیا کہ "یہ تو بہت ہی اچھا ہوا، اگر آپ خاموش رکہہ سکتے تو البتہ مجھے اسکے متعلق افسوس ہوتا" ایک اور مرتبہ کا ذکر ہے کہ مین انکے پاس کھڑا ہوا تھا کہ اتنے مین چند بڑے لڑکے جو ابھی ایک ہفتہ کی چھٹی منا کر آئے تھے، یہ کہنے کے لئے آئے کہ تین دن کے لئے پھر باہر جا رہے ہین، مسٹر اینڈریوز نے مجھسے کہا، "یہ لطف دیکھو، ان کے کالج کے امتحان کا صرف ایک مہینہ باقی رہ گیا ہے اور مین برابر اسکی سرگرم کوشش کرتا رہا ہون کہ یہ لوگ امتحان کو بھولے ہوئے رہین، دیکھو اس کوشش مین کیسا کامیاب رہا ہون"! قاعدہ وضابطہ کے غلام اساتذہ ان قصون کو سن کر دنگ رہجائین گے، پہلے پہل مین بھی دنگ ہوگیا تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے طبائع اسقدر مسخ ہوگئے ہین، کہ ہم اس اصول کی عمق کی تھاہ پا ہی نہین سکتے، ہمارا کھلا ہوا مقصد تعلیم وتربیت سے یہی ہوتا ہے کہ لڑکا آگے چل کر کامیاب رہے (اگرچہ حال مین ہم یہ سمجھنے لگے ہین کہ کامیابی حصول زر کے مرادف نہین) اور دوران تربیت مین لڑکے کے خصائل راسخ ہوجائین، اور ضبط ونظم کے خوگر ہو جائین، لیکن یہان کے لوگ کامیابی کے طلبگار بالکل نہین ہوتے، یہ صرف نیکی واطمینان قلب کے طالب رہتے ہین، ضمناً یہ لوگ اپنی روایات قدیم کے عامل اور بڑے وطن پرست ہین، اور عام اہل ہند کی طرح انگریزون کے رخصت ہوجانے کے مشتاق ہین، لیکن شورش وتشدد کا ان کے قریب بھی کہین گذر نہین، اور پھر نہ انہین اس نتیجہ کی کچھ عجلت ہے۔

ایک امریکی سیاح کے استعجاب وناگواری کا مقدمہ جب ختم ہولیتا ہے تو اسکے بعد اس جدید نظام کا

ثمرہ، ایک حیرت انگیز ربط و اتحاد، خلوص و محبت کی شکل مین نظر آنے لگتا ہے، استاد جتنے بہر ہین، سب
اپنے اپنے کام کو بہ نہایت رغبت و التفات کرتے ہوئے نظر آئین گے، اور بعض بالکل بلا معاوضہ کام کرتے ہین؛
لڑکون کا وجود استادون پر کسی وقت بھی بار نہین ہوتا، بکمال بے تکلفی وہ جب چاہتے ہین، استادون کے ہان
(استادون کے کمرے، کہنا اِسلئے صحیح ہوگا کہ بہت سے استادون کا قیام کمرون مین رہتا ہی نہین) آتے
جاتے رہتے ہین، مین نے کبھی استاد کو جھنجلاتے ہوئے نہین دیکھا، مین نے کبھی شاگرد کو خفگی کہاتے ہوئے
نہین دیکھا، اور نہ کبھی کسی شاگرد کے لئے اسکی ضرورت محسوس ہوئی، سارے لڑکے اپنے استادون کے گرویدہ
و عقیدتمند رہتے ہین، اور اساتذہ اپنے شاگردون کے عاشق رہتے ہین، ان الفاظ کے سوا اور کسی طریقہ سے
یہان کے استاد و شاگرد کے باہمی تعلق کو ادا ہی نہین کیا جا سکتا، یہان کے استادون مین نہ کسی اتالیق کا پتہ تھا،
نہ کسی داروغۂ جیل کا، نہ کسی ماہر نفسیات کا، نہ انجمن معلمین کے ارکان کا، اور نہ پیٹ پالنے والے استادون کا،
بلکہ یہان کے اساتذہ محض وہ علما ہوتے ہین، جو لڑکون کے ساتھ رہنے سہنے مین لطف حاصل کرتے رہتے ہین،
ان سب مین جو شے بطور قدر مشترک و رشتۂ اتحاد کے ہے، وہ رابندرناتھ ٹیگور کے ساتھ انکی گہری عقیدتمندی
ہے جسکو یہ لوگ بکمال اشتیاق اپنا گرو دیو کہتے ہین، نیز مذہب و انسانیت کے وہ اصول جنکی وہ تعلیم دیتا رہتا ہے،
لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ آشرم ٹیگور کے بعد بھی قائم رہیگا اور مجھے امید ہے کہ ترقی کر کے ایک انٹرنیشنل
(بین الاقوامی) یونیورسٹی کی شکل اختیار کر لیگا جیسا کہ ٹیگور کا منصوبہ ہے اسلئے کہ اسکی بنیاد بہترین ہندی روایات اور
صحیح ترین حقائق تعلیمی پر ہے یعنی تجربہ و ذاتی واقفیت کی بنا پر تعلیم حاصل کرنا، زندہ مضامین کا مطالعہ کرنا، اور رغبت و شوق کے راستون
سے معلومات بہم پہنچانا، نہ یہ کہ خوف و قیود کو دلیل راہ بنایا جائے، اور نصاب درس کو کسی مخصوص مقصد کے قالب مین ڈھالا جائے،
(جیسا کہ آکسفرڈ و کیمبرج کے نمونون کو ہندوستان مین ٹھونسنے کی انتہائی غلطی کیگئی ہے) یہان کے اساتذہ بڑے پایہ کے صاحب
علم، صاحب ذوق و صاحب دل ہین، اور طلبہ بھی ویسے ہی محنت شعار، محبت کیش و قدر شناس ہین، کیا اس سے
زیادہ کسی مدرسہ مین کوئی اور چیز بھی چاہیئے؟ (مسٹر الیف، ایچ، ٹک، در رسالہ نیو ریپبلک)

# تلخیص و تنقید

## مصر کی تعلیمی حالت

### انگریزی قبضہ کے قبل اور بعد

مصر کے مشہور علمی رسالہ المقتطف سے جسکے عیسائی ایڈیٹر انگریزی پالیسی کے موید ہین، کسی نے تین سوالات کئے ہین،

(۱) انگلستان کی گذشتہ چہل سالہ مصری پالیسی نے مصر کو فایدہ پہنچایا یا نقصان ؟

(۲) مصر مین تعلیمی ناکامی اور موجودہ بیہودہ نظام تعلیم کا ذمہ دار کون ہے ؟

(۳) اگر مصر آزاد ہو جائے تو جاپان کی طرح وہ بھی ترقی کرسکتا ہے ؟

مقتطف کے فاضل ایڈیٹرون نے ان سوالون کے جو جوابات دیئے ہین، ان پر مصر کے ادبی رسالہ البیان، مورخہ ۱۵- اکتوبر ۲۱ء نے ایک فاضلانہ تنقید کی ہے، اس مین اور سوالات و جوابات سے بحث نہین، صرف مصر کی تعلیمی تاریخ کی نسبت رسالہ مذکور نے جن واقعات کا ذکر کیا ہے اُن سے اندازہ ہوگا کہ بیرونی نظام حکومت خواہ اسکا اثر و اقتدار کسیقدر کم ہو ایک ملکی حکومت کے مقابلہ مین جو ترقی کی راہ پر لگ چکی ہو کسقدر مصر اور اسکی رفتار حیات کے لئے کسدرجہ سم قاتل ہے،

البیان سب سے پہلے کہتا ہے کہ مصر مین انگریزی تعلیمی پالیسی کے مقصد کو لارڈ کرومر (مصر مین سابق انگریزی معتمد) نے اپنے مشہور مختصر فقرہ مین ادا کر دیا ہے کہ "یہ مدارس دفترون کیلئے کلرک پیدا کرنیکے کارخانے ہین" المقتطف کہتا ہے کہ یہ انگریزون ہی کے برکات ہین کہ ملک مین اتنے مدارس قائم ہوئے،

مطابع جاری ہو، اخبارات بڑھ گئے، ٹائپ خوبصورت ہوگئے" البیان کہتا ہے ہان یہ بھی کہو کہ فلان جگہ باغ بنگیا، فلان جگہ بینڈ بجتا ہے، فلان مقام پر مچھلیون کا تالاب بنگیا، مادیت تو بیشک ترقی کرگئی، مگر ملک کی روح نکل گئی، مصر کا مقابلہ شام سے نکرو بلکہ اس مصر سے کرو جو خدیو محمد علی پاشا کے زمانہ مین تھا اور خدیوی اقتدار مین اس نے جہانتک ترقی کی تھی اس سے ان چالیس سالون مین ہم نے کہانتک تنزل کیا، انگریزون نے مصر مین گھسنے کے ساتھ پہلے ہمارے جہازات بیچ ڈالے، جہاز سازی کے کارخانون کو توڑکر ان کے آلات کو فروخت کردیا، توپ اور بندوق بنانے، سکہ ڈھالنے، کاغذ تیار کرنے سوت کاتنے اور کپڑا بننے کے تمام کارخانون مین قفل ڈالدیا، مدارس بند کردیئے، اور مفت تعلیم کے طریقہ کو اٹھا دیا، صرف ایک سال ۱۸۸۳ء مین یعنی انگریزی قبضہ کے تیسرے ہی سال مین بائیس سرکاری تعلیمی مدارس، تین صنعت و حرفت کے مدرسے ایک انجینیرنگ اسکول، ایک ٹریننگ اسکول مالی حالت کے عذر سے بند کردیئے،

متقتطف کہتا ہے کہ مصر مین تعلیم ناکام نہین رہی، البیان کا بیان ہے کہ کیا یہ ناکامی نہین ہے کہ خدیو اسمعیل کے زمانہ مین مصر مین ۲۲ فیصدی تعلیم تھی، جبکہ روس مین ۳، ٹرکی مین ۱۰ اور اٹلی مین ۳۴ فیصدی تعلیم تھی، اور طالبعلمون کی یہان تعداد ۹۰۷،۱۰۴ اور مدارس کی ۴۸۱۷ تھی، ایک تنہا قاہرہ مین ۲۲۵ سے زیادہ مدرسے تھے، جنکے طالبعلمون کا شمار دس ہزار تھا، یہ تعداد ان طلبہ کے علاوہ جو جامع ازہر مین مدارس اوقاف مین غیر ملکی تعلیم گاہون مین اور جنگی مدرسون مین تھے (دیکھو مصر کی وزارت تعلیمات کی تاریخ مولفہ سلیم حسن و عمر اسکندری) لیکن اسکے مقابلہ مین آجکل تعلیم پانے والون کی تعداد باشندون کی مناسبت سے ۵ رم فیصدی ہے، سرکاری مردم شماری کی رو سے جو لوگ ملک مین لکھ پڑھ سکتے ہین، انکی تعداد ۱۲ فیصدی ہے، زیر تعلیم طلبہ کی تعداد ۶۰۰۰۰۰ ہے، یعنی پہلے سے چار لاکھ کم حالانکہ باشندون کی تعداد بہت ترقی کرگئی ہے،

اب اس باب مین گورنمنٹ اور پبلک کے کارنامون کا باہم منصفانہ موازنہ کرنا چاہیئے، ۱۹۱۵ء تک پبلک نے بیان اپنے ۴۵۴۷ مکتب قائم کئے، لیکن تم کو معلوم ہے کہ گورنمنٹ کتنے مکتبون کو چلا رہی ہے؟ ۱۴۲، پبلک نے جو اپنے آزاد ابتدائی تعلیم کے مدرسے قائم کئے ہین، وہ ۳۴۴۹ ہین جنمین ۱۰۷۶۱۴ لڑکے پڑھتے ہین، لیکن جانتے ہو کہ گورنمنٹ خود کتنے ابتدائی مدرسون کا بار اٹھارہی ہے، ۲۲ مدرسے ہین جنمین ۷۳۷۶ طالب العلم ہین، یعنی سرکاری مدرسون کے طالب العلمون کی تعداد قومی مدرسون کے طلبہ کے مقابلہ مین فقط سترہ فی ہزار ہے! یہی لڑکیون کی تعلیم کا حال ہے، سرکاری مدرسون مین سترہ فی ہزار ہے، تو قومی مدرسون مین ۸۰۵ فی ہزار ہے، ثانوی تعلیم مین گورنمنٹ اگر ۱۶ فی ہزار کو بڑھاتی ہے تو قوم ۱۲ فی ہزار کو، اور بقیہ ہزار کو دوسرے درجون کی تعلیم مین (دیکھو امین پاشا سامی کی کتاب تعلیم عام)

مقتطف کہتا ہے کہ مصر مین تعلیم ناکام نہین ہے، لیکن اسکے مقابلہ مین ان انگریز مدبرون کا کیا جواب ہے، جو اس تعلیمی ناکامی کو خود تسلیم کرتے ہین، لارڈ ملز اپنی مشہور رپورٹ مین لکھتے ہین کہ مصریون کی عام آزردگی کا سبب یہ بھی ہے کہ تعلیمی پالیسی ناکام رہی، سر دلنائن شرول ٹائمس کے مشہور مضمون نگار مصر کے متعلق اپنے مشہور سلسلۂ مضامین مین لکھتے ہین کہ "مصر کی تعلیم کا جامہ پیوند دار ہے، اور قانونی اور دونون قسم کی برائیان اسمین ہین، مسٹر جان رابرٹسن ممبر پارلیمنٹ کو اقرار ہے کہ "ہم چوتھائی صدی سے مصر مین ہین اور ہم نے مصریون کو اسی تعلیمی انحطاط تک پہنچا دیا ہے، ہمارا طریقۂ حکومت مصر مین مصر کی تعلیمی پستی سے بندھا ہوا ہے"۔
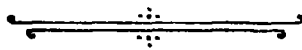
# عالمگیر گرانی کا سبب

## دنیا کی ثروت کا "آماس"

از مولوی ابونصر سید احمد بھوپالی

درحقیقت دنیا مین "زر" کی حقیقت سواے اسکے اور کچھ نہین کہ وہ اشیائے تبادلہ کا ایک ذریعہ ہے، پس اس لحاظ سے حقیقی ثروت اشیا مین ہے نہ کہ "زر" مین۔ یہ اقتصادیات کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے، لیکن عوام الناس مین بہت کم لوگ ایسے ہونگے کہ جنکی نظر اس نکتہ تک پہنچتی ہو، بلکہ وہ تو محض ظواہر امور کو دیکھتے ہین، اور ثروت کا اندازہ محض "زر" کی اس مقدار سے لگاتے ہین جسکا نام قیمت ہے۔

اگر صرف "زر" ہی ثروت و دولت ہو سکتی ہے تو دنیا کی ثروت مین آج بہ نسبت ۱۹۱۴ء کے کہ جس مین یورپ کی جنگ عظیم شروع ہوئی کئی گنا کا اضافہ ہو گیا ہوتا، اسلئے کہ یہ امر مخفی نہین ہے کہ ۱۹۱۴ء کے بعد سے دنیا کی عظیم الشان سلطنتون نے جس مقدار مین "زر کاغذ" (یعنی کرنسی نوٹون) کا اجرار کیا ہے وہ بہت زیادہ ہے، لیکن جو بات کہ ظاہری طور سے محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا آج بمقابلہ زمانۂ قبل از جنگ کے کہین زیادہ مفلس ہو گئی ہے۔

علاوہ ازین زر کا حکم قیمتون کے چڑھاؤ اُتار مین بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ نفع کا حکم عرض و طلب کے بازار مین، اسلئے کہ جب شئے معروض کی قلت ہو جاتی ہے اور طلب بڑھ جاتی ہے، تو اُسکا بھاؤ بڑھ جاتا ہے اور جب شئے معروض کی کثرت ہو جاتی ہے، اور اسکی طلب کم ہو جاتی ہے تو اُسکا بھاؤ گھٹ جاتا ہے۔

یہی دنیا میں عالمگیر گرانی کا سب سے پہلا سبب ہے، اسکے علاوہ اور بھی اسباب ہیں لیکن انمین سے
کثرت زر کا سبب اور خصوصاً "زر کاغذ" کا جسکا شمار "زر نقد" مین نہین کیا جاتا تمام بڑے بڑے ماہرین فن
کا تبین اقتصادیات کے نزدیک سب سے زیادہ اہم اور عظیم الشان سبب[ل] ہے چنانچہ انھون نے اسکو
ثروت کے آماس" سے تعبیر کیا ہے، اسلئے کہ یہ ایک غیر طبعی فربہی ہے جو دنیا کے اقتصادی جسم پر چڑھ
گئی ہے، پس یہ مرض کی ایک حالت ہے جسکا علاج ہونا چاہیئے۔

ان اہم سببون کو بالاختصار بیان کرنے کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی بعض بڑی بڑی
سلطنتون کی حالت زر کا حال ہم یہان پر درج کرین، اور اعداد و شمار سے جنگ کے پہلے کی اور جنگ کے
بعد کی حالت کا مقابلہ کرین۔

اس "زر کاغذ" کی قیمت جسکا اجرا، انگریزی بنکون نے قبل از جنگ کیا، تقریباً دو کرور نوے لاکھ گنی تھی
لیکن آج اسکی مقدار آٹھہ کرور تیس لاکھہ گنی ہوگئی، علاوہ اس مقدار کے جسکا اجراء حکومت نے سرکاری طور پر
کیا اور جسکی قیمت تقریباً ۳۴ کرور ۸۰ لاکھہ گنی ہے، پس کل میزان ۴۲ کرور ۲۰ لاکھہ گنی ہوئی، اسی قسم کا حال سلطنت
فرانس کا ہے کہ اسمین زر کاغذ کی مقدار کی قیمت ۲۴ کرور ۶۰ لاکھہ گنی تھی لیکن آج تقریباً ایک ارب ۷۴
کرور ۱۰ لاکھہ گنی ہوگئی، اسی طرح سے تمام دیگر یورپین ممالک کو قیاس کرنا چاہیئے، چنانچہ ہم ایک اجمالی فہرست
دنیا کے بعض اہم ممالک کی ہدیۂ ناظرین کرتے ہین جسمین انہین ان ممالک کے زر کاغذ کی قیمت قبل از جنگ اور
بعد از جنگ معلوم ہوگی، (واضح رہے کہ ہم نے یہان پر دس لاکھہ کی کسر کو سہولت فہم کے لیے
نظر انداز کر دیا ہے)

[ل] تمام ماہرین اقتصادیات نے اعداد و شمار سے یہ بتلایا ہے کہ تمام زر کاغذ کی قیمت جسکا اجراء دول نے جنگ شروع ہونے کے
بعد سے صرف چار سال کے اندر کیا ہے، تمام دنیا کے سونے کی اس مقدار کی قیمت سے زیادہ ہے جو امریکہ کے دریافت ہونے کے
بعد سے دنیا مین اتبک کانون سے نکالا گیا ہے۔

| ممالک کے نام | قیمت زرِکاغذ قبل از جنگ | قیمت زرِکاغذ بعد از جنگ ۱۹۱۹ء مین |
|---|---|---|
| ڈنمارک | ۸۰۰۰۰۰۰ گنی | ۲۵۰۰۰۰۰۰ گنی |
| برطانیہ | ۲۹۰۰۰۰۰۰ ″ | ۴۲۲۰۰۰۰۰۰ ″ |
| آسٹریا ہنگری | ۸۸۰۰۰۰۰۰ ″ | ۱۸۸۳۰۰۰۰۰۰ ″ |
| بلجیم | ۶۴۰۰۰۰۰۰ ″ | ۱۸۷۰۰۰۰۰۰ ″ |
| فرانس | ۲۳۶۰۰۰۰۰۰ ″ | ۱۴۷۱۰۰۰۰۰۰ ″ |
| جرمنی | ۹۴۰۰۰۰۰۰ ″ | ۱۴۸۹۰۰۰۰۰۰ ″ |
| ہالینڈ | ۲۵۰۰۰۰۰۰ ″ | ۸۴۰۰۰۰۰۰ ″ |
| اٹلی | ۶۶۰۰۰۰۰۰ ″ | ۴۱۴۰۰۰۰۰۰ ″ |
| جاپان | ۳۱۰۰۰۰۰۰ ″ | ۱۰۲۰۰۰۰۰۰ ″ |
| ناروے | ۶۰۰۰۰۰۰ ″ | ۲۴۰۰۰۰۰۰ ″ |
| اسپین | ۷۶۰۰۰۰۰۰ ″ | ۱۵۱۰۰۰۰۰۰ ″ |
| سوئٹزرلینڈ | ۱۰۰۰۰۰۰۰۰ ″ | ۳۶۰۰۰۰۰۰ ″ |
| سویڈن | ۱۱۰۰۰۰۰۰ ″ | ۳۹۰۰۰۰۰۰ ″ |
| ممالک متحدہ امریکہ | ۵۰۰۰۰۰۰۰۰ ″ | ۷۳۴۰۰۰۰۰۰ ″[1] |

وہ امر جس نے اس "زرِ کاغذ" کی قیمت کو بیکار کر دیا ہے یہ ہے کہ زرِ نقد جو بڑے بڑے بنکون کے خزانون مین جمع ہے وہ انکی قیمت کے برابر نہین ہے، اِسلئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جسوقت بنک معاملات مین زرِ کاغذ کا اجرا کرتے ہین تو جس قیمت کے "زرِ کاغذ" کا اجراء کرتے ہین اُسیقدر "زرِ نقد" اپنے خزانون مین بطور اُنکی

[1] ماخوذ از کمرشل میگزین امریکہ۔

قیمت کی ضمانت کے اپنے خزانون مین محفوظ رکھ لیتے ہین، تاکہ ضرورت کے وقت ان کا تبادلہ کیا جاسکے، چنانچہ اگر بڑی بڑی سلطنتون کے بنکون کے خزانون پر غور کیا جائے تو ان کے خزانون مین زر نقد کی مقدار اس زر کاغذ کی قیمت سے کہین کم نکلیگی، جنکا اجرا، اب تک انہون نے کیا ہے، جس وقت انگلستان مین کل مجریہ زر کاغذ کی قیمت ۲ کرور ۹۰ لاکھ گنی تھی، تو اسکے خزانون مین زر نقد کی مقدار اس سے زیادہ تھی، لیکن اب جبکہ کل مجریہ زر کاغذ کی برائے نام قیمت ۲۴ کرور ۲۰ لاکھ ہوگئی ہے، تو اسکے مقابلہ مین زرِ نقد کی مقدار اسکے خزانون مین ۱۱ کرور ۴۰ لاکھ گنی سے زیادہ نہین، اسی طرح سے فرانس مین بھی کل مقدار زر نقد کی ۵ کرور ۸۰ لاکھ گنی تھی، لیکن اب مجریہ زرِ کاغذ کی قیمت اس سے کہین زیادہ ایک ارب ۲۳ کرور ۵۰ لاکھ گنی ہے، اسی طرح سے تمام دیگر سلطنتون کے حال پر بھی قیاس کرنا چاہیئے۔

غالباً اسکا فرق ناظرین کو اچھی طرح سے جب معلوم ہوگا کہ ہم تمام سلطنتون کے مجریہ زر کاغذ کی قیمت کی میزان کا مقابلہ اس زر نقد کی مقدار کی میزان سے کرین جو ان کے خزانون مین محفوظ ہے، چنانچہ ہم یہان صرف ان سلطنتون کی قبل از جنگ اور بعد از جنگ زر کاغذ اور زر نقد کی میزانون کا مقابلہ کرکے ناظرین کو دکھلاتے ہین جنکے نامون کی فہرست ہم نے اوپر درج کی ہے،

| | قبل از جنگ | سنہ ۱۹۱۹ء مین |
|---|---|---|
| میزان مجریہ زر کاغذ | ۱۲۵۲۰۰۰۰۰۰ گنی | ۷۰۶۸۰۰۰۰۰۰ گنی |
| میزان زر نقد | ۸۶۴۰۰۰۰۰ 〃 | ۱۲۲۲۰۰۰۰۰۰ 〃 |

اگر اسمین سلطنت روس کی میزانون کا اضافہ اور کردیا جائے تو عظیم الشان فرق ہوجائیگا کیونکہ جنگ کے بعد بالشویکی حکومت نے سب سے زیادہ کثیر مقدار مین وقتاً فوقتاً زر کاغذ کا اجرا کیا ہے۔

---

# اخبار علمیة

انگریزی اخبارات مین مدراس کے ایک مادرزاد ماہر ریاضیات کے حالات شائع ہوئے ہین، جو اسقدر حیرت انگیز ہین کہ بالکل افسانہ معلوم ہوتے ہین، اس لڑکے کا سال پیدائش ۱۹۱۱ء ہے، اس حساب سے اسکی عمر ابھی گیارہ سال کے اندر ہے، اسکا نام راج نرائن ہے، اسکے والد ایک سرکاری عہدہ دار ہین، مقام پیدائش ضلع مڈیورا ہے، اس کمسنی مین یہ لڑکا ریاضی دانی کے عجیب وغریب جوہر دکھانے لگا ہے، چند روز ہوئے یہ لڑکا مدراس آیا تھا، یہان کے بہترین ماہرین ریاضیات نے اسکے سامنے بکثرت ایسے سوالات پیش کئے جنکا جواب بی، اے کے طلبہ بھی آسانی نہین دیسکتے، لیکن اس نے سب کے جوابات صحیح و برجستہ دیئے، مدراس یونیورسٹی مین ریاضی کے ایک ایک اعلیٰ پروفیسر موجود ہین، ان سب نے اسکا امتحان لیا، اور اسکی قابلیت پر دنگ رہ گئے، الجبرا پر اُسے پورا عبور ہے، اور اقلیدس و جامیٹری کے بھی اکثر حصون سے واقف ہے، ریاضی کے علاوہ انگریزی زبان سے بھی اُسے خاص مناسبت ہے، انگریزی زبان مین گفتگو بے تکلف کرلیتا ہے، اور شکسپیر کے بعض ڈرامون کا مطالعہ کرچکا ہے، اسکی عمر گیارہ سال کی ہے، لیکن صورۃً اس سے بھی کمسن معلوم ہوتا ہے،

---

ایک فرنچ سائنس دان، لینہارٹ، اپنے اس نظریہ کی تائید مین تجربات مین مشغول ہین کہ مرغی کے بڑے اور وزن دار انڈون سے نر بچے پیدا ہوتے ہین، اور چھوٹے اور ہلکے انڈون سے مادہ بچے، مرغی جب انڈے دینا شروع کرتی ہے، یا جب پھر کڑک ہونے لگتی ہے تو اُسکے انڈے چھوٹے اور ہلکے

ہوتے ہین، اور درمیانی زمانہ کے انڈے بڑے اور وزنی ہوتے ہین، یہ نظریہ اگرچہ ابتک ایک محقق مسئلہ کی طرح بالکل ثابت شدہ نہین کہا جاسکتا تاہم ابتک جسقدر تجربات ہوچکے ہین، اُن سے اُسکی تائید ہی ہوتی ہے،

(سائنٹفک امریکن)

---

ماہ اکتوبر مین جو چاندگرہن پڑا تہا، اسکے مشاہدہ کے بعد ڈاکٹر کروملن (مہتمم رصدگاہ گرینچ) اس نتیجہ پر پہنچے ہین کہ کرۂ ماہتاب حرکت دوری مین اپنے قدیم مدار سے بقدر بارہ میل کے ہٹ گیا ہے، اس انحراف کو شروع ہوئے تیس سال ہوئے، اور اس مدت مین بارہ میل کا انحراف ہوگیا ہی، اسکے اسباب ابھی غیرمعلوم اور ماہرین ہئیت کے زیرغور ہین۔

---

یہ چاندگرہن علماے ہئیت کے لئے خاص اہمیت رکہتا تہا کہ اس سے پروفیسر پکرنگ (ہرورڈ یونیورسٹی) کے اس دعوی پر روشنی پڑتی تھی کہ سطح قمر پر پانی اور حیات حیوانی کا وجود ہے، چنانچہ میجر ہپ برن، صدر برٹش اسٹرانومیکل ایسوسی ایشن نے رصدگاہ ہیمسٹڈ سے اُسکی کیفیات کا بہت غور سے مشاہدہ کیا، اور اپنا یہ بیان شایع کرایا ہے کہ کرۂ ماہتاب کی سطح پر بعض بے قاعدہ سیاہ نشانات ضرور ہین، جو ممکن ہے ادنی قسم کی نباتات ہون، اور غالباً انہین کو پروفیسر پکرنگ نے حیات حیوانی کے شواہد قرار دیا ہو۔

(ڈیلی میل)

---

کچھ عرصہ پیشتر خیال یہ تہا کہ دنیا کا متمول ترین شخص امریکہ کا مشہور کروڑپتی راک فیلر (مٹی کے تیل کا بادشاہ!) ہے، لیکن تازہ ترین اعداد سے معلوم ہوا کہ اُسکی دولت بھی باین ہمہ فراوانی ایک دوسرے امریکی مسٹر فورڈ (موٹر کارون کے بادشاہ) کی دولت کے سامنے بے حقیقت ہے، فورڈ کا

دولت نقد کا اندازہ، سرکاری تخمینہ کے بموجب ۰۰۰۰۰ ۶۵۷ پونڈ یا ۶۵ کرور ۷۵ لاکھ روپیہ کا ہے، اور اگر اس زرِ نقد مین اسکی ثروت جنس، یعنی فورڈ کمپنی کے مال و سامان اور ریلوے کمپنی کے حصون وغیرہ کو بھی شامل کر لیا جائے تو اسکی تعداد ۰۰۰۰۰ ۷۰ پونڈ یا ایک ارب ۷۰ کرور روپیہ تک پہنچ جائیگی۔

---

انگلستان مین ایک عادی مجرمہ مسز ہیریٹ ہیبر مین گرفتار ہوئی ہے جو مدت سے طلائی اور جواہرات کی انگوٹھیون کی چوری کرتی رہتی تھی، روسٹر کے اسپتال مین جب اکس ریز کی مدد سے اسکے جسم کا معاینہ کیا گیا تو اسکے معدہ کے اندر دو طلائی انگوٹھیان نظر آئین اور بالآخر معدہ سے برآمد کرائی گئین،

---

فیلیڈلفیا (امریکہ) کے بعض انجینیرون نے حال مین اپنے کمالات کا ایک ایسا کارنامہ دکھایا ہے جسے گویا فن انجینیری کا معجزہ کہنا چاہیئے، شہر مین لب سڑک ایک ہشت منزلہ حویلی تھی، سڑک کی توسیع منظور ہوئی، لیکن اس حویلی کے باعث سڑک کا برابر سیدھا ہونا ناممکن تھا، انجینیرون نے دعوی کیا کہ اس عظیم الشان حویلی کو چند فٹ کے فاصلہ پر ہٹا دیا جائیگا، چنانچہ اپنی کاروائی اُنھون نے شروع کی اور ایک دن کی محنت مین اس چار ہزار ٹن کی وزنی عمارت کو اسکی بنیادون سے بقدر آٹھہ فٹ کے ہٹا دیا، اور لطف یہ کہ اس اثنا مین اس حویلی کے اندر رہنے والے کو کسی قسم کی کوئی حرکت نہین محسوس ہوئی، سب بدستور اپنے اپنے کام مین لگے رہے،

---

نیو اسٹیٹسمین (لندن) کے طبی مراسلہ نگار نے چند مسلسل مضامین علاج شمسی پر حال مین تحریر کئے ہین، اُن کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ مرض دق جسے اب تک بالکل لاعلاج سمجھا جاتا تھا، اُن کا ایک

نہایت سادہ و آسان طریقۂ علاج ان مضامین مین بتایا گیا ہے، مقالہ نگار موصوف کا بیان ہے کہ سوئیزرلینڈ کے ڈاکٹر رولیر نے کوہستان الپ کے کسی مقام پر ایک دار الصحت بنایا ہے، اور وہان محض صاف ہوا اور روشنی کے ذریعہ سے مدقوق اشخاص کا علاج کرتے ہین، اور اسمین کامیاب رہتے ہین، طریقۂ علاج صرف یہ ہے کہ پہلے دن مریض کے پاتابہ اتار کر اسکے پیرون کو پانچ منٹ تک دہوپ کی پوری روشنی مین رکہا جاتا ہے، اور دوسرے روز دس منٹ تک، تیسرے روز ساری ٹانگون کو برہنہ کرکے پانچ منٹ پوری دہوپ مین رکہا جاتا ہے، اور چوتھے روز دس منٹ تک، اسی طرح تدریجاً دو ہفتہ مین سارے جسم کو روزانہ تین گہنٹہ سے لیکر چہہ گہنٹہ تک غسل آفتاب دیا جانے لگتا ہے، اور دیکہتے دیکہتے مریض اچہا ہو جاتا ہے، ڈاکٹر موصوف نے جلد پر آفتاب کی روشنی پڑتے رہنے کے اور بہی بہت سے فواید تحریر کئے ہین -

---

عورت و مرد کے قواے جسمانی کا باہمی تناسب مدت سے زیر بحث چلا آتا ہے، حال مین امریکہ کے ڈاکٹرون نے تجربات کرکے اسکا پتہ لگایا ہے کہ اوسطاً ہر مرد اور ہر عورت مین کتنی قوت پائی جاتی ہے، ان تجربات کی تفصیل سائنٹفک رسالون مین شایع ہوئی ہے، خلاصۂ نتایج جو غالباً مرد اور عورت کے تفوق قوای کی دیرینہ بحث کے تصفیہ کے لئے بالکل کافی ہے، یہ ہے کہ ہر گہنٹہ مرد و عورت کے جسم سے مندرجۂ ذیل مدارج قوت کا اخراج ہوتا رہتا ہے، اور انہین کے مطابق دونون کا ذخیرۂ قوت سمجہنا چاہیئے :-

| | مرد | عورت | |
|---|---|---|---|
| حالت سکون مین | ۱۰۰ | ۶۱ | کیلوری |
| ہلکی ورزش مین | ۷۰ | ۲۴ | // |

| | | | |
|---|---|---|---|
| تیز ورزش مین | ۱۳۰ | ۳۹ | ″ |
| محنت شاقہ مین | ۲۰۰ | ۶۰ | ″ |
| انتہائی و غیر معمولی محنت شاقہ مین | ۴۵۰ | ۱۲۵ | ″ |

(کیلوری: ایک خاص پیمانۂ وزنِ حرکت و قوت کا نام ہے) قوای جسمانی کے اعتبار سے مرد کا عورت سے کئی گنا بڑا ہونا ان تجربات سے بالکل واضح ہے۔ (پاپولر سائنس)

---

ریلون مین سیاحون کی گاڑیان خاص طور سے بڑی، وسیع، و آراستہ ہوتی ہین، معلوم ہوا ہو کہ اس حیثیت سے دنیا مین سب سے بڑی اور آرام دہ گاڑی شاہ بلجیم کے پاس ہے، انکی گاڑی کا اگلا حصہ معمولی گاڑیون کی طرح ہے، البتہ پچھلا حصہ ایک بڑا لانبا دُم چلّا ہے، جسمین پندرہ اشخاص کے رہنے کے اور دس اشخاص کے سونے کی گنجائش ہے، اور باورچیخانہ، خواب گاہ، طعام گاہ سب کچھ موجود ہے۔ (ایضاً)

---

دنیا مین سب سے کم تعداد مین موٹر کار لائبیریا مین ہین، جہان آبادی کے ڈہائی لاکھ افراد کے پیچھے ایک موٹر کا پرتہ پڑتا ہے، اسکے مقابلہ مین بعض دیگر متمدن ممالک مین آبادی اور موٹرون کا تناسب حسب ذیل ہے:-

برطانیہ مین ہر ۱۱۰ نفوس پر ایک موٹر کا پرتہ بیٹھتا ہے۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| کیوبا | ″ | ۹۴ | ″ | ″ |
| اسٹریلیا | ″ | ۶۴ | ″ | ″ |
| نیوزیلینڈ | ″ | ۴۱ | ″ | ″ |

کناڈا ،، ۲۱ ؁ ،،

امریکہ (ممالک متحدہ ۱۱ ،، ،،

(ٹائمز)

---

امریکہ سے زیادہ اسوقت دنیا کے کسی ملک مین موٹرون کی افراط نہین، جہان کی آبادی مین ہر گیارھوان شخص ایک موٹر رکہتا ہے، انگلستان مین سرکاری اعداد کے بموجب موٹرون کی تعداد ۱۰۰۵۵۰۰ ہے، اسکے مقابلہ مین امریکہ مین اُن کا شمار ۷۲۹۲۲۲۸ ہے! دنیا کے موٹرون کی مجموعی تعداد مین ۸۲ فی صدی صرف امریکہ مین ہین، امریکہ کے بعض بعض شہرون مین ہر پانچ آدمیون مین ایک ایک موٹر کا اوسط پایا گیا ہے۔ (ایضاً)

---

ایک انگریز موجد اسٹرارنسٹ ویلش نے، جواب سے قبل متعدد چیزین ایجاد واختراع کر چکے ہین، حال مین دعویٰ کیا ہے کہ وہ عنقریب ہوائی جہازون، طیارون وغیرہ کو ایک خاص قسم کے غلاف سے ڈھک کر غیر مرئی بنادینگے، یہ غلاف ایک جدید دہات کا ہوگا، جو بالکل شفاف مثل شیشہ کے ہوگا اور جسے وہ آجکل تیار کر رہے ہین، انگلستان کے ماہرین سائنس، مثلاً ڈاکٹر ارزبین، ڈائرکٹر نیشنل فزیکل لیبوریٹری وغیرہ ابتک اس دعویٰ کی صحت کے قایل نہین، یہ لوگ کہتے ہین کہ اس قسم کی مصنوعی دہات تیار کرنا ناممکن ہے۔

---

انگلستان کے ایک موضع مین چند کاشتکار ہل چلارہے تھے کہ زمین مین کوئی سخت چیز محسوس ہوئی، کہودنے پر ایک مٹی کا گھڑا نکلا، اسکے اندر ایک کرچ کی تھیلی تھی، اسمین اسکاٹ لینڈ کے قدیم

نقرئی سکّے دو سو کی تعداد مین برآمد ہوئے، جنکا زمانۂ ضرب سنہ ۱۳۲۰ء و سنہ ۱۴۳۶ء کے درمیان ہے، اس حساب سے یہ سکّے پانچ صدیون سے زیادہ قدیم نکلے،

---

رایل جیوگرافیکل سوسائٹی (لندن) کے سامنے اسکے پریسیڈنٹ سر فرانسس ینگ ہسبنڈ نے ایک تازہ لکچر مین بیان کیا کہ کوہ ایورسٹ کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے اس سال جو جنوبی مہم روانہ کیگئی تھی، اُسکو مدت معینہ کے اندر پوری کامیابی رہی، اور محققین جغرافیہ اسکے اس شمالی و شرقی گوشہ تک پہنچگئے، جہان سے چوٹی کا فاصلہ صرف چھ ہزار فٹ باقی رہجاتا ہے، اور اُمید ہے کہ سال آیندہ کے موسم گرما مین یہ معرکہ بھی بغیر کسی غیر معمولی مانع کے سر ہو جائیگا، تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایورسٹ پر چڑھائی کے لئے بہترین موسم ماہ مئی و جون کا ہوتا ہے، سال آیندہ وفد کے بعض ارکان بالکل جدید ہونگے، اور سالار قافلہ بھی جدید منتخب کیا جائیگا، اور دارجلنگ سے وفد کی روانگی ۲۱ - مارچ کو عمل مین آئیگی،

---

وفد مذکور نے علاوہ اپنے مقصود اصلی کے ضمناً بھی متعدد مفید و اہم کام انجام دیئے، مثلاً دو ارکانِ وفد میجر مورشد و کپتان وہیلر نے ۱۳۰۰۰ مربع میل کے رقبہ کی جو ابتک نامعلوم تھا، پیمائش کروائی، اور حوالیٔ ایورسٹ کے بہت سے فوٹو لیلئے، ایک رکن مسٹر ولاسٹن اس خطہ کے حیوانات، حشرات الارض، طیور، و نباتات وغیرہ کے متعلق معلومات کا کافی ذخیرہ فراہم کرکے لائے ہین، ایک اور رکن ڈاکٹر ہیرون نے ماہر ارضیات کی حیثیت سے کوہ ایورسٹ و دریاے برہم پتر کے درمیانی علاقہ کی پیمائش کرلی، اور خود میر وفد کرنل بیوری نے مناظرِ فطرت وغیرہ کے متعلق بہت سے فوٹو جمع کرکے انگلستان ارسال کئے ہین، مصارف وفد کی میزان علاوہ اس رقم کے جو سرکار ہند نے پیمائش پر صرف کی پانچ ہزار پونڈ (پچاس ہزار روپیہ) رہی، یہ وفد ۲۰ - ستمبر کو لندن واپس پہنچا ہوگا -

# ادبیات

## بازیٔ ازل

جناب جوش ملیح آبادی

تو مجھسے کھیلتا ہے مین خوب جانتا ہون

ای شوخ! ازل سے تیری شوخی کو مانتا ہون
اکسیر گر کبھی ہون، گہہ خاک چھانتا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

گھٹ کر کبھی ہون ذرہ، بڑھکر کبھی ہون سورج
آج ابتدا کا جلوہ، کل شان انتہا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

وادیٔ معصیت مین مرکز ہون تیرگی کا
میدان معرفت مین خورشید حق نما ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے مین خوب جانتا ہون

مین مرجع فراغت، مین سازو برگ عسرت
مین غرق عیش و عشرت، مین دسوا آشنا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

خشکی کبھی، کبھی مین کف در دہان سمندر
گہ کشتی شکستہ، گہہ سعی نا خدا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

آج آئینہ طرب کا، کل گرد بیقراری
آج آفت زمانہ، کل خاک نقش پا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

آج آفتاب عزت، کل ذرۂ حقارت　　آج انتہائے صحت، کل دردلا دوا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

میری بھی کوئی ہستی آندھی کی زد پہ شعلہ　　میری کوئی حقیقت دم بھر مین کیا سے کیا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

کانٹے اگر بچھے ہین، پروا نہین ہے مجھکو　　ذوقِ رہِ طلب مین طوفان جھیلتا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

جا اور جاکے دھوکے دے اور ہی کسی کو　　اچھی طرح مین تیری چالین سمجھ چکا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

سختی و ناخوشی کی سطے کر چکا ہون راہین　　اک آنچ کی کسر ہے اکسیر ہو چلا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے مین خوب جانتا ہون

چھوڑونگا مین نہ دامن کتنا ہی تو چھڑا ئے　　مین جوش ہون، مین جوشِ اسرار آشنا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

---

## غزل

جناب اصغر حسین صاحب اصغر

ہزار جامہ دری صد ہزار بخیہ گری　　یہان ہے حیرت سب کچھ نثار بیخبری

قرار سینۂ سوزان ہے شغل جامہ دری　　سکون شورش پنہان ہے نالۂ سحری

مزاج عشق بہت معتدل ہے ان دنون　　جگر مین آگ دہکتی ہے آنکھ مین ہی تری

یہ ڈر ہے ہر بُن مو اب لہو نہ دینے لگے　　کچھ ایسے زور پہ ہے آج کاوشِ جگری

اٹھا ہے درد، رگ جان ہے تشنۂ نشتر | مجھے ہے آج تلاشِ کمالِ چارہ گری
جو مجھ پہ گذری ہے شب بھر وہ دیکھئے ہمدم | چمک رہا ہے مژہ پر ستارۂ سحری
غرض نشاط و الم سے فقط تماشا ہے | کہ یہ ستا نظارہ، اور مین ہون رہ گذری
نہ مدعا کوئی میرا، نہ کچھ ہراس مجھے | کہ عاشقی ہے فقط بیدلی و بے جگری
وہی ہے عشق، وہی ہے کشش، وہی حرکت، | یہ ہے صحیفۂ قدرت مین میری دیدہ وری
کچھ اسطرح ہوئین عاجز نوازیان اسکی | کہ میری آہ کو ہے، اب تلاش بے اثری
تری نگاہ کے صدقے یہ حال کیا ہے مرا | کمال ہوش کہون یا کمال بیخبری
کرم کچھ آج ہے ساقی کا وہ طرب انگیز | کہ جرعہ جرعہ ہے موج ترنم سحری
غضب ہوا کہ گریبان ہے چاک ہونیکو | تمہارے حسن کی ہوتی ہے آج پردہ دری
اس آستان سے اٹھائی نہ پھر جبین مین نے | حرم مین سجدۂ پیہم تھی ایک دردسری
نہ جائیے مری بگڑی ہوئی اداؤن پر | کہ عاشقی مین مری حسن کی ہے جلوہ گری
جو شوخیون سے لیا ہے جمال بے تابی | تو جوش حسن سے پائی ادا سے جامہ دری
لئے ہین زلف سے آشفتگی کے کل انداز | نگاہ مست سے پہنچا ہے حسن بے خبری

---

# بابُ التقریظ والانتقاد

## نفس اللغہ

### اُردو کا ایک لغت فارسی مین

مصنفہ رشک مرحوم لکھنوی

شیخ ناسخ مرحوم کا وجود درحقیقت اُردو زبان کی قدیم شریعت کا ناسخ، اور ایک جدید شریعت کا بانی تھا، جو ارباب کمال اُن کے دامن فیض مین پل کر جوان ہوئے، ان مین ایک میر اوسط علی رشک ہین، ان کا اصلی وطن اودھ کا قدیم پایہ تخت فیض آباد تھا، لیکن جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ نوابان اودھ نے جب فیض آباد چھوڑ کر لکھنؤ کو اپنا دارالحکومت بنایا، تو ناچار دیار علم کے شہر یارون کو بھی اپنا پایہ تخت لکھنؤ بنانا پڑا، ان مین رشک مرحوم کا خاندان بھی تھا، ان کے والد سید سلمان کا سنہ ۱۲۱۹ھ مین انتقال ہوا،

کانپور اس زمانہ مین نیا نیا انگریزی شہر بنا تھا، اسلئے اکثر اہل ذوق یہان آیا جایا کرتے تھے، خود ناسخ بھی یہان آکر رہے تھے، رشک بھی سنہ ۱۲۴۲ھ مین کانپور تھے، الہ آباد مین بھی انکی اقامت تھی، مگر لکھنؤ وطن تھا، اور خود سخن کا رنگ انکی شاعری نے لکھنؤ ہی کی نسبت سے فروغ پایا۔

لکھنؤ کے اکثر شعراء کی طرح رشک بھی کئی دیوانون کے مالک تھے، سنہ ۱۲۵۶ھ مین اُن کا پہلا دیوان "نظم مبارک" اور سنہ ۱۲۶۱ھ مین دوسرا "نظم گرامی" سنہ ۱۲۶۱ھ مین شائع ہوا، یہ دونون انکی زندگی مین چھپے، تیسرا ایک اور مجموعہ تیار تھا، جو ضائع گیا، لیکن انکی تصنیفات مین جو چیز آیندہ نمایان جگہ لیگی وہ ان کا لغت نفس اللغۃ ہے۔

پہلے لوگون کو تاریخی فقرون اور ناموں سے اسقدر دلچسپی اور دل آویزی تھی کہ ان کے پیچھے بڑے بڑے فصحا بھی اپنے سرمایۂ فصاحت سے دست بردار ہوجانے کو تیار ہوجاتے تھے، چنانچہ اس لغت کا نام نفس اللغۃ رکھا جانا جسکے معنی "جان لغت" کے سمجھے گئے، اس امر کا شاہد ہے ورنہ اس ناموزون نام کے اختیار کرنے کا کوئی اور معنوی سبب نہ تھا، نفس اللغۃ کے لفظ سے ۱۲۵۶ھ کی تاریخ نکلتی ہے، جو اس لغت کا سال تصنیف ہے، یعنی آج سے ۸۰ برس پیشتر اس زمانہ مین تصنیف و تالیف کی زبان فارسی تھی، چنانچہ یہ اردو لغت بھی مصنف نے فارسی مین لکھا، اردو کے محاورات اور لغات لکھکر فارسی مین اسکے معنی اور تشریح لکھے ہین، لیکن یہ فارسی ہندوستانی فارسی ہے، اسلئے آج بھی ہندوستان مین جو لوگ فارسی کی "شُد بُد" رکھتے ہین وہ اسکو آسانی سے سمجھ لین گے،

معلوم ہوتا ہے کہ اس لغت نے مصنف کی زندگی ہی مین مقبولیت حاصل کرلی تھی، چنانچہ وہ خود کہتا ہے:۔

پرواے حرف گیری اہل سخن نہین  اے رشک مستند جو کتاب لغت ہوئی

اس کتاب کے ناشر (پبلشر) صاحب ہمکو خط لکھتے ہین کہ اس کتاب کا ذکر تذکرون مین ملتا ہے، مگر اصل کتاب نہین ملتی تھی، اتفاق سے انکو مرحوم واجد علیشاہ کے کھنڈر مٹیابرج کلکتہ سے ایک نسخہ ملا ہے جسکو انہون نے چھاپکر شایع کیا ہے، اردو زبان مین اسی قسم کا سب سے پرانا لغت لغات ہندی ہے، جسمین ہندی (اردو) الفاظ کے فارسی مین معنی لکھے ہین مصنف کا نام معلوم نہین، ۱۰۴۵ھ مین تصنیف ہوا ہے کتبخانۂ آصفیہ حیدرآباد مین اسکا قلمی نسخہ ہے، دوسری کتاب مرزا طپش کی شمس البیان فی مصطلحات ہندوستان ہے، ندوہ کے کتبخانہ مین اسی قسم کا ایک اردو لغت فارسی زبان مین قلمی موجود ہے تصنیف و مصنف کے نام اسوقت مطلق ذہن مین نہین ہین،

بہرحال اس بیش نظر لغت کے چھاپنے کی کوشش بھی ہمارے بہترین شکریہ کی مستحق ہے،

یہ کتاب وہین سے چھپکر شایع ہوئی ہی جہان سے اسکو چھپکر شایع ہونے کا استحقاق تہا، محسن کاکوری مرحوم کے خلف الرشید مولوی نورالحسن صاحب بی اے ال ال بی نیر کاکوروی، اڈیٹر ادیب اُردو و جامع نوراللغات کے دفتر سے یہ کتاب چھپی ہے، مولوی حامد حسن صاحب علوی ندوی نشتر نبیرۂ حضرت محسن نے اسکی تہذیب و ترتیب کی خدمت انجام دی ہے، بالفعل صرف پہلا حصہ چھپا ہے، جو ڈیڑہ سو صفحون پر مشتمل ہے، اور جسمین الف سے تَ تک کے الفاظ ہین، جامع (اڈیٹر) نے یہ تصریح نہین کی ہے کہ پوری کتاب کتنے صفحات یا کتنی جلدون مین تمام ہوگی، اسلئے یہ نہین بتایا جاسکتا کہ کل کی ضخامت کیا ہوگی؟

آغاز کتاب مین نشتر صاحب نے جو اُسکے جامع (اڈیٹر) ہین، ۱۶ صفحون کا ایک قابلانہ مقدمہ لکہا ہے، جسمین خود مصنف کے کلام سے مصنف کے کچھ حالات جمع کئے ہین، نیز کلام کے تتبع اور اشعار کی تلاش سے بہ ترتیب ہجی یہ دکہایا ہے کہ رشک نے محاورات کی بندش اور لغات کے استعمال مین یہ اشعار کہے ہین، تاکہ وہ متداول ہوجائین اور عام زبانون پر چڑہ جائین، اس مقدمہ مین صرف اسقدر کمی ہے کہ نفس لغت پر کچھ نہین لکہا ہے۔ جسکی ضرورت تھی،

رشک مرحوم نے اس لغت مین یہ کیا ہے کہ سرسطر پر اُردو کا لغت لکہا ہے، اسکے بعد "ف" لکہکر مرادف فارسی لفظ لکہا ہے، اور کہین کہین "ع" لکہکر اسکا عربی مرادف بھی لکھدیا ہے، اور کہین پوری عبارت مین اُسکی تشریح کی ہے، زیادہ تر خالص ہندی الفاظ جو اُردو مین مستعمل ہین اُنہین کو لیا ہے، فارسی الفاظ جو اردو مین مستعمل ہین اُنکو بہت کم لیا ہے، اور عربی کمتر، اور یہ ایک لحاظ سے اچہا کیا ہے، کہ عربی و فارسی الفاظ کے تو سیکڑون لغات ہین، اردو ہندی الفاظ مین بھی محاورات، روزمرے، عام لغات، مصادر، افعال سب کو شامل کرلیا ہے،

افسوس ہے کہ کتاب مین کاغذ اچہا اور مضبوط نہین لگایا گیا ہے، لغت حوالہ کی کتابون (ریفرنس بکس) مین سے ہے، جسکی ہر وقت ضرورت رہتی ہے، اگر ورد اور بودا کاغذ زیادہ دن نہین ٹھہرسکتا، کاش صاحب مطبع

آئیندہ اچھا کاغذ لگائین، کتابت اچھی ہے مگر دو خط ہو گیا ہے، کچھ دور تک تو خط موٹا ہے اور سطرین ۱۹ ہین، آگے بڑھکر خط پتلا اور سطرین ۲۵ کر دی ہین، پھر ایک صنف کی کتاب کی ایک جلد صرف ۱۵۰ صفحون ہین ختم کر دینا مناسب نہ تھا، ضخامت تین چارسو صفحون کی تو ہوتی، شاید اشاعت کی مالی مجبوریان نے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہوگا، امید ہے کہ اردو زبان کے قدردان اس پہلی جلد کو خرید کر مطبع کی ہمت بڑھائینگے کہ وہ آنے والی جلدون کو ان کے مذاق کے مطابق مہیا کر سکے، قیمت ایک روپیہ،

پتہ: نیر پریس پاٹانالہ، لکھنؤ،

---

## سیرۃ عائشہ

ازسید سلیمان ندوی

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی، قرون اولیٰ کی خانہ جنگیون کے اصلی اسباب، اور ام المومنین کے فضائل و مناقب، اور ان کے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ، ضخامت ۳۵۰ صفحے، قیمت عہ/

"منیجر"

---

## روح الاجتماع

ترجمہ مولانا محمد یونس صاحب فرنگی محلی

فلسفۂ اجتماع پر لیبان کی بہترین تصنیف کا سلیس اور عمدہ ترجمہ، اس زمانہ مین خاص طور سے یہ پڑھنے کی چیز ہے، قیمت عہ/

منیجر

## مطبوعات جدیدہ

**صرف لطیف،** جناب مولانا مفتی عبد اللطیف صاحب رحمانی سابق مدرس دار العلوم ندوۃ العلما و مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ و حال استاذ جامعۂ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے اس نام سے تین حصوں مین عربی صرف کے قواعد اردو زبان مین لکھے ہین، جناب مولانا ممدوح سے چونکہ جامع معارف کو تلمذ کا شرف بھی حاصل ہے، اسلئے یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مولانا کو آغاز تدریس سے اسکی کاوش رہی ہے کہ عربی صرف و نحو کے قواعد کو آسان تر کیا جائے، اور انکی ترتیب و تنسیق ایسی منطقی رکھی جائے کہ وہ سمجھ مین جلد آجائین، اور پرانی مشکلین دفع ہوجائین، پہلا حصہ گویا میزان کا، دوسرا منشعب کا اور تیسرا پنج گنج و زبدہ وغیرہ کا قائمقام ہے، ہمارے ہان عربی مدارس مین بچون کو ابتک ابتدائی صرف و نحو کی کتابین فارسی مین پڑھائی جاتی ہین، اب یہ طریقہ سخت لصلاح طلب ہے لیکن مولویون کو ابتک میزان کی بدمزہ عبارت پسند ہے، بہرحال اگر عربی مدارس مین یہ یا اسی قسم کی کتابین چل جائین تو یقین ہے کہ ہمارے عربی خوان بچے نکو بہت بہت دعائین دین، مصنف نے علاوہ آسان طریقۂ افہام اور بہتر اور جامع قواعد کلیہ، اور حسن تنظیم و تنسیق کے یہ لحاظ بھی رکھا گیا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ زیادہ آئین، تینون رسالے نہایت مختصر ہین، اول ۱۵، دوم ۲۸ سوم ۴۰ صفحون کا ہے، قیمت ہر حصہ ۸/

پتہ: مطبع رحمانی، مخصوصپور، مونگیر، (بہار)

**نحو لطیف،** اسی طریق پر یہ نحو کا حصہ ہے، جسمین مصنف نے اسکا نہایت التزام کیا ہے کہ قواعد کی مثالین قرآن مجید کی آیتون سے دیجائین تاکہ طلبہ قرآن مجید کے سمجھنے پر جلد قادر ہوسکین، ۱۳۲ صفحے قیمت ۱/ یہ بھی اسی مطبع سے ملیگی،

**لغات کبیر،** حکیم کبیر الدین صاحب پروفیسر طبیہ کالج دہلی نے اپنی طبی لغت کا اب یہ دوسرا حصہ شائع

کیا ہے، اسمین عربی، فارسی، یونانی، ہندی دواؤن کے نام لکھے ہین، اور اردو مین انکی تشریح دوسری زبان کے مرادف نام سے کردی ہے، اور کہین کہین بضرورت زیادہ تشریح بھی درج کردی ہے، لکھائی چھپائی عمدہ ہے ضخامت ۲۲۴ صفحات، قیمت عہ، پتہ: منیجر طبی کتبخانہ زبدة الحکما حکیم محمد کبیرالدین صاحب پروفیسر طبیہ کالج دہلی۔

**منافع کبیر،** مصنف ممدوح کی یہ دوسری طبی تصنیف علم منافع الاعضاء (فزیالوجی) پر ہے، جسمین تمام اعضا کے افعال و وظائف کی قدیم و جدید طب کی مجموعی تحقیقات کے مطابق تشریح کیگئی، اور یہ بتایا گیا ہے کہ بدن مین کس عضو کو فطرت نے کس غرض سے بنایا ہے، اور اسکے کیا کام ہین، آخر مین قارورہ کے شناخت کے سہل طبی طرق امتحان بتائے ہین، کتاب مفید اور ضروری ہے، اور اردو زبان کے خزانہ مین بالکل نیا اضافہ ہے، ضخامت ۲۲۳ صفحے، قیمت عہ، پتہ اوپر لکھا ہے،

**داغ جگر،** جناب جگر مرادابادی جنکے جواہر سخن کو ملک کے نقادان کلام کے روبرو پیش کرنے مین معارف نے سبقت کی ہے، یہ انکے غزلیات اور بعض دوسری نظمون کا مجموعہ ہے، جناب جگر کی بےتکلفانہ قدرت اور شیرین بیانی اور شاعرانہ لطافتِ روحی اور معنی آفرینی کے نمونے ان صفحات مین بارہا پیش ہوچکے ہین اور ہمارے ناظرین ان سے لطف اندوز ہوچکے ہین، یہ مجموعہ ۸۰ صفحون پر مشتمل ہے جنمین بیشتر منتخب غزلیات اور آخر مین متفرق اشعار اور ایک مثنوی ہے، آغاز مین مرزا احسان صاحب بی اے، ال ال بی نے دیوان پر ۴۴ صفحون مین ایک مبسوط تقریظ لکھی ہے جسمین جگر کے محاسن کلام پر ادیبانہ طرز و اسلوب کے ساتھ تبصرہ کیا ہے، ہم قدردانان شعر و سخن اور شائقان ادب و انشا سے سفارش کرینگے کہ وہ اس مجموعہ کے مطالعہ سے بہرہ مند ہون، قیمت عہ،

پتہ: مرزا احسان صاحب وکیل اعظم گڈہ،

---

## مولنا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سی مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار، اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ عـہ

سیرۃ عائشہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے احوال زندگی، قرون اولی کی خانہ جنگیونکے اصلی اسباب، اور ام المومنین کے فضائل و مناقب و اونکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۵۰ صفحے قیمت عـہ

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری ۸ر

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر، طبع دوم ۳ر

رسالہ اہل سنت والجماعت فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۸ر

بہادر خواتین اسلام، ۲ر

## مولانا عبدالسلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبدالعزیز یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی و سیاسی کارنامون اور انکے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے ۱۹۰، قیمت ۸ر

## مولوی عبدالباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد عا، غیر مجلد عـہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت عمدہ اور سنجیدہ ترجمہ مجلد عا،

مذہب و عقلیات، اس مین ثابت کیا گیا ہے، کہ مذہب و عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین ۶ر

## مولوی عبدالماجد بی اے

فلسفہ اجتماع، اجماعات انسانی کا علم النفس عـہ

فلسفہ جذبات، طبع جدید مع ترمیم عا،

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی ہسٹری آف یورپین مارلس کا ترجمہ جلد اول قیمت ہے،

ایضاً، جلد دوم عا

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ قسم اول عـہ

ایضاً قسم دوم عـہ

## پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف در فلسفہ جدید، و مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۱۲ر

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل و قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول ۶ر دوم ہے

## مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیولیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ صفحہ ۲۳۲، عا،

## مولوی عبدالحق بی اے منصف لکھنؤ

اساس التعلیم، فن تعلیم پر ایک فلسفیانہ تصنیف، عا

## مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ و عقلی تشریح عا

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کی جامع مختصر سوانح عمری، عـہ،